حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ملفوظات حکیم الامت

جلد ۱

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسلسلہ ــــ الافاضات الیومیہ من الافادات القومیۃ

ملفوظاتِ حکیم الامت

جلد نمبر ۱

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

عنوانات

حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی مدظلہ

استاذ الحدیث دار العلوم کراچی

ناشر:

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

061-540513
061-519240

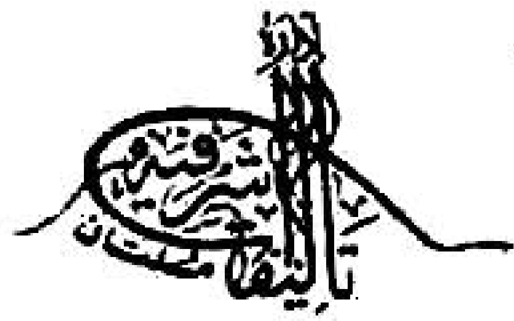
E-MAIL: Ishaq90@hotmail.com // Website : www.Taleefat-e-Ashrafia.com

نام کتاب............ "ملفوظات حکیم الامت" جلد ۱

باہتمام.......................... محمد اسحٰق عفی عنہ

تاریخ اشاعت..............جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

مطبع...................... سلامت اقبال پریس ملتان



ملنے کے پتے

☆ ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان
☆ ادارہ اسلامیات انارکلی ، لاہور
☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ
☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
☆ یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
☆ دارالاشاعت اردو بازار کراچی
☆ صدیقی ٹرسٹ لسبیلہ چوک کراچی نمبر ۵

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اس کی اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔

تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان موجود ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا۔

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

ملفوظات اولیاء اللہ کے اس دلنشیں کلام کو کہا جاتا ہے جو وہ امت مسلمہ کے سامنے اپنے گہرے مشاہدات و تجربات اور علوم و معارف لدنیہ کی روشنی میں پیش کرتے ہیں اور جن کے جمع کرنے کا اہتمام ہمیشہ سے ہوتا چلا آ رہا ہے، نبی آخر الزمان احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ ﷺ کی لسانی گہر بار سے جو موتی نکلے، صحابہ کرام کی شان عشق نے بڑے اہتمام کے ساتھ اسے ضبط فرمایا اور پوری امانت و دیانت کے ساتھ آنیوالی نسلوں کے سپرد کیا ان موتیوں کا نام اصطلاح شرع میں "حدیث" ہے جو قرآن حکیم کی علمی اور عملی تشریح بھی ہیں اور اسلامی اصولوں میں سے قرآن حکیم کے بعد دوسری بڑی بنیاد بھی، یعنی وہ بڑی بنیاد جس پر اسلام کی عمارت قائم ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، فقہائے کرام اور اولیاء اللہ نسلاً بعد نسل اسلام کی دعوت کو نئے نئے اسلوب کے ذریعہ لوگوں تک پہنچاتے رہے ان کی پُر اثر باتوں سے دلوں کا زنگ دُھلتا رہا اعمال شرعیہ اور رسوم و رواج کے درمیان تمیز قائم ہوتی رہی اور حق کی وضاحت کا عمل مسلسل جاری رہا اولیاء اللہ کی مختصر مگر دلنشیں باتیں لوگوں میں حیران کن انقلاب برپا کرتی رہیں اور ان کی بدولت مسلمانوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے تزکیہ نفوس میں بہت گہرے اور دوررس نتائج اور اثرات مرتب ہوئے اور یہ انہیں صاحب دل، صاحب علم و عمل، بوریا نشین، درویشان خدامست کی باتوں کا اثر ہے کہ مرور زمانہ کے باوجود دین کی علمی اور عملی شکل بالکل نکھری ہوئی ہے اور آج بھی اخلاص کے ساتھ عمل کرنیوالے کیلئے دین حق پوری طرح واضح ہے اولیاء اللہ کی انہیں دلنشیں باتوں کا دوسرا نام "ملفوظات" ہے۔

ملفوظات کے اس طویل سلسلہ میں سب سے اہم الافاضات الیومیہ کا سلسلہ ہے جو اس وقت آپ کے سامنے ہے یہ کتاب ایک بار تھانہ بھون اور دوسری بار کراچی میں طبع ہوئی مگر اب عرصہ سے ناپید تھی اور شائقین دلچسپی سے اس کے منتظر تھے اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کو اس کی طباعت کی توفیق عطا فرمائی اور اب یہ کتاب آپ کے سامنے ہے سابقہ اشاعتوں اور ملفوظات پر عنوان موجود نہ تھے، اس مرتبہ عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ قاری کو سہولت ہو جائے، اس کی ابتدائی تین جلدوں پر عنوانات محسن و مشفق دوست مولانا محمود اشرف صاحب عثمانی مدظلہ العالی نے لگائے ہیں جبکہ باقی ۲ جلدوں پر ہمارے محترم بزرگ جناب محمد اقبال قریشی صاحب مدظلہ العالی (ہارون آباد) نے عنوانات تحریر فرمائے ہیں، اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

قارئین سے درخواست ہے کہ ناشر کیلئے بھی دُعاء فرمائیں کہ یہ سلسلہ مکمل ہو جائے اس وقت تک الحمد للہ پچیس جلدیں شائع ہو چکی ہیں باقی سات جلدیں زیر طبع ہیں اس طرح ان شاء اللہ یہ سیٹ بتیس جلدوں میں مکمل ہوگا۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین، فقط

محمد اسحٰق عفی عنہ

اظہار مسرت و تحسین

از حضرت اقدس مرشد و مربی مولانا الحاج محمد شریف صاحب رحمہ اللہ
(خلیفہ ارشد: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجھے دلی خوشی ہے کہ عزیز القدر حافظ محمد اسحٰق صاحب مجدد الملت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات شائع کرنے کے حریص ہیں انہیں حضرت سے صرف محبت ہی نہیں محبت کا نشہ ہے، حضرت کے مسلک اور مذاق کی تبلیغ کے بہت خواہشمند ہیں اور زر کثیر صرف کر کے حضرت کی کتابیں جو نایاب ہیں چھپواتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرما کر ناظرین کیلئے نافعیت اور ہدایت اور ان کے لئے سرمایہ آخرت بنادیں، دُعاء گو!

احقر محمد شریف عفی عنہ

مکتوب گرامی

حضرت اقدس عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحئی صاحب عارفی رحمہ اللہ

(خلیفہ ارشد: مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ)

مشفقی ومکرمی دامت برکاتہم .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ باعث عزوشرف ہوا، آپ کے ادارہ تالیفات سے جو بھی مجموعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ یا ملفوظات شائع ہوتا ہے آپ ازراہِ کرم تحفۃً اس ناکارہ کو ارسال فرماتے رہتے ہیں آپ کی اس خیال فرمائی کا بہ دل ممنون ہوں، اور دل سے دُعاء کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو ہمیشہ قائم رکھیں اور مسلمانوں کو اس اشاعت علوم دینیہ سے زیادہ سے زیادہ مستفیض فرمادیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ اور ملفوظات کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے حضرتؒ اس دور حاضر کے عقائد اور اعمال کی اصلاح کے ایسے ایسے علوم شرعیہ مسنونہ بیان فرمارہے ہیں جس کی تشنگی خواص وعوام اب بھی محسوس کررہے ہیں اسی سے حضرت رحمۃ اللہ کی شانِ مجددیت نمایاں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے ادارہ کے جذبہ تبلیغ کو اور زیادہ قوت عطا فرمائے اور مطبوعات کی اشاعت کو عالمگیر فروغ عطا فرمادیں، آمین۔

احقر محمد عبدالحئی عفی عنہٗ

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر



مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے می آید ☆ کہ از انفاس خوشش بوئے کسے می آید

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست ☆ آمد آخر زپس پردہ تقدیر پدید

تمہید

مژدہ جانفزائے فیض جدید ☆ یعنی در شہر صوم عود العید

الا یا ایہا الطلاب طوبی ☆ فعود العید مستطاب

جزوے از حسن العزیز

حمد وصلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت قطب الارشاد سلطان المشائخ اشرف العلماء مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب متعنا اللہ بطول حیاتہ وافاض علینا من شآبیب برکاتہ کے یومیہ افاضات وکلمہ طیبات یعنی ملفوظات پیشتر باوجود کسی مستقل انتظام نہ ہونے کے وقتاً فوقتاً کوئی نہ کوئی ضبط کرتا رہتا تھا اور وہ بہ عنوان "حسن العزیز" شائع ہوتے رہتے تھے لیکن ایک عرصہ سے یہ سلسلہ اتفاقاً بوجہ نہ ہونے کسی ضابطہ کے بند تھا جس کے سخت قلق تھا۔ بالخصوص جب کہ حضرت اقدس نے کچھ عرصہ سے بوجہ بعض عذرات وعظ فرمانا بھی تقریباً موقوف ہی فرما دیا ہے الا نادراً اور اس کے بجائے صرف ملفوظات ہی پر اکتفا فرماتے ہیں جو حسب ارشاد ممدوح بوجہ

انطباق علی الحالات الجزئیہ انفع واوقع ﴿بوجہ شخصی اور جزی حالات کے مطابق ہونے کے زیادہ نافع اور قابل فہم ہوتے ہیں ۱۲﴾ فی النفس ہوتے ہیں۔ ادھر تصنیفات کا سلسلہ بھی بوجہ کثرت خطوط وانظر اصلاحی مواعظ وغیرہ وہجوم طالبین وضعف قوی برائے نام ہی رہ گیا ہے نظر بہ حالات موجودہ اس کی سخت ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ ضبط ملفوظات کا کوئی مستقل انتظام کیا جائے۔ کہ اب یہ ہی ایک صورت افاضہ عام کی باقی رہ گئی ہے۔ چنانچہ حسن اتفاق سے ایک موقع خاص پر چند احباب خاص کا خانقاہ شریف میں اجتماع ہوا اور اس ضرورت شدیدہ کا تذکرہ ہو کر آپس میں ماہوار چندہ ہوا اور ایک صاحب کو جو ثقہ اور باسلیقہ ہیں۔ ملفوظات کیلئے مقرر کر دیا گیا جنہوں نے محض از راہ خلوص اپنی شان کے خلاف فی الحال بہت قلیل معاوضہ پر قناعت فرما کر اس خدمت کو رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ سے اپنے ذمہ لے لیا فجزاهم الله خیر الجزاء

از عنایات قاضی حاجات ☆ باز شد انتظام ملفوظات
کرد حق بحر فیض باز رواں ☆ اے خوشا عود عید دررمضان

چونکہ مخلص افراد کے ماہوار چندہ سے ان افاضات یومیہ کے ضبط کا انتظام ہوا ہے اس رعایت سے اس مجموعہ کا نام "الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ" تجویز کیا گیا جس کے اجزاء انشاء اللہ تعالیٰ مثل دیگر مسودات ضبط شدہ بعد نظر اصلاحی حضرت اقدس وقتاً فوقتاً حسب موقع شائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا مزید احسان یہ ہے کہ ساتھ کے ساتھ ان افاضات روزانہ کی اشاعت ماہانہ کا بھی انتظام رسالہ النور میں شروع ہو گیا ہے جس کے ذریعہ سے تازہ بہ تازہ ملفوظات ہدیہ مشتاقین ہوتے رہیں گے جن سے انشاء اللہ تعالیٰ غائبین کو حضوری کا حاضرین مجلس کو جو بالمشافہ بھی سن چکے ہیں۔ قند مکرر کا لطف حاصل ہوگا۔ اگر خصوصیت کسی مضمون کی مقتضی ہوئی تو کچھ ملفوظات صاحب موصوف کے پاس سابق کے لکھے ہوئے بھی موجود ہیں وہ بھی اسی سلسلہ میں شائع کر دیے جائیں گے اور بغرض امتیاز ان کے آخر میں لفظ قدیم بین القوسین بڑھا دیا جائے گا۔ اب آخر میں دعا ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ، اس سلسلہ خیر کو مدت مدید تک جاری اور اس کے منافع و برکات کو قلوب طالبین میں ساری رکھے آمین ثم آمین۔

المفتقر الی رحمۃ اللہ الصمد الاحقر حافظ جلیل احمد رئیس علی گڑھ
خازن چندہ ملفوظات، مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر نصف شوال ۱۳۵۰ھ

نوٹ ۱: پہلے افاضات یومیہ کے سات حصے تھے جو کسی مصلحت کی بنا پر نہ ہوئے تھے بلکہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے ہو گئے تھے اسی لئے ان کی ضخامت میں بہت فرق تھا چونکہ یہ حصوں کی تقسیم حضرتؒ کی تجویز کردہ نہ تھی میری ہی کی ہوئی تھی اس لئے اب میں نے اس کل مجموعے کے دس حصے کر کے سب کی یکساں ضخامت کر دی ہے تاکہ ناظرین کو مطالعہ میں سہولت ہو۔ شبیر علی

نوٹ ۲: اس مرتبہ فارسی اشعار اور عربی عبارات کا جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ لفظی ترجمہ نہیں ہے بلکہ حاصل ترجمہ ہے اور آیات قرآنیہ کا ترجمہ تفسیر بیان القرآن سے نقل کیا گیا ہے۔

۲۷ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۱: صبح کی مجلس خاص کا اجراء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمایا! کہ صبح کو مجلس عام کی وجہ سے بے حد تعب ہوتا ہے جس کی برداشت نہیں۔ (اس کے قبل صبح کو بھی مجلس عام ہوتی تھی) اس لئے آج یہ سوچا ہے کہ بجائے مجلس عام کے صبح کو مجلس خاص کر دی جائے اور صورت اس کی یہ ذہن میں آئی ہے کہ جو لوگ خاص خاص ہیں جن میں اکثر اہل علم ہیں وہ اگر آ کر بیٹھا کریں تو اس سے مجھ پر کوئی تعب نہ ہوگا اس کی دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ مجمع کم ہوگا۔ جب جی چاہے گا مجلس کو ختم کر دیا جائیگا۔ مجمع زائد نہ ہونے کی وجہ سے ختم کر دینے میں کوئی گرانی بھی نہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ جب مجلس عام نہ ہوگی تو جس روز طبیعت صاف نہ ہوگی یا جی نہ چاہے گا بالکل ہی موقوف رکھی جائے گی اور اس کی اطلاع اس روز کر دی جایا کرے گی اور کبھی کبھی عام بھی کر دی جایا کرے گی جب کہ طبیعت اچھی ہو آج کل طبیعت بھی خاص نہیں کھانسی کی وجہ سے تکلیف ہے اب ضرورت اس کی ہے کہ اس کا کوئی معیار یا اصطلاح ہونی چاہیے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس وقت مجلس عام ہے یا مجلس خاص۔ اس کی صورت یہ سمجھ میں آئی ہے (احقر صغیر احمد کی طرف حضرت والا نے مخاطب ہو کر فرمایا) کہ ان حضرات کے نام کی ایک فہرست بنالی جائے جو مجلس خاص میں شرکت کیا کریں گے ان کے نام میں بتادوں گا جب میں کہوں ان کو اطلاع کر دی جائے اور مجلس عام کی اطلاع حافظ اعجاز کے ذریعہ سے ہوا کرے گی جس کی صورت

یہ ہوگی کہ وہ لوگ حافظ اعجاز سے معلوم کرلیا کریں کہ تم کواطلاع دی گئی ہے یا نہیں۔ اگر وہ کہیں کہ دی گئی ہے تب تو آ جائیں اگر وہ کہیں نہیں دی گئی نہ آئیں یہ انتظام اس وجہ سے ہے کہ کبھی بعض حضرات قیاس مع الفارق پر عمل فرمائیں۔ دوسروں کو بیٹھے دیکھ کر آ کر بیٹھنا شروع کردیں۔

میں سچ عرض کرتا ہوں مجھ کو اس کا بھی خیال ہے کہ لوگ محبت کی وجہ سے آتے ہیں سب کے ساتھ برتاؤ میں مساوات رہے مگر جو بات قوت سے باہر ہے اس کا کس طرح تحمل کروں۔ اگر کوئی اس عدم مساوات پر برامانے مانا کرے مجھ کو اس کی پرواہ نہیں۔ مولوی محمد حسن صاحب امرتسری عرض نے کیا کہ ہم لوگوں کو تو بہت وقت مجالست کیلئے دیا جاتا ہے جو حضرت والا کی شفقت اور محبت پر مبنی ہے اگر یہ حکم دیا جائے کہ سال بھر تک دروازہ پر کھڑے رہو ایک سال کے بعد ملاقات کی اجازت ہوگی اس پر بھی ہم لوگوں کی خوش قسمتی ہے اور حضرت والا کا احسان ہے۔

فرمایا یہ آپ کی محبت کی بات ہے میں تو خود ہی اس قسم کی رعایت اور اس کے دقائق پیش نظر رکھتا ہوں ہاں اس کو ضرور جی چاہتا ہے کہ خدمت بھی ہوتی رہے اور کچھ وقت آرام کا بھی ملے اور مجلس عام کی صورت میں آرام نہیں مل سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ اگر کسی وقت اٹھ جانے کو جی چاہے مجمع کی رعایت سے نہیں اٹھ سکتا۔

نیز بعض مرتبہ مجمع کثیر ہونے کی وجہ سے تقریر میں آواز بلند ہو جاتی ہے اور یہ امر طبعی ہے جی چاہتا ہے کہ سب سنیں جس کا اثر دیر تک دماغ پر رہتا ہے یہ بھی ایک تکلیف ہے باقی محکوم بن کر رہنے کو تو جی گوارا نہیں کرتا۔ ظہر کے بعد کا وقت عصر تک بھی مجلس کے لئے کچھ کم نہیں کافی وقت ہے۔ فرمایا کہ مولوی صاحب! یہاں پر شروع میں جس وقت آئے تھے اس وقت سے یہ صبح کی مجلس کی رسم قائم ہوگئی ان کی رعایت دو وجہ سے تھی ایک تو یہ کہ ان کا تعلق مولوی صاحب سے ہے یہ خیال ہوا کہ مولوی صاحب کہیں یہ خیال نہ کریں کہ ہمارے آدمی کے ساتھ بے التفاتی کا برتاؤ کیا دوسرے ان کو خود بھی مجھ سے محبت اور تعلق ہے اور مجھے تو بحمد اللہ سب ہی کا خیال ہے مگر اب ضعف کے سبب تحمل نہیں۔ اس کا میرے پاس کیا علاج ہے فرمایا پیشتر رمضان المبارک میں یہ معمول تھا کہ حالات

کا پرچہ بکس میں جو کہ مدرسہ میں لگا ہے ڈالنے کی عام اجازت تھی۔ مگر اب تجربہ سے معلوم ہوا کہ جن کو قلت مناسبت ہوتی ہے ان کے پرچوں سے بھی اذیت پہنچتی ہے۔ اس لئے اس مرتبہ یہ سمجھ میں آیا کہ جس پر کچھ روز سے عملدرآمد بھی ہے کہ ایسے لوگ پرچہ بھی نہ ڈالا کریں۔ مخاطبت مکاتبت دونوں بند رہیں بلکہ چند روز خاموش مجلس میں بیٹھے رہیں اور جس وقت مناسبت پیدا ہو جائے اس وقت اس قسم کا سلسلہ زبانی یا تحریری اختیار کریں تو مضائقہ نہیں مگر پیشتر مناسبت پیدا کر لیں جس پر نفع کا انحصار ہے۔ اس صورت میں کام بھی ہو جائے گا اور کلفت بھی طرفین میں سے کسی کو نہ ہوگی۔ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کام بھی کم ہو جائیگا اب زیادہ کام کی برداشت بھی نہیں ضرورت کے لحاظ سے اور بہت سے تجربوں کے بعد یہاں پر قواعد مرتب ہوتے ہیں ان قواعد سے طرفین کی راحت رسانی مقصود ہوتی ہے خدانخواستہ حکومت تھوڑا ہی مقصود ہے اور جیسا مجھے دوسروں کی اصلاح کا اہتمام ہے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اپنی اصلاح کا بھی خاص اہتمام ہے اور صاحب کون بے فکر ہو سکتا ہے کس کو خبر ہے کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔

ملفوظ ۲: مجلس خاص کے انتظام کی رعایت

احقر جامع سے حضرت والا نے فرمایا ان حضرات کے نام جو مجلس خاص میں شریک کئے جائیں گے درج فہرست کر لئے جائیں پھر ان حضرات کے نام فرمائے جو حضرات اس وقت خانقاہ میں موجود تھے ان کے نام لکھوا دینے کے بعد فرمایا کہ بعض حضرات فلاں فلاں آنے والے ہیں ان کے آ جانے پر ان کے نام بھی درج فہرست کر لئے جائیں اور روزانہ تو ساڑھے نو بجے صبح کو جب میں کہوں ان حضرات کو اطلاع کر دی جایا کرے اس میں یہ سہولت ہوگی کہ سب کے روزانہ نام الگ الگ لے کر نہ کہنا پڑیگا ورنہ یہ خود ایک مستقل کام ہو جائیگا۔

ملفوظ ۳: اپنی جماعت کے ساتھ لگے رہنے میں فائدہ ہے

صبح کی دس بجے والی گاڑی سے چند حضرات تشریف لائے منجملہ اور حضرات کے حافظ

عبدالطیف صاحب ناظم مظاہر علوم بھی تھے ۔ حافظ صاحب سے بابو ولی محمد صاحب کا ذکر آیا ۔ حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ بابو صاحب کہاں پر ہیں عرض کیا کہ رنگوں گئے ہوئے ہیں ۔ فرمایا کہ اس سے بڑا جی خوش ہوا کہ ان کا تعلق مدرسہ ہی سے رہا ۔ میں بھی کام کے آدمی اس عمر میں علم دین کا حاصل کرنا ہمت کی بات ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ اب ان کو بابو نہ کہوں مولوی کہوں مگر اور پتہ صحیح سمجھ میں نہ آنے کے خیال سے کہنا ہی پڑتا ہے ۔ بطور مزاح فرمایا کہ علم دین حاصل کر کے بھی بابو ہی رہے ۔ مدرسہ سے ان کا تعلق رہنا یہ بھی خدا کی بڑی رحمت ہے اس لئے کہ جماعت سے جدا ہو کر وہ حالت ہی نہیں رہتی ۔ یہ سب ملے جلے رہنے کی برکت ہوتی ہے کہ آدمی اپنے کام میں لگا رہتا ہے اور اسی میں عافیت ہے بڑوں کیلئے بھی اور چھوٹوں کیلئے بھی یعنی جیسے چھوٹوں کو ضرورت ہے کہ بڑوں کی صحبت ہو ۔ اسی طرح بڑوں کو ضرورت ہے کہ چھوٹوں کی صحبت ہو ۔ اس پر (کہ اپنی جماعت سے جدا ہو کر وہ حالت نہیں رہتی) یاد آیا کہ ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی ہماری مثال روڑ کی گودام کے کاریگروں جیسی ہے جب تک گودام کے اندر ہیں سب کچھ ہیں اور جہاں گودام سے باہر ہوئے نہ مستری مستری ہیں اور نہ کاریگر ہیں اسلئے کہ وہاں کام تو مشینیں کرتی ہیں اور وہ محض چلانے والے ہیں اس لئے جب اس احاطہ سے باہر ہوئے کچھ بھی نہ رہے سب کاریگری ختم ! اسی طرح جب تک ہم اپنی جگہ پر ہیں سب کچھ ہیں کام بھی سب ہو رہے ہیں درس و تدریس بھی ہے تہجد بھی ہے ذکر و شغل بھی ہے ۔ غرضیکہ سب ہی کچھ ہے باہر نکل کر کچھ بھی نہیں رہتا یہ منتہا ہے ہمارے کمالات کا ۔ واقعی حضرت مولانا بہت ہی وسیع النظر تھے بڑے ہی محقق تھے کیسی کام کی بات فرمائی ۔ میں تو اس کو بہت ہی بڑا فضل خداوندی سمجھتا ہوں کہ جس کو اپنوں کی معیت نصیب ہو جائے ورنہ یہ زمانہ بہت ہی پُرفتن ہے دوسری جگہ جا کر وہ حالت رہتی ہی نہیں اکثر تجربہ ہو رہا ہے ۔

ملفوظ ۳۴: اپنی فکر کرنی چاہیے

ایک صاحب نے کوئی مسئلہ پیش کر کے عرض کیا کہ فلاں صاحب نے یہ دریافت کیا ہے ان کی حالت کے مناسب فرمایا کہ خود آپ کو جو ضرورت ہو اس کو معلوم کیجئے دوسروں کے

معاملات میں نہیں پڑنا چاہئے بڑی ضرورت اس کی ہے کہ ہر شخص اپنی فکر میں لگے اور اپنے اعمال کی اصلاح کرے آج کل یہ مرض عام ہو گیا ہے عوام میں بھی اور خواص میں بھی کہ دوسروں کی تو اصلاح کی فکر ہے اپنی خبر نہیں۔ میرے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت کہیں اپنی گٹھڑی نہ اٹھوا دینا۔ واقعی بڑے کام کی بات فرمائی۔

ملفوظ ۵: میدان میں آنا چاہیے کا نعرہ

فرمایا کہ اب تو یہ حالت ہے اور اسی کی فکر ہے کہ میدان میں آنا چاہئے میدان میں آنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حجرہ بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور میدان بھی ہاتھ نہیں آتا پھر ان لوگوں کے نزدیک میدان میں آنے کے نہ کچھ شرائط ہیں نہ حدود ہیں۔ دیوانوں کی سی ایک بڑ ہے کہ میدان میں نکلنا چاہئے آنا چاہئے یہاں تک نوبت آ گئی کہ زبانوں پر یہ آتا ہے کہ مسائل کا وقت نہیں کام کا وقت ہے کام کرنا چاہئے جو لوگ ایسے ہیں وہ خود تو کسی کام کے رہے ہی نہیں اس پر غضب یہ ہے کہ خود تو مبتلا ہوئے ہی تھے بے چارے طالب علموں کو جو پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھے انکو بھی اس بلا میں مبتلا کر دیا اور میدان میں لا کھڑا کیا یہ ایسا چٹیل میدان ہے کہ دانہ ہے نہ پانی نہ دنیا ہے نہ دین۔ اس بدنظمی اور بے ڈھنگے پن کی کوئی حد ہے۔

میری یہ رائے ہے کہ کسی تحریک میں بھی طالب علموں کو شرکت کی اجازت نہ ہونی چاہئے اس میں سخت مضرت ہے آئندہ کیلئے جو کہ اس وقت محسوس نہیں ہوتی آخر میں پوچھتا ہوں کہ پڑھنے پڑھانے میں جب کوئی مشغول نہ رہے گا تو پھر یہ جماعت علماء کی آئندہ کام کرنے والی کہاں سے پیدا ہو گی۔ تم تو سب کچھ ہو علماء ہو مقتداء ہو پیشوا ہو تم ہی کرو جو کرنا ہے مگر طلباء کو تو اپنے کام میں لگا رہنے دو تا کہ آئندہ دین کے احکام بتلانے والی جماعت کا سلسلہ جاری رہے۔ کیا یہ خیال ہے کہ آئندہ دین کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ جیسا کہ کہتے ہیں کہ اب مسائل کا وقت نہیں کام کا وقت ہے۔ کوئی ان حضرات سے پوچھے کہ جو آپ مقتدا اور پیشوا کہلائے یا بنے وہ لکھنے پڑھنے ہی کی بدولت تو بنے اور اب اسی کی جڑ کاٹ رہے ہو۔ خود تو مزے میں رہے سب کچھ بن گئے دوسروں کی جڑ کاٹی جا رہی ہے۔

میں نے انبالہ کے ایک وعظ میں کہا تھا کہ سب کومل کر کام کرنے کے یہ معنی نہیں کہ سب ایک ہی کام میں لگ جائیں یا ایک کا کام دوسرا کرنے لگے اس پر ایک مثال بیان کی تھی کہ جیسے ایک مکان تیار کیا جارہا ہے اس کی تیاری کیلئے معمار کی بھی ضرورت، بڑھئی کی بھی ضرورت، مزدور کی بھی ضرورت۔ اب یہ بتلاؤ کہ سب مل کر جو تعمیر کا کام کررہے ہیں اس کا کیا طریقہ ہے یہ ہی کہو گے کہ معمار اینٹ لگائے بڑھئی آرہ چلائے مزدور گارا پہنچائے اینٹ پہنچائے۔ جب یہ سمجھ میں آ گیا۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ سب مل کر اینٹ ہی لگانے لگیں یا سب کے سب آرہ ہی چلانے لگیں یا سب کے سب گارا اینٹ ہی پکڑانے لگیں کیا مکان تیار ہوسکتا ہے۔ ظاہر ہے نہیں۔ تو اسی طرح یہاں خیال کرلو کہ سب کومل کر کام کرنے کے معنی صرف یہ ہیں کہ تجربہ کا کام تو لیڈر کریں اور اس طرح کریں کہ وہ کسی کام کرنے سے قبل علماء سے جائز ناجائز معلوم کرلیا کریں اور احکام بتلانے کا کام علماء کریں۔ بس اس طرح ہر ہر شخص اپنے فرض منصبی کو انجام دے اس صورت میں امید کامیابی کی نکل سکتی ہے کہ ہم اپنا کام کریں وہ اپنا کام کریں سب کے مل کر کام کرنے کے یہ معنی نہیں کہ سب ایک ہی کام میں لگ جاؤ یہ علاوہ دین کے عقل کے بھی تو خلاف ہے۔ خدا معلوم یہاں ان لوگوں کی عقل کیوں کام نہیں دیتی موٹی بات ہے جو میں کہہ رہا ہوں ایک اور مثال سے سمجھ لیجئے کہ اگر مرد کمایا بھی کرے اور پکایا بھی کرے جھاڑو بھی دیا کرے بچوں کا ہاتھ منہ بھی دھلایا کرے یعنی یہ سب اسکے ذمہ ہو یا اسی طرح عورت امور خانہ داری کی بھی ذمہ دار ہو اور باہر سے کما کر بھی لایا کرے اس گڑبڑ میں کچھ بھی نہ ہوگا نہ کمائی ہوگی نہ امور خانہ داری کا انتظام ہوگا سب نظام گڑبڑ ہوجائے گا یہ کیسے ہوسکتا ہے ہر شخص کو اپنا اپنا کام انجام دینا چاہئے یہ ہی کامیابی کا راستہ ہے ورنہ گڑبڑ کرنے سے کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ علماء کا کام مسائل بتانا ہے جواز وعدم جواز ہم سے پوچھ لو۔

احقر جامع نے عرض کیا کہ حضرت ان کو پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے جس طرح جہلاء صوفیاء نے شریعت اور طریقت کو دو چیز بتلا کر احکام سے جان بچالی اور ایک مستقل فرقہ بن گیا اب وہ شریعت کی ضرورت نہیں سمجھتے اسی طرح اس گروہ نے شریعت اور سیاست کو جدا جدا بتلا کر احکام سے جان بچالی یہ بھی ایک مستقل فرقہ بن گیا۔ فرمایا بالکل صحیح ہے ان لوگوں کو شبہ یہ ہوگیا ہے کہ

مولوی تو ہر چیز کو حرام ہی کہیں گے۔ اس بدگمانی کا کیا علاج ہے اس لئے ان سے پوچھنا ہی بیکار ہے ان لوگوں کی تو یہ حالت ہوگئی ہے کہ یہاں پر پچھلے دنوں کچھ لوگ نماز کی تبلیغ کیلئے باہر سے آئے تھے مجھ سے بھی آ کر ملے تھے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ خود نماز بھی نہ پڑھتے تھے ہاں نظمیں خوب پڑھتے تھے ان کے مضمون خلاف شرع بھی تھے مجھ سے بڑی کوشش کی کہ وہ نظمیں خانقاہ میں سنائیں۔ میں نے دل شکنی نہیں کی نہایت لطیف عذر کے ساتھ ٹال دیا دین شکنی بھی نہیں کی یعنی خانقاہ میں پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ عین نماز کے وقت ایک مسجد کے قریب نظمیں پڑھ رہے تھے مگر وہاں جب نماز نہیں پڑھی تو خیال ہوا کہ شاید دوسری مسجد میں پڑھی ہوگی معلوم ہوا کہ یہاں پر بھی نہیں پڑھی تو خیال ہوا کہ شاید تیسری مسجد میں پڑھی ہو۔ معلوم ہوا کہ کہیں بھی نہیں پڑھی خود تو نماز سے بھاگیں اور دوسروں کو تبلیغ کریں یہ حالت ہے ان تحریکات میں شرکت کرنے والوں کی کہ خود اپنی حالت پر نظر نہیں دوسرں پر نکتہ چینی کی جاتی ہے۔ بعض علماء کی بھی یہی حالت ہے مگر ان کے پھسلنے کا بے حد قلق ہے۔

۲۷ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۶: دیہاتیوں کی مزیدار گفتگو

ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ کالے دھولے (سیاہ وسفید) پر ایک حکایت یاد آئی ایک گاؤں کا آدمی یہاں پر آیا اور مجھ سے دریافت کیا کہ مولوی اشرف کون سا ہے میں نے کہا کہ بھائی میں ہی ہوں کہا تو نہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ اس کی کوئی خاص پہچان ہے کہا کہ ہاں ہے میں نے دریافت کیا کہ کیا پہچان ہے۔ کہا وہ دھولا دھولا (گورا گورا) ہے میں نے پوچھا کب دیکھا تھا معلوم ہوا بہت عرصہ ہوا جب دیکھا تھا میں نے کہا کہ بھائی وہ جوانی کا زمانہ تھا جب تم نے دیکھا تھا جوانی کا رنگ وروغن اور ہوتا ہے اب بڈھے ہو گئے کہا کہ کیوں جھوٹ بولے مولوی حبیب احمد صاحب سامنے بیٹھے تھے میں نے کہا کہ یہ دیکھ یہ ہوں گے یہ ہیں دھولے کہا کہ یہ بھی نہیں۔ یہ ڈھیر دھولا (زیادہ گورا) ہے تب میں نے اس سے کہا کہ دیکھ وہ معمار مزدور کام کر رہے

ہیں ان سے پوچھ لے دوڑا گیا ان سے جا کر پوچھا پھر آیا کہنے لگا ہاں تو ہی ہے میری کھطا (خطا) معاف کر دے۔ فرمایا کہ الفاظ تو اس کے پاس نہ تھے مگر خلوص تھا جی چاہتا تھا کہ اسی بے تہذیبی کے ساتھ سلسلہ گفتگو جاری رہے بے حد لطف آ رہا تھا۔ ایک ایسی ہی حکایت قاری عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی کی مولوی حبیب احمد صاحب نے روایت کی۔ کہ

قاری صاحب ریل میں سفر کر رہے تھے ایک گنوار کو معلوم ہوا کہ یہ قاری ہیں اور وہ اتنا جانتا تھا کہ قاری خوش آواز اور لہجے سے قرآن شریف پڑھنے والے کو کہتے ہیں اس پر اس کو خیال ہوا کہ قاری صاحب سے قرآن شریف سننا چاہئے۔ غرضیکہ قاری صاحب سے درخواست کی قاری صاحب نے درخواست منظور فرما کر سنانا شروع فرمادیا یہ گنوار سن کر کچھ خوش نہ ہوا اس لئے کہ وہاں اتار چڑھاؤ اور رنگینی نہ تھی قاری صاحب سے کہا کہ اب میرا بھی سن لے۔ مطلب یہ تھا کہ میں بھی اچھا پڑھنے والا ہوں قاری صاحب نے اجازت فرمادی اس نے بھی پڑھ کر سنایا اس طرف سے بھی کوئی داد نہ ملی تو کیا کہتا ہے قاری صاحب سے کہ جیسا تو پڑھے ویسا ہی میں پڑھوں فرک (فرق) یہ ہے کہ تو جنانی (زنانی) بولی میں پڑھے اور میں مردانی بولی میں مطلب یہ تھا کہ تیری باریک بولی ہے اور میری موٹی۔ زنانی سے مراد باریک اور مردانی سے مراد موٹی۔

ملفوظ ۷: کشمیر کے واقعات پر قنوت نازلہ

ایک صاحب نے دریافت کیا ﴿یہ سوالات وجوابات اس وقت کے ہیں جب انگریزی عہد میں کشمیر میں مسلمانوں کی راجہ سے جنگ جاری تھی۔ ۱۲﴾ کہ حضرت کشمیر کے مسلمانوں پر جو واقعات پیش ہیں اور ان پر سختی ہو رہی ہے ایسے وقت میں اگر قنوت نازلہ پڑھی جائے کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ مولوی ظفر احمد صاحب نے اس کے احکام اور مواقع وطریق وشرائط کے متعلق لکھا ہے۔ میں نے بھی ان سے کہہ دیا تھا کہ اس بحث کو اچھی طرح لکھ دینا غالباً یہ بحث اعلاء السنن ﴿قنوت نازلہ کے متعلق مفصل بحث اعلاء السنن حصہ ششم میں ہے ۱۲ شبیر علی﴾ میں ہے اس میں دیکھ لیا جائے یہ صحیح یاد نہیں کہ چھپے ہوئے نسخہ میں ہے یا مسودہ میں یہ مولوی شبیر علی سے معلوم ہو جائے گا۔

ملفوظ ۸: حالات کشمیر سے متعلق ایک بے کار سوال کا جواب

ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت کشمیر کے متعلق اکثر لوگوں کو مالی و جانی امداد کرنے میں اشکال ہیں اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے چونکہ اس سائل کا قصد خود عمل کا نہ تھا ویسے ہی مشغلہ کے طور پر پوچھتا تھا اس لئے فرمایا کہ جس شخص کا ارادہ امداد کرنے کا ہو اس کو خود سوال کرنا چاہئے اس کو جواب دیا جائے گا اگر آپ کا ہی ارادہ ہے تو آپ ظاہر کریں کہ کون سی امداد کرنا چاہتے ہیں تا کہ اس کا حکم ظاہر کروں۔ عرض کیا کہ بعض لوگ دریافت کرنے لگتے ہیں فرمایا میں جو کہہ رہا ہوں آپ سمجھے نہیں پھر سن لیجئے کہ جس شخص کا ارادہ ان دونوں صورتوں میں سے امداد کا ہو وہ خود آ کر سوال کرے اس کو جواب دیا جائے گا۔ اگر آپ کا ہی ارادہ ہے تو آپ ہی فرمائیں کہ کون سی امداد کرنا چاہتے ہیں سیدھی بات کو الجھاتے کیوں ہو۔ سوال اس ہی شخص کو کرنا چاہئے جس کا کچھ کرنے کا ارادہ ہو باقی دوسروں کو جواب دینے کی آپ کو کیا فکر۔ کوئی پوچھے کہہ دیجئے ہم کو معلوم نہیں۔ دوسرے جواب تو جب ہی ہو سکتا ہے جب کہ سوال کی صورت متعین ہو وہاں کے واقعات کی تنقیح جب تک نہ کی جائے جواب کس بات کا ہو۔

فرمایا کہ اس کے متعلق یہاں پر بہت سوال آتے ہیں میں جواب میں لکھ دیتا ہوں کہ زبانی سمجھنے کی بات ہے زبانی آ کر سمجھ لو۔ یہ اسی واسطے کہ سائل سے واقعات کی تنقیح تو کر لی جائے۔ فرمایا کہ کشمیر پر جو جتھے جا رہے ہیں ان کے متعلق ایک صاحب مجھ سے فرمانے لگے کہ ان جتھوں کے جانے کا جائز و ناجائز ہونا تو الگ بات ہے مگر نافع بہت ہے میں نے کہا جی ہاں خمر ﴿شراب﴾ بھی نافع ہے میسر ﴿جوا﴾ بھی نافع ہے بلکہ ان کا نافع ہونا تو نص سے ثابت ہے آپ تو اپنی ہی رائے کا اظہار فرما رہے ہیں اگر نافع ہونے پر مدار ہے تو ان چیزوں میں بھی کوئی جرم نہ ہونا چاہیے۔

ملفوظ ۹: قنوت نازلہ کا حکم

ایک سوال کے سلسلہ میں فرمایا کہ قنوت نازلہ کے احکام اصل مذہب میں منقح نہیں اس لئے میں نماز پنجگانہ کے بعد دعا کرنے کو بہتر سمجھتا ہوں اور میں نے تو اس موقع خاص کیلئے بعض

دعائیں قرآن وحدیث سے منتخب کر لی ہیں ہر نماز کے بعد یا جس وقت جی چاہا پڑھ لیتا ہوں۔ ایک بات تو یہ بھی قابل نظر ہے کہ قنوت نازلہ کا اختیار کرنا دوسروں کو یاد دلانا ہے کہ ہمیں فکر ہے اندیشہ ہے۔ میرے نزدیک بجائے قنوت نازلہ کے یہ ہی بہتر ہے کہ ہر نماز پنجگانہ کے بعد دعا کریں یہ عجیب وغریب طریق ہے۔ میں نے بھی پہلے قنوت نازلہ پڑھی ہے مگر زیادہ تر رجحان اسی طرف تھا کہ جب کہ ایک طریق اسلم واسہل ہے اور اس میں اخفا بھی ہے۔ اس کو ہی کیوں نہ اختیار کیا جاوے دوسرے طریق میں اظہار ہے اور اخفاء کی صورت بہتر ہے اظہار سے اور حضرت جو اصلی تدبیر ہے اس کی طرف اس وقت تک بھی کسی کو خیال نہیں وہ یہ ہے کہ اپنے اعمال کی اصلاح میں لگ جائیں اگر ایسا کریں تو چند روز میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے دشمن خائف ہو جائیں۔ اور مخترع طریقوں کے متعلق فرمایا کہ ایسے وقت میں شریعت میں دو ہی صورتیں ہیں۔ قوت کے وقت مقابلہ اور عجز کے وقت صبر۔ خدا معلوم یہ تیری صورت بخوشی گرفتار ہو جانے کی کہاں سے نکالی ہے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ گاندھی کی تعلیم ہے۔ فرمایا گاندھی کہاں سے لایا اس نے بھی یورپ سے ہی سبق حاصل کیا ہے مگر گاندھی کے کہنے سے اس کو قرآن وحدیث پر منطبق کیا جاتا ہے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

ملفوظ ۱۰: آج کل کے لیڈر اور قرآن وحدیث

فرمایا کہ اکبر الٰہ آبادی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ لیڈروں کے یہاں قرآن وحدیث میں تو فال دیکھی جاتی ہے باقی عمل رزولیوشن پر ہوتا ہے واقعی سچی بات ہے فرمایا اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے بعض لوگ طبیعت خوش کرنے کی غرض سے مثنوی شریف یا دیوان حافظ سے فال لیا کرتے ہیں ارادہ تو اس کام کا پہلے سے ہوتا ہے محض تائید کا نام کرنے کو ان میں بھی دیکھ لیا کہ وہ بھی یہی فرما رہے ہیں یہ ہی معاملہ قرآن وحدیث کے ساتھ کیا جا رہا ہے کہ رزولیوشن پاس کر لیا اور پھر اس کو قرآن وحدیث پر منطبق کر دیا اور وہ منطبق کرنا ایسا ہوتا ہے جیسا کہ ایک صاحب نے آیہ لاتسبوا الذین یدعون من دون اللّٰہ الخ ﴿دوسروں کے معبودوں کو برا مت کہو۔۱۲﴾

سے گاؤ کشی کی حرمت پر استدلال کیا تھا کہ گائے ان کا معبود ہے اور ذبح کرنے میں انکے معبود کی اہانت اور بے ادبی ہے اور اس کو اس آیت میں منع فرمایا گیا ہے یہ استدلالات ہیں زمانہ شورش کے لاحول ولاقوۃ الا باللہ اسی طرح صلح حدیبیہ کے واقعہ سے استدلال کیا گیا تھا کہ حضور ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھوانا چاہا تو مشرکین نے اس کے لکھے جانے سے انکار کیا آپ نے ان کی اس درخواست کو منظور فرما کر بسمک اللھم لکھوایا پھر حضور ﷺ نے محمد رسول اللہ لکھوانا چاہا تو انہوں نے محمد رسول اللہ کے لکھے جانے سے بھی انکار کیا تو آپ نے محمد بن عبداللہ اس کی جگہ لکھوایا۔ معلوم ہوا کہ صلح حدیبیہ کیلئے شعائر اسلام کو بھی چھوڑنا جائز ہے۔ میں اسکے متعلق ایک موٹی سی بات عرض کرنا چاہتا ہوں اس لئے کہ باریک بات تو علماء جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ دنیا جانتی ہے اور ہر شخص کو یہ بات معلوم ہے کہ جب دو قوموں میں صلح ہوتی ہے اور صلح نامہ لکھا جاتا ہے تو وہ صلح نامہ فریقین کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اس صلح نامہ میں وہی مضمون لکھا جاتا ہے جو دونوں فریق کے مسلمات سے ہو۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں لکھی جاتی جو فریقین کو تسلیم نہ ہو۔ جب یہ حقیقت ہے تو اب سنئے کہ جس صلح نامہ پر حضور ﷺ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور محمد رسول اللہ لکھوانا چاہا تھا اس کے ساتھ صرف مسلمانوں ہی کا تعلق نہ تھا بلکہ مشرکین مکہ بھی اس سے تعلق رکھتے تھے یعنی وہ دونوں کی طرف منسوب تھا اور دونوں ہی کے اس پر دستخط ہوتے ہیں اور جیسا کہ اس میں یہ بات قابل لحاظ تھی کہ اس میں کوئی بات مسلمانوں کے خیالات کے خلاف نہ ہو اسی طرح یہ بات بھی قابل رعایت تھی کہ اس صلحنامہ کا ہر مضمون خصم کو بھی تسلیم ہو اسی وجہ سے جب حضور ﷺ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور محمد رسول اللہ لکھوانا چاہا تو مشرکین اور کفار مکہ نے صلح نامہ میں اس کا لکھا جانا منظور نہ کیا اور ان کا اس انکار سے مطلب یہ تھا کہ صلح نامہ جس طرح مسلمانوں کی طرف منسوب ہوگا اسی طرح ہماری طرف منسوب کیا جاوے گا اور جس طرح مسلمانوں کے دستخط اس پر ہونگے اسی طرح ہم کو بھی دستخط کرنے ہونگے اس لئے صلح نامہ میں ایسے الفاظ نہ ہونے چاہئیں جس کے قبول کرنے سے ہم کو انکار ہے کیونکہ ایسے الفاظ ہوتے ہوئے ہمارے اس پر دستخط کیسے ہوں گے۔

کفار مکہ کو فریق ہونے کی حیثیت سے صلح نامہ کے مضمون میں دخل دینے کا حق حاصل تھا اور بسمک اللھم اور محمد بن عبداللہ کا لکھا جانا مسلمانوں کے کسی خیال کے خلاف نہ تھا اس وجہ سے حضور ﷺ نے ان کی اس درخواست کو منظور فرمالیا اور وہی الفاظ اور مضمون صلح نامہ میں درج کرائے جو ہر دو فریق کے متفق علیہ تھے اور جن الفاظ پر فریقین کو دستخط کر دینے آسان تھے اب اس کی حقیقت سمجھ لینے کے بعد بتلایئے کہ کیا اس سے یہ استدلال صحیح ہوسکتا ہے کہ صلح کیلئے اصول مذہب کے ترک کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہے نعوذ باللہ، استغفر اللہ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اسی کے سلسلہ میں فرمایا کہ مولوی حبیب احمد صاحب نے ایک خوش مزاج عالم سے نقل کیا کہ تبحر کی دو قسمیں ہیں ایک کدو تبحر اور ایک مچھلی تبحر کدو وہ کہ کدو کی طرح تمام دریا پر تیرتا پھرتا ہے مگر اوپر ہی اوپر اور اندر رسائی نہیں اور ایک مچھلی تبحر کہ عمق ﴿دریا کی تہہ﴾ میں پہنچتی ہے واقعی مثال بے نظیر ہے ہمارے بزرگوں کے مضامین میں طول عرض تو ہوتا نہیں مگر مثل مچھلی کے عمق اور گہرائی پر پہنچتے ہیں اور حقیقت کا انکشاف فرمادیتے ہیں بخلاف سطحی نظر والوں کے کہ کدو تبحر ہیں اوپر اوپر پھرتے ہیں حقیقت سے بالکل بے خبر اور نا آشنا ہوتے ہیں۔

ملفوظ ۱۱: قدم اٹھانے سے پہلے مطلوب متعین ہونا

ایک خط کے سلسلہ میں فرمایا کہ میں نے ایک خط کے جواب میں لکھا ہے جس میں مطلوب مبہم تھا کہ پہلے مطلوب کا متعین ہوجانا ضروری ہے۔ مطلوب سمجھ لینے کے بعد اس طریق میں بڑی سہولت اور آسانی ہوجاتی ہے لوگ اس کو ٹالنا سمجھتے ہیں یہ ان کے قلت فہم کی دلیل ہے اور سخت غلطی ہے یہ ضرور ہے کہ دو چار مرتبہ خط و کتابت میں وقت اور دام دونوں خرچ ہوتے ہیں مگر ہمیشہ کیلئے راحت میسر ہوجاتی ہے اور آدمی راہ پر پڑ جاتا ہے۔

میں نے ایک مرتبہ خواجہ صاحب سے کہا تھا کہ میں ایک ہی جلسہ میں طالب کو خدا تک پہنچا دیتا ہوں اس کی مثال سمجھ لیجئے کہ یہاں سے چار میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ شب کا وقت ہے اس گاؤں میں چراغ جل رہا ہے جو دور سے نظر آتا ہے اور ایک شخص اس گاؤں میں جانا

چاہتا ہے اور وہ اس گاؤں اور اس کے راستہ سے دونوں سے بے خبر ہے ایک شخص اس کو بتاتا ہے کہ تیرا مقصود اور مطلوب جہاں تو جانا چاہتا ہے وہ ہے جہاں چراغ جل رہا ہے گو یہ بتلانے والا اس شخص کے ساتھ نہیں گیا اور نہ یہ ابھی تک اس گاؤں میں جو اس کا مقصود اور مطلوب ہے پہنچا مگر ایک معنی کر کہا جا سکتا ہے کہ بتلانے والے نے گاؤں تک پہنچا دیا اس لئے کہ بڑی چیز تو راہ ہی ہے جو اس پر مطلع ہو گیا آگے بجز چلنے کے اور رہ ہی کیا گیا ہے جو سالک کا فعل ہے باقی رہبر نے تو اپنا کام پورا کر دیا اور ایک معنی کر پہنچا ہی دیا اور میں عرض کرتا ہوں سنیئے ایک شخص دہلی جانا چاہتا ہے نہ اس شخص کو راستہ معلوم نہ کبھی دہلی دیکھی نہ اس کا نقشہ معلوم اول تو اس کا پہنچنا ہی مشکل بفرض محال پہنچ بھی گیا مگر نقشہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے پہچانے گا نہیں اس لئے غالب یہ ہے کہ آگے بڑھ جائے گا۔

غرضیکہ مطلوب ہاتھ نہ آئے گا ادھر رہے گا یا ادھر بڑھے گا کسی صورت سے اطمینان میسر نہ ہوگا۔ اس بے راہی کی حقیت سے وہی خوب واقف ہو سکتا ہے کبھی راستہ نہ معلوم ہونے پر سفر کر چکا ہو کہ اس وقت کیا حالت ہوتی ہے جس کا مشاہدہ مجھ کو ایک سفر میں ہوا میں اسٹیشن سہارن پور سے لکھنو جانے کیلئے سوار ہوا دیکھا کہ میرے ہم وطن ایک جنٹلمین صاحب بھی اس ہی ڈبہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ان سے پہلے سے واقف تھا۔ یہ جنٹلمین صاحب بھی میرٹھ جانے والے تھے سردی کا زمانہ لحاف بچھونا ساتھ نہ تھا۔ یہ بھی جنٹلمین کے خواص میں سے ہے کہ ایسی چیزیں ساتھ نہ ہوں کورے چلتے ہیں بیک بنی دوگوش کے مصداق سردی سے بغلوں میں ہاتھ۔ جب گاڑی چھوٹ گئی تو آپس میں باتیں ہونے لگیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ بھی لکھنو تشریف لے جا رہے ہیں کہنے لگے کہ نہیں میں تو میرٹھ جا رہا ہوں معلوم ہوا کہ غلطی سے بجائے میرٹھ کی گاڑی کے اس میں بیٹھ گئے۔ میں نے ان ہی کے محاورہ میں کہا کہ ممکن ہے کہ آپ میرٹھ جا رہے ہوں مگر افسوس ہے کہ گاڑی لکھنو جا رہی ہے یہ سن کر جوان کو پریشانی ہوئی ہے وہ احاطہ بیان سے باہر ہے اس کی دو وجہ تھیں ایک تو یہ کہ اسباب پاس نہ تھا اور سردی کا زمانہ دوسرے منزل مقصود کی وہ راہ

نہ تھی جس کو وہ طے کر رہے تھے میں نے تسلی کی کہ جناب گھبرائیں نہیں پریشان نہ ہوں اب تو جو ہونا تھا ہو چکا خواہ پریشان ہو جیئے خواہ افسوس کیجئے مگر ظاہراً یہ گاڑی رڑکی سے اس طرف تو ٹھہر نہیں سکتی مگر ان کو کسی طرح اطمینان نہ ہوتا تھا کبھی لاحول پڑھتے ہیں اور کبھی اناللہ کبھی کھڑے ہوتے تھے اور کبھی بیٹھتے تھے میں نے کہا پریشانی بے فائدہ ہے۔ اطمینان سے باتیں کیجئے میں ان کو باتوں میں لگانا چاہتا تھا لیکن وہ اس سے جھنجھلاتے تھے کہ واہ صاحب تم کو ہنسی کی سوجھی ہے اور مجھ کو الجھن لگی ہوئی ہے۔

اس حکایت سے میرا مقصود یہ ہے کہ میں نے اس وقت اپنی اور ان کی حالت کا موازنہ کیا تھا میں اپنے آپ کو ایسا مطمئن پاتا تھا گویا بادشاہ ہوں اس لئے کہ مجھ کو اس خیال سے راحت تھی کہ میں راہ پر ہوں اور وہ ایسے پریشان تھے کہ جیسے کوئی مجرم قید کر دیا جائے ان کو اس خیال سے پریشانی تھی کہ میں بے راہی پر ہوں اگر وہ رڑکی ہی پہنچ گئے تو یہ ظاہر ہے میرٹھ پھر بھی اتنی دور نہ تھا کہ جس پر ان کو اس قدر پریشانی لاحق تھی۔

صاحبو! مقصود ان کا قریب تھا میرٹھ اور میرا بعید لکھنؤ مگر بے راہی کی وجہ سے وہ پریشان تھے اور میں مطمئن۔ سبب اس کا یہ تھا کہ وہ گمراہی پر تھے اور میں راہ پر تھا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ اسی کو کلام پاک میں فرماتے ہیں: اُولٰئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿بس یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے اور یہ لوگ ہیں پورے کامیاب﴾۔

ہدیٰ کو فلاح سے بھی پہلے فرمایا اصل چیز تو راہ ہی ہے جس کو صراط مستقیم ﴿سیدھا رستہ﴾ کہتے ہیں دنیا میں مسلمان کیلئے جس اصلی جزاء کا وعدہ ہے وہ یہی ہے کہ وہ ہدایت پر ہے اور سیدھے راستے پر چل رہا ہے اور جو اس راہ پر چلنا شروع کر دیتا ہے اس کیلئے مفلحون ﴿پورے کامیاب﴾ فرمایا گیا ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایسے بزرگوں کی جوتیوں میں پہنچا دیا کہ انہوں نے سیدھے راستہ پر ڈال دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ بڑی چیز راہ پر آگاہ کر دینا اور پتہ ونشان بتلا دینا ہے یہ ہی تو ہے جس کو میں نے کہا تھا کہ ایک ہی جلسہ میں میں طالب کو خدا تک پہنچا دیتا ہوں حضرت طریق نہ معلوم ہونا بڑا ہی بھاری خسارہ ہے پھر طریق معلوم ہونے کے دو درجے ہیں ایک تقلید ایک تحقیق مبتدی کو تقلید ہی کی ضرورت ہے اگر کسی کو خود رستہ نظر نہ آوے مگر تحقیق کہتا ہے کہ یہ رستہ ہے تو اپنی نظر پر اعتماد نہ کرے اس کی خبر پر اعتماد کر کے چلنا شروع کر دے جوں جوں بڑھتا جائے گا ساتھ ساتھ راستہ نظر آتا رہے گا گرچہ رخنہ نیست عالم راپدید۔ اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ پشاور سے کلکتہ تک سڑک گئی ہے ایک شخص پشاور سے کلکتہ پہنچنا چاہتا ہے مگر وہ جب نظر کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ سڑک درختوں اور آسمانوں سے بند ہے یہ دیکھ کر مایوس ہو جاتا ہے کہ راستہ بند ہے میں منزل کو طے نہیں کر سکتا۔ مگر جاننے والا کہتا ہے کہ چل تو سہی اپنے موٹر کو گرم کر ہمت سے کام لے چلنا شروع کر جس وقت موٹر چلنا شروع ہو جائے گا راستہ خود بخود کھلتا جائے گا جس قدر آگے بڑھتا جائے گا راستہ اسی قدر کھلا ہوا نظر آئے گا مولانا اسی کو فرماتے ہیں:

گرچہ رخنہ نیست عالم راپدید ☆ خیرہ یوسف وار می باید دوید

﴿اگر چہ دنیا میں طریق حق کے راستے بند معلوم ہوتے ہیں لیکن طالب کو یوسف علیہ السلام کی طرح بغیر اسباب ظاہری پر نظر کئے دوڑنا چاہئے۔۱۲﴾

اس لئے ضرورت ہے ایسے رہبر کی جس کے محقق اور شفیق ہونے پر اعتماد ہو۔ آجکل میں کھانسی کی دوا کھا رہا ہوں یہ اجزاء کتابوں میں ہیں مگر بغیر اہل فن کے بتلائے ہوئے اور تجویز کئے ہوئے اطمینان نہیں ہو سکتا۔ اب جو اہل فن سے تجویز کرا کر استعمال کر رہا ہوں اطمینان ہے اس لئے کہ اس کے نقصان اور مضرت کا وہ ذمہ دار ہے اور محقق ہونے کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی بات سے اطمینان اور قلب کو قرار ہو جائے اور جو شخص غیر محقق اور غیر مبصر ہوتا ہے اس کی بات سے اطمینان نہیں ہوتا اگر چہ بڑی بڑی باتیں ہی کیوں نہ کرتا ہو اسی کو فرماتے ہیں۔

وعدہ ہا باشد حقیقی دلپذیر ☆ وعدہ ہا باشد مجازی تاسگیر

﴿حقیقت پر مبنی باتیں دل کو لگتی ہیں اور بناوٹی باتوں سے جی اکتاتا ہے۔۱۲﴾

پھر فرمایا کہ شیخ کا کام صرف یہ ہے کہ وہ راستہ بتلا دے راہ پر ڈال دے پس شیخ کا ولی ہونا ضروری نہیں مقبول ہونا ضروری نہیں ہاں فن کا جاننا اور اس میں مہارت ہونا ضروری ہے اگر فن سے واقف ہے اور جانتا ہے جیسے طبیب کہ اس کا پرہیز گار ہونا ضروری نہیں۔ فن سے ماہر ہونا اور اس کا جاننا ضروری ہے۔

اسی طرح شیخ کی مثال سمجھ لیجئے مزاح کے طور پر فرمایا کہ چاہے شیخ خود خراب ہو مگر شیخ کا دماغ خراب نہ ہو جب شیخ اور ولی میں فرق معلوم ہو گیا تو سمجھ لیجئے کہ کسی کو شیخ کہنا تو جائز ہے لیکن ولی کہنا جائز نہیں۔ اور یہ بات کہ کسی کو جزم (یقین) کے ساتھ ولی کہنا جائز نہیں مسئلہ ہے جو حدیث لا یزکی علی اللہ سے ثابت ہے اور اگر اعمال صالحہ ہوں تقویٰ ہو ولایت حاصل ہو جائے گی خواہ شیخ نہ ہو۔

ملفوظ ۱۳: ایک صاحب کی ہدیہ کی خواہش اور حضرت کا جواب

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے رنگون سے۔ لکھا ہے کہ کچھ چیزیں لانا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو اور جس چیز کو فرمائیں۔ میں نے جواب لکھا ہے کہ کس لاگت کی چیز لانا چاہتے ہو اور وہاں پر کیا کیا چیزیں ملتی ہیں معلوم ہونے پر تعین کروں گا۔ فرمایا کہ اس صورت میں ایک تو انتخاب کا بار انہیں پر رہا۔ انتخاب ان کا رہے گا پھر ان کے انتخاب شدہ میں سے تجویز میں کرونگا دوسرے یہ مصلحت ہے کہ نہ معلوم کیا چیز لے آتے جو میرے کار آمد ہی نہ ہوتی اور یہ جو پوچھا ہے کہ کتنے کی چیز لاؤ گے اس میں یہ حکمت ہے کہ مناسب قیمت کی چیزوں کو لکھوں گا بہر حال اس میں راحت ہے ان کو بھی مجھ کو بھی۔

ملفوظ ۱۴: حزن سے مراتب سلوک تیزی سے طے ہوتے ہیں

ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ میرے تکدر کی عمر بہت کم ہوتی ہے کچھ وقت گزر جانے پر ضعیف ہو جاتا ہے اور تھوڑی سی معذرت کے بعد بالکل ہی فنا ہو جاتا ہے فرمایا کہ اسی خط میں لکھا ہے کہ مجھ کو بڑا رنج ہے بڑا حزن ہے۔ میں نے جواب لکھا ہے کہ حزن ہی تو کام بناتا

بے حزن سے جس قدر سلوک کے مراتب طے ہوتے ہیں مجاہدہ سے اس قدر جلد طے نہیں ہوتے یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔

ملفوظ ۱۴: بے ٹکٹ ریل میں سفر کرنے میں کوئی گنجائش نہیں

فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ بے ٹکٹ ریل کے سفر کرنے میں ابتلاء عام ہے اس میں کوئی گنجائش نکالنی چاہیے (جواب) کیا ایسے ابتلاء عام سے کوئی چیز جائز ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ عوام کے نزدیک علماء صرف اس کام کے لئے رہ گئے ہیں کہ جس معصیت میں ان کو ابتلاء ہو جایا کرے اس کو معصیت کی فہرست سے نکال دیا کریں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

ملفوظ ۱۵: حلال، جلال اور جمال

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ فلاں صاحب مرید ہونے کو کہتے ہیں اور یہ کہتے تھے کہ ارادہ تو بہت دنوں سے ہے مگر حضرت مولانا کے جلال کی وجہ سے پورا نہیں ہوا تھا اب یہ ارادہ کر لیا ہے کہ چاہے ماریں یا پیٹیں اب تو ضرور ہی ہوں گا۔ فرمایا کہ خدا معلوم لوگ کیا سمجھتے ہیں۔ میں بلاوجہ تھوڑا ہی کچھ کہتا ہوں تبسم فرما کر بطور مزاح فرمایا کہ لوگ تو مجھے حلال (ذبح) کرتے ہیں میں جلال بھی نہ کرلوں میرے جلال کو دیکھتے ہیں اپنے جمال کو نہیں دیکھتے معلوم نہیں یہاں کون سا سامان جلال وہیبت کا ہے بعض لوگ قلیل الکلام ہوتے ہیں اس سے بھی رعب ہوتا ہے اور میں اس قدر بکی ہوں کہ ہر وقت بولتا ہی رہتا ہوں مگر پھر بھی نہ معلوم لوگ کیوں اس قدر مجھ کو ہوا بنائے ہوئے ہیں۔

۲۸ شعبان ۱۳۵۰ھ بروز جمعہ مجلس خاص بوقت صبح

ملفوظ ۱۶: ادب تعظیم کا نہیں راحت رسانی کا نام ہے

ایک خط کے سلسلہ میں فرمایا کہ بعض آدمیوں میں فہم کا قحط ہوتا ہے ان کی تقریر اور تحریر سے دوسروں کو کلفت ہوتی ہے اگر چہ وہ اپنے نزدیک ادب ہی کا قصد کرتے ہیں بات یہ ہے کہ آجکل ادب نام رہ گیا ہے تعظیم کا۔ حالانکہ اصل ادب ہے راحت کا اہتمام اور جس چیز سے

دوسرے کو تکلیف پہنچے اس کا نام ادب نہیں یہ سب رسموں کی خرابیاں ہیں ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سختی سے منع فرمایا کرتے تھے کہ اپنی جگہ سے بیٹھے ہوئے میری تعظیم کیلئے مت اٹھا کرو۔ اس حالت میں یہ ہی ادب تھا کہ نہ اٹھا جائے پھر اسی سلسلہ میں مہمانی کے آداب کا تذکرہ ہونے لگا اس کے ذیل میں فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عام دستر خوان پر ایک بدوی بھی بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا دیہاتیوں کی طرح بڑے بڑے لقمے بنا کر کھا رہا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بوجہ خیر خواہی کے فرمایا کہ اے شخص اپنی جان پر رحم کر اور چھوٹا لقمہ بنا کر کھا کہیں گلے میں نہ اٹک جائے یہ کہنا تھا کہ فوراً دستر خوان سے وہ بدوی اٹھ گیا اور چل دیا حضرت معاویہؓ نے اس کو روکا اس نے کہا کہ زیبا نہیں کہ کوئی شریف آدمی آپ کے دستر خوان پر کھانا کھائے آپ مہمانوں کے لقمے تکتے ہیں کہ کون بڑا لیتا ہے اور کون چھوٹا۔ آپ کو اس سے کیا تعلق کہ کوئی کس طرح کھاتا ہے آپ کو دستر خوان پر مہمانوں کو بٹھلا کر اس طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا چاہئے البتہ کھانے کی کفایت کی نگرانی ضروری ہے یہ کہہ کر چلتا ہوا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بے حد اس کی کوشش کی کہ کھانا کھا کر جائے مگر وہ نہیں مانا فرمایا کہ آداب میزبانی کے خلاف ہے مہمان کو کھاتے ہوئے تکنا اس سے اس پر شرم دامن گیر ہوتی ہے اور پیٹ بھر کر کھانا کھا نہیں سکتا۔ کیا ٹھکانہ ہے اس وقت کے بدوی ایسے ہوتے تھے آج کل یہ باتیں مدعیان تمدن بھی نہیں معمولی لوگ بے چارے تو کس شمار میں ہیں۔

ملفوظ ۱۷: سیدنا حضرت معاویہؓ کی خطا اجتہادی

فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ پر یاد آیا ایک شخص نے ایک کم علم مگر ذہین مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں جو جنگ ہوئی اس میں حضرت معاویہؓ کا یہ فعل کس درجہ کا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ بھائی حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطاء ہے اور اس لئے وہ امر خفیف ہے حضرت والا نے فرمایا کہ یہ ہی ہمارے بزرگوں کا عقیدہ ہے۔ یہ سن کر وہ شخص کہتا ہے کہ جس درجہ کا شخص ہوتا ہے اسی درجہ کی اس کی خطاء ہوگی اس لئے اس خطا پر بھی شدید سزا ہونی چاہئے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ

ارے یہ کیا تھوڑی سزا ہے کہ ایک صحابی پر ہم نالائق یہ حکم کریں کہ انہوں نے خطاء کی ورنہ ہمارا کیا منہ تھا ہم گندے ناپاک اور وہ صحابی۔

فرمایا واقعی عجیب وغریب جواب ہے۔ان ہی مولوی صاحب کا دوسرا واقعہ جس سے ان کی حالت حب رسول کا پتہ چلتا ہے جیسا پہلا واقعہ حب صحابہؓ پر دال ہے یہ ہے کہ اول انہوں نے یہ قصہ لکھا ہے کہ باوجود حضور ﷺ کی کوشش کے ابوطالب ایمان نہیں لائے اس کے بعد لکھا ہے کہ اگر بجائے ابوطالب کے مجھ کو حق تعالیٰ دوزخ میں بھیج دیں اور ابوطالب کو جنت میں تو میں راضی ہوں کیونکہ میرے نبی ﷺ کی تو آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں یہ ان کی حالت ہے جن کا شمار بڑے لوگوں میں نہیں مگر محبت کا اثر ہے بزرگوں کی۔یہ لوگ خشک ہیں انہیں کو وہابی کہتے ہیں۔

ملفوظ ۱۸: حضرت سے تعلق کا نتیجہ

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج سہارن پور سے سوار ہونے کے وقت اسٹیشن پر ساتھیوں کی وجہ سے اسباب زائد ہونے کا شبہ ہوا کیونکہ ان کا بھی اسباب تھا اس پر میں نے بابو سے وزن کرنے کو کہا بابو انکار کرتا تھا اور میں اصرار کرتا تھا۔اس واقعہ کو ایک اور ہندو دیکھ رہا تھا جب گاڑی چھوٹ گئی تو اس نے ریل میں مجھ سے سوال کیا کہ آپ جو اسباب کے بارہ میں اس قدر احتیاط اور بابو سے اصرار کر رہے تھے آپ کا تعلق مولانا اشرف علی صاحب سے معلوم ہوتا ہے حضرت والا نے سن کر فرمایا کہ بعض بات میں آدمی بدنام ہو جاتا ہے اس پر ایک دوسرے مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تقویٰ کا حاصل تو یہی ہے تبسم آمیز لہجہ میں فرمایا اس کا دوسرا لقب آپ نے سنا ہوگا تو ہم!

فرمایا کہ میرے ایک دوست ہیں مدارس کے انسپکٹر۔ایک مرتبہ دورہ میں ایک مدرسہ میں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔اہل مدرسہ نے مغرب کے بعد اس کمرہ میں روشنی کا انتظام کیا جس میں ان کا قیام تھا انہوں نے کہا کہ اگر یہ روشنی مدرسہ کی ہے تو مجھ کو ضرورت نہیں اتفاق سے وہاں پر امیر شاہ صاحب ٹھہرے ہوئے تھے انہوں نے جب یہ بات سنی سنتے ہی فرمایا کہ یہ فلاں شخص

ہے (مراد میں تھا) تعلق رکھنے والے معلوم ہوتے ہیں اور پھر بہت محبت سے ملے۔ فرمایا کہ ایک اور واقعہ سنئے!

ایک بزرگ اپنی ہی جماعت کے ہیں ان کا قیام مدرسہ جونپور میں تھا وہاں پر مسجد میں ایک طالب علم مسجد کی روشنی میں کتاب دیکھ رہے تھے اور خاص وقت ہو جانے سے فوراً وہ چراغ گل کر دیا اور اپنا روشن کر لیا وہ طالب علم کچھ دنوں یہاں پر رہ گئے تھے وہ بزرگ بے ساختہ فرماتے ہیں یہ طالب علم وہاں سے تعلق رکھنے والا معلوم ہوتا ہے میرا نام لیا یہ بدنام ہی ہونے کی بات ہے۔ ایک واقعہ عجیب فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بارہ اکبر پور ضلع کانپور گیا تھا وہاں پر وعظ بھی ہوا تھا۔ وعظ کے بعد واپسی کے لئے تیاری ہوئی اسٹیشن وہاں سے تقریباً چھ سات کوس کے فاصلہ پر تھا اور کچھ ایسا زمانہ تھا کہ کبھی کبھی بارش بھی ہو جاتی تھی اسی لئے میں احتیاطاً ظہر کے وقت روانہ ہو گیا گو ریل رات کے نو بجے جاتی تھی اتفاق سے اس وقت بھی تھوڑی تھوڑی بارش ہو رہی تھی۔ وہاں کے لوگوں نے تانگہ پر اچھی طرح سائبان کا انتظام کر دیا تھا میں مع ہمراہیوں کے سوار ہو کر چلدیا۔ اکبر پور میں ایک صاحب منصف تھے وہ میرے شناسا تھے ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ اس وقت اسٹیشن پر آ رہا ہے انہوں نے اسٹیشن ماسٹر کو ایک رقعہ لکھا کہ فلاں شخص اسٹیشن آ رہا ہے شب کی گاڑی سے سوار ہو گا اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو کوئی خاص کمرہ آرام کے لئے تجویز کر دیا جائے وجہ اس کی یہ تھی کہ وہ اسٹیشن جنگل میں تھا اور بہت مختصر جیسا یہ تھانہ بھون کا اسٹیشن ہے کوئی جگہ اس پر ایسی نہ تھی کہ مسافر آرام کر سکے یہاں پر تو بحمد اللہ مسافر خانہ بھی تیار ہو گیا ہے اور منصف صاحب نے مجھ کو اس کی اطلاع نہیں کی کہ میں اسٹیشن ماسٹر کو لکھ چکا ہوں اب جس وقت اسٹیشن پر پہنچے ادھر تو بارش ہو رہی ادھر کوئی جگہ ایسی نہ تھی کہ کپڑے ہی بچا سکیں ادھر نماز کا وقت قریب تھا عجب کشمکش تھی کہ وہ بابو آیا اس نے مجھ سے میرا نام دریافت کیا نام سنکر اس نے ایک کمرہ میں ہم کو ٹھہرا دیا اور کہا کہ اس میں آرام فرمایئے۔ منصف صاحب کا میرے نام پرچہ آیا ہے کہ فلاں شخص اسٹیشن پر آ رہا ہے اس کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ وہ کمرہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسباب وغیرہ کے رکھنے کا تھا وہاں پر آرام سے

نمازیں ادا کیں جب مغرب کے وقت اندھیرا ہو گیا تو اس بابو نے ریلوے ملازم کو حکم دیا کہ دیکھو اس کمرہ میں روشنی کا انتظام کر دو۔ یہ سن کر مجھ کو بڑی فکر ہوئی اور زیادہ اس وجہ سے کہ بابو ہندو تھا وہ فکر یہ ہوئی کہ مسافر خانہ تو ہے نہیں اگر مسافر خانہ ہوتا تو یہ خیال ہوتا کہ اسمیں ریلوے قانون سے روشنی جائز تھی یہ تو اسباب کا کمرہ ہے صرف ہماری رعایت سے روشنی کی جاتی ہے تو اس صورت میں ریلوے کے تیل سے انتفاع جائز نہیں ہو سکتا اس لئے بڑی کش مکش ہوئی۔ اگر بابو سے منع کیا جاتا ہے تو یہ ہندو ہے بے وقوف بناوے گا اور ہنسے گا بات کو سمجھے گا نہیں۔ اب کیا کیا جائے اس وقت یہی سوجھی کہ دُعاء کرنا چاہئے لہٰذا میں نے دعا کی کہ اے اللہ! بچنے کی صورت گو اختیاری ہے مگر یہ ضعف ہے کہ اظہار پر شرم دامن گیر ہے اسلئے آپ ہی حفاظت فرمانے والے ہیں آپ ہی حفاظت فرمائیں یہ خیال دل میں آنا تھا کہ فوراً اسٹیشن ماسٹر نے اس نوکر کو آواز دے کر کہا کہ دیکھو ریلوے کی لالٹین وہاں پر روشن نہ کرنا بلکہ ہمارے ہاں کی لالٹین روشن کر دینا یہ سن کر حق تعالیٰ کے انعام کا مشاہدہ ہو کر اس قدر جوش ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ اب اس سے یعنی ہندو بابو سے کوئی پوچھتا کہ اس کو یہ خیال کیوں پیدا ہوا خبر نہیں کیا جواب دیتا۔ یہ حق سبحانہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اپنے بندوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔ ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا ۔ (جو شخص تقویٰ اختیار کرنا چاہتا ہے حق تعالےٰ اُس کیلئے بچنے کی راہ نکال دیتے ہیں)

ملفوظ ۱۹: جدت بھی ایک آفت ہے

فرمایا کہ آج کل کا طرز معاشرت دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اکتا گئے ہیں بزرگوں کے طریق سے۔ مگر یہ جدت بھی ایک آفت ہے۔

ملفوظ ۲۰: تصوف کی پہلی شرط اسلام ہے

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ایک ہندو میرے پاس آتا ہے اس کو تصوف کی باتوں سے بے حد دلچسپی ہے اس سے اس قسم کی باتیں ہوتی ہیں تو وہ سن کر بے حد خوش ہوتا ہے اب

یہاں تک نوبت آ گئی ہے کہ اس نے مجھ سے کہا کہ کچھ پڑھنے کو بتلاؤ میں نے اس خیال سے کہ اچھا ہے اس کو اسلام سے اور قرب ومحبت ہوگی ذکر کی تعلیم کی ۔ اب وہ بے حد معتقد ہو گیا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ کو جو تم نے پڑھنے کو بتلایا اس سے بڑا ہی جی خوش ہوتا ہے ۔ آج تک کسی اپنی مذہبی چیز کے پڑھنے سے یہ بات نہیں پیدا ہوئی تھی اب اسلام کی بہت تعریف کرتا ہے ۔ حضرت والا نے ان کی یہ تمام گفتگو سن کر فرمایا یہ طریق مضر ہے ۔ صوفی ہونے کی اول اور اعظم شرط اسلام ہے ۔ جب تک یہ نہ ہو سب بے کار ہے ۔ اور اس طریق سے اس کو اس کے ساتھ قرب نہ ہوگا بلکہ بُعد ہوگا اور یہ باریک بات ہے جس کے سمجھ لینے کی ضرورت ہے ۔

لو سنو! ایک شخص ہندو جو ایک بزرگ سے بیعت تھا ان کی وفات کے بعد وہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت مولانا کے ایک معتقد مولوی صاحب کا سفارشی پرچہ لیکر بغرض تجدید بیعت حاضر ہوا اور حضرت مولانا سے درخواست کی کہ مجھ کو بیعت فرمالیں مولانا نے جواب میں صاف فرمادیا کہ پہلے اسلام لے آؤ ۔ وہ مسلمان نہیں ہوا ۔ اور واپس چلا گیا ۔ اس پر بعض حاضرین نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ اگر حضرت بیعت فرمالیتے تو اسلام سے اس شخص کو کچھ قرب ہی ہو جاتا ۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ نہیں تم اس کو نہیں سمجھ سکتے اس کو اسلام سے زیادہ بُعد ہو جاتا وجہ یہ کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ذکر و شغل میں جو یکسوئی ہوتی ہے اس سے بعض اوقات کشف وغیرہ ہونے لگتا ہے جو کہ کوئی کمال مقصود نہیں مگر اس سے وہ ذاکر غلطی سے یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وصول الی اللہ کے لئے اسلام بھی شرط نہیں حالانکہ وصول سے ان چیزوں کو کوئی تعلق نہیں ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس سے دوسرے لوگوں کے عقائد خراب ہونے کا اندیشہ ہے ۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے کہ تصوف میں اسلام بھی شرط نہیں ۔

اب رہا یہ سوال کہ ان بزرگ نے اس ہندو کو کیوں مرید کر لیا تھا بات یہ ہے جن بزرگ سے وہ مرید ہوا تھا وہ مجذوب تھے ان لوگوں کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے اگر نظر ہو گئی تو چھوٹی چھوٹی اور معمولی معمولی باتوں پر ہو جاتی ہے اور نہ ہو تو بڑی سے بڑی بات پر نہیں ہوتی ۔ اس لئے کہ

جذب کی وجہ سے استغراق کیفیت ان حضرات پر غالب رہتی ہے اس لئے ان کا فعل حجت نہیں۔ فرمایا کہ کیسی عجیب وغریب حضرت مولانا نے تحقیق بیان فرمائی واقعی یہ حضرات حکیم ہوتے ہیں محققانہ شان ان کی نظر حقیقت پر پہنچتی ہے۔

ملفوظ ۲۱: گناہ کبیرہ اور صغیرہ کا سوال

فرمایا کہ ایک خط آیا ہے پوچھتے ہیں کہ تصویر کا رکھنا گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ؟

جواب: میں نے لکھا ہے کہ کبھی کپڑوں کے بکس میں کبھی آگ رکھتے ہوئے بھی یہ تحقیق کی ہے کہ یہ چھوٹی چنگاری ہے یا بڑا انگارہ۔

ملفوظ ۲۲: تدفین کے لئے نماز جمعہ کا انتظار نہ کریں

ایک صاحب نے سوال کیا کہ نماز فجر کے بعد بروز جمعہ اگر کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو قبل از جمعہ اس کو دفن کیا جائے یا بعد از نماز جمعہ؟ فرمایا کہ جلد سے جلد دفن کر دینا چاہئے جمعہ کے بعد کا انتظار نہ کیا جائے عرض کیا اس وجہ سے دیر کرتے ہیں کہ نماز جمعہ کے بعد نمازی زیادہ ہونگے۔ فرمایا مسئلہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں بے چاروں کو خبر نہیں دیر کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔ عرض کیا کہ یہ بھی سنا ہے کہ جمعہ کے روز جو مر جاتا ہے اس کا حساب قیامت تک فرشتے نہیں لیتے فرمایا اس حدیث کا صحیح محمل یہی ہے مگر یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ یہ یوم جمعہ کی فضیلت ہے نماز جمعہ سے قبل یا بعد کو کوئی دخل نہیں۔

ملفوظ ۲۳: مسجد کے معاملہ میں مسلمان کی مداخلت

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک مقام پر مسجد کے متعلق ہندو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا ہے ایک مسلمان جس کا نام جمال الدین ہے وہ ہندوؤں کی طرف سے مسجد کے معاملہ میں رخنہ اندازی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں گھر میں نماز پڑھ لیا کروں گا اور ہندوؤں سے کہتا ہے کہ مسجد مت بننے دو میری بات تو جبھی رہے گی فرمایا جمال الدین نہیں وہ تو زوال الدین ہے عرض کیا کہ ایک بہت بڑے بزرگ سے مرید ہے۔ فرمایا کہ اس رسمی پیری مریدی کا کیا اثر ہو سکتا

ہے لوگ بزرگوں کو بھی بدنام کرتے ہیں اور مسلمانوں کو جب ضعف ہوتا ہے مسلمانوں ہی کی بدولت ہوتا ہے۔

فرمایا کہ کس قدر دلیری اور گستاخی کی بات ہے کہ مسجد کے معاملہ میں مسلمان ہو کر مخالفت! ایسی بات سنکر بھی دل ڈرتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ کے قہر سے ڈرنا چاہئے۔ جمال الدین پر یاد آیا ریاست بھوپال میں منشی جمال الدین صاحب وزیر ریاست تھے اس وقت تو وزارت کا منصب برائے نام ہی رہ گیا ہے اس زمانہ میں وزیر ہی سلطنت کا مالک ہوتا تھا اور ان سے رئیسہ نے نکاح بھی کر لیا تھا اس کی وجہ سے اعزاز اور بھی بڑھ گیا تھا۔ منشی جمال الدین کے نام سے مشہور تھے مگر عالم تھے اور یہ منشی کا لقب بھی اس وقت معمولی نہ تھا۔

غرضیکہ ان کا بہت بڑا اثر اور اعزاز تھا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ مسجد میں لوگوں نے ان کو نماز پڑھانے کیلئے مصلے پر کھڑا کر دیا باوجود دنیا کی حیثیت سے بڑا ہونے کے انمیں حق پرستی بہت ہی بڑھی ہوئی تھی اور جن رئیسہ سے نکاح ہوا تھا وہ بوجہ اپنی ریاست کے انتظام کے پردہ نہ کرتی تھیں۔ یہ جس وقت مصلے پر پہنچ چکے اتفاق سے ایک مسافر ولایتی مولوی صاحب بھی وہاں پر موجود تھے انہوں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر مصلی پر سے کھینچ لیا کہ تمہاری بی بی پردہ میں نہیں رہتی تم کو حق نماز پڑھانے کا نہیں کوئی اور نماز پڑھائے اب وزیر صاحب کی وجہ سے مصلے پر جائے کون! کس کی ہمت تھی بالخصوص ایسے گڑبڑ کے وقت جبکہ وزیر صاحب کی ناگواری کا اندیشہ تھا جب کوئی آگے نہ بڑھا تو وہ مولوی صاحب ولایتی خود مصلے پر پہنچے اور اللہ اکبر کہہ کر نماز کی نیت باندھ لی۔ وزیر صاحب بے چارے کچھ نہیں بولے اور با جماعت نماز پڑھ اور سیدھے مسجد سے اس رئیسہ کے پاس پہنچے اس وقت وہ رئیسہ اجلاس میں تھی برسر اجلاس سب کے سامنے اس رئیسہ کو مخاطب کر کے وزیر صاحب نے کہا کہ بی بی تمہارے پردہ نہ کرنے کی وجہ سے یہ واقعہ ہوا یا تم اس وقت وعدہ کرو کہ میں پردہ میں بیٹھونگی اگر وعدہ نہیں کرتی تو تین طلاق۔ حق پرستی کا کیا ٹھکانہ اللہ اکبر! کہ برسر اجلاس صاف کہہ دیا اور ذرا جھجک نہ ہوئی۔

بات یہ تھی کہ گو رئیسہ تھی مگر تھی قدردان۔ اور پھر آخر بیوی ہی تھی۔ انہیں کا ایک دوسرا واقعہ ہے تعظیم دین کا۔ ایک مرتبہ ان کے یہاں کوئی تقریب تھی اس میں بڑے بڑے لوگ مدعو تھے اہل محفل کو کھانا رکھا جارہا تھا کہ ایک بھنگی آیا آ کر عرض کیا کہ میاں سلام میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں وزیر صاحب نے سب کام چھوڑ چھاڑ اسے مسلمان کیا اور خدمتگار کو حکم دیا کہ اس کو حمام میں لے جا کر غسل کراؤ اور ہمارے جوڑوں میں سے ایک جوڑہ پہنا کر لاؤ تمام حاضرین کو حیرت۔ خدمتگار نے غسل دلا کر جوڑہ پہنا کر حاضر کر دیا حکم دیا کہ دستر خوان پر بٹھلاؤ۔ دستر خوان پر بڑے بڑے لوگ تھے۔ یہ دیکھ کر لوگوں کے تیور بدل گئے منشی صاحب نے فرمایا کہ آپ صاحب پریشان نہ ہوں آپ کے ساتھ اس کو نہ کھلاؤں گا اس کے ساتھ میں کھاؤں گا۔ یہ اس قدر پاک صاف ہے کہ اس وقت مجلس میں بھی کوئی ایسا پاک صاف نہیں یہ ابھی مسلمان ہوا ہے اس کے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں اس کے ساتھ کھانے کی دولت میں نے اپنے لئے تجویز کی ہے۔ آپ حضرات کی قسمت ایسی کہاں کہ ایسے شخص کے ساتھ کھا کر برکت اور شرف حاصل کرو تم گھبراؤ مت میں اس کے ساتھ کھاؤں گا۔

غرضیکہ اس نومسلم کے ساتھ اسی وقت بیٹھ کر کھانا کھالیا۔ کس قدر بے نفسی اور حق پرستی کی بات ہے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ ساری عمر میں مجھ کو ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ میں کالپی گیا تھا ایک شخص نہایت صاف ستھرا لباس پہنے ہوئے جامع مسجد میں نماز پڑھنے آیا۔ بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ یہ نومسلم ہے پہلے بھنگی تھا اب مسلمان ہو گیا ہے یہاں کے چودھری ساتھ کھلانا تو بڑی بات ہے اس کی چھوئی ہوئی ہاتھ کی چیز کو بھی قبول نہیں کرتے میرا وہاں پر جانا ایک جلسہ کی وجہ سے ہوا تھا اس جلسہ میں بڑے بڑے لوگ جمع تھے اور وہ نومسلم بھی تھا۔

بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اس موقع پر ان لوگوں کو سمجھا دو کہ ایسا بچاؤ اور پرہیز مسلمان ہو جانے کے بعد نہیں کرنا چاہئے اس میں اس کی دل شکنی ہے میں نے دل میں خیال کیا کہ دل شکنی بھی نہیں اس میں تو دین شکنی کا بھی اندیشہ ہے مگر نرے سمجھانے اور زبان سے کہہ دینے سے کیا کام چلے گا۔ یہ لوگ پرانی وضع کے ہیں کیا اثر قبول کریں گے۔ میں نے کہا بہت اچھا!

میں سمجھا تا ہوں ایک لوٹے میں پانی منگاؤ غرضیکہ پانی آیا میں نے اس نومسلم سے کہا کہ اس کوٹونٹی سے منہ لگا کر پانی پیو اس نے پیا۔ اس کے ہاتھ سے لوٹا لے کر اور اسی طرح منہ لگا کر اس کا بچا ہوا پانی جھوٹا میں نے پیا پھر میں نے اس مجمع کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم بھی پیو اس وقت سوائے مان لینے اور پی لینے کے کسی کو کوئی عذر نہ ملا سب نے طوعاً وکرہاً پیا۔ اس کے بعد میں نے ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو اب اس نومسلم سے پرہیز نہ کرنا کہنے لگے کہ جی اسے پرہیز کرنے کا ہمارا منہ ہی کیا رہا تم نے تدبیر ہی ایسی اختیار کی کہ ہمارا سارا دھرم ہی لے لیا۔ اب اطمینان رکھو اس کو تو ہم ساتھ کھلا پلا بھی لیا کریں گے۔

فرمایا کہ مجھے یاد ہے کہ میں پی تو گیا مگر اندر سے جی رکتا تھا اللہ معاف کرے اور کچھ یہ بات اسی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کسی کا جھوٹا پانی یا کھانا مجھ سے نہیں کھایا جاتا۔ کچھ اندر سے رکاوٹ ہوتی ہے اگر سبب اس کا کبر ہے تو حق تعالیٰ معاف فرمائیں اور اگر سبب اس کا ضعف طبیعت ہے تو معذور ہے یا اگر زیادہ تاویل کوئی معتقد کرے تو یہ کہ لطافت ہے نفس بھی عجیب چیز ہے خود ہی ایک خوب صورت عنوان تراش کر بتلا دیا میں نے کبھی بزرگوں کا جھوٹا پانی یا کھانا بھی نہیں کھایا پیا الا نادراً۔ مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ ان کی کسی برکت سے محروم نہیں رکھا۔ اپنے بزرگوں کے یہاں اصلی ہی چیزیں اس قدر تھیں کہ ان کی ہی برکت کافی ہوگئی۔ ان زائد چیزوں کی حاجت ہی نہیں ہوئی اور یہ نکتہ شاعرانہ تھا دل خوش کرنے کو بیان کر دیا ورنہ کوئی چیز بھی ان حضرات کے یہاں زائد نہ تھی سب اصلی ہی تھیں لیکن اصلی دوسری اصلی کا بدل تھا۔

غرض یہ حکایت ہے جو مجھ کو تمام عمر میں ایک مرتبہ پیش آئی اس پر میں حق سبحانہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ گو طبعاً کراہت ہوئی مگر الحمد للہ عقلاً اس کو نہایت خوشی کے ساتھ دل نے قبول کر لیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسی حق تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اس کی وہ قدرت ہے کہ کافر کو چاہیں مومن کر دیں اور مومن کو چاہیں تو نعوذ باللہ کافر کر دیں خوب کسی نے کہا ہے

کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو ☆ لاوے بت خانہ سے وہ صدیق کو

یہ گلزار ابراہیم کا شعر ہے یہاں صدیق سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جیسا کلام اللہ میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا وہ بت خانہ سے کعبہ میں آئے اور زندیق سے مراد ابوجہل ہے۔

حضرت خدا سے ڈرنا چاہئے اپنے ایمان پر کبھی انسان نازاں نہ ہو اور کسی کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے۔ حتیٰ کہ کسی کافر کو بھی حقیر وذلیل نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ شاید مسلمان ہو جائے نہ کہ مسلمان ہونے کے بعد بھی ذلیل سمجھا جائے یہ تو نعوذ باللہ خدا کا مقابلہ ہے۔ خدا جانے آئندہ کیا ہونے والا اور ہمارے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے۔

ملفوظ ۴۴: حضرت کے وعظ "محاسن اسلام" کا نفع علم

فرمایا کہ ایک مرتبہ میں ریل میں سفر کر رہا تھا میرے ایک دوست ڈپٹی صاحب میرے ہمراہ تھے وہ محاسن الاسلام وعظ دیکھ رہے تھے ایک ہندو آریہ اسی ڈبہ میں ہمارے قریب بیٹھا ایک دوسرے شخص سے گفتگو کر رہا تھا اندازہ سے معلوم ہوتا تھا کہ اپنے مذہب کا جاننے والا ہے اور بولنے والا ہے وہ شخص جس سے وہ ہم کلام تھا ایک اسٹیشن پر اتر گیا اب اس طرف متوجہ ہوا اور ڈپٹی صاحب سے کہا کہ یہ کیا کتاب ہے یہ کہہ کر وہ وعظ بغرض دیکھنے کے ہاتھ سے لے لیا اور دیکھنا شروع کیا کچھ دیر دیکھنے کے بعد دفعۃً اس کے منہ سے سبحان اللہ نکلا نہ معلوم کون سے مضمون پر اس کی یہ حالت ہوئی اسلئے کہ وعظ تو اُس کے ہی ہاتھ میں تھا فرمایا سیدھی اور سچی بات کا قلب پر اثر ہوتا ہے اگرچہ کافر ہی ہو یہ وعظ محاسن الاسلام زمانہ فتنہ ارتداد میں ایک موضع ہے ابجوپی ضلع میرٹھ میں وہاں پر ہوا تھا بیحد مفید ثابت ہوا اس قرب وجوار کے بعض دیہاتی ارتداد کی طرف مائل ہو گئے تھے اسی ضرورت سے یہ وعظ ہوا تھا بفضلہ تعالیٰ اس وعظ کو سن لینے کے بعد ان میں سے ایک شخص بھی ارتداد کی طرف مائل نہیں رہا۔ معترضین کے تمام اعتراضوں کے جوابات اس میں دیدیے گئے ہیں واعظین اور مبلغین کیلئے بے حد مفید چیز ہے۔

۲۸ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ

ملفوظ ۲۵: بدفہمی کا کوئی علاج نہیں

فرمایا کہ ایک صاحب سے خط و کتابت ہو رہی ہے کچھ ذکر و شغل کرنا چاہتے ہیں میں نے لکھا تھا کہ قصد السبیل دیکھا کرو۔ لکھا کہ دیکھی تھی سمجھ میں نہیں آئی۔ میں نے لکھا کہ کسی سمجھدار سے سمجھ لو۔ آج لکھتے ہیں کہ میں اپنے ہادی اور آقا کے سوا کسی کو سمجھدار ہی نہیں سمجھتا فرمایا ان لوگوں کی اصلاح کس طرح کروں اس بدفہمی اور کوڑ مغزی کا میرے پاس کیا علاج ہے۔

ملفوظ ۲۶: ایک خاتون کا خط اور درخواست بیعت

فرمایا کہ ایک بی بی کا خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ میں بیعت ہونا چاہتی ہوں اور اپنے خاوند کا پرچہ دستخطی ہمراہ ہے فرمایا کیسے سلیقے کی بات ہے اب کیا عذر کر سکتا ہوں سیدھی سیدھی بات لکھی ہے اس لئے مرید کرنا ہی پڑ گیا جواب میں حضرت والا نے لکھا کہ بہشتی زیور کے مسائل پر اور قصد السبیل کے وظائف وہدایات پر اور میرے مواعظ کے نصائح پر عمل کرو تو اس شرط پر بیعت کرتا ہوں۔

ملفوظ ۲۷: پیری کرنا بھی مشکل ہے

فرمایا جیسے حکومت کرنا مشکل ہے ایسے ہی پیری کرنا بھی مشکل ہے کوئی راضی ہے کوئی شاکی ہے کوئی حاکی ہے کہاں تک ہر شخص کو خوش رکھا جا سکتا ہے۔

ملفوظ ۲۸: پیر کے نام کے مطابق اسم باری تعالیٰ تلاش کرنا

فرمایا کہ ایک پیر کے نام کا مریدین وظیفہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کا نام ہے یا وارث۔ میں نے کہا کہ ہاں ایک ہی تو نام ہے خدا کا یا وارث اور تم اس ہی نیت سے تو پڑھتے ہو۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حیدرآباد سے ایک پیر آئے تھے فلاں مقام پر جب حلقہ کرتے تھے تو اس میں یا بھیک یا بھیک کے نعرے لگاتے تھے تبسم فرما کر بطور مزاح حضرت والا نے فرمایا کہ لا

بھیک لا بھیک ہی کے نعرہ کیوں نہ لگائے مقصود بھی حاصل ہوتا اور جائز بھی ہو جاتا یعنی کچھ مل بھی جاتا فرمایا ان ہی شرکیات میں مبتلا ہیں اس کا سبب جہل ہے۔

ملفوظ ۲۹: شجاع رحم دل ہوتا ہے اور بزدل بے رحم

فرمایا کہ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ شجاع آدمی ہمیشہ رحم دل ہوتا ہے اور بزدل ہمیشہ بے رحم ہوتا ہے تجربہ ہے ہندوستان ہی میں دیکھ لیجئے ماشاءاللہ مسلمان شجاع ہیں ان کا اگر کبھی قابو پڑ جاتا ہے تو بے حد رحم دلی کا برتاؤ کرتے ہیں اور دوسری قومیں اس کے برعکس صدہا نظائر اس کے موجود ہیں۔

دیکھئے ترک سب سے زیادہ شجاع قوم ہے بے حد رحم دل ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ خودکشی کرنا بھی بزدلی پر دال ہے خودکشی وہی کرتا ہے جو بودا ہوتا ہے۔ مصیبت کا تحمل نہیں کرسکتا۔ چنانچہ عورتیں زیادہ خودکشی کرتی ہیں کیا ان کو کوئی شجاع کہتا ہے۔ اس پر فرمایا کہ یہاں پر ایک شخص آئے تھے انہوں نے خودکشی کی۔ عجیب بات یہ ہے کہ نہ تڑپے نہ آواز نکلی۔ بڑے ہی استقلال سے اس شخص نے جان دی مگر سبب اس کا وہی بزدلی کہ حادثات کا مقابلہ نہ کر سکے یہ کون سی بہادری کی بات ہے اور عجیب بات ہے کہ ضرب کے بعد آدمی اضطراراً تڑپتا تو ہے مگر کچھ نہیں کوئی نشان تڑپنے کا تھا ہی نہیں حیرت ہوگئی مجھ کو تو بڑا رنج بڑا صدمہ بڑا قلق ہوا کہ جابندہ خدا دل کی کچھ کہہ تو لیتا انشاء اللہ کیسی ہی بات ہوتی تسلی تشفی کر دیتا۔ مجھے اس واقعہ میں صرف اسی بات کا رنج ہے کہ اس نے اپنے دل کی کہی ہی نہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ خودکشی کی عنداللہ مواخذہ اپنے ذمہ لیا فرمایا جی ہاں شاید عنداللہ معذور ہو کسی کو کیا خبر! اس شخص پر کیا گزر رہی تھی جس کو وہ برداشت نہ کر سکا اللہ ہی علیم ہے۔

ملفوظ ۳۰: تحریک خلافت میں دشمنی کے واقعات سے باطنی نفع

فرمایا کہ زمانہ تحریک خلافت میں ہر قسم کے الزامات اور بہتان میرے سر پر تھوپے گئے ہیں میں نے کہا کہ کہہ لو بھائی جو تمہارا جی چاہے اللہ سے معاملہ ہے وہ تو دیکھ رہے ہیں۔ تمہارے برا بھلا کہنے سے ہوتا کیا ہے اور میرا ضرر کیا ہے بلکہ اس صورت میں نفع کی تو توقع ہے کہ کچھ نیکیاں

مل جائیں الحمدللہ مجھے ان قصوں میں کسی سے بغض نہیں ہوا البتہ شکایت ضرور ہوئی وہ بھی دوستوں سے غیروں سے وہ بھی نہیں ۔ میں نے سب کو دل سے سب معاف کر دیا تھا جو کچھ کہہ چکے وہ بھی اور جو آئندہ کہو وہ بھی ۔ میری وجہ سے اگر کسی مسلمان کو عذاب ہوا تو میرا کیا بھلا ہوگا اور معافی میں تو مجھے امید ہے کہ حق تعالیٰ میرے اوپر رحم فرماویں یہاں تک نوبت آ گئی تھی کہ چاروں طرف سے دھمکی کے خطوط آتے تھے ایک مقام سے خط آیا کہ آپ کی خاموشی عنقریب آپ کے چراغ زندگی کو خاموش کر دے گی ۔ میں نے ردی میں ڈال دیا اور ہود علیہ السلام کا یہ قول یاد آیا فکیدونی جمیعا ثم لا تنظرون انی توکلت علی اللہ ربی و ربکم الخ ﴿سوتم سب مل کر میرے ساتھ داؤ گھات کرلو ۔ پھر مجھ کو ذرا مہلت نہ دو میں نے اللہ پر توکل کرلیا ہے جو میرا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے﴾ مجھے بحمداللہ ان واقعات سے بہت نفع ہوا ۔ ایک حالت تو یہ ہوئی کہ پہلے دنیا سے طبعی نفرت نہ تھی ان واقعات سے طبعی نفرت ہوگئی مخلوق سے نظر بالکل اٹھ گئی اور ایک حق تعالیٰ کی یہ نعمت ہے کہ اب میں یہ سمجھتا ہوں کہ حق تعالیٰ کے دو ملک ہیں ۔ ایک دنیا اور ایک آخرت! مالک کو اختیار ہے کہ اپنی رعیت کو جہاں چاہے بسا دے ۔ چنانچہ ایک وقت تک دنیا میں بساتے ہیں دوسرے وقت آخرت میں بسا دیں گے ۔

ملفوظ ۳۱: ترک موالات

فرمایا کہ میں نے اس زمانہ تحریک ہی میں کہا تھا کہ اگر بجائے مبہم عنوانات کے عنوان کی تعیین کر کے سوالات کریں تو میں جواب دوں چاہے کسی کے بھی خلاف ہو ایک صاحب کا اسی زمانہ میں ایک سوال کا خط آیا میں نے لکھا کہ ترک موالات کا عنوان حذف کر کے متعین واقعہ پوچھو ۔ میں جواب دوں گا ۔ یہیں پر اس زمانہ میں ایک علی گڑھ کا طالب علم آیا جو عصر کے وقت آیا مگر نماز نہیں پڑھی اس نے مجھ سے ترک موالات ہی کے متعلق کچھ پوچھنا چاہا تھا ۔ میں نے کہا کہ پہلے اپنی تو خبر لو ۔ انگریزوں سے تو ترک موالات اس لئے کیا تھا کہ ترکوں سے لڑے مگر جو نماز جو نہیں پڑھی تو خدا سے ترک موالات کیوں کیا شاید اسلئے کہ اس نے انگریزوں کو غلبہ کیوں دیا ۔

ملفوظ ۴۲: اتباع اور انتظام کا فقدان

فرمایا کہ ہمارے بھائیوں میں اتباع کا مادہ نہیں اگر دین کا بھی کامل نہ ہو تو یہ مادہ تو ہو کہ کسی کا اتباع کریں یہی وجہ ہے کہ یہ برباد ہیں اور ایک سبب یہ ہے کہ ان میں نظم اور اصول کی پابندی نہیں ہے۔ اگر یہ کام کریں اور انتظامی مادہ بھی ان میں ہو تو ادھر تو انتظام ادھر دین پھر تو کھلی نصرت ہے۔ صحابہ کے زمانہ میں قیصر اور کسری کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کیا جمعیت تھی۔ مگر اہل دین تھے اور منتظم تھے اگر دین کے ساتھ انتظام صحیح ہو تو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے باقی غیر منتظم صورت میں اپنے کو پھنسانا ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ جان خدا کی امانت ہے اگر ہماری ہوتی تو لاتقتلوا انفسکم ﴿اپنے نفسوں کو قتل مت کرو﴾ کا حکم نہ ہوتا مال جو کہ مکتسب ہے وہ بھی ہمارا نہیں جان ہماری کیوں ہوتی۔ خدا کے لئے جان **کیا** چیز ہے مگر یہ تو اطمینان ہو کہ یہ یقیناً خدا کے واسطے صرف ہوئی تذبذب کی حالت میں جان دینا تو کیونکر جائز ہوگا ہم کو تو حکم ہے کہ تذبذب کی حالت میں جبکہ ان کی بابت دم میں تردد ہو کفار کی جان بھی نہ لیں ہم کو تو فخر ہے جو قوم اسلام کی دشمن ہے اس کے بھی حقوق بتلائے ہیں آیت: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۔ ﴿اور ایسا نہ ہو کہ تم کو کسی قوم سے جو اس سبب سے بغض ہو کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روک دیا تھا وہ تمہارے لئے اس کا باعث ہو جائے کہ تم حد سے نکل جاؤ﴾۔

حدیث: قال صلی اللہ علیہ وسلم احبب حبیبک ھونا ماعسی ان یکون بغیضک یوما ما وابغض بغیضک ھونا ماعسی ان یکون حبیبک یوما ما۔ ﴿فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دوست سے دوستی اعتدال کے ساتھ کرو۔ ممکن ہے کہ وہ کسی وقت تمہارا دشمن ہو جائے اور دشمن سے دشمنی اعتدال سے کرو ممکن ہے کہ وہ کسی وقت تمہارا دوست ہو جائے﴾ کفار بغیض ہیں مگر ان سے بغض رکھنے میں بھی اعتدال مطلوب ہے۔ اسی طرح بغض و محبت میں اعتدال لازم ہے بے موقع ذکر اللہ تک کو فقہاء نے منع کیا ہے بلکہ بعض مقامات پر کفر کہا ہے جیسے حرام طعام پر بسم اللہ کہنا۔ غرض ہر چیز کے حقوق اور حدود ہیں۔

ملفوظ ۴۳: سلطنت کو ظلم سے زوال ہونا

فرمایا کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ کفر سے سلطنت کو زوال نہیں ہوتا ظلم سے زوال ہوتا ہے۔

ملفوظ ۴۴: سیاسی تحریکوں کے زمانے میں دینی مقتداؤں کی حالت

فرمایا کہ شورش کے زمانہ میں یہاں تک نوبت آ گئی تھی کہ ایک بہت بڑے علامہ نے اسی زمانہ میں مجھ سے بیان کیا تھا فرماتے تھے کہ ہمارے یہاں ایک فتوی آیا کہ ولایتی کپڑا پہننا جائز ہے یا نہیں۔ اب اگر یہ لکھا جاتا ہے کہ جائز ہے تب تو اپنے مقاصد میں خلل آتا ہے اور نا جائز کیسے کہیں کیونکہ واقع میں تو جائز ہے اس لئے اس کے خلاف بھی نہیں کر سکتے تو اب کیا کریں فرماتے ہیں کہ یہ جواب دیا گیا کہ ولایتی کپڑا پہننا قابل مواخذہ ہے۔ اور کہنے لگے کہ اس لکھنے میں حکمت یہ تھی کہ وہ تو یہ سمجھیں کہ خدا کے یہاں کا مواخذہ ہوگا اور ہم یہ سمجھیں کہ اپنے دوستوں کا مواخذہ ہوگا۔ میں نے کہا کہ مولانا توبہ کیجئے یہ تو شریعت مقدسہ میں تحریف ہے اور مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے فرمایا کہ ایسی ایسی باتیں سن کر دل کانپ جاتا تھا کہ اے اللہ! دین کا ان لوگوں کے دلوں سے احترام ہی جاتا رہا۔ حضرت عوام کی کیا شکایت کی جائے وہ تو بوجہ جہل کے ایک درجہ میں معذور بھی سمجھے جا سکتے ہیں۔ مگر ان لکھے پڑھے جنوں کو کوئی کیا سمجھائے اللھمّ احفظنا۔

ملفوظ ۴۵: خیر القرون کا سواد اعظم مراد ہے

فرمایا کہ آجکل جمہوریت کو شخصیت پر ترجیح دی جارہی ہے اور کہتے ہیں کہ جس طرف کثرت ہو وہ سواد اعظم ہے اسی زمانہ میں میرے ایک دوست نے اس کے متعلق عجیب ولطیف بات بیان کی تھی کہ اگر سواد اعظم کے معنی یہ بھی مان لیے جائیں کہ جس طرف زیادہ ہوں تو ہر زمانہ کا سواد اعظم مراد نہیں بلکہ خیر القرون کا زمانہ مراد ہے جو غلبہ خیر کا وقت تھا ان لوگوں میں سے جس طرف مجمع کثیر ہو وہ مراد ہے نہ کہ ثـم يفشوا الكذب ﴿پھر جھوٹ پھیل جائے گا﴾ کا زمانہ کہ یہ جملہ ہی بتارہا ہے کہ بعد خیر القرون کے کثرت شر میں ہوگی۔ مجھے تو یہ بات بہت ہی پسند آئی واقعی کام کی بات ہے اگر یہ اشکال ہو کہ امام ابوحنیفہؒ نے بعض مسائل میں سواد اعظم کا اختلاف

خیر القرون میں کیا ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس وقت خیر القرون والے امام صاحب کی بات کو یقیناً باطل نہ کہتے تھے بلکہ اس پر متفق تھے کہ شاید امام صاحب ہی حق پر ہوں تو احتمال حقانیت پر سواد اعظم متفق تھا۔

ملفوظ ۳۶: امور تکوینیہ اور مجذوب

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت سنا ہے کہ یہ امور تکوینیہ مجذوبین کے متعلق ہوتے ہیں بدون عقل کے وہ کام کیسے کرتے ہوں گے فرمایا ان کے متعلق ہونا صحیح ہے اور گو ان میں عقل نہیں ہوتی لیکن جو کام ان کے سپرد کیا جاتا ہے اس میں عقل کی ضرورت نہیں اس لئے اس کو بخوبی انجام دیتے ہیں کیونکہ انجام دینا عقل پر موقوف نہیں بلکہ سلامت حواس بھی کافی ہے جیسے بچہ کہ اس کو عقل تو ہوتی نہیں مگر حواس ہوتے ہیں۔ بھوک پیاس میں کھانے پینے کو مانگتا ہے خوشی کی بات سے خوش ہوتا ہے رنج کی بات سے اگر ڈرایا جائے یا ہنسایا جائے ڈرتا ہے ہنستا ہے ان چیزوں میں عقل کی ضرورت نہیں یہ فطری چیزیں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ عقل اور چیز ہے اور حواس اور چیز۔ پس ان مجذوبین کی حالت مشابہ بچوں کے ہے یہی وجہ ہے کہ سالکین مراتب میں مجذوبین سے افضل ہیں اور بعض اوقات سلامت حواس بھی شرط نہیں ہوتی۔

۲۹ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

ملفوظ ۳۷: رمضان المبارک کی برکت کا احساس

فرمایا کہ آج رمضان المبارک کی برکت محسوس ہوئی۔ کوئی خاص اہتمام نہیں کیا مگر جی میں نشاط سا معلوم ہوتا ہے امید ہے انشاء اللہ تعالی اور شکایات بھی مثلاً کھانسی وغیرہ اس ماہ مبارک کی برکت سے جاتی رہیں گی۔ دعا کیجئے کہ حق تعالی ماہ مبارک کے حقوق کے ایفاء کیلئے قوت و ہمت عطا فرمائیں ہم ضعیف ہیں ہر وقت ان کی رحمت اور توفیق کی ضرورت ہے۔

ملفوظ ۴۸: رمضان المبارک کے فضائل وحقوق

فرمایا! کہ یہ مہینہ بڑی ہی برکت اور رحمت کا ہے اگر حق تعالیٰ اپنے بندوں کو اتنی قوت اور توفیق عطا فرمائیں کہ حقوق واجبہ ادا ہوتے رہیں اور معاصی سے اجتناب رہے یہی بڑی دولت ہے اس سے آگے کی تمنا کرنا بڑے لوگوں کا کام ہے ہم جیسے کمزوروں کے لئے تو یہی سب کچھ ہے انکی ذات سے تو سب کچھ امید ہے بڑے رحیم ہیں وہ تو ناقصین کو بھی محروم نہیں رکھتے طلب شرط ہے۔ بندوں کو بھی چاہئے کہ جیسے کچھ ہیں برے بھلے دربار میں پیش ہو جایا کریں اور اپنی وسعت اور قوت سے کام لیں پھر تو وہ خود اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ ارادہ اور ہمت بڑی چیز ہے اس کی برکت سے بڑا سخت سے سخت کام سہل اور آسان نظر آنے لگتا ہے۔ جہاد کیسی سخت چیز ہے کہ جان کے لالے پڑ جاتے ہیں مگر ہمت وارادہ اس کو بھی سہل کر دیتا ہے۔ خصوصاً معاصی سے اجتناب بہت ضروری ہے مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ اور زمانہ میں تو لوگوں کو اس کا خیال بھی نہیں ہوتا اور جہاں رمضان شریف شروع ہوئے گنجفہ، شطرنج کثرت سے شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی بہلانے اور دن گزارنے کیلئے کرتے ہیں۔ بندہ خدا قرآن کی تلاوت کی ہوتی۔ ذکر اللہ میں مشغول ہوا ہوتا۔ کسی نیک مجلس نیک صحبت میں بیٹھا ہوتا مگر کچھ بھی نہیں کرتے آزادی کا زمانہ ہے کسی کا ادب نہیں خوف نہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

ملفوظ ۴۹: رمضان المبارک میں معاصی سے بچنے کا خاص اہتمام

فرمایا! کہ اس ماہ مبارک میں جملہ معاصی کو ترک کرنا چاہیے خواہ معاصی ہاتھ یا پیر کے ہوں آنکھ کے ہوں کان کے ہوں زبان کے ہوں قلب کے ہوں اور یوں تو ترک معاصی اس ہی ماہ کے لئے خاص نہیں وہ ہر وقت ہی بچنے کی چیز ہے مگر اس ماہ میں اتنا اور ہے کہ جیسے اعمال صالحہ پر اجر اور ثواب زیادہ ہے گناہ پر سزا بھی زیادہ ہے۔

ملفوظ ۴۰: کامل کی صحبت سے ہمت پیدا ہوتی ہے

فرمایا! کہ ہمت سے اگر انسان کام لے کوئی بھی مشکل نہیں اور یہ ہمت پیدا ہوتی ہے

کسی کامل کی صحبت میں رہنے سے اور رہنے سے یہ مراد نہیں کہ بال بچوں کو چھوڑ کر ملازمت
استعفیٰ دے کر زراعت بند کر کے اس کے پاس جا پڑو بلکہ اگر وقت ملے تو اس کے پاس گا
جانا بھی چاہیے اور خط و کتابت سے ہمیشہ اپنے حالات کی اطلاع کرتا رہے جو کچھ وہ تعلیم کر
اس پر کاربند رہے پھر انشاء اللہ تعالیٰ ہمت پیدا ہو جائے گی بدوں صحبت کامل اور بغیر اس سے
پیدا کئے کام بننا مشکل ہے گو غیر ممکن نہیں مگر شاذ و نادر ضرور ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو ☆ پیش مرد کاملے پامال شو

﴿یعنی ظاہر اور باطن دونوں کی درستی میں لگو۔ اور کسی مرد کامل کی خدمت میں اپنے کو سپرد کر دو﴾

بغیر جوتیاں سیدھی کئے ہوئے کامیابی آسان نہیں آخر طبیب کے پاس جا کر ع
کیوں کراتے ہیں سمجھتے ہیں کہ مرض سے نجات اور تندرستی بغیر طبیب کے پاس جائے نہیں حا
ہو سکتی تو وہ امراض جسمانی کا معالج ہے اور یہ امراض روحانی کا معالج مگر ایک کی ضرورت
کسی کو بھی کلام نہیں اور دوسرے کی ضرورت میں کلام کیا جاتا ہے وجہ فرق کیا ہے۔

ملفوظ ۱۴۱: نفس اور اخلاق ذمیمہ

فرمایا! ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نفس کو بھی لطا
میں سے شمار کیا گیا ہے۔ گو داعی الی الشر ہے اور مطمئنہ ہونا اس کا عارضی ہے ریاضت سے
سے دبا رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض سالکین کو دھوکا ہو جاتا ہے بعد مجاہدہ کے اگر اپنے اندر
طبیعیہ مذمومہ کا اثر پاتے ہیں اس سے مجاہدہ کے بے کار ہونے کا گمان کر بیٹھتے ہیں اور اکثر
نتیجہ مایوسی سے تعطل ہو جاتا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر اخلاق ذمیمہ زائل ہو جائیں یا بالکل ہی
جائیں تو پھر درجات اور ثواب کس چیز پر مرتب ہوں ہاں اگر اس قدر مغلوب ہو جائیں کہاں
اقتضاء پر عمل کرنے کو بآسانی ترک کرنے کی قوت راسخ ہو جائے تو مقصود حاصل ہے گو کبھی کبھی
منازعت بھی کرے تو اس پر غلبہ کی سعی میں لگا رہنا چاہئے پس طالب کی تو یہ حالت ہونی چاہئے

اندریں رہ می تراش و می خراش ☆ تادم آخر دمے فارغ مباش

﴿یعنی راہ سلوک میں تراش و خراش بہت ہے لہذا مرتے دم تک ایک منٹ کیلئے بے فکر مت ہو﴾

ملفوظ ۴۲: معاصی سے نحوست اور ظلمت کی دلیل نقلی

فرمایا! کہ لوگ معصیت پر بہت دلیر ہوجاتے ہیں اس کی نحوست سے تمام امراض روحانی پیدا ہوتے ہیں نورانیت قلب سے جاتی رہتی ہے اور ظلمت بڑھ جاتی ہے تو معاصی میں بڑی ہی ظلمت اور تاریکی ہے اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اور آثار کے اعتبار سے بھی حدیثوں میں اس کی تائید موجود ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو کوئی گناہ کرتا ہے اس کے قلب پر ایک سیاہ دھبہ پیدا ہوجاتا ہے اگر بندہ خلوص سے توبہ کرلیتا ہے تو حق تعالیٰ اس دھبہ کو قلب سے صاف فرمادیتے ہیں۔ اگر توبہ نہیں کرتا اور اس گناہ کو پھر کرتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے تو وہ دھبہ پھیلنا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ سارے قلب کو محیط ہوجاتا ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔﴿ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے﴾۔

اسی کو مولانا فرماتے ہیں

ہر گنہ زنگے ست برمرات دل ☆ دل شود زیں زنگ ہا خوار وخجل

چوں زیادت گشت دل راتیرگی ☆ نفس دوں رابیش گردو خیرگی

﴿ہر گناہ دل کے آئینہ پر ایک زنگ کا داغ ہے جس کی وجہ سے دل ذلیل وشرمندہ ہوجاتا ہے اور جب دل کی تاریکی زنگ کی زیادتی کی وجہ سے بڑھ جاتی ہے تو کمینے نفس کی حیرانی بڑھ جاتی ہے﴾۔

ملفوظ ۴۳: حقوق واجبہ کا ترک، اور نوافل کا اہتمام

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ کسی فن کا مدون کرنا تھوڑا ہی مقصود ہے مقصود تو اس کے اصول پر کام کرنا ہے اور کام ہی کیلئے مدون کیا جاتا ہے مگر آج کل خود تحقیقات کو مقصود بالذات بنا رکھا ہے ان ہی تحقیقات کی تکمیل کیلئے احکام کی حکمتیں تلاش کی جاتی ہیں۔ بعض کی تو ساری عمر ان ہی زوائد میں ختم ہوجاتی ہے عمل کرنے کی ایک حکم پر بھی نوبت نہیں آتی۔ حالانکہ اصل

مقصود کام ہے یعنی نفس کی اصلاح اور اعمال کی خبر گیری۔ مگر مقصود کو چھوڑ کر غیر مقصود کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

محققین کا مذہب یہ ہے کہ آم کھانے سے غرض نہ کہ پیڑ گننے سے۔ اس کی ایسی مثال ہے دیکھئے سکہ ہمارے کام کا ہے مگر یہ بات کہ اس کا مادہ کیا ہے اور کس کارخانہ میں بنتا ہے اگر نہ بھی معلوم ہو تب بھی وہی کام اس سے نکلیں گے جو معلوم ہونے پر نکل سکتے تھے۔ پس عمل کا اہتمام نہ کرنا بڑی کوتاہی ہے اور عمل کو مہتمم بالشان سمجھنے کے بعد ایک کوتاہی اور ہے جس میں عوام تو کیا خواص بھی مبتلا ہیں کہ اعمال واجبہ کی وہ عظمت اور وقعت قلوب میں نہیں جو غیر واجبہ کی ہے مثلاً (حقوق العباد وغیرہ کی فکر نہیں اور) نوافل وظائف وغیرہ کی کثرت کو زیادہ موجب قرب حق سمجھتے ہیں اور جو اصل مقصود تھا اسی کو حقیر سمجھا جاتا ہے کتنا بڑا ظلم عظیم ہے اور اعمال واجبہ کے حقیر سمجھنے کا سبب ان اعمال کا عموم ہے کہ اس کو تو سب ہی کرتے ہیں۔ اسمیں خصوصیت ہی کیا ہوئی لیکن اگر یہ وجہ حقارت کی ہے تو گنی اور روپیہ بھی تو سب ہی کے پاس ہے تو عموم کی وجہ سے ان کو بھی حقیر سمجھنا چاہئے۔ اور جیب سے نکال کر پھینک دینا چاہیے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اس عموم کے سبب اوروں سے زیادہ ان کو جمع کیا جاتا ہے اور ہوا سب سے زیادہ عام ہے عام اور سستا ہونا اگر اس کی دلیل ہے کہ وہ چیز حقیر اور ذلیل ہوتی ہے تو اس کو بھی حقیر اور ذلیل سمجھیے ناک اور منہ بند کر لیجئے حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ اور کیا نعوذ باللہ انبیاء علیہم السلام ایسے کاموں کے اہتمام کیلئے مبعوث فرمائے گئے تھے جن کو تم حقیر اور فضول سمجھتے ہو توبہ کرنا چاہیے ان فاسد عقائد سے۔

پس اصل چیز اور اصل مقصود اعمال واجبہ ہی ہیں اور عموم ہونا ہی دلیل ہے افضلیت کی جیسے میں نے مثال عرض کی سکہ کی اور ہوا کی۔ کہ انکا عموم مستلزم نہیں حقیر اور فضول ہونے کو۔ بلکہ زیادہ نافعیت کی دلیل ہے۔

ملفوظ ۴۴: آج کل درویشی دو پیسہ کی

فرمایا! کہ آجکل بزرگ اس کو سمجھتے ہیں کہ اس کے کپڑے گیروی ہوں لٹیں ناف تک

ہوں۔ چونہ گٹوں تک ہو۔ بڑے بڑے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں ہو بس درویش ہیں۔ شاہ صاحب ہیں ولی کامل ہیں کیا خرافات ہے۔ غالباً ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آجکل درویشی دو پیسہ میں ملتی ہے ایک پیسہ کا گیرو خرید لیا کپڑے رنگ لئے ایک پیسہ کی تسبیح خرید لی اور درویش ہو گئے۔ ہمارے بزرگوں کے طریق کو تو ظاہر بین مولویت سمجھتے ہیں کہتے ہیں کہ اسے درویشی سے کیا تعلق ایسے لوگوں میں تو جس قدر خلاف شریعت ہو وہ زیادہ کامل سمجھا جاتا ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں

کار شیطاں میکنی نامت ولی ☆ گر ولی این ست لعنت بر ولی

(شیطانی کام کرتے ہو اور تمہارا نام ولی ہے اگر ولی یہی ہے تو ولی پر لعنت)

ملفوظ ۴۵: طریق کی دشواری اور مسئلہ اختیاری و غیر اختیاری

فرمایا! کہ اس طریق میں دشواری اسی وقت تک ہے جب تک اس کی حقیقت سے بے خبری ہے حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد پھر اس سے زیادہ سہل اور آسان کوئی چیز نظر نہیں آتی لوگوں نے فن نہ معلوم ہونے کی وجہ سے اس کو ہوا بنا رکھا ہے اور ایسی بری طرح تصوف کو پیش کیا ہے کہ بجائے رغبت کے لوگوں کو وحشت ہو گئی حالانکہ تصوف صرف ایک مسئلہ پر ختم ہے۔ عمل ایک اختیاری ہے ایک غیر اختیاری۔ اختیاری کو لے کر غیر اختیاری کے درپے نہ ہو۔

بس یہ ایک چھوٹی اور مختصر سی بات ہے۔ ایک لطیفہ یاد آیا چھوٹے اور مختصر ہونے پر۔ ایک پیر صاحب تھے ان کا مقولہ ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا انہوں نے میرا نام لے کر کہا کہ فی الحقیقت تصوف کو جس قدر سہل کر کے اس نے دکھلایا ہے آج تک اس کی نظیر نہیں مگر بات یہ ہے کہ تعبیر کرنا بھی سہل حقیقت سمجھنا بھی سہل مگر عمل مشکل ہے۔ میں جواب میں کہا کرتا ہوں کہ تم جو یہ عذر حق تعالیٰ کے احکام میں کرتے ہو یہی عذر تمہارا نوکر یا غلام تمہارے کاموں میں کرے تب بتاؤ کہ کیا اس کو معذور سمجھو گے۔ اگر یہی مواخذہ حق تعالیٰ نے فرمایا اور باز پرس کی تو جواب کیلئے تیار رہنا چاہئے۔

ملفوظ ۴۶: اسلام کی نشاۃ ثانیہ

فرمایا! کہ کس طرح دل میں ڈال دوں جی چاہتا ہے کہ سب اس طرح راہ پر آجائیں کہ ان کی ہر ادا سے اسلام کی شان ظاہر ہو جیسے حضرات صحابہ کرام کو لوگ دیکھ کر اسلام قبول کرتے تھے یہ ان کا نمونہ بن جائیں۔ دنیا و دین کی بہبود اسی میں مضمر ہے یہ امر واقعی ہے کہ اگر مسلمان اپنی اصلاح کر لیں اور دین ان میں راسخ ہو جائے تو دین تو وہ ہے ہی لیکن دنیوی مصائب کا بھی جو کچھ آجکل ان پر ہجوم ہے انشاء اللہ چند روز میں کایا پلٹ ہو جائے اور گو اس پر دلائل بھی ہیں مگر اس کا جو حصہ ذوقی ہے چاہتا ہوں کہ اس کو ظاہر کروں مگر ان کے اظہار پر قدرت نہیں۔

جیسے ایک مادرزاد اندھے کی حکایت ہے کسی لڑکے نے کہا کہ حافظ جی آج ہمارے یہاں تمہاری دعوت ہے پوچھا کیا کھلاؤ گے کہا کھیر دریافت کیا کہ کھیر کیسی ہوتی ہے کہا کہ سفید۔ پوچھا سفید کسے کہتے ہیں کہا جیسا بگلا۔ پوچھا کہ بگلہ کیسا ہوتا ہے اس لڑکے نے کہنی سے ہاتھ کھڑا کر کے اور پنجے سے موڑ کر کہا کہ ایسا ہوتا ہے۔ حافظ جی نے ہاتھ پھیر کر دیکھا دیکھ کر کہنے لگے نہ بھائی یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے حلق سے کس طرح اترے گی۔

دیکھئے! یہاں حقیقت سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے کھیر کو ٹیڑھی سمجھ بیٹھے ایسے ہی اس طریق میں بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ وہ بیان میں نہیں آسکتیں تو جیسے وہاں اس کی ضرورت تھی کہ حافظ جی کے سامنے کھیر کا طباق بھر کر رکھ دیتے کہ یہ کھیر ہے کھا کر دیکھ لو کیسی ہوتی ہے ایسے ہی یہاں بھی حقیقت معلوم کرنے کی صرف ایک ہی صورت ہے وہ یہ ہے کہ کام کرنا شروع کر دو خود بخود سب معلوم ہو جائے گا۔ مگر اس طریق میں اول ہی قدم میں اس کی ضرورت ہے کہ اس کا مصداق بن جائے۔

درره منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں ☆ شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

﴿لیلیٰ کی طلب میں جان کو بہت سے خطرات ہیں مگر (راہ طلب میں) پہلے قدم کی شرط مجنوں ہونا ہے﴾۔

ایک اور مثال سمجھ لیجئے کہ ایک شخص ہے ولایتی اس نے کبھی آم نہیں کھایا اس کو آم کی حقیقت بتلانا سخت دشوار ہے جس چیز سے بھی اس کے ذائقہ کو تشبیہ دیجئے گا وہ ہرگز نہیں سمجھے گا۔ اس کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ آم ہاتھ میں دے کر کہا جائے کہ جو اس کا ذائقہ ہے خود کھا کر دیکھ لو۔

اسی طرح اس طریق میں سمجھ لیجئے گا کہ تقریروں سے یا قیل و قال سے کچھ سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ یہ تو کام کرنے سے معلوم ہوتا ہے اس میں عقل کی بھی رسائی نہیں عقل کی رسائی نہ ہونے کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے۔ ایک شخص کھڑے پہاڑ پر جانا چاہتا ہے۔ گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گھوڑے کا کام دامن کوہ تک پہنچا دینے کا ہے آگے وہ نہیں جا سکتا۔ آگے دامن کوہ میں ایک کمند ہے اس سے وہ راستہ طے ہوگا۔ عقل گھوڑا ہے اس کی ایک حد ہے اس کو آگے دخل نہیں اور جیسے گھوڑے پر سوار ہو کر ایسے پہاڑ پر جانا بے عقلی ہے۔ اسی طرح یہاں عقل سے کام لینا بے عقلی ہوگا ایسی ہی عقل کو مولانا فرماتے ہیں

آزمودم عقل دوراندیش را ☆ بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

﴿میں نے عقل دوراندیش کو آزما کر دیکھ لیا (مگر راہ عشق میں بے کار ثابت ہوئی) اس آزمائش کے بعد اپنے کو میں نے دیوانہ بنا لیا ہے﴾۔

تو پھر تو اس کی یہ حالت ہوگی

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد ☆ مرعسس را دید و در خانہ نہ شد

﴿(بقول مجذوب کے) وہی دیوانہ ہے جو آپ کا دیوانہ نہیں﴾

صاحبو! اس عقل سے جو کام لینے کا ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر اعتماد و انقیاد کا۔ اپنے کو مکلف سمجھ لے آگے طرق جزئیہ انقیاد کے اس میں عقل کا کام ہے کہ وحی کا اتباع کرے۔

ملفوظ ۴۷: شادی کے بعد سسرال سے تعلق بڑھانے میں اعتدال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب نئی شادی ہوتی ہے تو سسرال سے تعلق بڑھ جاتا ہے اور اندیشہ ہوتا ہے گھر

والوں کے حقوق پامال ہونے کا تو اس کا خیال رکھنا ایسا نہ ہونا چاہئے۔

ملفوظ ۴۸: خانقاہ تھانہ بھون کی فتنوں سے دوری

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تھانہ بھون تہہ خانہ ہے۔ دریافت فرمایا کیا مطلب ہے میں سمجھا نہیں۔ عرض کیا کہ آجکل دنیا میں جو مختلف چیزیں چل رہی ہیں اور آگ لگ رہی ہے (مراد تحریکات ہیں) یہاں آ کر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں بھی کچھ نہیں دریافت فرمایا اتنا اور فرما دیجئے کہ اس سے مراد آپ کی قصبہ تھانہ بھون ہے یا خانقاہ! عرض کیا کہ یہ احاطہ خانقاہ مراد ہے فرمایا کہ جی ہاں! اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے یہ سب اپنے بزرگوں کی جوتیوں کا طفیل ہے ایک کونہ دبائے بیٹھے ہیں میں تو یہ شعر پڑھا کرتا ہوں۔

ہیچ کنجے بے دود بے دام نیست ☆ جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

﴿دنیا کا کوئی کونہ بے درندوں اور (مختلف قسم کے) جالوں کے نہیں ہے۔ بجز خلوت گاہ حق کے کہیں راحت نہیں﴾۔

مگر اس پر بھی عنایت فرماؤں کی عنایات ہوتی رہتی ہیں۔

ملفوظ ۴۹: اولیاء پر ہیئت اعمال کا انکشاف

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ لوگ کبائر میں مبتلا ہیں گناہوں کو اختیار کرتے ہیں ان کو خوف اور خشیت کا استحضار نہیں بڑی ہی خطرناک بات ہے۔ بعض اکابر کا قول ہے کہ قیامت میں ہر عمل کی ہیئت مشاہد ہوگی مثلاً کسی شخص نے کسی اجنبیہ عورت سے زنا کیا تھا۔ ویسے ہی زنا کرتا ہوا قیامت میں نظر آئے گا اعمال سے ایک خاص ہیئت پیدا ہو جاتی ہے کبھی کبھی دنیا میں بعض اہل اللہ اور خاصانِ حق پر وہ ہیئت منکشف ہو جاتی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا آپ نے اس شخص کو سنانے کیلئے فرمایا کہ بعض لوگ ہماری مجلس میں آتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے۔

حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ہم عصر ایک بزرگ ہیں حضرت سیدنا احمد کبیر رفاعی

یہ بہت بڑے اولیاء کبار میں سے ہیں مگر حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص مرید ہونے آیا فرمایا کہ بھائی تیری پیشانی سے شقاوت نمایاں ہے تجھ کو کیا مرید کروں وہ بے چارہ مایوس ہو کر لوٹ گیا۔ حضرت کا صورت دیکھ کر فرما دینا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت پر ہیئت اعمال منکشف ہوئی ہوگی یہ شخص حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، صورت دیکھ کر فرمایا کہ آؤ بھائی میں خود بھی ایسا ہی ہوں ان کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر دونوں ہیئتیں منکشف ہوئیں شقاوت کی بھی اور اس سے آگے سعادت کی بھی۔ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ علیہ نے اس شخص کی تسلی و تشفی کی اور طریق میں داخل کر لیا چند روز میں اس شخص کو حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی ہدایت فرمائی۔ یہ شخص حضرت غوث اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھ کر فرمایا کہ آؤ بھائی! میرے بھائی احمد کبیر کو اللہ نے ایسا تصرف دیا ہے۔ اس ہیئت کے منکشف ہونے پر ایک اور حکایت یاد آئی۔ ایک بزرگ ایک بستی پر سے گزرے اس بستی میں بھی ایک بزرگ تھے۔ ان مقامی بزرگ نے ملاقات کا عزم کیا اور ان کے پیچھے دوڑے ملاقات تو نہ ہو سکی مگر یہ معلوم ہوا کہ فلاں جگہ ان بزرگ نے نماز پڑھی ہے ان بزرگ کو خیال ہوا کہ لاؤ نماز کی جگہ ہی کو دیکھیں دیکھا تو سجدہ میں ہاتھ کانوں سے پیچھے ہٹے ہوئے نظر آئے۔

فرمایا کہ اس شخص کی نماز کی ہیئت خلاف سنت ہے یہ شخص بزرگ نہیں ہو سکتا۔ یہاں جیسے بصر سے ہیئت عمل کی نظر آ گئی۔ اسی طرح کبھی بصیرت سے نظر آ جاتی ہے۔

اسی سلسلہ میں ایک حکایت غالباً حضرت مولانا دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ سے سنی ہوئی فرمائی کہ ایک بزرگ کو معلوم ہوا کہ فلاں بزرگ اس بستی میں آئے ہیں انہوں نے ارادہ کیا کہ آنے والے بزرگ سے ملاقات کروں وارد ہوا کہ مت ملو۔ ان بزرگ نے خیال کیا کہ نہ ملنے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ حدیث النفس ہے ملنا چاہئے اللہ کے بندہ ہیں مقبول ہیں ان کی زیارت باعث سعادت ہے۔ غرضیکہ وارد کی مخالفت کی اور ملنے کا پھر ارادہ کیا وارد میں پھر منع کیا گیا انہوں نے پھر ارادہ ملاقات کا کیا اور بالآخر ملاقات کیلئے چل دیئے چلتے میں ٹھوکر لگی گرے چلنے سے معذور ہو گئے۔ بعد میں وجہ معلوم ہوئی کہ وارد میں جو منع کیا گیا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ بدعتی بزرگ

تھے جن سے ملنے کو منع کیا گیا تھا اس پر فرمایا کہ واردات کی مخالفت معصیت تو نہیں مگر دنیاوی ضرر ضرور ہو جاتا ہے۔ اور یہ ضرر اضطراراً تو نہیں مگر اختیاراً کبھی مفضی ہو جاتا ہے۔ ضرر دینی کی طرف اور وہ ضرر دینی اس طرح پر ہوتا ہے کہ کسی معصیت کا وسوسہ ہوا اور اس سے بچنے کیلئے کہ ہمت سے اس کی مقاومت ہو سکتی تھی مگر طبعاً کسل ہو گیا اور اس سے غباوت ہو گئی اس لئے اعمال میں کمی ہو گئی۔۔ اب اس میں دو ہی صورتیں ہیں کہ پھر وہ عمل اگر واجب تھا تو خسران ہوا اور اگر واجب نہ تھا تو حرمان ہوا ہے۔ بڑا نازک راستہ بڑے ہی سنبھل کر چلنے کی ضرورت ہے۔

ملفوظ ۵۰: فلاں کا فلاں کی نسبت سلب کرنا

فرمایا! کہ ایک کام کی بات یاد آئی یہ جو مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں بزرگ کی نسبت سلب کر لی۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ نسبت قرب الٰہی کا نام ہے اس کو کوئی سلب نہیں کر سکتا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز حق تعالیٰ بندہ کو عطا فرمائیں دوسرا کون ہے کہ جو اس سے سلب کر لے۔

حقیقت اس کی صرف یہ ہے کہ کسی تصرف سے کسی کیفیت نفسانیہ کو مضمحل کر دے جس سے نشاط کی جگہ غباوت ہو جائے مگر وہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے لیکن اگر مقاومت نہ کی پھر اخلال عمل کے سبب اس کا اثر نسبت تک بھی پہنچ جاتا ہے۔

ملفوظ ۵۱: کیفیات اور اعمال کا فرق

فرمایا! کہ آجکل لوگ کیفیات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جو کہ غیر مقصود ہیں گو یہ کیفیات غیر مقصودہ لذیذ ہوتے ہیں۔ جیسے مرچ ہے کہ تغذیہ میں غیر مقصود ہے مگر لذیذ ہے۔ اور اب تو لوگ ان کیفیات کو مقصود سمجھ کر گویا نری مرچوں کا سالن کھاتے ہیں کیا حاصل ہوتا ہوگا نری آگ ہی آگ ہے ایسے ہی علوم غیر مقصودہ میں جیسے چکنے چپڑے مضامین ہوتے ہیں وہ علوم مقصودہ میں نہیں ہوتے اس کی بالکل ایسی مثال ہے۔

دیکھئے! اگر روپیہ کا سکہ خوب صورت نہ ہو تو پھر بھی چونسٹھ ہی پیسے ملیں گے اور یہ شیشہ

کا ٹکڑا یا رانگہ کا ٹکڑا گو بہت چمکدار اور خوب صورت معلوم ہوتا ہے مگر بازار میں نہ چلے گا۔ اسی طرح بازار آخرت میں کیفیات بالذات جو حقیقت کے اعتبار سے گویا شیشہ یا رانگہ کا ٹکڑا ہے نہیں چلیں گے۔

اور اعمال جن کی حقیقت سکہ ہے یہ چلیں گے۔ ایک اور مثال سے سمجھ لیجئے ایک شخص ہے اس نے چمن لگایا اس میں قسم قسم کے پھول لگائے انہیں سینچا ایک بڑا خوب صورت اور گلزار چمن بن گیا۔ اور ایک شخص ہے اس نے دو بیگھ زمین لے کر اس میں گیہوں بو دیئے۔ اب دیکھنے میں چمن بہت خوشنما ہے گلزار ہے اور گیہوں کا کھیت اس کے سامنے خوشنمائی میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا مگر جس وقت ثمرہ کا وقت آئے گا یا کاٹنے کا تو اس چمن کی حقیقت گیہوں کے سامنے اس سے زیادہ نہ ہوگی جیسے ایک منہیار چوڑیوں کی گٹھڑی لگائے جا رہا تھا۔ ایک گنوار نے اس میں لاٹھی کا سرا مار کر پوچھا کہ اے اس میں کیا ہے اس بے چارے نے کہا کہ چودھری ایک دفعہ اور مار دو پھر کچھ نہیں۔ اسی طرح اس گیہوں کے کھیت کے سامنے یہ چمن کچھ بھی نہ ہوگا اس وقت معلوم ہوگا کہ اس کے سامنے یہ پھول خار ہیں اور یہ چمن اجاڑ ہے۔ غرضیکہ اس چمن کی کچھ بھی حقیقت نہ ہوگی۔ وجہ وہی ہے جو میں نے عرض کی۔ مقصود اور غیر مقصود ہونے کا تفاوت تو انسان کو مقصود کاموں میں لگنا چاہئے اور غیر مقصود کے درپے نہ ہونا چاہئے۔

اسی طرح اختیاری اور غیر اختیاری کے مسئلہ کو سمجھ لیا جائے کہ اختیاری کاموں کو کرے اور غیر اختیاری کے درپے نہ ہو۔ پھر دیکھنا اس طریق میں کیسی سہولت معلوم ہونے لگتی ہے کام کی باتوں میں عمر کا حصہ صرف کرو۔ کیوں فضول اور بے کار باتوں میں اپنی عمر کے حصہ کو خراب اور برباد کرتے ہیں۔

ملفوظ ۵۴: بدعتی اور ان کی محنت و مجاہدہ

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بدعتی بھی بہت محنت کرتے ہیں فرمایا کہ خاک محنت کرتے ہیں اور کرتے بھی ہوں تو مقصود زیادہ محنت پر تھوڑا ہی موقوف ہے اول تو ان کے

یہاں محنت ہے ہی تھیں محض حکایات ہی حکایات ہیں اس میں کچھ کرنا نہیں پڑتا اور طریق صحیح میں کرنا پڑتا ہے اور اگر کچھ محنت کرتے بھی ہیں تو ان کی اس محنت کا ثمرہ آخرت میں توتصلی نارا حامیة ﴿اور آتش سوزاں میں داخل ہوں گے﴾ ہے اور دنیا میں عاملة ناصبة ﴿بوجہ مصیبت جھیلنے کے بہت سے چہرے خستہ ہونگے﴾۔

ملفوظ ۵۳: عارفین کو عبادت کی لذت سے بے توجہی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ عارفین نے تو عبادت کی لذت کے قصد سے بھی پناہ مانگی ہے اگر ساری عمر گذر جائے اور کوئی لذت ان کو نہ آئے وہ اس پر بھی راضی ہوتے ہیں ایک بزرگ پہاڑ میں رہتے تھے ایک اور بزرگ ان سے ملنے گئے دیکھا کہ دعا میں مشغول ہیں یہ اس وقت نہیں ملے۔ اس خیال سے کہ مشغول مع اللہ تھے۔

یہ یاد رکھنے کی بات ہے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مشغول مع اللہ کو بلاضرورت اپنی طرف مشغول کرنے سے حق تعالٰی کی ناخوشی کا اندیشہ ہے۔ بلاضرورت کی قید سے میں نے اس میں توسیع کر دی ہے اگر ضرورت ہو وہ مستثنٰی ہے خیر وہ بزرگ یہ دعا مانگ رہے تھے کہ الٰہی تفویض کی لذت سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔ بعض لوگ تفویض اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ اس میں راحت ہے جو ایسا کرتے ہیں انہوں نے تفویض کا حق ادا نہیں کیا۔ تفویض اس نیت سے ہونا چاہئے کہ یہ حق تعالٰی کا حق ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر تفویض شکر کی نیت سے کی جائے فرمایا کہ یہ باتیں (ان پر عمل) کرنے سے سمجھ میں آتی ہیں۔ بتلانے سے سمجھ میں نہیں آتی۔

ملفوظ ۵۴: جوابات میں سائل کی مصالح کی رعایت کرنا

ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا! کہ منجملہ میرے اور بے مروتیوں کے ایک بے مروتی یہ بھی ہے کہ میں جواب میں سائل کی خواہش کی رعایت نہیں کرتا حدود کی اور سائل کی مصالح کی رعایت کرتا ہوں۔ میں نے لکھ دیا ہے اور بتلا دیا ہے کہ ابھی اس کی تحقیق کا وقت نہیں جب کچھ کام کرلو گے تب جواب میں لطف آئے گا۔ اور اب تو مجھ کو سوال ہی میں مزہ نہیں آیا تم کو جواب

میں کیا مزہ آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ میں بغرض تربیت آنے والوں کیلئے قید لگا دیتا ہوں کہ بولا مت کرو۔ اس لئے کہ بدوں ذوق کے بولنا مناظرہ کی سی صورت اختیار کر لیتا ہے اور یہ اس طریق میں بے حد سخت مضر ہے یہ وہ اصول ہیں کہ طالب علمی مباحث سے قیامت تک حل نہیں ہو سکتے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عام پیروں کے یہاں تو یہ معاملات اور اصول ہیں نہیں صرف آپ کے یہاں ہیں اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت کے مزاج میں درشتی ہے تبسم فرما کر مزاحاً فرمایا کہ تین نقطہ الگ کر دیے جائیں یعنی درتی ہے۔

فرمایا کہ آجکل کے اکثر پیروں کی تو یہ کیفیت ہے مثال تو فحش ہے مگر ہے منطبق۔ وہ یہ ہے کہ میری اور دوسروں کی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے رنڈی اور گھر ستن کی طالبوں کے جمع کرنے کی جتنی تدابیر رنڈی کرتی ہے اور قسم قسم کے روپ بدلتی ہے پھنسانے کیلئے اور نائکہ سے کہتی ہے اس کو لاؤ اس کو لاؤ۔ گھر ستن نہیں کر سکتی۔ اور اس میں ایک استغناء کی شان ہوتی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

زیر بارند درختاں کہ ثمرہا دارند ☆ اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد

﴿زیر بار ہیں وہ درخت جو پھل دار ہیں۔ مبارک ہو سرو کو کہ قید غم سے آزاد ہے﴾۔

دلفریباں نباتی ہمہ زیور بستند ☆ دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

﴿تمام محبوب محتاج زیور کے ہیں اور ہمارے محبوب کا حسن۔ حسن خداداد ہے﴾۔

ملفوظ ۵۵: آیت میں مجاہدہ سے کیا مراد ہے؟

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ﴿جو لوگ ہماری طلب میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنی راہ کی ہدایت کر دیتے ہیں﴾۔ "جَاهَدُوْا" سے مراد غور و فکر دعا و التجاء، سعی و کوشش حق تعالیٰ کے سامنے الحاح و زاری تواضع و خاکساری یہ چیزیں پیدا کرو۔ رونا اور چلانا شروع کرو نخوت اور تکبر کو دماغ سے نکال کر پھینک دو۔ اس کے بعد وصول میں دیر نہیں لگتی۔ ذرا بطور امتحان ہی کے کر کے دیکھ لو مولانا

فرماتے ہیں

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ ☆ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

﴿بہت بڑا محقق اور عالم فاضل بننا طریق (عشق میں کارآمد) نہیں بادشاہ (حق تعالیٰ) کا فضل شکستہ حال ہی کی دستگیری کرتا ہے﴾۔

اور محض علمی تحقیقات مسکت ہیں مسقط نہیں اس سے شبہات ساقط نہیں ہوتے مخاطب ساکت ہو جاتا ہے اس کا طریقہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ پھر یہ حالت ہوگی

ہر کجا پستی ست آب آنجا رود ☆ ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

ہر کجا دردے دوا آنجا رود ☆ ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

﴿پانی نشیب ہی کی طرف جاتا ہے مشکل پیش آنے پر ہی اسکا حل معلوم ہوتا ہے جہاں درد ہوتا ہے دوا وہیں پہنچتی ہے جہاں مرض ہوتا ہے شفاء وہیں ہوتی ہے﴾۔

بغیر اس حالت کے پیدا ہوئے کامیابی مشکل ہے۔ مولانا فرماتے ہیں

تانہ گرید طفل کے جوشد لبن ☆ تانہ گرید ابر کے خندد چمن

﴿جب تک بچہ روتا نہیں (پستان مادر میں) دودھ جوش نہیں کھاتا۔ جب تک ابر روتا (برستا) نہیں چمن میں شادابی کہاں ہوتی ہے﴾۔

ذرا تم خاکساری پیدا کر کے دیکھو اعتقاد سے نہیں امتحان ہی کیلئے سہی مولانا فرماتے ہیں

سالہا تو سنگ بودی دل خراش ☆ آزموں را یک زمانے خاک باش

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ ☆ خاک شوتا گل بروید رنگ رنگ

﴿برسوں تو سخت قسم کا پتھر بنا رہا۔ بطور امتحان کے چند روز کیلئے خاک بن جا۔ موسم بہار میں پتھر تو سرسبز نہیں ہوتا۔ خاک ہو جا۔ تاکہ رنگ رنگ کے پھول (تیرے اندر) کھلیں﴾۔

۲۹ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ ۵۶: قرض کی یادداشت کیلئے ایک کاپی

فرمایا! کہ منجملہ اور معمولات کے میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ قرض کی یادداشت کے

لئے ایک کاپی الگ بنا رکھی ہے جس کو قرض دیتا ہوں اس میں لکھ لیتا ہوں اور جو پرچہ کے ذریعہ سے لیتا ہے وہ پرچہ بھی محفوظ رکھتا ہوں اور وصول ہونے پر پرچہ واپس کر دیتا ہوں اور اس رقم کو باقساط ادا کرنے والے کے سامنے اس میں وصول لکھ لیتا ہوں اور اس کو دکھا دیتا ہوں کہ دیکھو یہ وصول لکھ لیا ہے اس میں بڑی مصلحت ہے ہر دو طرف اطمینان ہو جاتا ہے جو کام اصول کے ماتحت ہوگا۔ اس میں کبھی الجھن یا پریشانی نہ ہوگی آجکل بدانتظامی کا نام بزرگی رکھ رکھا ہے۔

ملفوظ ۵۷: سواد اعظم میں نور شریعت ہونا ضروری ہے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ مدرسہ میں ممبران کی کمیٹی قائم ہے اور کثرت رائے سے فیصلہ ہوتا ہے اور اس کو سواد اعظم سے تعبیر کرتے ہیں اس ہی معنی کو بنا جمہوریت قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا سواد اعظم سے مراد تو بیاض اعظم ہے یعنی نور شریعت جس جماعت میں ہو (اگر چہ وہ قلیل ہو) مگر لوگوں کو ایسی ہی باتوں میں سواد (مزہ) آتا ہے۔

ملفوظ ۵۸: اپنے رنج کا اظہار جائز ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مدرسہ کے ممبران کی نسبت (جنہوں نے ایک فضول تحریر سے رنج دیا تھا) میں نے نیت کر لی کہ جس جس کا خط آئے گا جتلاؤں گا ضرور کہ مجھ کو رنج ہے اور خدانخواستہ مجھ کو بغض نہیں کینہ نہیں عداوت نہیں ہاں رنج ضرور ہے اس کو ظاہر کروں گا۔ فرمایا بعض اوقات کسی سے اتنا انتقام لے لینا اچھا ہے اس سے دل صاف ہو جاتا ہے مگر زیادہ پیچھے پڑنا نہ چاہئے۔

ملفوظ ۵۹: فقہی سوال و جواب کے لئے لفافہ کی ضرورت

فرمایا! ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ پیر کو سب باتوں کا علم ہونے کا جس کا عقیدہ ہو وہ شخص کافر ہو ایا کیا۔ بہت سے لوگ اس کی اقتداء سے باز رہتے ہیں۔ (جواب) ایسے مضمون کے جواب کیلئے کارڈ کافی نہیں۔ پھر اسی سلسلہ میں فرمایا کہ کسی امام کے متعلق سوال معلوم ہوتا ہے اماموں کے پیچھے لوگ ہاتھ دھوکر پڑے رہتے ہیں۔ اگر لفافہ جواب کیلئے بھیجیں گے تب کان

کھولوں گا۔ کارڈ پر ایسے سوالات کا جواب میں نہیں دیتا ہوں اس لئے کہ اس میں میرا مضمون تو ہوگا ان کا نہیں ہوگا۔ اس کی تعیین ان کے زبان پر ہوگی۔ اور لفافہ میں میرا اُن کا دونوں کا مضمون ہوگا کسی کو دکھلائیں گے تو وہ سمجھ تو لے گا کہ ایسے سوال پر جواب ہے لوگ بڑی بڑی ترکیبوں اور چالاکیوں سے کام لیتے ہیں۔ اور اصل تو یہ ہے کہ اوروں کی فکر میں کیوں پڑے آدمی اپنا ایمان سنبھالے۔

ملفوظ ۶۰: حضرت کے یہاں قیام کی شرط سکوت

فرمایا! ایک صاحب کا خط آیا ہے اس میں آنے کی اجازت چاہی ہے دو مہینہ قیام کو لکھا ہے۔ اس قیام میں اصلاح نفس چاہتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ کتابیں کتنے دنوں میں پڑھی ہیں کچھ تو نسبت ہونی چاہیے۔ اور اب تو میں نے یہ طے کر لیا ہے ایک مدت تک خاموش رہنے کی شرط پر یہاں رہ سکتے ہو اس میں مجھ کو بھی راحت ہے ان کو بھی ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہاں پر خاموش رہنے میں بڑا نفع ہے فرمایا بے شک بہت نفع ہے مگر اس کی قدر تو اہل فہم ہی کر سکتے ہیں۔ کوڑ مغز اور بدفہم تو اس کو ٹالنا سمجھیں گے خیر سمجھا کریں جو چیز مفید ہے اور طرفین کی راحت بھی اس ہی میں ہے کیوں اس کو چھوڑا جائے۔

ملفوظ ۶۱: اوراد کی تبدیلی کی خواہش

فرمایا! ایک خط آیا ہے کہ پانچ سو مرتبہ ذکر کی اجازت ملی تھی فرصت نہ ملنے کی وجہ سے نہیں کر سکا اور کوئی وظیفہ بتلا دیں اس سلسلہ میں فرمایا کہ اس بے حسی کو دیکھئے۔ دوسرے شخص پر کی طبیعت پر کیونکر اثر نہ ہو کیونکر تغیر نہ ہو اول تو اب بھی اوراد ہی کی خواہش کی۔ میرا جو خیال ہے کہ لوگ اوراد میں زیادہ مبتلا ہیں بمقابلہ اعمال کے وہ صحیح ہے کچھ نہیں فہم کا قحط ہے چاہتے ہیں کہ جو ہمارا جی چاہے مصلح اس کا اتباع کرے مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا اور پیر بہت ہیں جو مرضی کے موافق اوراد و عملیات بتلائیں ان سے تعلق پیدا کرو یہ تو اچھی خاصی غلامی ہے یہ قدر کی تعلیم کی لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔ یہ لوگ تعلق رکھنے کے قابل نہیں بالکل بدفہم بدعقل ہیں جب آدمی کو طلب نہ ہو تو کیوں خود پریشان ہو۔ اور کیوں دوسرے کو پریشانی میں مبتلا کرے کوئی بلانے گیا تھا۔ دوسرے

اس سے قطع نظر جب پہلے ہی ورد کونہیں نباہ سکے تو اس کی کیا امید ہے کہ اب جو بتلایا جائے گا اس کیلئے فرصت مل جائیگی۔ بدوں کسی خرچ کے تعلیم ہوگئی ہے اس لئے قدر نہیں ہوئی۔

اسی لئے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی کتاب مفت مت دو۔ دو چار پیسہ ضرور لے لیا کرو قدر تو ہوگی کتاب کی۔ اور اس وجہ سے دیکھ بھی لیں گے کچھ صرف ہوا ہے وصول کرنا چاہئے واقعی بڑے کام کی بات فرمائی مفت کی چیز کی قدر نہیں ہوتی۔

ملفوظ ۶۲: اپنی مصلحت اور راحت پر عمل کرنا

ایک مولوی صاحب نے بوقت رخصت مصافحہ کیا حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اس قدر جلد واپسی۔ عرض کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب پھر حاضر خدمت ہونگا فرمایا! اس کی ضرورت نہیں جو مناسب اور مصلحت ہو اس پر عمل کیا جائے یہ تو میں کبھی طبعاً عرض کر دیتا ہوں باقی اصل مسلک عقلاً یہ ہی ہے کہ جس میں مصلحت اور راحت ہو وہ کرو۔ فرمایا کہ اس پر یاد آیا بعض لوگ راحت کی پرواہ نہیں کرتے یہ غضب کرتے ہیں کہ کھانے پر اصرار کرتے ہیں کہ اور کھالو۔ سفر میں مجھ کو اکثر اتفاق ہوا کہ مجھ سے کھانے کیلئے اصرار کیا گیا۔ میں نے کہا کہ اگر مجھ کو کوئی تکلیف ہوگئی تو بھگتنی تو مجھ کو ہی پڑے گی آپ کا کیا بگڑے گا کیا آپ تکلیف کو بانٹ لیں گے اور بانٹ ہی کیا سکتے ہیں زیادہ سے زیادہ آپ نمک سلیمانی یا کوئی چورن لادیں گے پھر کوئی کچھ نہ بولتا تھا۔

ملفوظ ۶۳: شریفہ پھل

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شریفہ بھی میوہ جات میں اچھی چیز ہے۔ اور ممکن ہے کہ حضرت کی کھانسی کیلئے مفید ہو وہ لانا چاہتے تھے۔ مزاحاً فرمایا کہ اگر لائیں تو کسی شریف کو لایئے شریفہ کو نہ لایئے دو ہی (منکوحہ) بہت ہیں کوئی فوج تھوڑا ہی جمع کرنا ہے۔

اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ میں نے تو اس کو بھی اپنے وقف نامہ میں لکھ دیا ہے کہ اگر میں تیسرا نکاح کروں تو اس کے متعلق یہ وصایا ہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا تیسرا نکاح بھی ہونے والا ہے فرمایا کہ تقدیر کا حال کس کو معلوم ہے احتیاط کی بناء پر لکھ دیا ہے بعض چیزوں

کا احتمال بھی نہیں ہوتا مگر جب قدر غالب ہوتی ہے وہی ہو جاتا ہے حضرت کس کو خبر ہے کہ ک
ہونے والا ہے۔

ملفوظ ۶۴: حضرت کے یہاں مزاح ہونا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے میرے متعلق یہ رائے ظاہر کی کہ اس
شخص میں یہ بات کھٹکتی ہے کہ مزاح بہت ہے ایک شخص نے ان صاحب سے سوال کیا کہ کیا مزا
معصیت ہے؟ کہا کہ نہیں ۔مگر مجھ کو اچھا نہیں معلوم ہوتا ۔ایک مولوی صاحب نے عرض کیا
حضرت اگر یہ معترض صاحب عالم ہیں تو حدیث میں کیا کرینگے فرمایا کہ یہ فرق کیا ہوگا کہ وہا
کثرت نہ تھی یہاں کثرت ہے فرق تو ہوسکتا ہے۔

ملفوظ ۶۵: خواب کی وجہ سے رجوع

فرمایا! کہ ایک خط آیا ہے تین سال کے بعد لکھا ہے کہ آپ خوب میں آئے اس وقت
سے قلب بے چین ہے اس وجہ سے یہ خط لکھ رہا ہوں ۔فرمایا کہ ماشاءاللہ یہ داعی ہے خط بھیجنے ک
استغفر اللہ لوگ طریق کی حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں ۔اب میں خشک جواب دوں گا تو
بدنامی کا سبب ہو جائے گا کہیں گے سخت مزاج ہے ان کی نرم مزاجی کو کوئی نہیں دیکھتا۔

ملفوظ ۶۶: ایک صاحب کے خط کا جواب

ایک بہت طویل خط آیا اس میں حضرت والا کے فیوض و برکات کا ذکر تھا۔ جواب
تحریر فرمایا کہ سب ٹھیک ہے جب کہ دوسری جگہ نہ دیکھی ہو۔اسی خط میں لکھا تھا کہ میں حج کو جا
ہوں دعا فرمایئے کہ حجر اسود کے بوسہ کے وقت حالت دگرگوں نہ ہو۔(جواب):اگر ایسی دگرگو
ہو کہ جگر خون ہو یہ تو مطلوب ہے۔

ملفوظ ۶۷: حکمتیں تلاش کرنا جدید تعلیم کا اثر ہے

فرمایا! کہ آجکل احکام میں حکمتیں اور اسرار ڈھونڈنے کے بہت لوگ دلدادہ ہیں
سب جدید تعلیم کا اثر ہے اور اسی کی خرابی ہے ۔اسی طرح شیخ کی تعلیم کے راز اور اسرار کے در

ہوتے ہیں ایسے لوگ کچھ حاصل نہیں کر سکتے ہمیشہ محروم رہیں گے دیکھئے! اگر کسی سے محبت ہو جائے تو اس کے احکام میں اس کی تجویزات میں ذرہ برابر بھی مصلحت نہیں ڈھونڈی جاتی تو کیا خدا تعالیٰ کا اتنا بھی حق نہیں۔

ملفوظ ۶۸: ایک صاحب کا لایعنی خط

فرمایا! کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے بہت ہی لمبا چوڑا مگر حاصل کچھ نہیں اپنی بیماری کے حالات لکھے ہیں اور کچھ وظائف پڑھتے ہیں ان کی تفصیل لکھی ہے اور یہ لکھا ہے کہ میں نے حکیم صاحب سے عرض کیا تھا انہوں نے غسل کو منع کر دیا ہے کہ اپنی استعمال مت کرو۔ اس سب کے بعد لکھتے ہیں اب حضور بھی کچھ عنایت فرمائیں۔ (جواب): کچھ سے کیا مطلب۔ پھر لکھا ہے کہ ایک شجرہ بھی روانہ فرمادیں۔ (جواب): گو اس کا ثمرہ نہ ہو۔

ملفوظ ۶۹: حضرات انبیاء علیہم السلام کا صبر

فرمایا! کہ لوگ ستاتے بہت ہیں اور میرے ان اصول کی وجہ سے مجھ سے خفا بھی ہیں برا بھلا بھی کہتے ہیں۔ ہم بھی اس کے جواب میں کچھ لکھ پڑھ لیتے ہیں سامنے ہوتے ہیں تو ڈانٹ ڈپٹ کر لیتے ہیں اس پر بھی اگر کسی نے گڑبڑ کی تعلق چھوڑ دیتے ہیں۔ غرض ہم لوگ تو ہر طرح آزاد رہ سکتے ہیں۔ مگر حضرات انبیاء علیہم السلام کا صبر دیکھئے سب کچھ سنتے تھے اور سب کچھ سہتے تھے اور پھر تبلیغ فرماتے تھے کیا ٹھکانہ ہے اس ظرف کا۔ اس سے معلوم ہوتی ہے ان حضرات کی شان۔

ملفوظ ۷۰: الفاظ کی رسم

فرمایا! کہ ایک خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ آپ تو بادشاہ اسلام ہیں اس پر بطور مزاح حضرت والا نے فرمایا کہ ارے یار کہیں پکڑوا مت دینا اس قسم کے الفاظ لکھنا بھی ایک رسم ہے۔

ملفوظ ۷۱: اپنے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ

فرمایا! جب کوئی کام اچھا ہو جاتا ہے بحمداللہ کبھی میرے قلب میں وسوسہ تک نہیں آتا کہ یہ میں نے کیا بلکہ اس وقت اپنے بزرگ یاد آتے ہیں اور یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ سب انہیں

حضرات کی جوتیوں کا صدقہ ہے اور یہ شعر پڑھا کرتا ہوں

ایں ہمہ مستی و مدہوشی نہ حد بادہ بود ☆ با حریفاں انچہ کرد آں نرگس مستانہ کرد

(ایسی مستی اور مدہوشی شراب کا اثر نہیں تھی، مستوں پر جو اثر کیا ہے (ساقی کی) اُس چشم مستانہ نے کیا ہے)

بات یہ ہے کہ مجھ کو دعائیں بہت ملی ہیں اور ہر قسم کے بزرگوں کی دعائیں ملی ہیں یہ سب اس کے ثمرات ہیں ان میں بعضے وہ بھی تھے جو بدعتی کہلاتے تھے مگر تھے اللہ اللہ کرنے والے ان کی بھی دعائیں ملی ہیں۔ وہ بدعتی بزرگ بھی ایسے نہ تھے جیسے اب ہیں ان میں تدین تھا اب تو فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔

یکم رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

ملفوظ ۷۲: چھتیس کوس یعنی اڑتالیس میل

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو بچپن کی بات یاد ہے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ پورا سفر شرعی چھتیس میل کا ہوتا ہے۔ اب جو میں نے اس کو بعض احباب سے نقل کیا تو انہوں نے یہ کہا کہ تجھ کو غلط یاد ہے چھتیس کوس کا سفر شرعی ہوتا ہے۔ غالباً حضرت کو سنا ہوا یاد ہوگا۔ فرمایا یہ ہی ٹھیک ہے ہمارے اکابر یہ ہی فرمایا کرتے تھے کہ چھتیس کوس یعنی اڑتالیس میل انگریزی کا سفر شرعی ہوتا ہے اور یہ ہی اپنا عمل ہے معلوم نہیں چھتیس میل آپ کو کیوں یاد رہا۔

ملفوظ ۷۳: فقہاء کے دلائل کی مثال

ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ فقہاء بھی اپنی تحقیقات پر ضابطہ کے دلائل بیان کرتے ہیں مگر مثال ان دلائل کی ایسی ہے جیسے آنکھوں والا عصا لیکر چلے تو اس کا چلنا عصا پر موقوف نہیں فقہاء کو حق تعالیٰ نے آنکھیں عطا فرمائیں تھیں جس کو ذوق اجتہادی کہتے ہیں ان کو ضرورت ان عصاؤں کی نہ تھی مگر ہم کو ضرورت ہے ہماری مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا ہے اس کا مدار ہی

عصا پر ہے اگر وہ عصا لیکر نہ چلے تو وہ خندق ہی میں گرے وہ ہم ہیں۔

ملفوظ ۴۷: سفر میں مُحرم ساتھ ہونے کی حکمت

فرمایا! کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا اس میں دریافت کیا تھا کہ فلاں بی بی میری عزیزہ جو عمر رسیدہ ہیں میرے ساتھ حج کو جانا چاہتی ہیں۔ میں ان کو اپنے ہمراہ لے جا سکتا ہوں۔ میں نے لکھ دیا ہے کہ جب تک کوئی محرم ہمراہ نہ ہو جائز نہیں۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ سفر میں عورت کو تنہا جانے سے جو منع کیا گیا ہے اس کی وجہ خلوت معلوم ہوتی ہے فرمایا نہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ سفر میں موقع بہت ملتا ہے فساد کا دور دور تک کوئی امداد کرنے والا نہیں ہوتا۔ محرم کے ساتھ ہونے سے خود عورت کے قلب میں بھی ایک قسم کی قوت ہوتی ہے کہ اگر کوئی بات پیش آئی تو آواز دینے پر موجود ہو سکتا ہے اور خبر لے سکتا ہے اور حضرت یہ حکمتیں اور علل تو ہم گھڑ رہے ہیں۔ اصل چیز تو شریعت کا حکم ہے اگر چہ کوئی بھی حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ ایسے حکم اور اسرار اور نکتے بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے ان علل اور حکم کی عادت سے یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ مہمل باتوں سے بھی دل چسپی ہونے لگتی ہے۔

جیسے ایک ہندو نے مظفر نگر میں اپنے لیکچر میں بیان کیا تھا کہ جب تک ہم میں اتفاق نہ ہوگا کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پھر کہا کہ معلوم بھی ہے ہم کے کیا معنی ہیں ہم کے معنی ہیں ہندو اور مسلمان۔ ہا سے مراد ہندو اور میم سے مراد مسلمان پھر بیان کیا کہ ہمارے ہندو بھائی ناخوش نہ ہوں کہ ہا تو چھوٹی سی ہے اور میم لمبا ہے تو تم نے مسلمانوں کو بڑا بنا دیا بات یہ ہے کہ ہندو تو ہندوستان ہی کے اندر اندر ہیں یہ کہیں باہر سے نہیں آئے اور مسلمان عرب سے آئے ہیں۔ ان کی مسافت بہت لمبی ہے تو میم کا بڑا ہونا ان کی مسافت کا بڑا ہونا ہے مگر اس نے یہ نہ سوچا کہ مسلمان اگر یہ شبہ کرنے لگیں کہ لفظ ہم میں ہا کو میم کے سر پر سوار کیا گیا ہے تو ہندوؤں کو فوقیت دیدی تو اس کا کیا جواب دوں گا۔ البتہ اگر میم کو ہا سے الگ لکھا ہوتا تو یہ فوقیت کا سوال نہ ہوتا مگر یہ سوال ہوتا کہ ایسا کیوں

نہیں کیا گیا۔ شاید اس کا یہ جواب دیا جاتا کہ اتحاد واتفاق پیدا کرنے کیلئے باہم خلط کی ضرورت ہوئی اس وجہ سے ایسا کیا گیا یہ اسرار ہیں۔ راز ہیں نکات ہیں۔ خرافات واہیات جن کے نہ سرنہ پاؤں لیکن لوگ ہیں کہ ایسی بے ہودہ باتوں پرلٹو ہیں اور یہ سن کر اور حیرت ہوئی کہ مسلمان بھی اس بیان کے مداح تھے۔ استغفر اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

ملفوظ ۷۵: ایک مولوی صاحب کو حضرت کا لطیف جواب

ایک مولوی صاحب کا طویل خط آیا جس کے اکثر مضامین مقصود سے زائد تھے۔ حضرت والا نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ علوم غیر مقصودہ کی جب آپ نے اتنی قدر کی ہے تو علوم مقصودہ کی تو اور بھی زیادہ قدر کریں گے اس پر فرمایا کہ انہوں نے ایک صاحب سے کہا وہ مجھ سے روایت کرتے تھے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ان علوم کا غیر مقصود ہونا بھی ثابت کر دیا پھر ایسے لطیف عنوان سے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرا بھی بڑا ہی جی خوش ہوا کہ وہ سمجھ گئے۔ اور میرے جواب کی قدر کی۔ اگر آدمی میں سلامتی طبع ہو اور طلب بھی ہو تو سمجھ میں آ جانا مشکل کیا ہے اگر آدمی میں فہم سلیم ہو اور خلوص کے ساتھ طلب ہو بڑے سے بڑے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں اور راہ نکل آتی ہے۔

ملفوظ ۷۶: موت کے وقت سب سے خطرہ کی چیز

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ موت کے وقت تو بہت سے خطرات قلب میں آ سکتے ہیں مگر مضر صرف وہی خطرات ہیں کہ جو اپنے قصد سے اختیار کئے ہوں اور جو بلا قصد اور بلا اختیار ہوں وہ مضر نہیں یہ خطرات میں تفصیل ہے باقی سب سے زیادہ سخت جو چیز اس وقت خطرناک ہے حب دنیا ہے۔ اور وہ وجہ اس کی یہ ہے کہ دنیا میں جب انہاک ہوتا ہے اور اس کی محبت ہوتی ہے تو اس کے چھوٹنے کے وقت جو کہ موت کا وقت ہوتا ہے زیادہ اندیشہ ہے کہ چھڑانے والے سے عدوات نہ پیدا ہو جائے جو کفر ہے اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ اس کو مغلوب کرتا رہے اس کے خلاف کا استحضار کرتا رہے پھر انشاء اللہ تعالیٰ کوئی مضرت یا اندیشہ نہ ہوگا۔ اجی مسلمان اعتقاداً تو دنیا کو برا سمجھتا ہی ہے مگر اس اعتقاد کو استحضار کے درجہ تک پہنچا دینا چاہئے اور یہ بہت کم ہوتا ہے کہ موت کے وقت

ایمان سلب ہوتا ہو جن کے سلب ہوتا ہے وہ پہلے ہی سے ہو چکتا ہے اس وقت ظہور ہو جاتا ہے ہر مسلمان کو اس وقت کی فکر ہونا چاہئے بالخصوص اپنے قلب کو محبت دنیا سے بالکل خالی رکھنا چاہئے۔

یکم رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

ملفوظ ۷۷: خاص سفارش کو پسند نہ کرنا

فرمایا! کہ ایک صاحب چینی یہاں پر مہمان ہیں بے چارے حاجت مند ہیں مجھ سے کہتے تھے کہ خطاب عام کی صورت میں کچھ لکھ دیا جائے میں نے کہا کہ مجھے انکار نہیں مسودہ لکھ کر آپ مجھے دیدیں میں آپ کو اپنی عبارت میں نقل کر کے دیدوں گا اس سے پہلے ایک خاص شخص سے ایک سفارش کرنے کو کہتے تھے اس سے میں نے صاف انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ یہ میرے معمول اور مسلک کے خلاف ہے آجکل خطاب خاص کی صورت میں سفارش کرنے کو میں پسند نہیں کرتا۔ اس سے دوسرے پر بار ہوتا ہے میں اس کو گوارا نہیں کرتا۔ بعض مرتبہ لوگ ان باتوں کی وجہ سے خفا ہو جاتے ہیں خفا ہوتے ہیں ہوا کریں۔ میں اپنے تجربات اور مسلک کو ان کی وجہ سے کس طرح چھوڑ دوں۔

ملفوظ ۷۸: ایک گول مول خط کا جواب

فرمایا! کہ ایک صاحب نے مبہم خط لکھا تھا میں اس کا حاصل نہ سمجھ سکا میں نے اس پر لکھا تھا کہ گول بات لکھی ہے میں سمجھا نہیں کہ مطلب تمہارا اس سے ہے کیا صاف لکھو۔ آج جواب میں لکھتے ہیں کہ میں خود گول ہوں اسلئے میری بات بھی گول ہے صاف نہیں۔

فرمایا! کہ ایسے کوڑ مغزوں سے پالا پڑتا ہے اس میں میری کیا مصلحت تھی ان کی ہی مصلحت تھی جس بات کو میں سمجھا ہی نہیں اس کا جواب کیا دوں اس لئے لکھا تھا کہ صاف لکھیں گے میں سمجھ کر اس کا جواب دوں گا۔ اب فرمایئے مجھ کو سخت کہتے ہیں آخر میں نے اس میں کون سی سختی کی تھی جب ایک بات کو میں سمجھا ہی نہیں تو اس کا جواب کیا دیتا۔ بدفہمی بری چیز ہے اللہ بچائے ایسی

بدفہمی اور کم عقلی کے متعلق فرمایا کہ میری عادت ہے کہ جو خط آتا ہے اسی مضمون پر خط کھینچ کر جواب لکھ دیتا ہوں اس پر ایک شخص نے لکھا تھا کہ میرے ہی خط پر آپ نے لکھ دیا میری بڑی اہانت کی۔ فرمایا کہ بندہ خدا! میں نے تو اعانت کی اہانت نہیں کی۔ ایسے ایسے خوش فہم دنیا میں آباد ہیں۔

ملفوظ ۷۹: نفس کی خباثت اور اتباع سنت کا کید

فرمایا! کہ نفس بھی عجیب چیز ہے اتباع ہوی کو کبھی کبھی اتباع سنت کے رنگ میں دکھاتا ہے اس کا ایسا لطیف کید ہوتا ہے کہ اتباع ہوی کو یہ سمجھتا ہے کہ میں اتباع سنت میں مشغول ہوں۔

صاحبو! یہ تو آسان ہے کہ انسان یہ کہے کہ میں مومن ہوں مگر سنت کا دعویٰ بڑا مشکل ہے اس وقت ان دونوں میں فرق کرنا محقق اور عارف ہی کا کام ہے اسی ہی لیے ضرورت ہے کہ اپنے حالات کی اطلاع اپنے مربی کو کرتا رہے وہ اپنے تجربات وبصیرت کی بناء پر اس کی رہبری کریگا اور اس کو تمام سخت سے سخت گھاٹیوں سے لیکر گذر جائے گا۔

ملفوظ ۸۰: دوستوں کا خیر خواہ

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو اپنے متعلقین سے بے حد محبت ہے امید ہے کہ حضرت آخرت میں اسی طرح یاد رکھیں گے اور پہچان لیں گے فرمایا کہ محبت کا دعویٰ تو بہت بڑی چیز ہے یوں بھی تو آپ پوچھ سکتے ہیں کہ اپنے دوستوں کیلئے دعا بھی کرتا ہے۔ مجھ کو اپنے دوستوں کی حالت کی معرفت ہی نہیں اور محبت فرع ہے معرفت کی اور معرفت اسلئے نہیں کہ اپنی حالت خود ہی کو خوب معلوم ہوتی ہے اس لئے میں محبت کا دعویٰ نہیں کرتا یہ بڑی چیز ہے ہاں خیر خواہی کا دعویٰ کرتا ہوں کہ اپنے دوستوں کا خیر خواہ ضرور رہوں۔

ملفوظ ۸۱: مستجاب الدعوات تھے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ آجکل لوگوں کی عجیب حالت ہے ذرا کوئی نیک کام کیا الہام اور وحی کے منتظر ہو جاتے ہیں کہ شاید کوئی آواز آسمان سے آئے گی۔ یا اپنی کسی حاجت

دنیاوی کے واسطے دعا کرتے ہیں۔ اب منتظر ہیں کہ کوئی بشارت قبولیت کی آئے گی کیا خبط ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کیلئے بددعا کی تھی اور اس پر اجیبت دعوتکما بھی فرمادیا گیا تھا۔ مگر موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی اس قبولیت کا ظہور چالیس برس بعد ہوا تھا۔ بڑی ہی دلیری کی بات ہے کہ ادھر دعا کی اور ادھر مستعجلانہ انتظار۔ یہ بات تو انبیاء علیہم السلام کیلئے بھی نہیں ہوئی جن کی شان یہ تھی کہ مستجاب الدعوات تھے۔ اس دلیری پر یاد آیا۔

ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آئے اور عرض کیا کہ ایسا وظیفہ بتلا دیجئے گا کہ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ کو بڑا حوصلہ ہے ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ روضۂ مبارک کے گنبد شریف ہی کی زیارت نصیب ہو جائے اللہ اکبر! کس قدر شکستگی و تواضع کا غلبہ تھا۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا یہ سن کر ہماری آنکھیں کھل گئیں حضرت کی عجیب شان تھی اس فن کے امام تھے ہر بات میں شان محققیت و حکمت ٹپکتی تھی یہ ہی وجہ ہے کہ حضرت کے خادموں میں سے کوئی محروم نہیں رہا۔ ہر شخص کی اصلاح و تربیت اس کی حالت کے مطابق فرماتے تھے اسی تواضع کو مولانا فرماتے ہیں

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ ☆ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

ہر کجا پستی است آب آنجا رود ☆ ہر کجا دردے شفا آنجا رود

﴿بہت بڑا محقق بننا طریق (عشق میں کارآمد) نہیں۔ بادشاہ (حق تعالیٰ) کا فضل شکستہ حال ہی کی دستگیری کرتا ہے۔ (۲) پانی نشیب ہی کی طرف جاتا ہے جہاں درد ہوتا ہے شفا وہیں جاتی ہے﴾۔

وہاں تو مٹ جانے اور فنا ہو جانے کا سبق ملتا ہے حضرت کی خود یہ حالت تھی کہ اپنے ہر ہر خادم کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آنے والوں کے قدموں کی زیارت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں حضرت پر شان عبدیت کا غلبہ رہتا تھا وہ عبدیت ہی اس ارشاد کا منشا تھا۔

مطلب یہ تھا کہ اپنی اہلیت کا اعتقاد نہ رکھے باقی تمنا کی ممانعت نہیں۔

ملفوظ ۸۲: عبدیت کے لئے دعا کرنا کیسا ہے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عبدیت کے لئے دعا کرنا کیسا ہے فرمایا! عین مقصود ہے۔عرض کیا کہ کہیں یہ جاہ تو نہ ہوگی کہ اتنے بڑے مقام کی تمنا ہے فرمایا یہ تو عدم جاہ ہے عرض کیا کہ حضرت پر بھی تو شان عبدیت کا غلبہ ہے۔ فرمایا میں تو رات دن لوگوں سے لڑتا جھڑتا رہتا ہوں کیا عبد ایسا ہی ہوتا ہے۔عرض کیا کہ حضرت کا یہ طرز اصلاح وتربیت کی وجہ سے ہے اس سے تو مقصود حضرت کا دوسروں کو بھی عبد بنانا ہے۔

فرمایا کہ یہ آپ کا حسن ظن ہے اور اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میں تو اکثر کہا کرتا ہوں کہ میری بد اخلاقی کا منشاء خوش اخلاقی ہے خیر میں تو جیسا کچھ ہوں وہ تو مجھ کو ہی معلوم ہے مگر مجھ سے تعلق رکھنے والوں کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے پہلوان اپنے شاگردوں کو سر سے اونچا اٹھا کر پٹکتا ہے کسی کا ہاتھ ٹوٹا کسی کا سر پھوٹا۔مگر وہ شاگرد بڑے پہلوانوں میں شمار ہوتے ہیں اور کہیں مار نہیں کھاتے تو حضرت ایک جگہ آدمی اپنی اصلاح واخلاق کی درستی کرالے پھر انشاءاللہ تعالیٰ اس کو کہیں کچھ خطرہ نہ ہوگا۔

ملفوظ ۸۳: ایک صاحب کو تعویذ دینے سے انکار

ایک شخص نے تعویذ مانگا مگر یہ نہیں کہا کہ کس چیز کا۔حضرت والا نے فرمایا کہ یہ کام بھی میرا ہی ہے کہ یہ دریافت کیا کروں کہ کس مرض یا کس ضرورت کیلئے تعویذ چاہئے بھائی جہاں جس کام کو جایا کرتے ہیں پوری بات کہا کرتے ہیں۔اب بتلاؤ کس چیز کا تعویذ چاہتے ہو عرض کیا کہ بچے زندہ نہیں رہتے فرمایا کہ بندہ خدا پہلے ہی یہ بات کیوں نہیں کہی تھی زبان سے کہنا ایسی کون سی مشکل بات تھی۔ بھائی مجھے ایسا تعویذ نہیں آتا جس سے بچے زندہ رہا کریں اور حضرت عزرائیل علیہ السلام پر بھی پہرہ ہو جائے۔کسی مرض کے لئے ضرورت ہو کسی حاکم کے سامنے جانا ہو ان کیلئے تو تعویذ ہوا کرتے ہیں موت کے روکنے کیلئے بھی کہیں تعویذ سنا ہے۔

ملفوظ ۸۴: نور ظلمت کو مغلوب بلکہ مسلوب کر دیتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ آجکل بعض شیوخ طالبوں سے اسلئے گھبراتے ہیں کہ ان کی ظلمت سے ان کا نور مکدر ہو جاتا ہے۔ الحمدللہ! ہمارے حضرات ایک ایسی آگ لیے پھرتے ہیں کہ اس کے سامنے کتنے ہی بڑے لکڑ آ جائیں وہ نہیں بجھتی بلکہ وہی سب اس سے جل جاتے ہیں الحمدللہ! ہمارے حضرات کسی سے متاثر نہیں ہوتے اور حضرت وہ نور ہی کیا جو ظلمتوں سے مغلوب ہو جائے۔ میں سچ عرض کرتا ہوں نور تو وہ چیز ہے کہ ظلمت کو صرف مغلوب ہی نہیں بلکہ مسلوب کر دیتا ہے۔

ملفوظ ۸۵: اپنی تعریف سن کر خوش ہونے کا علاج

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر کوئی شخص منہ پر تعریف کرتا ہے تو نفس اس قدر خوش ہوتا ہے کہ پھولا نہیں سماتا اس کا کیا علاج ہے۔ فرمایا کہ اس وقت اپنے معائب کو مستحضر کر کے اس خوشی کو دبائے۔ یہ ایک قسم کا مجاہدہ ہے چندروز تعب ہوگا مگر پھر انشاء اللہ تعالیٰ سہل ہو جائے گا۔ متقدمین کے علاج ان رذائل کے باب میں بہت سخت سخت ہیں بڑے بڑے مجاہدے ہیں اب تو اللہ کا شکر ہے کہ آسان آسان نسخوں سے علاج ہو جاتا ہے تھوڑی سی ہمت ضرور کرنا پڑتی ہے باقی اگر کوئی کچھ کرنا ہی نہ چاہے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

ملفوظ ۸۶: سہل چھوڑ کر مشقت اختیار کرنا حماقت ہے

فرمایا! کہ طریق میں مقصود حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک مشکل اور ایک سہل۔ تو سہل کو کیوں نہ اختیار کیا جائے ایک صاحب نے عرض کیا کہ کچھ مجاہدہ بھی درکار ہے فرمایا مجاہدہ سے مراد یہ تھوڑا ہی ہے کہ مشقت یا سختی میں پڑو۔ مثال سے سمجھ لیجئے ایک کنواں یہاں مدرسہ میں ہے اور ایک جلال آباد میں ہے جو یہاں سے تقریباً دو ڈھائی میل کے فاصلے پر ہے تو کیا آپ اس کو افضل سمجھیں گے کہ وہاں سے آپ وضوء کے لئے پانی لایا کریں حالانکہ بقول آپ کے اس میں مجاہدہ ہے سہل کو چھوڑ کر شاق کے پیچھے پڑنا کونسی عقل مندی ہے۔ یہ مجاہدات و ریاضات مقصود

بالذات تھوڑا ہی ہیں ہاں مقصود کے معین ہیں ۔ اصل چیز تو مقصود تک پہنچ جانا ہے۔ ایک اور مثال یاد آئی پہلے زمانہ میں ریل موٹر، ہوائی جہاز نہ تھے تو لوگ چھکڑوں اور بہلیوں سے سفر کرتے تھے کس قدر دشواریاں ہوتی تھیں وقت صرف ہوتا تھا راستہ میں خطرات کا سامنا ہوتا تھا بڑا سفر مہینوں میں طے ہوتا تھا اب ریل موٹر، ہوائی جہاز کی بدولت ہر طرح پر سفر میں سہولتیں پیدا ہو گئیں۔

اب ایک شخص ہے کہ وہ اس سہولت کو چھوڑ کر دشواری کو پسند کرے تو کیا اس کو محمود کہیں گے اگر کوئی تحکم کی راہ سے اس کو ہی محمود کہے تو اس کا تو کسی کے پاس علاج نہیں ۔

ملفوظ ۸۷: آجکل کی خوش اخلاقی اور حضرت کی دارو گیر

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ لوگ میرے متعلق چاہتے ہیں کہ خوش اخلاقی اختیار کرے اور خوش اخلاقی بھی وہ جو آجکل مروج ہے مجھ سے یہ خوش اخلاقی نہیں ہوتی اس ہی وجہ سے لوگ مجھ سے خفا ہیں مگر میرا ہی کیا نقصان ہے ہاں نفع تو ہے کہ بدفہموں سے نجات ملی اگر میرا طرز پسند نہیں تو میں بلانے تو نہیں جاتا مت آؤ بہت پیر دنیا میں خوش اخلاق ہیں وہاں جاؤ وہاں آؤ۔ آؤ بھگت ہوگی ۔ اعزاز و احترام ہوگا ۔ بدتہذیبی پر روک ٹوک نہ ہوگی اعمال شنیعہ پر محاسبہ نہ ہوگا۔

اور یہاں پر تو یہی ہے اگر سو دفعہ خوشی ہو آؤ ورنہ مت آؤ خوب کہا ہے

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی ☆ جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

فرمایا کہ یہاں پر تعلق رکھنے میں اول اول تو وحشت ہوتی ہے پھر مارے نہیں نکلتے بھگائے نہیں بھاگتے واقعی محبت ایسی ہی چیز ہے اس میں ایسی ہی ترقی ہو جاتی ہے۔

یارب چہ چشمہ ایست محبت کہ من ازاں ☆ یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم

﴿اے اللہ! محبت کیسا چشمہ ہے کہ میں نے ایک قطرہ پیا۔ اور آنکھوں سے دریا بہا دیئے ﴾۔

ملفوظ ۸۸: عدم مناسبت، جدائی کا سبب بنتی ہے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو لوگ کم سمجھدار نہیں ان کا اس میں کیا قصور ہے فرمایا کہ میں اس پر مواخذہ نہیں کرتا ہاں کم سمجھوں اور بدفہموں میں تعلق رکھنا نہیں چاہتا اس لئے کہ

مناسبت پیدا نہ ہوگی جو کہ شرط نفع ہے اور یہ جو میں عرض کر رہا ہوں یہ کوئی نئی بات نہیں۔

دیکھئے! موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام میں جو جدائی ہوئی اس کا سبب عدم مناسبت تھی ورنہ موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر ہیں جن پر کسی قسم کا بھی شبہ نہیں ہوسکتا۔ مگر حضرت خضر علیہ السلام نے صاف فرمادیا کہ آپ کا اور میرا ایک ساتھ رہ کر نباہ نہیں ہوسکتا۔ پس عدم مناسبت ہی سبب ہوئی جدائی کی ۔

چوں گزیدی پیر ہیں تسلیم شو ☆ ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو

صبر کن درکار خضرائے بے نفاق ☆ تانگوید خضر روا ہذا فراق

﴿جب شیخ منتخب کرلے تو اپنے آپ کو اس کے سپرد کردو۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرح خضر علیہ السلام کے حکم کے تابع ہوکر چلو۔ اے مخلص خضر! (شیخ) کے کاموں (تعلیمات) میں صبر سے کام لو۔ تا کہ خضر (کسی طرح شیخ بھی) یہ نہ کہہ دیں کہ جاؤ (میرا تمہارا نباہ نہ ہوگا)﴾۔

ملفوظ ۸۹: ایک مرید صاحب کا خط

فرمایا! کہ ایک مرید صاحب نے مجھے خط لکھا تھا آج تک کسی نے ایسا نہیں لکھا کہ نہ تم میرے پیر نہ میں تمہارا مرید۔ خواہ مخواہ دق کر رکھا ہے کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ان ہی حضرت کے متعلق معلوم ہوا کہ ایک قصبہ ہے یہاں سے دس بارہ کوس کے فاصلے پر وہاں پر خودکشی کرنے کو تیار ہو گئے لوگوں نے روکا اور سبب دریافت کیا تو کہتے ہیں کہ ایسی زندگی سے مرجانا ہی بہتر ہے جبکہ میرے پیر ہی مجھ سے ناراض ہیں۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ تعلق رکھے بغیر بھی نہیں بنتا۔ اور تعلق کی بناء پر (تربیت کیلئے) میں جو روک ٹوک کرتا ہوں اس کی بھی برداشت نہیں آخر پھر کام کس طرح چلے۔

ملفوظ ۹۰: ایک نووارد پر مواخذہ

ایک نووارد صاحب آئے حضرت والا نے سوال کیا کہ کہاں سے آئے اور کس غرض سے۔ اس پر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ فرمایا بھائی کہہ لو جو کچھ کہنا ہے اور کم از کم پہلے اپنا تعارف کرادو۔ تا کہ یہ تو معلوم ہو کہ اتنا لمبا سفر کیا روپیہ اور وقت صرف کیا۔ اس سے تمہاری کیا

غرض ہے۔ بغیر بولے اور بتلائے ہوئے دوسرے کو کیسے خبر ہو کوئی علم غیب تو ہے ہی نہیں۔ جس
غرض کیلئے گھر سے سفر کیا آخر کوئی تو غرض اور وجہ دل میں ہوگی اس کو صاف صاف کہہ دو اور اس کا
ظاہر کرنا کون سی بڑی مشکل بات ہے۔

اس پر بھی وہ کچھ نہیں بولے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ان آنے والوں کی حرکتیں کوئی
نہیں دیکھتا کہ یہ آ کر کیا کرتے ہیں۔ میرے کہنے سننے پر شکایت کرتے ہیں۔ اس کی بالکل ایسی
مثال ہے جیسے کوئی شخص چپکے سے کسی کے کوئی سوئی چبھو دے اور وہ کہے ہائے مر گیا۔ ارے ظالم
یہ کیا کیا تو اس کے غل مچانے کو سب نے سن لیا اور اس کی حرکت کسی نے نہ دیکھی کہ چپکے سے اس
نے کیا کیا۔ حضرت! اگر یہ ہی برتاؤ دوسرے کے ساتھ ہو تب حقیقت معلوم ہو برداشت نہیں
کر سکتے اس کو بھی غریب بڈھا مسکین ہی تحمل کر سکتا ہے اصلاح کا نام لوگوں نے سن لیا ہے اصلاح
کی حقیقت سے بے خبر ہیں بڑی مشکل سے آدمی بنتا ہے۔

ملفوظ ۹۱: سچ بولنا آسان ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ ایک صاحب نے کہا تھا کہ منکر نکیر کو قبر میں جواب
دینا آسان ہوگا مگر اس شخص کی (میں مراد ہوں) جرح قدح کا جواب مشکل ہے۔

میں نے سن کر کہا کہ بالکل ٹھیک ہے وہاں تو سچ بولو گے سیدھا اور سچا جواب دو گے تو و
سوال کریں گے من ربک مومن کہے گا ربی اللہ کافر کہے گا لاادری دونوں سچ اور یہاں آ
کر اینچ پینچ کرتے ہو جھوٹ بولتے ہو سیدھی اور صاف بات نہیں کرتے وہ چلتی نہیں اس لئے یہاں کا
جواب مشکل ہے سیدھی اور سچی بات کے مقابلہ میں جھوٹ کیسے چل سکتا ہے۔

ملفوظ ۹۲: دعاء سے زیادہ کوئی وظیفہ مؤثر نہیں

فرمایا! کہ ایک شخص کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں قرضدار ہوں کوئی موثر وظیفہ بتلا دیجئے۔
میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ دعا سے زیادہ کوئی وظیفہ موثر نہیں اسی سلسلہ میں فرمایا کہ لوگوں نے
خدا سے مانگنا ہی چھوڑ دیا۔ بندوں کا تعلق حق جل وعلی شانہ سے بہت ہی ضعیف ہو گیا۔ اس باب

میں لوگوں کے عقائد نہایت ہی خراب ہیں۔ اور اس میں ایک اور بہت بڑی خرابی ہے وہ یہ ہے کہ اگر وظیفہ سے کام نہ ہوا تو پھر آیات الٰہیہ سے بدگمانی بدعقیدگی ہوتی ہے یہ سب جاہل عاملوں کی بدولت ہو رہا ہے ان کے یہاں ہر کام کیلئے وظائف ہی کی تعلیم ہوتی ہے۔ اہل نااہل بھی نہیں دیکھا جاتا اس کے علاوہ بتلانے کے وقت ایسے طرز سے کہتے ہیں اور ایسا اطمینان دلاتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام اسی طرح ہو جائے گا اس میں کوئی شک وشبہ ہی نہیں اور اگر تقدیر سے اس کے خلاف ہوا تو اس پڑھنے والے کے ایمان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ آیات الٰہیہ میں بھی کوئی اثر نہیں پھر ایسی بدگمانی کا مقتضا تو یہ تھا کہ دعا ہرگز قبول نہ ہوتی۔

دیکھئے! موٹی سی بات ہے اگر ہم کسی کو دو روپیہ مہینہ دیتے ہوں اور اس کی نسبت ہم کو اس کے اقرار سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کو ہماری نسبت بدگمانی ہے کہ اب نہ دیں گے۔ پھر قیامت تک بھی ہم اس کی طرف التفات نہ کریں گے مگر حق تعالیٰ ہیں کہ سب کچھ سنتے ہیں دیکھتے ہیں پھر بھی رزق بند نہیں فرماتے بڑے ہی رحیم وکریم ہیں۔

ملفوظ ۹۳: ذکر میں مزہ نہ آنا

فرمایا! کہ ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ ذکر میں مزا نہیں آتا۔ میں نے کہا کہ مزا تو نذی میں ہے یہاں کہاں مزا ڈھونڈتے پھرتے ہو۔ فرمایا کہ کوئی مزے کا طالب ہے کوئی کیفیات کا طالب ہے اگر خدا کے ساتھ تعلق ہو تو اس بے مزگی میں بھی ایک خوش مزگی ہوتی ہے جن کیفیتوں کے لوگ طالب ہیں وہ نفسانی کیفیات ہیں اور مطلوب روحانی کیفیات ہیں ان روحانی اور نفسانی کیفیات میں فرق بڑا ہی مشکل ہے نفسانیات کے درپے ہونے کی ضرورت نہیں یہ کیفیات اور جوش وخروش کچھ عمر نہیں رکھتے ان کے فرو ہونے کے بعد پھر روحانی کیفیت بڑھتی ہے وہ البتہ دائمی ہوتی ان میں ضعف نہیں ہوتا وہ بالکل ایسی ہوتی ہے جیسے مولانا فرماتے ہیں۔

خود قوی تر میشود خمر کہن ☆ خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن

﴿پرانی شراب (نشہ لانے میں) زیادہ قوی ہوتی ہے خاص کر وہ شراب جو (معرفت) حق کی شراب ہو﴾۔

دوسرے بزرگ فرماتے ہیں ؎

ہر چند پیر وخستہ و بےبس ناتواں شدم ☆ ہر گہ نظر بروئے تو کردم جواں شدم

﴿اگر چہ میں بوڑھا خستہ وناتواں ہوگیا ہوں (مگر اے محبوب حقیقی) جب تیرے چہرہ کو دیکھتا ہوں (یعنی آپ کی طرف توجہ خاص ہوتی ہے) تو جوان ہوجاتا ہوں﴾۔

کام میں لگنا چاہئے یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ کیفیات بھی ہیں یا نہیں حظوظ اور لذائذ بھی ہیں یا نہیں۔ اور نہ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کچھ ہوا یا نہیں اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے گا جیسے پسنہاری رات کو آٹا پیستی ہے مگر اس پینے والی کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آٹا چکی سے گر رہا ہے یا نہیں اور نہ خبر ہوتی ہے کہ کس قدر جمع ہوگیا ہے پینے ہی کی دھن میں لگی رہتی ہے صبح کو جب دیکھتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ تمام چکی کے گرد آٹا جمع ہے اگر رات بھر یہ کرتی کہ ایک چکر چکی کا گھما لیا اور ٹٹول کر دیکھ لیا تو پس چکا آٹا اسی میں رہے گی پاؤ بھر بھی آٹا نہیں پیس سکتی۔ میں کہتا ہوں کہ اپنے کو جس کے سپرد کیا ہے اس پر بغیر اعتماد اور انقیاد اور اعتقاد کئے کام نہیں چل سکتا۔ جب جاننے والا یہ کہہ رہا ہے کہ کام ہو رہا ہے بس اطمینان کرنا چاہئے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم راپدید ☆ خیرہ یوسفؑ وارے باید دوید

﴿اگر چہ بظاہر عالم میں کوئی راستہ ظاہر نہیں ہے مگر بہ حالت حیرانی یوسف علیہ السلام کی طرح بھاگنا چاہئے (تو راستہ خود بخود کھلتا اور ملتا چلا جائے گا)﴾۔

ملفوظ ۹۴: ایک صاحب کی گستاخی اور پھر معافی

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی روک ٹوک کی برکت سے طالب کو بے حد نفع ہوتا ہے یہاں سے جو لوگ ناکارہ اور نااہل سمجھ عدم مناسبت کی بنا پر نکال دیئے جاتے ہیں وہ دوسری جگہ کے اچھوں سے بھی اچھے ہوتے ہیں۔

حضرت والا نے فرمایا کہ آپ نے تو اس روک ٹوک اور محاسبہ کی قدر فرمائی اور ایک شخص نے اس روک ٹوک ہی کی بنا پر وطن پہنچ کر لکھا تھا کہ تم نے میری بڑی اہانت کی میں نے علم کا

ادب کیا ورنہ انتقام لیتا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اس ہی شخص کا خط آیا کہ مجھ سے بڑی گستاخی ہوئی میں نے اس قسم کا مضمون لکھا تھا جس وقت سے وہ مضمون حضرت والا کو لکھا ہے اس وقت سے برابر میری بینائی میں کمی ہوتی جا رہی ہے اور اب قریب اندھا ہونے کو ہو گیا ہوں اور میں اس کو اسی تحریر کو وبال سمجھتا ہوں۔ میں نے جواب میں لکھا کہ یہ تم کو وہم ہو گیا ہے مگر تمہارے خیال کی بناء پر میں دل سے معاف کرتا ہوں اللہ تعالیٰ بھی معاف فرمائیں۔ حضرت کسی کو بلاوجہ ستانا اور یا دل دکھانا نہایت خطرناک بات ہے فرماتے ہیں ؎

ہیچ قومے راخدا رسوا نہ کرد ☆ تادل صاحب دلے نامد بدرد

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ☆ میلش اندر طعنہ پاکاں برد

﴿کسی قوم کو خدا نے اس وقت تک رسوا نہیں کیا جب تک کسی صاحب دل کا دل نہیں دکھا۔ جب حق تعالیٰ کسی کی پردہ دری فرماتے ہیں تو اس کا میلان پاک لوگوں کو طعن و تشنیع کرنیکی طرف ہو جاتا ہے﴾۔

۲ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

ملفوظ ۹۵: اصلاح، اصلاح کے طریقہ سے ہوتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ جس طریق سے میں اصلاح کرنا چاہتا ہوں وہی نافع ہے شرعاً بھی عقلاً بھی۔ لوگ اس سے گھبراتے ہیں اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ناسور ہو اور اوپر سے ٹانکے لگا کر مرہم لگا دیا جائے تو کیا مادہ رک جائے گا ہرگز نہیں کسی اور طرف کو نکلنا شروع ہو جائے گا اصلاح تو اصلاح ہی کے طریق سے ہوتی ہے۔

مگر اب چاہتے یہ ہیں کہ جو ہم چاہیں وہ ہو دوسرے کا چاہا نہ ہو۔ اور یہ ناشی ہے خودرائی اور خود بینی سے۔ اب بتلایئے اصلاح ایسے لوگوں کی کس طرح ہو ہر کام اصول سے ہو سکتا ہے بے اصول طریق سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

ملفوظ ۹۶: ذکر قلبی افضل ہے یا ذکر لسانی

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ذکر قلبی افضل ہے یا ذکر لسانی؟ فرمایا! ذکر کے متعلق مختلف احکام ہیں۔ بعض احکام تو لفظ کے ساتھ متعلق ہیں ان میں ذکر لسانی افضل ہے اور باقی جو ذکر زبان سے نہ کیا جائے اجر اس پر بھی ملتا ہے یہ ذکر قلبی ہے جس سے ہر وقت قلب میں یاد رہے مگر اس طریق میں قوی اندیشہ رہتا ہے قلب سے ذہول ہو جانے کا۔ اور ذکر لسانی میں یہ اندیشہ نہیں اس اعتبار سے ذکر قلبی سے ذکر لسانی افضل ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر صرف قلب سے ذکر کریگا تو زبان خالی رہیگی اور اگر زبان سے ذکر کریگا تو اس کے ساتھ قلب بھی ادنی توجہ سے متوجہ رہے گا۔ ہاں جس وقت نیند کا غلبہ ہو اس وقت زبان سے ذکر نہ کرے کیونکہ احتمال ہے کچھ کا کچھ نکلنے لگے۔ حدیث شریف میں اس کو استعجام لسانی سے تعبیر فرمایا ہے۔

ملفوظ ۹۷: ذکر کے وقت تصور ذات

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ذکر کے وقت حق جل وعلیٰ شانہ کا تصور کرنا اس کی کیا صورت ہے کس طرح تصور کرے۔ فرمایا کبھی تصور ہوتا ہے صفات کا اور کبھی تصور ہوتا ہے ذات کا مگر بہتر یہ ہے کہ کچھ الفاظ ثنا یا دعا کے تجویز کر کے ان کا خیال سے ورد رکھے اس کے ضمن میں جو توجہ ہوگی وہ کافی ہے۔

ملفوظ ۹۸: بدعتی اور تکفیر سازی

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل فلاں شہر سے بدعت مٹ رہی ہے کایا پلٹ ہوگئی اور پہلے یہ حالت تھی کہ فلاں صاحب کے ایک مقرب خاص نے وعظ ہی میں بیان کیا بڑے فخر کے ساتھ کہ ندوہ پر ہم نے کفر کا فتوی دیا دیوبندیوں پر ہم نے کفر کا فتوی دیا خلافت والوں پر ہم نے کفر کا فتوی دیا۔

حضرت والا نے سن کر فرمایا کہ جو چیز کسی کے پاس ہوتی ہے وہی تقسیم کیا کرتا ہے ان

کے پاس اس کے سوا اور ہے ہی کیا۔ بس کفر ہی تقسیم ہوتا ہے کفر کا ہائیکورٹ ہے۔ کفر کے فتوی دینے کی وجہ سے ہائیکورٹ کفر کا کہا گیا۔ فرمایا کہ میں کفر کا حکم لگانے میں بڑا ضعیف ہوں ہمت نہیں ہوتی۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے یہاں اہل باطل کی تکفیر کا ذکر تھا اس روز نہایت جوش میں شان رحیمی کا ظہور ہو رہا تھا۔ یہاں تک فرمایا کیا کافر کافر لئے پھرتے ہو۔ قیامت میں دیکھو گے ایسوں کی مغفرت ہوگی جنہیں تم دنیا میں کافر قطعی کہتے ہو۔ اور واقع میں وہ کافر نہ ہوں گے مگر نہایت ہی ضعیف الایمان ہونگے۔

پھر فرمایا لیکن اگر ڈرانے دھمکانے کیلئے شرعی انتظام کیلئے کسی وقت کافر کہہ دیا جائے اس کا مضائقہ نہیں۔ اس میں انتظامی شان کا ظہور ہو گیا۔

ملفوظ ۹۹: نسبت اور پیر پر اعتراض

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جس طرح ایمان جاتا رہتا ہے اور آدمی کافر ہو جاتا ہے کیا اسی طرح نسبت بھی جاتی رہتی ہے فرمایا جس طرح ایمان ظاہری جاتا رہتا ہے ایسے ہی نسبت بھی جاتی رہتی ہے اور جس طرح ایمان فی علم اللہ نہیں جاتا۔ اسی طرح نسبت فی علم اللہ نہیں جاتی۔

پھر اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اس طریق میں سب سے زیادہ جو مضر چیز ہے وہ معلم پر اعتراض ہے اس کا ہمیشہ خیال رکھنا ضروری ہے مگر یہ شرط ہے کہ پیر ہو پَیر نہ ہو۔ یہ میں اس وجہ سے متنبہ کر رہا ہوں کہ بعض بات ایسی ہوتی ہے معلم کی کہ وہ سمجھ میں نہیں آتی اور طالب اس میں اعتراض کر بیٹھتا ہے۔ سو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر ظاہراً اس سے کوئی امر شریعت کے خلاف صادر ہو جائے تو ایک آدھ بات میں تو مناسب تاویل کر لی جائے گی۔ اگر تاویل سمجھ میں نہ آئے تو یہ سمجھ لیا جائے کہ ممکن ہے کہ اس کی حقیقت ہماری سمجھ میں نہ آئی ہو اور اگر کثرت کے ساتھ ایسے امور صادر ہونے لگیں تو پھر یہ نہیں کہ ہر بات میں تاویل کی جائے گی۔ یہ ایسا ہے جیسے حسین آدمی کے چہرہ پر ایک تل ہو جس کو خال سے تعبیر کرتے ہیں زائد سے زائد دو ہوں تو عیب نہیں مگر یہ بھی نہیں کہ تمام چہرہ تلوں ہی سے بھر جائے اگر ایسا ہے تو پھر تو سارا حسن خاک میں مل جائے گا۔

ملفوظ ۱۰۰: حضرت سید احمد شہیدؒ اور شرک فی النبوت

فرمایا! کہ ایک مرتبہ مولانا شہید صاحبؒ میں اور حضرت سید صاحبؒ میں ایک مسئلہ پر طویل گفتگو ہوئی۔ بالآخر مولانا شہید صاحبؒ نے معافی چاہی اور عرض کیا کہ مجھ کو آپ کی بات بلا چون و چرا مان لینا چاہئے تھا اس پر سید صاحب نے فرمایا کہ توبہ کرو یہ تو نبی کا مرتبہ ہے کہ اس کی بات کو بلا چون و چرا مانا جائے اور یہ بھی شرک فی النبوت ہے مولانا شہید فرماتے ہیں کہ اس ارشاد سے مجھے شرک فی النبوۃ کے متعلق ایک باب عظیم علم کا مفتوح ہوا۔

ملفوظ ۱۰۱: حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی ایک عبارت

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مولانا شہید صاحبؒ کے عنوانات ہی پر بدعتی ان کی تکفیر کرتے ہیں فرمایا یہی بات ہے مگر خود وہ عنوان ہی بے ادبی کے نہیں وہ سمجھ نہیں سکے اس وجہ سے اعتراض کرتے ہیں۔

دیکھئے! ان عنوانات میں بڑا محل اعتراض عنوان یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو محمد جیسے سینکڑوں بنا ڈالے۔ جس میں ظاہراً تحقیر کا موہم ہے لفظ بنا ڈالے۔ اسی عنوان کو ایک صاحب نے حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارن پوری رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے پیش کر کے اعتراض کیا تھا کہ حضرت اس میں تو حضور ﷺ کی تحقیر ہے فرمایا ہاں مگر فعل کی تحقیر ہے مفعول کی نہیں۔ اس پر وہ بولے کہ محض بات بنائی جاتی ہے۔ یہ حضرات بڑے عالی ظرف ہوتے ہیں یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

ایک روز اتفاق سے یہی صاحب حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ سے کہنے لگے کہ حضرت اب تو بیضاوی شریف بھی چھپوا ڈالئے۔ اس وقت حضرت نے فرمایا کہ یہ وہی ڈالنا ہے سو یہ بیضاوی کی تحقیر ہے۔ اور قرآن اس کا جزو ہے کل کی تحقیر جزو کی تحقیر ہے اور قرآن کی تحقیر کفر ہے جب تو آنکھیں کھلیں کہنے لگے واقعی آپ کی تحقیق صحیح ہے۔ واقعی میری مراد اس وقت بیضاوی کی تحقیر نہ تھی بلکہ چھاپنے کی سہولت بتلانا تھا۔ اب ان کی سمجھ میں آیا۔ یہ ہیں علوم۔ یہ حضرات تھے صاحب کمال۔ خیر جی ہم ایسے نہ ہوئے تو کیا ہے الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسے بزرگ تو دیئے ہم تو اس کا ہی شکر ادا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ایسے بزرگوں کا تعلق نصیب فرمایا۔

ملفوظ ۱۰۲: اسباب کی ضرورت اور ضعف طبعی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک صاحب کے مشورہ لینے پر زمین وقف کرنے سے منع فرمایا تھا بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک نیک کام سے روک دیا مگر بڑی ہی حکیمانہ بات فرمائی کہ وقف کر کے کورے رہ جاؤ گے اور اس کے بعد جو پریشانی ہوگی نہ معلوم اس کو برداشت کر سکو گے یا نہیں۔ واقعی ہم ضعفاء ہیں بظاہر ہم کو اسباب کی بھی ضرورت ہے کہ کچھ ہمارے پاس ہو۔

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ انہوں نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! نفس پریشان رکھتا ہے کہ کل کو کہاں سے کھائے گا اس لئے اگر سب رزق اکٹھا مل جائے تو کوٹھڑی میں بند کر کے رکھ دوں اور جب نفس کہے کہ کہاں سے کھائے گا تو اس سے کہہ دوں کہ کوٹھڑی میں سے یہ خاص قسم کا ضعف اور قوت منافی نہیں کمال کے۔ یہ ضعف طبعی بات ہے فرمایا اس طبعی بات پر یاد آیا۔ ایک بادشاہ اور ایک بزرگ میں کسی مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ دوران گفتگو میں تیزی آ گئی بادشاہ برہم ہوا اور آواز دی کہ کوئی ہے ادھر! ان بزرگ نے آواز دی کہ کوئی ہے تو مکان کے ایک گوشہ سے نہایت زبردست شیر ببر برآمد ہوا اور لپکا چونکہ بادشاہ اور بزرگ دونوں ایک ہی سمت میں بیٹھے تھے۔ بادشاہ سے پہلے یہ بزرگ بھاگے حالانکہ وہ ان ہی کی کرامت کا ظہور تھا تو یہ باتیں طبعی ہوتی ہیں یہ منافی کمال کے نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کیسے قوی القلب تھے۔ مگر قرآن پاک میں قصہ موجود ہے وَلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ یٰمُوْسٰی لَاتَخَفْ اِنِّیْ لَایَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۔ (یعنی جس وقت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے حکم سے عصا زمین پر ڈالا اور وہ اژدھا بن گیا خود موسیٰ علیہ السلام اس سے ڈر کر بھاگے یہ طبعی خوف تھا)۔

۲ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ملفوظ ۱۰۳: کرامت کی حقیقت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ یہ لکھا ہے عارفین نے کہ کرامت کا درجہ اس ذکر اسانی

سے بھی جو کہ بلا حضور قلب ہو کم ہے اور پھر اس سے بھی کم درجہ ہے تصرف کا۔ حضرت اصل چیز تو تشرف ہے یعنی اطاعت سے مشرف ہونا تصرف میں کیا رکھا ہے اور اس زمانہ میں تو لوگوں نے خلط کر رکھا ہے تصرف کو بھی کرامت سمجھتے ہیں۔ ان چیزوں کے پیچھے پڑنا ہی بے کار وقت کو کھونا ہے آدمی کو ضروری کاموں میں اپنا وقت صرف کرنا چاہئے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کا اتباع ہونا چاہئے وہ اب منحصر ہے اتباع نبویؐ میں۔ جس کو حق تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ بڑی نعمت ہے آجکل تصرف کو علامت قرار دیتے ہیں ولایت اور قبولیت کی۔

صحیح راستہ تو یہ ہے کہ قدم بقدم حضور ﷺ کے چلنا نصیب ہو جائے یہی بڑی دولت ہے اور اسی میں سب کچھ ہے اس کے سامنے اور چیزوں کی تمنا کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور چیزوں میں رکھا کیا ہے۔ خود حضور ﷺ بھی تصرف نہ فرماتے تھے۔ صرف اتنا ثابت ہے کہ کبھی ایک شخص کے سینہ پر ہاتھ مار دیا کبھی بدن پر ہاتھ پھیر دیا۔ بس ایسے ایسے واقعات گاہ گاہ ثابت ہیں۔ جو کسی عارض کی وجہ سے ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کا غالب معمول نہ تھا سو اول تو اس کا تصرف ہونا ثابت نہیں۔ اسی لئے محدثین ان واقعات کو معجزات میں لاتے ہیں دوسرے حضور اکرم ﷺ صاحب وحی تھے اگر تصرف ہی ہو تو اذن سے ہوتا تھا اوروں کو یہ بات نصیب نہیں۔ اور ہر حال میں خواہ وہ تصرف ہو جس میں قصد تاثیر ہوتا ہے یا معجزہ ہو۔ جس میں قصد کو دخل نہیں لیکن یہ امر دونوں میں مشترک ہیں۔ کہ اس طرف پوری توجہ نہیں ہوتی جیسے کہ عام اہل تصرف کے تصرف کے لوازم عادیہ سے ہے کہ اس وقت دوسرے خطرات کو اہتمام سے دفع کرتے ہیں۔

ملفوظ ۱۰۴: فقہی مسائل میں لوگوں کی دلیری

فرمایا! کہ آجکل مسائل فقہی میں لوگ بہت دلیر ہیں سب سے زیادہ مجھ کو فقہ ہی میں بولتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے مسائل کا بہت ہی نازک معاملہ ہے اس میں ہرگز ہر شخص کو دخل نہ دینا چاہئے۔

ملفوظ ۱۰۵: عاشق ہمیشہ نامراد ہی رہتا ہے

ایک سوال کے جواب میں فرمایا! کہ عاشق ہمیشہ نامراد ہی رہتا ہے کیونکہ جس مقام

قرب تک پہنچتا ہے آگے کا طالب ہوتا ہے جو اس وقت حاصل نہیں وھکذا ۔غرض حضرت عاشق جنت سے ادھر نامرادی رہتا ہے مگر وہ نامرادی ہی اس کی مراد ہے

گرمرادت راںمذاق شکرست ☆ بے مرادی نے مراد دلبرست

﴿اگر چہ تیری خواہش کیسی ہی شیریں اور عمدہ ہے۔ مگر کیا (ہر وقت اپنے کو بے مراد سمجھ کر آگے ترقی کا طالب رہنا یہ) بے مرادی محبوب کی خواہش نہیں ہے ﴾۔

اور بعض کو تو یہاں تک غلو ہو گیا ہے کہ انہوں نے یہ حکم لگا دیا ہے کہ جنت میں بھی یہی نامرادی اور بے چینی ہوگی۔ مگر یہ محض غلط ہے۔ وہاں بالکل سکون ہوگا اس غلطی کا منشاء یہ ہے کہ تجلیات لا متناہی ہیں وراء الوراء ثم وراء الوراء تو ہر تجلی پر اس کی طلب بڑھتی رہے گی اور چونکہ وہ لا متناہی ہیں تو اس آگے کے انتظار میں بے چینی ہوگی لیکن یہ حقیقت کے خلاف ہے اس لئے کہ جتنی طلب ہوگی چونکہ وہاں اس کی استعداد بھی ہوگی اس لئے وہ اول ہی بار عطا فرما دی جائے گی اور اس سے آگے جو عطا ہوگی وہ بلا طلب عطا ہوگی اس لئے اس کا انتظار ہی نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں طلب زیادہ ہے استعداد کم! اس لئے عطا میں دیر ہوتی ہے وہاں استعداد سے زیادہ طلب ہی نہ ہوگی۔ اسلئے نہ انتظار ہوگا نہ بے چینی غرض جنت میں بے چینی نہ ہوگی۔

ملفوظ ۱۰۶: امور تکوینیہ مجذوبین کے سپرد کرنے کی حکمت

ایک اہل علم کے سوال کے جواب میں فرمایا! کہ تکوینی کارخانہ مجذوبین سے متعلق کرنے میں یہ حکمت ہے کہ ان میں عقل نہیں ہوتی اس لئے تشریع کے مکلف نہیں ہوتے اور ان کی بعض خدمتیں شرع پر منطبق نہیں ہوتیں مثلاً اگر مسلمانوں اور کافروں میں مقابلہ ہو تو مسلمانوں کا غلبہ مقصود تشریعی ہے اور ایسا ہونا بعض اوقات خلاف مصلحت اور حکمت ہوتا ہے اسلئے ایسی جماعت کے سپرد کیا گیا جس کو اس سے کچھ بحث نہیں اور ایسا کام سالک کب کر سکتا ہے اور اس کو کیسے جائز ہوتا۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ میرا رجحان پہلے اس طرف تھا کہ مجذوبین اجتہاد نہیں

کرتے محض امر صریح کے متبع ہیں اور ملائکہ کے متعلق بھی یہی خیال تھا کہ وہ محض نصوص کے متبع ہیں مگر حدیث جبریل انه دس الطین فی فم فرعون مخافة ان تدرکه الرحمة ﴿جبریل علیہ السلام فرعون کے منہ میں گارا اس لئے ٹھونس رہے تھے کہ کہیں رحمت حق اس پر متوجہ نہ ہو جائے﴾ (روایۃ بالحاصل) سے نیز حدیث: القاتل التائب من الذنب اختلف فیه ملائکة الرحمة والعذاب ﴿جس قاتل نے گناہ (قتل) سے توبہ کر لی تھی (بعد مرنے کے) رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اسکے بارہ میں اختلاف ہوا﴾ سے اس طرف رجحان ہو گیا کہ ملائکہ اجتہاد بھی کرتے ہیں و کذا المجذوبین وزاد الرحجان بقصة الاشراقی ان المجذوبین مختلفون فی احکام بقاء السلطنة وتبدلها ۔ ﴿جو ملائکہ کا حال ہے یہی حال مجذوبین کا ہے اور اشراقی صاحب (جو حضرتؒ کے زمانہ میں ایک مجذوبؒ تھے) کے قصہ سے یہ خیال اور بڑھ گیا کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ مجذوبوں میں اس میں اختلاف ہے کہ انگریزی سلطنت باقی رہے یا اس کو بدل دیا جائے﴾ ۔

ملفوظ ۱۰۷: وعظ کے اندر روانی نہ ہونا بھی حکمت ہے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں جب وعظ بیان کرتا ہوں تو بیان کے وقت روانی نہیں ہوتی اور یہ بات تھوڑے ہی دنوں سے پیدا ہوئی ہے اس سے پیشتر خوب روانی ہوتی تھی فرمایا کہ اگر کسی کے کلام میں روانی نہ ہو لیکن روانی نہ ہونے کا سبب خوف آخرت ہو وہ تو عین مطلوب اور ممدوح فی الحدیث ہے ۔لیکن اگر خوف آخرت بھی سبب نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے ہو تو اس کے مصالح پر نظر کر کے یہ حالت بھی مغتنم ومبارک ہے کہ جیسے سبب سے مسبب کا حدوث ہوتا ہے ایسے ہی بعض اوقات مسبب سے سبب پیدا ہو جاتا ہے ۔پس توقع ہے کہ اس عدم روانی سے جو کہ بعض اوقات مسبب ہوتا ہے ۔خوف آخرت سے خود سبب یعنی خوف آخرت بھی پیدا ہو جائے ۔جیسا کہ حسیات میں بھی بعض اوقات ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ کھانا مسبب اور رغبت اس کا سبب ہے لیکن بچے کا جب دودھ چھڑایا جاتا ہے تو غذا اس واسطے دیتے ہیں تا کہ اس سے اس کا سبب یعنی رغبت پیدا ہو جائے ۔

ملفوظ ۱۰۸: دو ہی طبقے حکماء کہلانے کے مستحق ہیں

فرمایا! کہ حقیقت میں اس امت میں دو ہی طبقے حکماء کہلائے جانے کے قابل ہیں۔ فقہاء اور صوفیہ! بڑے بڑے فلاسفر اور سائنس داں ان حضرات کے سامنے گرد ہیں کیا ٹھکانہ ہے ان حضرات کی عمق نظر کا۔

چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر معشوق کا لعاب کوئی نگلے تو اس پر کفارہ ہے اور غیر محبوب کے لعاب سے کفارہ نہیں کہاں نظر پہنچی ہے سبحان اللہ!

ملفوظ ۱۰۹: دارالعلوم دیوبند کے قرن اول کا حال

فرمایا! کہ جس زمانہ میں میں مدرسہ دیوبند میں پڑھا کرتا تھا اس وقت کے حالات و واقعات یاد آ آ کر عجیب قلب کی کیفیت ہوتی ہے اس وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہمیشہ ایسا ہی زمانہ رہے گا۔ اس وقت بڑے بڑے اہل کمال کا اجتماع تھا اور قریب قریب سب اپنے کو مٹائے ہوئے اور فنا کئے ہوئے تھے۔ جب کبھی اتفاق سے ان حضرات کا اجتماع ہو جاتا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہر بزرگ دوسرے کو اپنے سے بڑا سمجھتا ہے بڑی ہی خیر کا مجمع تھا۔ یہی حالت آپس میں طلباء کی تھی اور اساتذہ کے سامنے تو بولنے کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی اور ایک یہ زمانہ ہے کہ اس وقت سے کوئی مناسبت ہی نہیں ~ چہ نسبت خاک را بعالم پاک

اس وقت کھلم کھلا نظر آتا تھا کہ مدرسہ پر انوار کی بارش ہو رہی ہے اور یہ سب ان حضرات کی مقبولیت کی علامت تھی اور ان حضرات کے تقویٰ وطہارت کے ثمرات تھے اور مدرسہ کی مقبولیت کا اس قدر جو اثر ساری دنیا پر ہوا یہ بھی ان ہی حضرات کی برکت تھی مقبولیت پر یاد آیا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے خواب میں دیکھا کہ جنت ہے اور اس میں ایک طرف چھپر کے مکان بنے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ اے اللہ! یہ کیسی جنت ہے جس میں چھپر ہیں جس وقت صبح کو مدرسہ آیا۔ مدرسہ کے چھپر نظر پڑے تو ویسے ہی چھپر تھے یہ زمانہ بالکل مدرسہ کا ابتدائی زمانہ تھا تب تعبیر سمجھ میں آئی کہ یہ مدرسہ کی مقبولیت دکھلائی گئی ہے۔ اس زمانہ

میں نہ یہ لمبی چوڑی تعمیر تھی نہ اساتذہ تزک اور شان سے رہتے تھے نہ طلباء کا کوئی فیشن تھا پھٹے ہوئے کپڑے ٹوٹی ہوئی جوتیاں یہ ان کا ظاہری حال تھا نہ اس جدید قسم کے قواعد اور قانون تھے نہ اتنے ممبر اور محراب تھے کام جو کچھ ہوا سب کو معلوم ہے کہ کیسے کیسے باکمال لوگ فارغ ہو کر نکلے اور اب اس وقت سب کچھ ہے اور اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں وہ جو ایک چیز تھی جس کو روح کہتے ہیں وہ نہیں رہی باقی علم اور جگہ سے اب بھی بہت تھا مگر زمانہ تحریک سے وہ بھی آیا گیا ہوا اس لئے کہ طلباء کو تقریروں تحریروں اور کمیٹی جلسوں ہی سے فرصت نہیں۔

سخت افسوس ہے بعضوں کی تو یہاں تک نوبت آ گئی کہ علم دین میں مشغول ہونے کو فضول اور بیکار بتاتے ہیں۔ نہ معلوم یہ سبق کہاں سے حاصل کیا ہے۔ یورپ میں تو یہ طریقہ نہیں وہاں بھی بعض اوقات اس قسم کی تحریکات ہوتی ہیں مگر جو جماعت علم کی تحصیل میں مشغول ہے اس کو ان تحریکات میں شرکت کی اجازت نہیں دی جاتی یہیں پر دیکھ لیجئے۔ ہماری ہمسایہ قوم کس ہوشیاری اور چالاکی سے کام کر رہی ہے یہ ساری بے اصولیاں اور بدانتظامیاں مسلمانوں ہی کے حصے میں آ گئی ہیں بھیڑ اچال ہے جس طرف کو ایک چلا اسی طرف کو سب چل دیتے ہیں یہ بھی کوئی کام کرنے کا طریقہ ہے کہ سب ایک ہی کام میں لگ جائیں۔ اس پر دعوی ہے سیاست دانی کا میں کام کرنے کو منع نہیں کرتا مگر جو کچھ بھی ہو۔ اصول کے ماتحت ہو اور حدود و احکام اسلام سے تجاوز نہ ہو۔ اور طلباء کو اس قسم کی کمیٹیوں اور جلسوں میں شرکت کی اجازت ہرگز ہرگز نہ دینا چاہیے سخت مضر ہے پرائے شگون کیلئے اپنی ناک کیوں کٹائے دیتے ہو۔ ہوش سے کام کرنے کی ضرورت ہے جوش سے اول تو کام نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو اس کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ کیا ان کاموں کیلئے طلباء ہی رہ گئے ہیں اور مسلمان کچھ کم ہیں ان سے کام لو اگر کام کرنا ہی ہے مگر سنتا کون ہے جو دماغوں میں سمائی ہے اس کے سامنے کسی خیر خواہ کا کہنا اور نفع اور ضرر کسی کی کچھ خبر نہیں کہ آخر اس کا انجام ہے کیا بے حد دل دکھتا ہے مگر سوائے دعا کے اور کیا چارہ ہے۔ حق تعالیٰ عقل اور فہم سلیم عطا فرمائیں۔ لیکن تحقیق ہوئی ہے کہ اب ذمہ دار جماعت کو اصلاح حالت مدرسہ کی طرف توجہ ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کامیاب فرماوے۔

۳ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح سہ شنبہ

ملفوظ ۱۱۰: حضرت کی تواضع اور تصرف وکرامت کے نہ ہونے پر اظہار شکر

ایک اہل علم کے سوال کے جواب میں فرمایا! کہ میں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھ کو تصرف اور کرامت وغیرہ سے محفوظ رکھا ورنہ مجھ جیسے کمزور کیلئے تو یہ چیزیں حجاب بن جاتیں اور اسی پر کیا اولاد کیسی دولت ہے کہ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی دوسری چیز نہیں ہوتی مجھ کو اس سے بھی محفوظ رکھا گیا اگر اولاد ہوتی تو نہ معلوم کیا کیا آفتیں ہوتیں۔

ملفوظ ۱۱۱: اولاد کا ہونا بھی اور نہ ہونا بھی حکمت ہے

فرمایا! کہ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے میرے سامنے ایک تقریر فرمائی کہ اولاد ہونے میں یہ کلفت ہوتی ہے یہ پریشانیاں ہوتی ہیں۔ یہ خلجان ہوتے ہیں۔ سبب اس کا یہ ہوا تھا کہ میری ایک خالہ ساس تھیں انہوں نے حضرت حاجی صاحب سے میرے لئے اولاد ہونے کی دعا کرائی تھی۔ اس موقع پر حضرت نے مجھ سے فرمایا تھا کہ بھائی! تمہاری خالہ نے تمہارے اولاد ہونے کی دعا کو کہا تھا۔ میں نے دعا تو کر دی مگر جی تو یہی چاہتا ہے کہ جیسا میں ہوں ویسے ہی تم رہو مطلب یہ تھا کہ اولاد نہ ہو میں سمجھ گیا کہ اولاد نہ ہوگی چنانچہ نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ جب میں نے دوسرا عقد کیا ان کی عمر اولاد ہونے کی تھی مگر عجب اتفاق ہے کہ ان کو ڈاکٹرنی نے کہہ دیا تھا کہ تم شادی مت کرنا تمہارے لئے سخت مضر ہے اگر اولاد ہوئی تو پھر تمہاری جان کی خیر نہیں سو اولاد میرے لئے مضر باطن بتلائی گئی اور ان کیلئے مضر ظاہر۔ سو شادی تو ہوئی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی جان کی حفاظت فرمائی کہ ان سے بھی اولاد نہیں ہوئی۔ سو اولاد نہ ہونے میں ان کی مصالح جان کے تھے اور میرے مصالح ایمان کے اور یہ سب کے لئے نہیں۔ یہی اولاد بعض کیلئے آلہ بعد ہو جاتے ہیں اور بعض کیلئے آلہ قرب ہو جاتے ہیں۔ اس کو حق تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں کہ کس کیلئے سبب بُعد کا ہوں گے اور کس کیلئے سبب قرب کا۔ پس جیسے اولاد ہونا ایک دولت اور نعمت ہے۔ مگر سب کے لئے نہیں اسی طرح پیشین گوئی اور تصرف وکرامت دولت ہیں مگر سب کیلئے نہیں

بلکہ بعض کیلئے یہ چیزیں حجاب ہیں اور مجھ جیسے کمزور کے لئے تو یہ چیزیں حجاب ہی ہو جاتیں اپنی حالت سے میں ہی خوب واقف ہوں۔ بس مجھے تو یہ ہی حالت پسند ہے کہ جو احکام معلوم ہوں ان پر عمل کرلوں اور وہی اپنے دوستوں کو بتلا دوں۔

ملفوظ ۱۱۴: حضرتؒ کے عقد ثانی کا واقعہ

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عقد ثانی کا داعی کیا پیش آیا تھا فرمایا اُن کی سادگی دینداری اور بے نفسی داعی ہوئی۔ شروع ہی سے ان کی یہ حالت تھی اسی وجہ سے میں نے ان کو سعید احمد مرحوم کیلئے تجویز کیا تھا۔ جی چاہتا تھا کہ ایسی اچھی طبیعت کا آدمی گھر میں رہے جب مرحوم کی وفات ہوگئی ان کے گھر میں رہنے کی بجز عقد کے کوئی صورت نہ تھی اور یہ بات مجھ کو بعد میں معلوم ہوئی کہ علاوہ میرے خاص دوستوں کے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے تھی کہ ایسا ہو جانا چاہئے۔ بلکہ یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ اپنے گھر میں سے اس معاملہ میں ڈرتا ہے۔

واقعی مجھے جو اس میں تردد تھا وہ یہی تھا مجھے پہلے گھر کے مزاج سے اندیشہ تھا اور وہ اندیشہ واقع بھی ہوا گو اب بحمد اللہ اس کا اثر باقی نہیں رہا۔ میں نے ایک مرتبہ اس کے متعلق خواب دیکھا کہ میں کسی سے پوچھ رہا ہوں کہ اگر عقد ثانی ہوگیا تو بڑے گھر میں سے کیا کریں گی تو یہ جواب ملا کہ وہ بیٹھی ہوئی قرآن پاک پڑھا کریں گی نیز اس کے متعلق میں نے ایک یہ بھی خواب دیکھا تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میرے مکان میں تشریف لانے والی ہیں۔ اس سے میں یہ تعبیر سمجھا کہ جو نسبت عمر کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بوقت نکاح حضور کے ساتھ تھی وہ ہی نسبت ان کو ہے یہ شاید اس طرف اشارہ ہو۔ میں نے اس کے متعلق ایک رسالہ بھی لکھا ہے الخطوب المذیبہ اس کا نام ہے اس میں واقعہ کی حقیقت کو ظاہر کر دیا ہے اور رسالہ کے لکھے جانے کے داعی میرے بھائی منشی اکبر علی صاحب مرحوم ہوئے تھے انہوں نے ایک خط میں مجھ سے استفسار کیا تھا کہ آخر ضرورت ہی نکاح کی کیا پیش آئی تھی اصل میں تو ان کو جواب دینا تھا وہ بہ شکل

رسالہ ہو گیا۔ وہ رسالہ بعض لوگوں کے لئے تو جو کہ اہل فہم تھے دوستی کا سبب بن گیا ایسے لوگوں نے یہ کہا کہ ایسے شخص سے ضرور تعلق رکھا جائے اس لئے کہ اس میں استقلال ہے اور اگر بعض کا اعتقاد جاتا رہا ہو تو جاتا رہے۔

بحمد اللہ! میں کوئی کام کسی کے معتقد یا غیر معتقد بنانے کی نیت سے تھوڑا ہی کرتا ہوں میرے بڑے گھر میں سے مجھ سے کہا کہ تم نے یہ عقد کر کے عقد ثانی کا دروازہ کھول دیا اب لوگ ایسا ہی کریں گے۔ میں نے کہا کہ کھولا نہیں بند کر دیا ہے لوگوں کو معلوم تو ہوگا کہ اتنے حقوق ہیں کسی کی بھی ہمت نہ ہوگی۔

فرمایا یہ ادائے حقوق کی دشواری کا خیال ہی خیال ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ایسی مدد فرماتے ہیں کہ عمل کرنا اور حقوق کا ادا کرنا پھولوں سے بھی ہلکا ہو جاتا ہے۔ مشکل سے مشکل کام ان کی مدد سے آسان ہو جاتا ہے مگر ارادہ شرط ہے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت قرآن پاک میں ہے ماجعل علیکم فی الدین من حرج ﴿دین میں حق تعالیٰ نے تم پر کوئی تنگی نہیں فرمائی﴾ اور مفقود الخبر کے متعلق جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اس میں حرج ہے فرمایا اس میں تو حرج اور تنگی ہے اور جہاد میں تنگی نہیں جہاں سر کٹتے ہیں عورتیں بیوہ ہوتی ہیں بچے یتیم ہوتے ہیں اگر حرج کے یہی معنی ہیں اور تنگی اسی کو کہتے ہیں تو اسکو بھی قرآن شریف کی فہرست سے نکال دو چپ رہ گئے۔ مولانا پر جذب غالب رہتا تھا مجذوب سمجھے جاتے تھے مگر کیسا جواب دیا یہ حضرات دین کے عاشق تھے اس لئے امور دینیہ میں ہر وقت ہوشیار اور بیدار رہتے تھے۔

دیکھئے! جہاد میں کتنا تعب ہے اور آخر انجام اس کا قتل ہے مگر حضرت اس وقت ایسا بھی نہیں ہوتا جیسے چیونٹی کاٹ لیتی ہے۔ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ جو پلنگ پر پڑ کر مرتا ہے اس کو ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے چھ سو تلوار اس پر ایک دم پڑی ہوں اور جہاد میں آسانی سے جان نکلتی ہے (جو

اس قدر سخت ہے) بظاہر یہ سب ارادہ کی برکت ہے ارادہ بڑی دولت ہے اس سے بڑے سے بڑے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں چنانچہ مجھ کو اس معاملہ میں عدل بالکل آسان ہو گیا۔ اور گو کہنے کی تو بات نہیں مگر کہتا ہوں کہ میں نے حقوق کی رعایت یہاں تک کی اور یہ محض دوستوں کو معلوم کرانے کی غرض سے کہہ رہا ہوں تاکہ عمل کریں کہ ایک کے وقت میں دوسرے کا خیال بھی نہیں آنے دیتا۔ اور یہ اس وجہ سے کہ جہاں تک میرے ارادہ اور قصد کو دخل ہے وہاں تک کیوں کوتاہی کروں اور یہ خیال کیا کہ قصداً اس خیال کرنے میں بھی ایک قسم کا استمتاع ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے اس خیال کے استمتاع ہونے کے متعلق ایک مرتبہ اور بھی فرمایا تھا اور اس سے استدلال کیا تھا کہ اگر اپنی بیوی کے پاس ہو اور صحبت کے وقت کسی اجنبیہ کا قصداً خیال کرے تو وہ حرام ہوگا۔ فقہاء نے اس کو بیان فرمایا ہے فرمایا کہ ہاں استدلال کیا ہوگا۔

ملفوظ ۱۱۴: مدرسہ دیوبند اور حضرتؒ کی زمانہ طالب علمی کا امتحان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مدرسہ دیوبند میں بڑے ہی باکمال حضرات کا اجتماع رہ چکا ہے اب ان حضرات کو آنکھیں ڈھونڈتی ہیں بڑا ہی بابرکت اور باخیر مجمع تھا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیسے جامع کمالات تھے ہر فن میں کمال رکھتے تھے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ سنا ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ مولوی سید احمد صاحب مدرس ثانی کے ذہن اور میرے ذہن کی ایک نوعیت ہے۔ حضرت والا نے سن کر فرمایا کہ یہ مقولہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سنا ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مولانا سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قصائد عرفیہ میں میرا سالانہ امتحان لیا کتابیں میں نے کبھی توجہ کے ساتھ نہ دیکھیں نہ پڑھیں میں نے گھونٹ گھانٹ کر ایک تقریر کر دی۔ فرمایا اور کچھ میں نے پھر ایک دوسری تقریر کر دی فرمایا۔ اور میں نے ایک اور تیسری

تقریر کر دی۔ آخر میں فرمایا کہ ان میں سے ایک مطلب بھی صحیح نہیں مگر تمہاری ذہانت پر نمبر دیتا ہوں میں نے اپنے دل میں کہا کہ جناب اس وقت تو نمبر ہی مقصود ہے کتاب کس کو مقصود ہے۔

ملفوظ ۱۱۴: بڑی مجلس میں مجمع کے حقوق ہوتے ہیں

فرمایا! کہ یہ طے ہوا ہے سب کی اطلاع کی وجہ سے بیان کرتا ہوں کہ صبح کی مجلس میں عام مجمع ہونے سے قلب پر ایک تعب ہوتا ہے کبھی زیادہ مجمع ہونے کیوجہ سے آواز بلند کرنا پڑتی ہے کہ سب سن لیں اس سے بھی تعب ہوتا ہے پھر مجمع کے عام ہونے سے قلب میں زیادہ بیٹھنے کا تقاضہ ہوتا ہے اور اس کا ثمرہ بعد میں مجھ کو بھگتنا پڑتا ہے۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو لوگ حضرت کے پاس آئے ہیں وہ حضرت کی زیارت کو۔ صحبت کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں اس لئے مجلس تو عام ہی رہے مگر حضرت کا جس وقت جی اٹھنے کو چاہے حضرت اٹھ جایا کریں فرمایا کہ یہ میری کچھ طبعی سی بات ہے کہ زیادہ مجمع میں سے اٹھتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے کہ مجلس کا مقصود تو اس قدر بڑا اور اس میں کبڈی کا سا پالا چھوا کر چل دیئے کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ نیز زیادہ مجمع ہونے کی وجہ سے حقوق میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

ملفوظ ۱۱۵: کیفیات کا نہ ہونا بھی موجب رحمت ہے

فرمایا! کہ کیفیات محمودہ نفسانی بھی ہوتی ہیں اور روحانی بھی۔ بعض مرتبہ کیفیات کا نہ ہونا موجب رحمت ہے اور ہونا موجب فتنہ۔ کیونکہ پہلی صورت میں اپنے کو ناقص سمجھتا ہے اور دوسری صورت میں کامل۔

ملفوظ ۱۱۶: آجکل کے لیڈر اور سیاسی تحریکات کے بارے میں حضرتؒ کا تفصیلی نقطہ نظر

ایک مولوی صاحب نے کشمیر کے متعلق چند سوالات کئے اس پر حضرت والا نے جو جوابات ارشاد فرمائے وہ بہ عنوان سوال و جواب ذیل میں درج کرتا ہوں۔

سوال: میں ایک خاص واقعہ کے متعلق اپنی تسلی کے لئے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں اگر حضرت والا بطیب خاطر اجازت فرمائیں۔

جواب: فرمایا نہایت خوشی سے اجازت ہے اس وقت اور بھی اہل علم موجود ہیں ضرور ان سے سوالات کو ظاہر فرمائیے۔

سوال: کشمیر پر جو مسلمانوں کے جتھے جا رہے ہیں ان کا وہاں پر جا کر لڑنا مقصود نہیں صرف حکومت پر اثر ڈالنا ہے یہ صورت شرعاً کیسی ہے؟

جواب: فرمایا یہ شرعی لڑائی تو ہے نہیں۔ اب دو ہی صورتیں ہیں یا قتال پر قدرت ہے یا عجز اگر قدرت ہے تو قتال اور اگر قدرت نہیں تو صبر درمیان میں اور کوئی چیز نہیں ہے نہ یہ درمیانی صورتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ اور نہ آجکل کی درمیانی صورتیں اسلامی صورتیں ہیں سب دوسری قوموں کی تقلید ہے۔

سوال: اس وقت کے زمانہ کے لحاظ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ کمزور کو قومی کے مقابلہ میں اسی صورت سے کامیابی ہو سکتی ہے یعنی پبلک حکومت کا مقابلہ اسی صورت سے کر سکتی ہے۔

جواب: فرمایا یہ نصوص کے مقابلہ میں اجتہاد ہے اور اجتہاد کا ہم کو حق نہیں۔ میں نے جو دو صورتیں بیان کیں یہ تو منصوص ہیں اور آپ جو تدابیر اور طریق کار بیان کر رہے ہیں یہ اس مضمون کا معارض ہے اسی لئے یہ طریق سلف سے منقول نہیں۔

سوال: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے عرض کرنے پر حضور ﷺ نے خندق کھدوائی تھی یہ شاہان عجم کی تدابیر میں سے تھی جو غیر قوم تھے۔

جواب: فرمایا کہ یہاں کوئی نص نہ تھی اس لئے حضور ﷺ نے عمل فرمالیا تو حضور ﷺ کا عمل فرمالینا منصوص نہ ہونے کی وجہ سے تھا اور یہاں تو منصوص ہے یہاں پر یہ صورت اختیار نہیں کر سکتے۔

سوال: یہ صورت جو اختیار کی گئی ہے اس سے بھی کامیابی ہو جاتی ہے سکھ اس سے کامیاب ہو ہی گئے۔

جواب: فرمایا کہ سوال کامیابی عدم کامیابی کا نہیں ہے سوال یہ ہے کہ یہ صورت جو اختیار کی گئی ہے اس کا حکم شرعی کیا ہے اس کا میں جواب عرض کر رہا ہوں۔

سوال: اگر بغیر لڑے ہوئے اس صورت کو اختیار کر کے کامیابی ہو جائے تو اس صورت کے اختیار کرنے میں شرعاً کیا حرج ہے۔

جواب: فرمایا یہی کیا تھوڑا حرج ہے کہ نص کے خلاف ہوا۔

سوال: کچھ نہ کریں مارے جائیں برباد ہو جائیں خاموش رہیں؟

جواب: فرمایا کہ یہ میں نے کب کہا ہے یہ بھی آپ کا اجتہاد ہے منجملہ اور اجتہادات کے میں نہ واقعات کی نفی کرتا ہوں اور نہ منفعت کی۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ صورت جو اختیار کی گئی ہے۔ یہ منصوص کے خلاف ہے آپ کے ذمہ ہے کہ آپ اس کا نصوص کلیہ میں داخل ہونا ثابت کریں۔ اگر داخل ہے تو مجھ کو بھی بتلا دیا جائے میں بھی مان لوں گا۔ خدانخواستہ ضد یا ہٹ تھوڑا ہی ہے جس طرف میں صاف طور پر عرض کر رہا ہوں کہ یہ منصوص کے خلاف اور نصوص کلیہ میں داخل نہیں ہو سکتا اور نصوص کے مقابلہ میں اجتہاد اور قیاس کوئی چیز نہیں اور نہ ہم کو اس قسم کے تصرف کا حق ہے آپ بھی صاف بیان کریں جس وقت آپ سمجھا دیں گے میں بھی انشاء اللہ تسلیم کر لوں گا۔

سوال: موجودہ صورت نصوص کے کلیہ میں تو داخل نہیں ہو سکتی لیکن یہاں پر قیاس سے کام لیا جا سکتا ہے۔

جواب: فرمایا نص کے ہوتے ہوئے قیاس اور اجتہاد کیجئے میں کب منع کرتا ہوں مجھے تو بحمد اللہ کھلی آنکھوں نظر آتا ہے کہ یہ حق ہے اور یہ باطل۔

سوال: اسی لیے تو دریافت کیا جا رہا ہے۔

جواب: فرمایا اگر آپ کو شرح صدر ہو تو آپ عمل کیجئے یہی سمجھ لیجئے کہ مجھ کو شرح صدر نہیں مجھ کو اپنے فتویٰ میں شریک نہ کیجئے اور نہ مجھ سے امید رکھئے کہ میں منصوصات کے خلاف کروں یا اجتہاد کروں میں تو کٹر مقلد ہوں۔

صاحبین کا قول بھی کہیں اضطرار میں لے لیتا ہوں ورنہ میں تو امام صاحبؒ کے مذہب پر عمل کرتا ہوں آپ کی تو بھلا کیا تقلید کر سکتا ہوں آپ تو بچے ہیں اور میں بڈھوں کا مقلد ہوں پھر مزاحاً فرمایا کہ نہیں بڈھوں کا نہیں بلکہ ایک بڈھے کا۔

سوال: لڑ تو سکتے نہیں پھر کیا صورت ہو؟

جواب: جو میں عرض کر رہا ہوں وہ منصوص ہے اسی پر عمل کریں یعنی قدرت کو دیکھ لیں اگر قدرت اور قوت ہے تو بجائے جتھے بھیجنے کے قتال کریں جہاد کریں تلوار ہاتھ میں لیں لڑیں اور اگر قدرت نہیں جیسا کہ ظاہر ہے صبر کریں نیز عجز کی صورت میں یہ بھی ہوگا کہ آئندہ اگر کوئی ضرر پیش آیا تو اس کے برداشت کی بھی قوت نہ ہوگی اور جس ضرر سے بچنے کی قدرت نہ ہو یا مشکل ہو اس میں نہ پڑنا چاہئے۔

سوال: (آیت جہاد میں) من قوۃ نکرہ ہے اس وقت جیل جانے کی قدرت ہے۔

جواب: قدرت سے یہ قدرت مراد نہیں بلکہ وہ قدرت جس میں خصم کو کوئی ضرر ہو اور اس کے ساتھ اپنا کوئی ضرر یقینی نہ ہو۔

سوال: جیل کے جانے میں تو کوئی ضرر نہیں معلوم ہوتا اور خصم کا ضرر ہے یعنی اغاظت پھر کیا حرج ہے۔

جواب: اگر قدرت علی الاضرار یہی ہے تو آج اس کی بھی قدرت ہے کہ ایک دشمن کے منہ پر تھوک دیں اس میں بھی اغاظہ ہے لیکن چونکہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ضرر اپنا ہے ایسا نہیں کرتے یا ایک دشمن کے ڈھیلا مار دیں اس کی قدرت بھی ہے مگر ایسا نہیں کر سکتے حاصل وہی ہے کہ قدرت سے مراد وہ قدرت ہے جس میں اس کا معتد بہ نہیں۔

خوب سمجھ لیجئے کہ قدرت کی دو قسمیں ہیں کہ ایک یہ کہ جو کام ہم کرنا چاہتے ہیں اس پر تو ہم کو قدرت ہے لیکن اس کے کر لینے کے بعد جن خطرات کا سامنا ہوگا ان کے دفع کرنے پر قدرت نہیں دوسرے یہ کہ فعل پر بھی قدرت ہے اور اس کے کر لینے کے بعد جو خطرات پیش آئیں

گے ان کی مدافعت پر بھی قدرت ہو۔پہلی صورت استطاعت لغویہ ہے اوردوسری صورت استطاعت شرعیہ خوب سمجھ لیجئے گا اور مدافعت کی فرضیت کیلئے پہلی استطاعت کافی نہیں بلکہ دوسری صورت یعنی استطاعت شرعیہ شرط ہے جس کو اس حدیث نے صاف کر دیا ہے۔

قال من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ.

﴿جب کوئی شخص کسی گناہ کو ہوتا ہوا دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹادے اگر اس کی قدرت نہ ہو تو زبان سے اس کی برائی ظاہر کردے اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے (ضرور) اس کو برا سمجھے﴾۔

ظاہر ہے کہ استطاعت باللسان ہروقت حاصل ہے پھر اس کے انتفاء کی تقدیر کب محقق ہوگی۔یعنی اگر فعل کسی کی فرضیت کیلئے محض اس فعل پر قادر ہونا کافی ہو اور اس سے جو خطرات پیش آنے والے ہوں ان کی مدافعت پر قادر ہونا شرط نہ ہو تو زبان سے انکار کرنا ہر حالت میں فرض ہونا چاہئے کیونکہ زبان کا چلانا ہروقت ہماری قدرت میں ہے پھر وہ کون سی صورت ہوگی جس کی نسبت حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر زبان سے بھی مٹانے کی قدرت نہ ہو تو دل سے مٹادے اس سے ثابت ہوا کہ استطاعت سے مراد یہ ہے کہ اس فعل پر قدرت ہونے کے ساتھ اس میں ایسا خطرہ بھی نہ ہو جس کی مقاومت اور مدافعت ومقابلہ بہ ظن غالب عادۃً ناممکن ہو ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس دفاع کے بعد اس سے زیادہ شر میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

سوال: پھر کیا صورت ہے کشمیر کے مسلمانوں کی امداد کی؟

جواب: یہ صورت ہے کہ وہاں جا کر ان کو تبلیغ کی جائے اور آپس میں اتحاد کی ترغیب دی جائے اور جب قوت ہو جائے لڑیں جہاد کریں۔

سوال: دروازہ ہی پر روک لیا جاتا ہے گرفتار کر لیا جاتا ہے اندر جانے ہی نہیں دیا جاتا۔

جواب: آپ ہی دیکھ لیجئے کہ ایسی حالت میں آپ سے کشمیر کے مسلمانوں کو کیا امداد پہنچ سکتی ہے جب کہ وہاں تک پہنچنے پر بھی قدرت نہیں۔جتھوں کا جیل میں جانا پڑنا، بھوک ہڑتال وغیرہ کرنا

خودکشی کے مرادف ہے اور اگر خودکشی سے کسی کو فائدہ پہنچے تب بھی تو باوجود موجب فوائد ہونے کے جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ کوئی فائدہ بھی نہ پہنچے تو اس کا درجہ ظاہر ہے یعنی اگر یہ معلوم ہو جائے کہ خودکشی کرنے سے کفار پر اثر ہوگا تو کیا خودکشی کرنا جائز ہو جائے گا اور یہ جیلوں میں جانا اور بھوک ہڑتال کرنا کیا خودکشی کا مرادف نہیں ہے اگر کوئی نفع بھی خودکشی پر مرتب ہو تو یہ خود ہی اتنا زبردست نقصان ہے کہ جس کا پھر کوئی بدل ہی نہیں حضرت ہر منفعت کا اعتبار نہیں اس کی تو بالکل ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ فلاں شخص کی جان بچ سکتی ہے اگر تم کنوئیں میں گر جاؤ تو اس کی جان بچانے کی غرض سے کیا کنوئیں میں گر جانا جائز ہوگا۔

سوال: تو کیا پھر قتال ہی کیا جائے۔

جواب: ضرور، مگر قدرت عادی شرط ہے اور محض کامیابی کی خیالی توقع قدرت نہیں ہے۔

سوال: ضرر تو قتال میں بھی ہے اشد ضرر کہ جان جاتی ہے۔

جواب: چونکہ قتال مقصود اور منصوص ہے اس لئے اس کا ضرر معتبر نہیں اور یہ تدابیر اور طریق کار غیر منصوص ہیں اس لئے اس کے ضرر کو دیکھا جائے گا۔ اور وجہ فرق دونوں میں یہ ہے کہ اصل مقصد یہ ہے کہ فتنہ نہ ہو قتال فتنہ نہیں ہے کیونکہ قتال میں طبیعت یکسو ہو جاتی ہے اور سکون ہوتا ہے۔ اور ان امور میں تشتت اور پراگندگی اور اضاعت اوقات ہے۔ اصل یہ ہے کہ لوگ فقہ کو نہیں دیکھتے پروگرام بناتے وقت۔ اور فقہ کو محض رائے سے دیکھنا کافی نہیں اور نہ مفید ہے بلکہ نصوص اور ذوق کے ساتھ دیکھنا مفید ہے اس میں سب احکام اظہر من الشمس ہیں فن فقہ ہی دقیق ہے اسی واسطے میں ہمیشہ احتیاط کے پہلو کو ترجیح دیتا ہوں۔

سوال: من قتل دون عرضه وماله فهو شهيد ﴿جو شخص اپنی آبرو اور مال کے بچانے کے سلسلہ میں قتل ہو جائے وہ شہید ہے ﴾ سے جان دینا جائز نکلتا ہے تو بھوک ہڑتال وغیرہ میں گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

جواب: قتل سے مراد خودکشی نہیں ہے بلکہ مراد قتال ہے یعنی لڑو جنگ کرو اس نیت سے کہ جان

اور مال اور ایمان بچ جائے پھر اس قتال میں اگر جان چلی جائے تو چلی جائے وہ شہادت ہے اور خود قتل مقصود نہیں ہے وہ بھی جبکہ اس قتال کی سب شرطیں پائی جائیں اور موانع مرتفع ہوں جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے اور خود قتل کا مقصود نہ ہونا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں ہر جگہ یقتلون (بصیغہ مجہول) بعد میں ہے یقتلون (بصیغہ معروف) سے۔ پس معلوم ہوا کہ یقتلون خود مقصود نہیں بلکہ یقتلون سے بھی لازم آ جاتا ہے۔

سوال: پوری قدرت تو نہیں مگر جو کچھ بھی ہے اس کا استعمال کس طرح کریں کچھ تو ہونا چاہئے

جواب: یہ بھی آپ ہی بتا سکتے ہیں کہ کیا کرنا چاہیے میری تو سمجھ میں اس سے زیادہ نہیں آتا کہ ان کو تبلیغ کرو اور دین سکھلاؤ اس کے بعد لڑاؤ۔ میں پوچھتا ہوں ہجرت کے بعد جو مسلمان مکہ میں تھے ان کی جانیں جاتی تھیں اس وقت اہل مدینہ نے ایک بھی جتھہ نہ بھیجا۔ کوئی بھی جتھا نہ گیا جب تک آیت قتال نازل نہ ہوئی۔ صبر کے سوا کوئی حرکت اس آئینی جنگ کی جاری نہ ہوئی پس جنگ اسلامی لڑو آئین یا ئین کہاں کی خرافات نکالی ہے۔

سوال: ایسے آئین اس وقت ایجاد نہ ہوئے تھے اگر ہوتے تو جنگ بھی ایسی ہی ہو جاتی۔

جواب: بہر حال اس سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ یہ آئین منصوص تو ہے نہیں عقل ہی کا اختراع ہے تو صحابہ بھی عاقل تھے ان کے ذہن میں اور بڑی بڑی تدبیریں آئیں یہ تدابیر کیوں نہ آئیں اور یہ کیا آج کل کی اختراع شدہ تدابیر میں سے ایک بھی نہ آئی تو بس قتال کی آئی وہ بھی جب جبکہ آیت قتال نازل ہو چکی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر عمومات سے استدلال ہے تو سوال یہ ہے کہ آج تک امت میں عمومات سے استدلال کر کے کسی نے عمل بھی کیا ہے اور کیا تیرہ سو برس میں ایسی مظلومیت کی صورتیں پیش نہ آئیں تھیں۔ پھر یہ طریقے کیوں نہیں اختیار کئے گئے۔ دوسری بات یہ پوچھتا ہوں کہ ہجرت کے بعد جو مستضعفین مکہ میں رہ گئے تھے ان مسلمانوں میں بھی کچھ قوت اور استطاعت تھی یا نہیں اگر یہ کہا جائے ان میں قوت اس قدر نہ تھی کہ کسی قسم کا بھی مقابلہ کر سکتے جواب یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے ان میں اس قدر قوت تھی کہ ہندوستان کی قوت ان کی قوت کے سامنے گرد ہے۔

سوال: مقابل کفار بھی ایسے ہی قوی تھے اس لئے وہ ان سے مقابلہ نہ کر سکے۔

جواب: یہ تو میرے کلام کا حاصل ہے یہی تو بات ہے اور اب کیا بات رہی اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر کوئی اختلاف ہی نہیں رہتا مطلب یہی تو ہوا کہ صبر ہی کرنا پڑے گا۔ عدم قدرت کی حالت میں جیسا کہ اہل مکہ نے کیا اور جب مدینہ والوں کو قوت ہو گئی اس وقت تلواریں ہاتھ میں لیں اور مکہ پر چڑھائی کی۔

سوال: پہلے آئین کی لڑائی نہ تھی اب تو آئین کی لڑائی ہے۔

جواب: اس کا جواب پہلے ہو چکا ہے اب پھر سمجھ لیجئے کہ یہ آئین کہاں سے آئے یہ بھی تو گھڑے ہوئے ہیں اور صحابہ نے تو سلطنت کی ہے اتنی بات ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ اس طرح جتھے بھیج کر مکہ والوں کی مدد کرتے خیر کچھ بھی ہو منقولات سے ثابت کیجئے عجیب بات ہے کہ آپ مجھ سے تو غیر منقولات منوانا چاہتے ہیں اور آپ منقولات کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ میں ہرگز ماننے کو تیار نہیں جب تک آپ منقولات سے ثابت نہ کریں جیسے ہمارے بزرگوں نے نظام دین کی حفاظت کیلئے قائم کیا یعنی تقلید۔ اس کو ایسی آسانی سے نہیں چھوڑ سکتے اور خرابی تو آجکل زیادہ اسی وجہ سے ہو رہی ہے کہ ہر شخص مجتہد بنا ہوا ہے۔ واقعی سلف صالحین بڑے ہی حکیم تھے دنیا میں یہ طبقہ حکماء کا ہے کہ اجتہاد ہی کو بند کر دیا وہ ہم سے زیادہ دین کو سمجھنے والے تھے۔

مزاحاً فرمایا کہ ہم لوگ تو عنداللہ بھی معذور ہوں گے پوچھا جائے گا عرض کر دیں گے کہ اے اللہ! کوئی دلیل ہی سمجھ میں نہ آئی تھی اور آپ سے پوچھا جائے گا کہ باوجود دلیل معلوم ہونے کے بھی کشمیر کے مسلمانوں کی کیوں امداد نہیں کی اور وہاں پر کیوں نہیں گئے ہم تو وہاں پر بھی بری اور آپ سے وہاں بھی باز پرس!

میں ایک کام کی بات عرض کرتا ہوں کہ ان چیزوں میں نرے دلائل کافی نہیں تھوڑے سے ذوق کی بھی ضرورت ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ ان جدید تدابیر اور طریق کار میں غیر منصوص ہونے کے

علاوہ میرا ذوق بھی ان چیزوں کے خلاف ہے اور مدار قبول اسکات خصم نہیں اسقاط ہے۔

سوال: ہم ہر طرح پر کمزور ہیں کچھ نہیں کر سکتے۔

جواب: یا تو اس قدر قوت تھی جوش تھا کہ منصوص کے مقابلہ میں غیر منصوص پر عمل کرنے کو تیار تھے یا یہ عقیدہ کر لیا ہے کہ ہم کمزور ہیں کام کیجئے۔ مگر شرط یہ ہے کہ حدود شرعیہ کو محفوظ رکھتے ہوئے کام کیجئے۔

انبیاء علیہم السلام کی تدابیر میں اثر نہ ہو غضب کی بات ہے اپنی اختراع کی ہوئی تدابیر کو مؤثر سمجھیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ تدابیر کے استعمال میں خدا کے راضی کرنے میں کامیابی کا اثر ہوگا یا ناراض کرنے میں ظاہر ہے کہ راضی کرنے میں اثر ہوگا تو اس کی ایک ہی تدبیر ہے کہ تدابیر منصوصہ پر عمل کیا جائے۔

سوال: ان غیر منصوصہ پر جو عمل کیا جائے گا غیر مشروع اور برا سمجھ کر تھوڑا ہی کریں گے تو اس میں بھی خدا تعالیٰ کی ناراضی نہ ہوگی۔

جواب: یہ تو اور بھی برا ہے کہ معصیت کو معصیت بھی نہ سمجھا جائے بلکہ معصیت کو نیکی سمجھ کر کیا جائے یہ درجہ تو اس سے بھی برا ہے اور بہت برا ہے پھر بدعت کوئی چیز ہی نہیں رہتی اس لئے کہ بدعتیں جس قدر ہیں سب کو دین ہی سمجھ کر کرتے ہیں اہل بدعت یہی جواب دے سکتے ہیں کہ ہم برا سمجھ کر تھوڑا ہی کرتے ہیں اس سے تو سنت اور بدعت جائز اور ناجائز میں کوئی فرق ہی نہیں رہتا ہر برے کام میں نیت اچھی کر لیا کریں کہ ہم جو کر رہے ہیں یہ برا کام نہیں بلکہ نیک کام ہے۔ آپ ہی بتلائیے کہ یہ کلیہ کہاں تک صحیح ہے جو آپ نے بیان کیا۔

سوال: منصوص تدابیر کے مقابل ان جدید تدابیر کو منہی عنہ نہیں فرمایا گیا نہ نہی وارد ہے نہ حکم ہے تو اس صورت میں مسکوت عنہ کہا جائے گا ممنوع ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: جن چیزوں کی حاجت خیر القرون میں نہ ہوئی ہو اور خیر القرون کے بعد حاجت پیش آئی ہو اور نصوص ان کے خلاف نہ ہوں وہ تو مسکوت عنہا ہو سکتی ہیں لیکن ان چیزوں کی تو حاجت

ہمیشہ ہی پیش آتی رہی پھر بھی نصوص میں صرف جہاد یا صبر ہی کا حکم ہے تو اس اعتبار سے یہ مسکوت عنہ نہ ہوگا منہی عنہ ہوگا۔ کہ باوجود ضرورت کے متقدین نے اس کو ترک کیا۔ اختیار نہیں کیا تو اجماع ہوا اس کے ترک پر اس لئے ممنوع ہوگا۔

علاوہ ان سب باتوں کے ایک یہ بات باریک ہے جس کو سمجھ لینے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہر کام کرنے کیلئے حدود کی ضرورت ہے ان تحریکات میں بھی ضرورت ہے سو اس کا تحفظ کون کریگا یا کون کرائیگا۔ ایک لڑکا زمانہ خلافت میں ہجرت کر گیا اس کی ماں روتی روتی اندھی ہوگئی اس کو کون دیکھے گا کہ کس کو جانا چاہئے اور کس کو نہیں۔ اگر تدابیر جدیدہ جائز بھی ہوں تب بھی اس کی ضرورت ہے کہ کوئی امیر ہوتا کہ حدود کی رعایت خود بھی کرے اور دوسروں سے بھی کرائے۔ بلا امیر کے کچھ نہیں ہوسکتا۔

فرمایا! کہ امیر پر یاد آیا کہ ایک ڈاکٹر صاحب ہیں پنجاب میں بہت ہی مخلص اور سمجھ دار شخص ہیں زمانہ تحریک خلافت میں ان کے ایک عزیز بڑے ہی جوش اور سرگرمی کے ساتھ حصہ لئے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب ان معاملات سے یکسو تھے۔ ایک روز ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ آپ اس تحریک میں حصہ کیوں نہیں لیتے ڈاکٹر صاحب نے میرا نام لے دیا کہ وہ شریک نہیں اس لئے میں کوئی حصہ نہیں لے سکتا۔ یہ سن کر بولے کہ میں اس کو تو پانچ منٹ میں اپنے ساتھ کرلوں گا۔ دیکھیں کیسے شریک نہیں ہوتے مجھ کو تھانہ بھون لے چلو میں گفتگو کروں گا۔

ڈاکٹر صاحب نے یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا کہ میرے بھائی ایسا کہتے ہیں اگر اجازت ہو ساتھ لے کر آؤں۔ میں نے لکھ دیا کہ ضرور لاؤ ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو اس قدر ذہین ہو مجھے خود ان سے ملاقات کا اشتیاق ہوگیا کہ اس لئے کہ ایسا ذہین آدمی کہاں ملتا ہے۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ میری ہمیشہ یہ نیت رہی اور ہے کہ مسلمان تو بڑی چیز ہیں اگر مجھ کو بھنگی کا بچہ بھی سمجھا دے میں مان لوں گا۔ خدانخواستہ کوئی ضد یا ہٹ تھوڑا ہی ہے۔ ہاں اس کے ساتھ یہ بھی نیت رہی کہ بدوں مسئلے کو سمجھے ہوئے ایک انچ بھی قدم نہ اٹھاؤں گا۔ دوسرے یہ ہے کہ مصالح وغیرہ کو

شریعت مقدسہ پر مقدم نہیں کر سکتا۔ یہ میرا فطری امر ہے میں اس میں مجبور ہوں مجھ سے مصالح پرستی نہیں ہو سکتی مصالح تو یہاں پر پیس دیے جاتے ہیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ مصالحوں کو سل پر خوب پیسا جائے جتنا پیسا جائے گا اتنا ہی سالن لذیذ ہوگا۔

فرمایا کہ مصالح پر یاد آیا جان سے بڑھ کر کوئی مصالح نہ ہوں گے جس زمانہ تحریک خلافت کا شباب تھا شورش پسند طبیعتیں جوش میں بھڑک رہی تھیں چہار طرف ایک آگ لگی ہوئی تھی یہاں تک نوبت آ گئی تھی کہ علاوہ برا بھلا کہنے اور لعن طعن اور قسم قسم کے بہتان والزامات لگانے کی دھمکی کے خطوط میرے پاس آئے یا تو شریک ہو جاؤ ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے اس وقت غایت شفقت اور محبت کی بناء پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک خاص اور معتمد شخص کی زبانی کہلا کر بھیجا کہ یہ وقت خطرہ کا ہے اگر بظاہر تھوڑی سی شرکت کر لو تو گنجائش ہے۔ میں نے کہلا بھیجا کہ یہ آپ کی محبت اور شفقت کا اقتضاء ہے مگر سب سے بڑا خطرہ جان کا چلا جانا تھا۔ سو اس کیلئے میں اپنے نفس کو تیار پاتا ہوں لیکن اس پر آمادہ نہیں ہوں کہ بلا سمجھے شرکت کر لوں اور نہ اس پر قدرت ہے کہ بظاہر تو شرکت کروں اور باطن میں الگ رہوں اس کو میں منافقت سمجھتا ہوں۔ اور بحمد اللہ اس وقت تک ہر خطرہ سے محفوظ آپ کے سامنے زندہ اور صحیح سلامت موجود ہوں۔ لڑکیوں کا کھیل بنا رکھا ہے یہ دین ہے کہ یا تو وہ کرو جو ہم کریں ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔

اسی زمانہ میں جنگل معمول کے موافق صبح کو گیا ایک ہندو راجپوت بوڑھا تھانہ بھون ہی کا رہنے والا ملا بستی کے ہندو بھی جو پرانے خیال کے اور پرانے عمر کے ہیں محبت کرتے ہیں کہنے لگا مولوی جی کچھ خبر بھی ہے تمہارے واسطے کیا تجویزیں ہو رہی ہیں تنہا اس طرح جنگل میں مت آیا کرو۔ میں نے کہا کہ چودھری مجھ کو اس کی بھی خبر ہے اور ایک بات کی اور بھی خبر ہے جس کی تم کو خبر نہیں کہنے لگا کہ جی وہ کیا ہے میں نے کہا کہ بدوں اس کے حکم کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ تھا تو ہندو مگر یہ سن کر اس قدر اس پر اثر ہوا جوش میں آ کر کہنے لگا کہ مولوی جی! تم جہاں چاہے پھرو تمہیں جوکھم (خطرہ) نہیں ایسے آدمی کیلئے گھر جنگل پہاڑ سب ایک ہی سے ہیں۔

غرضیکہ ڈاکٹر صاحب اپنے بھائی کو ہمراہ لے کر یہاں پر آئے پہلی ملاقات تھی مگر نہایت بے تکلفی سے گفتگو شروع کی۔ گفتگو کرنے پر معلوم ہوا کہ آدمی سمجھ دار تھے مگر غلطی میں مبتلا تھے کہنے لگے کہ میں بلا تمہید عرض کرتا ہوں کہ آپ اس تحریک میں شریک کیوں نہیں۔ میں نے کہا کہ میں بھی بلا تمہید عرض کرتا ہوں کہ جو کام اس وقت اٹھا ہے اس میں ضرورت ہے اتفاق کی حدوثاً بھی بقاءً بھی۔ اور اول تو مجھ کو حدوث اتفاق ہی میں کلام ہے لیکن علیٰ سبیل التنزل اگر مان بھی لیا جائے تو بقا کا کون ذمہ دار ہے۔ اس لئے کہ بقاء کیلئے ارادت کافی نہیں قہر و قوت کی ضرورت ہے اور وہ قوت امیر المومنین ہے اور اس وقت مسلمانوں کا کوئی امیر یا سردار نہیں جو ان کی قوت کو ایک مرکز پر جمع رکھ سکے جو روح ہے اس کام کے کرنے کی تو خلاصہ شرط کا یہ ٹھہرا کہ مسلمانوں کا کوئی امیر المومنین ہو سب سے بڑا اور اہم مسئلہ یہ ہے سو اس کی کیا صورت ہے کہنے لگا کہ ہم آپ ہی کو امیر المومنین بناتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں امیر المومنین بننے کو تیار ہوں مگر اس میں کچھ شرائط ہیں میں نے ان شرائط کی تقریر کی جس کا حاصل یہ ہے کہ اول شرط یہ ہے کہ تمام ہندوستان کے مسلمان اپنا تمام مال اور جائداد میرے نام ہبہ کر دیں میں بھیک مانگنے والا امیر المومنین نہیں بنوں گا۔ اور مانگنے کی بھی کوئی حد ہے کوئی ایک دفعہ دیگا دو دفعہ دیگا تین دفعہ دیگا۔ بالآخر اکتا جائیگا کہ ان کو تو رات دن کا یہی قصہ ہے۔ دوسرے ایسے کام چندوں سے نہیں چلا کرتے۔ چندوں سے جن کے کام چلے ہیں ان کے مال و جان ان کی آبرو ان کے بیوی بچے سب خدا کی راہ پر اپنے کو قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے اور اصل مقصد میں سب متحد تھے خلوص سے ان کے قلوب پر تھے ان کی کیا کوئی ہمسری کا دعوی کر سکتا ہے اور اس کا کوئی وقت مقرر نہیں کہ کب تک یہ ضرورت رہے اور یہ میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں تجربات کی بناء پر اس لئے کہ آجکل چندوں کی اس قدر بھر مار ہے کہ لوگ دیتے دیتے اکتا گئے۔

تیسری یہ بات ہے کہ اگر کوئی ضرورت صرف کی فوری پیش آ گئی اور پلّے ہے نہیں اب اگر رقم وقت پر اپنے موقع پر نہ پہنچی تو کیا ہوگا سوائے اس کے ناکامیابی ہو اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے مثلاً

ضرورت تو ہے آج اور آپ کھڑے ہوئے چندہ کو۔ پھر اس میں بھی یہ ضرور تھوڑا ہی ہے کہ فوری کامیابی ہو جائے یہ بھی تو احتمال ہے کہ کامیابی نہ ہو تو ایک یقینی ضرورت کو احتمالی بات پر معلق کر دینا یہ کون سی عقلمندی کی بات ہے۔

اب بتلایئے کہ اس وقت چندہ کی فکر کیجئے گا یا کام کی تو پہلے اس کا انتظام کیا جائے۔ اب سنیئے کہ میں اس سرمایہ سے جو میرے نام ہبہ ہوگا۔ سامان جمع کروں گا اور یہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہبہ کے بعد ہبہ کرنے والوں میں سے کسی کو تکلیف نہ ہونے دوں گا سب کو حسب حیثیت اور مذاق انشاء اللہ تعالیٰ خرچ دوں گا اور یہ بھی اطمینان دلاتا ہوں اور اگر اطمینان نہ ہو تو تحریر مجھ سے لکھالی جائے کہ بعد انفراغ اور کامیابی کے بجنسہ سب کی جائیداد وغیرہ واپس کردوں گا رکھوں گا نہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ہندوستان کے تمام مشاہیر علماء اور لیڈروں کے دستخط کراؤ کہ وہ مجھ کو امیر المومنین تسلیم کرلیں اگر بلا اختلاف سب نے تسلیم کرلیا تو میں امیر المومنین ہوں گا۔ اگر ایک نے ابھی اختلاف کیا تو میں امیر المومنین نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اختلاف کی صورت میں امیر امیر نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر تسلیم کے بعد پھر کوئی اختلاف یا خلاف کرے تو امیر کو حق ہے کہ وہ اپنی قوت سے ایسے لوگوں کو دبائے اور ٹھیک کرے قبل از تسلیم حق نہیں کہ اس کو دبایا جائے ایک یہ کام کرا دیجئے۔

اب سنیئے کہ امیر المومنین ہونے کے بعد سب سے اول جو حکم دوں گا وہ یہ ہوگا کہ دس سال تک سب خاموش ہر قسم کی تحریک اور ہر قسم کی شور وغل بند! اس دس سال میں انتظام کروں گا۔ مسلمانوں کو مسلمان بنانے کے اور ان کی اصلاح کیلئے با قاعدہ انتظام ہوگا۔ غرضیکہ مکمل انتظام کے بعد جو مناسب ہوگا حکم دوں گا۔ عملی صورت یہ ہے کام کرنے کی اور محض کاغذی امیر المومنین بنانا چاہتے ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آج امیر المومنین ہوں گا کل کو امیر الکافرین ہوں گا آج سردار بنوں گا کل کو سردار ہوں گا۔

یہ تقریر سن کر ان کی تو سب ذہانت ختم ہوگئی اور یہی مقصود تھا۔ اس تقریر سے کہ ان کو اپنے خیالی منصوبوں کی حقیقت معلوم ہو جائے ورنہ امیر المومنین کون بنتا ہے اور کون بناتا ہے۔ یہ

تقریر بھی ایک علمی ناول تھا جس میں فرضیات سے مفید سبق دیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر کام اصول سے ہوسکتا ہے بے اصول تو گھر کا بھی انتظام نہیں ہوسکتا۔ ملک کا تو کیا خاک انتظام ہوگا۔ یہ ہیں وہ اصولی باتیں جن پر مجھ کو برا بھلا کہا جاتا ہے اور قسم قسم کے الزامات و بہتان میرے سر تھوپے جاتے ہیں اور لوگ مجھ سے خفا ہیں اور وجہ خفا ہونے کی صرف یہ ہے کہ میں کہتا ہوں کہ اصول کے ماتحت کام کرو جوش سے کام مت لو۔ ہوش سے کام لو۔ جوش کا انجام خراب نکلے گا۔ حدود شرعیہ کی حفاظت رکھو وہ ان باتوں کو اپنے مقاصد میں روڑا اٹکانا سمجھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اگر دین نہ رہا اور احکام اسلام کو پامال کرنے کے بعد کوئی کام بھی کیا تو وہ کام پھر دین کا نہ ہوگا۔ کیا یہ دین کی خیر خواہی اور ہمدردی کہلائی جاسکتی ہے۔

اے صاحبو! آج سے پہلے بھی تو اسلام اور مسلمانوں پر اس سے بڑے بڑے حوادث پیش آئے ہیں کہ اس وقت اس کا عشر عشیر بھی نہیں مگر انہوں نے اس حالت میں بھی اصول اسلام اور احکام اسلام کو نہیں چھوڑا اسلف کے کارناموں کو پیش نظر رکھ کر کچھ تو غیرت آنا چاہیے تم تو معمولی معمولی باتوں میں احکام اسلام کو ترک کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہو وہ حضرات عین قتال کے وقت بھی حدود کی حفاظت اور رعایت فرماتے تھے جس پر آج ہم کو فخر ہے اب تم ہی فیصلہ کرلو کہ وہ تھے خیر خواہ اسلام ہمدرد اسلام جانباز اسلام یا تم۔ تحریک خلافت کے زمانہ میں صاف الفاظ میں یہ کہا جاتا تھا کہ یہ مسائل کا وقت نہیں کام کرنے کا وقت ہے۔

ایک مولوی صاحب نے جو تحریکات میں نہایت جوش اور سرگرمی کے ساتھ کام کر رہے تھے مجھ سے خود بیان کیا کہ ہم کو وہ کام کرنے پڑے ہیں اس تحریک میں کہ اگر علماء کو معلوم ہو جائیں تو ہم پر کفر کا فتویٰ دیدیں۔ یہ تو حالت ہے اور اس پر دعویٰ دین کی خدمت کا۔ خود ان خرافات اور بیہودگیوں کا اقرار ہے اور پھر ایسے معاملات میں کہ جن کو خود بھی شرک اور کفر تک سمجھتے ہیں دوسروں کو شرکت کی دعوت دی جاتی ہے کہ تم بھی ہم جیسے بن جاؤ۔

اس موقع پر یہ مقولہ صادق آتا ہے ''ہم تو ڈوبے ہیں مگر تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے'' یہ تو علماء کی حالت ہے جو ان تحریکات میں حصہ لے رہے ہیں۔ باقی عوام اور لیڈروں کی حالت

کا اسی سے اندازہ کرلیا جائے کہ وہ کیا کرتے ہوں گے۔ اب جوان باتوں پر تنبیہ کرے یا خاموش اور علیحدہ رہ کر خرافات کی شرکت سے اپنے دین وایمان کی حفاظت کرے اس پر لعن طعن سب وشتم کیا جاتا ہے۔ یہ سب خرابیاں امیر عادل نہ ہونے کی وجہ سے ہیں اگر امیر عادل ہو وہ ان خرافات کا انسداد کرسکتا ہے وہی حدود کی رعایت کرا سکتا ہے۔ غرض اصل چیز رعایت ہے حدود کی پھر اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو صبر کریں۔ اجی جان دینا تو مشکل نہیں مگر یہ تو اطمینان ہو کہ اپنے مصرف پر گئی جان بھی۔ کم بخت دی اور خلجان مول لیا کہ جس کام کیلئے جان دی ہے وہ دین ہے یا نہیں۔ یونہی بیٹھے بٹھلائے جا کر جان دے دینا کون سی انسانیت ہے اگر کوئی وقت آ گیا جان دینے کا اور صحیح مصرف بھی ہوا تو سب سے پہلے یہ مدعیان خیر خواہی قوم اور ہمدردان اسلام ہی دم دبا کر بھاگتے نظر آئیں گے جس وقت حضرت مولانا دیوبندیؒ مالٹے سے دیوبند تشریف لائے تو میں حضرت کی زیارت کیلئے دیوبند حاضر ہوا تھا۔ وہاں پر ایک صاحب اس قسم کی گفتگو کرنے لگے اور یہ کہا کہ آپ کو تو معلوم ہے پہلے آپ کے بزرگ بھی تو کھڑے ہوئے تھے میں نے کہا مجھ کو یہ بھی خبر ہے کہ کھڑے ہوئے تھے اور اس کی بھی خبر ہے کہ بیٹھ بھی گئے تھے اور آخر تک بیٹھے ہی رہے۔

اب بتلاؤ کہ اپنے بزرگوں کے متبع ہم ہوئے یا تم اس لئے کہ تم منسوخ پر عمل کررہے ہو اور ہمارا عمل ناسخ پر ہے پھر کچھ نہیں بولے خدا معلوم کیا سمجھ رکھا ہے جن وجوہ اور اسباب کی بنا پر بیٹھ جانیکو ترجیح دی تھی وہی اسباب اب بھی موجود ہیں۔ بلکہ اس سے زیادہ ابتری اور کمزوری نظر آرہی ہے۔ اگر ذرا غور اور فکر سے کام لیں تو اس وقت اور اس وقت کی حالت کا تفاوت مشاہد ہوسکتا ہے کوئی باریک یا غامض بات نہیں جس میں اختلاف کی گنجائش ہو اور یوں تو ہر بات کا جواب ہوسکتا ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ جواب مقبول ہے یا مردود۔ اس لئے کہ شیطان نے بھی اللہ میاں کو جواب دیا تھا اس پر جو حشر اس کا ہوا کسی سے مخفی نہیں اور عوام کے بھروسہ جبکہ ان میں دین بھی پورا نہ ہو کسی ایسے کام میں ہاتھ ڈالنا بہت خطرناک بات ہے اور یہ خطرہ دنیا ہی کیلئے نہیں بلکہ اس کا اثر دین پر بھی ہوگا اور یہ نہایت قوی اندیشہ ہے خصوصاً اس حالت کے مضر ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں ہوسکتا جبکہ دوسروں کے کندھوں پر بندوق چلائی جارہی ہو۔

جیسا صاف کہتے ہیں کہ بدوں برادران وطن (ہندوؤں) کی شرکت کے ہم کچھ نہیں کر سکتے ایسی قوت کے بھروسہ کہ جس سے کسی وقت بھی اسلامی خیر خواہی اور ہمدردی کی امید نہیں کام کرنا کہاں عقلمندی کہلائی جا سکتی ہے نہ شرعاً نہ عقلاً۔ اس کو کوئی نافع تسلیم کر سکتا ہے ہزارہا واقعات شب وروز مشاہد ہو رہے ہیں کہ وہ کسی طرح بھی اور کسی وقت میں اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ خدا معلوم ان مشاہدات کو کس بناء پر نظر انداز کیا جا رہا ہے اور جو اصل چیز ہے کہ مسلمانوں میں دین پیدا ہو ان کی قوت ایک مرکز پر جمع ہو۔ ان کا کوئی امیر ہو اس کا کہیں نام ونشان بھی نہیں بھیڑ اچال ہے جس طرف کو ایک چل دی سب اسی طرف کو چل دیتی ہیں۔

میں بقسم عرض کرتا ہوں اور خدا کی ذات پر بھروسہ کر کے کہتا ہوں کہ اگر مسلمان مضبوطی کے ساتھ اپنے دین کے پابند ہو جائیں اور تمام آپس کے مناقشات کو ختم کر کے متحد ہو جائیں اور اپنی قوت کو ایک مرکز پر جمع کر لیں اور جس کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر بڑا بنائیں اس کے کہنے اور مشوروں پر عمل کریں اس کی اتباع سے سر مو اعراض نہ کریں تو پھر ان کو نہ کسی کی شرکت کی ضرورت نہ ان کو کسی سے خوف کی ضرورت اور نہ ان کا کوئی کچھ بگاڑ سکتا ہے ہر کام طریقہ اور اصول سے ہوتا ہے معمولی معمولی باتوں پر بغیر اصول پر عمل کئے آدمی ناکامیاب رہتا ہے یہ اتنا بڑا کام اور اس کا کوئی اصول نہ ہو سخت حیرت ہے ہمارا تو ہستی اور وجود ہی کیا ہے۔

صحابہ کرامؓ جن کی مقبولیت اور فراست وعقل تمام دنیا کو تسلیم ہے اور بڑے بڑے عقلاء اس پر متفق ہیں۔ انہوں نے بھی ساری عمر یہ کام کئے مگر اصول اور حدود کا ہاتھوں سے نہیں چھوڑا یہی راز ان کی کامیابی کا ہے یہ تو ہر شخص کی زبان پر ہے کہ ان کو کامیابیاں ہوئیں ان کی نصرت ہوئی وہ تمام عالم پر بے سروسامانی کی حالت میں غالب آئے مگر اسی کے ساتھ یہ بھی تو دیکھنا چاہیے کہ ان کا طریق کار کیا تھا ان کا اس جدوجہد سے کیا مقصود تھا انکی نیت کیا تھی ان کے اعمال کیسے تھے وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے تھے وہ احکام اسلام پر کس درجہ عامل تھے ان کے قلوب میں اسلام اور احکام اسلام کی کس قدر عظمت اور محبت تھی ثمرات پر تو نظر ہے اسباب ثمرات

پر بھی نظر ہونا چاہئے اور اس پر اپنی حالت کو منطبق کرنا چاہئے کھوٹے کھرے کا فرق بسہولت معلوم ہو جائے گا اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہم ان کامیابیوں اور نصرتوں کے مستحق ہیں یا نہیں۔ نرے دعوے اور زبانی باتیں ہانکنے سے کہیں کام چلا کرتا ہے؟ کام تو کام کرنے سے ہوا کرتا ہے میرا معمول ہے کہ مجھے جب کوئی اس قسم کا مشورہ دیتا ہے کہ یہ کرنا چاہئے اور یہ ہونا چاہئے۔ جواب میں ایسا طریقہ بتلا دیتا ہوں کہ اس میں ان حضرت کو بھی کچھ کرنا پڑے اور خود بھی شرکت کا وعدہ کر لیتا ہوں باوجود میرے وعدہ شرکت کے، کسی کو بھی آمادہ نہیں دیکھا دوسروں ہی کو چاہتے ہیں کہ سب یہ ہی کریں ہمیں کچھ نہ کرنا پڑے بطور مزاح فرمایا کہ پھر تو وہ اس کے مستحق ہو جاتے ہیں کہ ان کو یہ کہا جائے آمادہ (یعنی اے مادہ آجا) سب تری ختم ہو جاتی ہے۔ ان لوگوں کی حالت بالکل اس کی مصداق ہے جیسے دو دوستوں کا ایک ساتھ سفر ہوا اول منزل طے ہونے کے بعد کسی مقام پر قیام۔ کیا وہاں پر کھانے پکانے کی تجویز ہوئی۔ ایک بولا کہ بھائی! میں تو بازار سے سودا لاتا ہوں تم جنگل سے لکڑیاں چن لاؤ۔ دوسرا کہتا ہے کہ دوست تم کو معلوم ہے کہ میں سفر کی وجہ سے تھکا ماندہ ہوں مجھ سے یہ کام انجام نہیں دیا جا سکتا۔ وہ بیچارا بازار سے سودا بھی لے آیا۔ اور جنگل سے لکڑیاں بھی چن لایا۔ پھر اس نے کہا کہ یہ کام تو ہو گیا اب تم آگ جلا لو اور میں آٹا گوندھتا ہوں کہا کہ اتنی ہمت کہاں ہے بہت ہی خستہ حالت ہے اس نے یہ دونوں کام بھی انجام دیئے پھر اس نے کہا کہ بھائی میں روٹی پکاتا ہوں تم آگ جلاتے رہنا اور روٹی سینکتے رہنا کہا کہ بیٹھنا موت ہے سفر کی تھکان سے ٹانگیں چور ہو رہی ہیں اس نے روٹی بھی پکالی پھر اس نے کہا کہ لو بھائی آکر کھا تو لو! تو کہتا ہے کہ بہت دیر سے دوست کے کہنے کی مخالفت کر رہا ہوں آخر کہاں تک مخالفت کروں شرم معلوم ہوتی ہے دوست کہے گا کہ کسی بات میں بھی کہنا نہیں مانا لاؤ کھا تو لوں۔ ہے یہی حالت ان مشورہ دینے والوں کی ہے۔ پکی پکائی چاہتے ہیں کہ مل جائے ہمیں کچھ نہ کرنا پڑے۔

میں پوچھتا ہوں کہ جو سلف کے کارناموں کو پیش کر کے دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں۔ کیا ان کی یہی حالت تھی جو تمہاری ہے کہ ہر کام سے خود تو جان بچاتے ہیں اور دوسروں کو پھانسنے کی فکر کرتے ہیں (یعنی عوام کو پھانس کر لیڈر خود مزے کرتے ہیں) ان کی تو یہ حالت تھی کہ کام تو

ہے کیا بلا ایک سے پہلے دوسرا اپنی جان دینے کو تیار رہتا تھا۔ منجملہ اور وجوہ کے ایک یہ بھی وجہ ہے کہ میں ایسے کاموں میں شرکت نہیں کرتا کہ ایسے کاموں کا تعلق دوسروں سے ہوتا ہے۔ اور یہ تجربہ سے معلوم ہو گیا ہے کہ کسی دوسرے کے بھروسہ کوئی کام کیا جائے کبھی انجام کو نہیں پہنچ سکتا یہ تو بہت بڑا کام ہے رات دن کے معاملات میں دیکھا جا رہا ہے معمولی معمولی کاموں میں لوگ اس قدر پریشان کرتے ہیں کہ اگر کسی کو کوئی کام سپرد کر دیا جاتا ہے تو آئندہ توبہ ہی کرنی پڑتی ہے یہ تو اس کے مصداق ہیں کسی نے خوب کہا ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ☆ یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

البتہ دو کاموں کے خوب ہیں ایک تو جو بات گاندھی کے منہ سے نکل جائے اس کو قرآن وحدیث میں ٹھونسنا اور اس پر منطبق کرنا دوسرا یہ کہ جہاں کوئی بات ہوئی لاؤ چندہ! ان دونوں چیزوں میں کمال حاصل کر لیا ہے۔

دیکھ لیجئے! اتنا زمانہ گزر گیا گاندھی نے کسی نئی بات کا اعلان نہیں کیا سب خاموش ہیں۔ اب وہ کسی نئی اسکیم کی فکر میں ہوگا۔ جستجو کر رہا ہوگا تو جہاں اس نے کسی چیز کا اعلان کیا پھر دیکھنا قرآن وحدیث میں بھی وہ چیز نظر آنے لگے گی۔ اور کوئی چیز بھی تو اس تمام تحریک کی ایسی نہیں جو کسی مسلمان لیڈر یا علماء کی تجویز کردہ ہو دیکھ لیجئے۔ اول ہوم روم گاندھی کی تجویز بائیکاٹ اس کی تجویز کھدر اس کی تجویز خلافت کا مسئلہ اس کی تجویز ہجرت کا سبق اس کی تجویز۔ غرضیکہ جملہ تحریکات میں جس قدر اجزاء ہیں سب اس کی تجویزات ہیں۔ ان کا صرف یہ کام ہے کہ جو اس نے کہا لبیک کہہ کر ساتھ ہو لئے کچھ تو غیرت آنا چاہئے ایسے بدفہموں نے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کیا سخت صدمہ اور افسوس ہے۔

پھر غضب یہ ہے کہ اس کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس کو فرض واجب سے تعبیر کیا جاتا ہے اس سے علیحدہ رہنے والے کو گمراہ اور مرتکب کبائر کا سمجھتے ہیں۔ خدا معلوم لکھ پڑھ کر کہاں ڈبو دیا۔ گاندھی کے اقوال کا انطباق قرآن وحدیث پر ایسا ہی ہے جیسے ایک گاؤں میں بوجھ بجھکو رہتا تھا اتفاق سے اس گاؤں کے رہنے والوں میں سے ایک شخص

کھجور کے درخت پر چڑھ گیا۔ چڑھ تو گیا تھا مگر اترا نہ گیا تمام گاؤں جمع ہو گیا مگر کسی کے کوئی تدبیر ذہن میں نہ آئی کہ اس کے اتر آنے کی درخت سے تدبیر ہے کیا۔ بالآخر بوجھ بجھکو بلائے گئے آ کر درخت کے پاس کھڑے ہوئے کبھی اوپر کو دیکھتے ہیں اور کبھی نیچے کو۔ سوچ ساچ کر بولے کہ رسی لاؤ۔ رسی لائی گئی کہا کہ اس میں گرہ لگا کر پھندہ لگاؤ اور اس کو قوت کے ساتھ اوپر پھینکو اور اس شخص سے کہا کہ اس کو پکڑ کر پھندہ کمر میں ڈال لے۔

غرضیکہ رسہ پھینکا گیا اس نے پکڑ کر کمر میں ڈال لیا۔ اب نیچے والوں سے کہا کہ زور سے جھٹکا مارو انہوں نے زور سے جھٹکا لگایا وہ پٹ سے نیچے آ پڑا۔ ہڈی پسلی ٹوٹ گئیں بھیجا نکل کر دور جا پڑا ختم ہو گیا۔ لوگوں نے بوجھ بجھکو سے دریافت کیا یہ کیسی تدبیر تھی یہ تو مر گیا۔ بوجھ بجھکو جواب میں کہتے ہیں کہ مر گیا تو میں کیا کروں اس کی قسمت۔ میں نے تو سینکڑوں آدمی اس ہی صورت سے رسی کے ذریعہ کنوئیں سے نکلوا لئے ہیں تو جیسے اس بوجھ بجکڑ نے قیاس کیا کنوئیں پر کھجور کے درخت کو۔ ایسا ہی انطباق اور استدلال آجکل کیا جا رہا ہے۔ اسی استدلال کی بدولت (مشاہدہ ہے) موپلوں کی قوم کو تباہ و برباد کرا دیا۔ ان لیڈروں اور ان کے ہم خیال مولویوں نے لیکچر دیے عربی النسل تھے۔ جوش پیدا ہو گیا۔ بھڑک اٹھے پھر جو کچھ ان کا حشر ہوا سب کو معلوم ہے پھر ایک لیڈر بھی وہاں نظر نہ آیا کسی نے بھی ان کی امداد نہ کی۔ چاہتے یہ ہیں کہ ہم تو کرسی صدارت پر بیٹھے رہیں اور لوگ جانیں دیتے رہیں یہ انجام ہوتا ہے بے اصول کاموں کا، کہ موپلوں کی قوم تباہ و برباد ہو گئی۔ بجائے ترقی کے پستی کی طرف پہنچ گئے۔ بالکل وہی صورت ہے کہ کھجور کے درخت سے زمین پر لایا گیا۔ بلندی سے پستی کی طرف آیا۔ انجام ہلاکت ہوا تو یہ جس قدر من گھڑت تدابیر نصوص کے خلاف ہیں ان کا درجہ بھی اس بوجھ بجکڑ کی تدابیر سے کم نہیں جو انجام وہاں ہوا وہی یہاں ہو گا کہ بلندی سے پستی کی طرف آ ؤ گے۔ اور اصول کے خلاف مت کرو۔ حدود شرعیہ کا تحفظ کرو۔ ایڑی چوٹی تک لگاؤ زور، واللہ ثم واللہ ثم واللہ! ایک انچ بھی تو آگے نہیں چل سکتے۔ کر کے دیکھ لو۔ اور یہی دیکھ لو کہ کسی نتیجہ پر پہنچتے ہو یا نہیں مسلمانوں کی فلاح اور ان کی بہبودی

تدابیر منصوصہ ہی میں ہے یہ بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے بعض لوگ دعا ماثورہ کو چھوڑ کر اور طریق دعا کا اختیار کرتے ہیں ظاہر ہے کہ اگر یہ طریق مقبول اور پسندیدہ خدا اور رسول کا ہوتا تو وہ بھی تو تعلیم کر دیا جاتا، جب نہیں کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ طریق مقبول اور پسندیدہ نہیں اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ غیر مقبول میں خیر اور برکت کہاں، بے برکتی بھی مشاہد ہے اور بے برکتی کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ یہ اس شخص کی تعلیمات اور تجویزات ہیں جو توحید اور رسالت کا منکر اسلام اور مسلمانوں کا دشمن رئیس المشرکین والکافرین یہ سب اس کا سبق پڑھایا ہوا ہے۔

تحریک خلافت کے زمانہ میں ہجرت کا روزولیوشن پاس کر دیا۔ اسی پر مسلمان لبیک کہہ کر کھڑے ہو گئے۔ ہزاروں مسلمانوں کو بے خانماں کرا دیا اس کا جو مسلمانوں کی ذات پر اثر ہوا اور ناقابل برداشت نقصان پہنچا وہ سب کو معلوم پھر ملازمتیں ترک کرنے کی تعلیم دی گئی جن کی متیں ماری گئیں تھیں وہ چھوڑ بیٹھے مسلمانوں نے تو چھوڑیں اور ہندوؤں نے ان جگہوں کو پر کیا بہت سے تو اب تک جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں بعض کے خطوط آتے ہیں لکھتے ہیں کہ اس وقت یہ حماقت ہو گئی تھی اب تک بے روزگاری ہے سخت پریشانی ہے یہ ہیں بے اصول کاموں کے انجام اگر کوئی اصول ہوتا یا کوئی مرکز ہوتا تو ان لوگوں کو کیوں پریشانی ہوتی اور کیوں بددل ہوتے۔

غرضیکہ قدم قدم پر ناکامی اور ذلت گلوگیر ہو رہی ہے مگر پھر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں جو سوجھتی ہے نئی سوجھتی ہے یہ سب مشرک کی تعلیم پر عمل کرنے کے ثمرات ہیں اگر مسلمان تنہا اصول کے ماتحت حدود شرعیہ کے تحفظ کرتے ہوئے اور کسی کو اپنا بڑا بنا کر کام کریں اپنی مالی اور جانی قوت کو ایک مرکز پر جمع کر لیں پھر کسی کو بھی اختلاف نہ ہوگا۔ مسلمانوں کے جو مقاصد شرعیہ یا اپنی بہبودی دنیا و دین کے لئے مطالبات ہیں مجھ کو ان سے اختلاف نہیں اور نہ کوئی مسلمان اختلاف کر سکتا ہے وہ تو سب ہی کو مطلوب ہیں مجھ کو جو اختلاف ہے وہ طریق کار سے ہے۔ حدود شرعیہ کا قطعاً تحفظ نہیں سردار یا امیر کوئی نہیں اختلاف اور خلاف کی یہ حالت ہے کہ پارٹی بندیاں ہو رہی ہیں کہ علماء ﴿یہ ملفوظ آج سے ستائیس سال پہلے کا ہے جب علماء کی اکثریت ایک طرف کو چلتی تھی

لیکن آج عالم ہو یا لیڈر، ہر ہر فرد کا راستہ الگ الگ ہے۔ فالی اللہ المشتکی ۔۱۲ ایک طرف کو چلے جار ہے ہیں لیڈر ایک طرف چلے جا رہے ہیں عوام کی یہ حالت ہے۔ کہ جس نے مرضی کے موافق فتوی دیدیا یا کوئی عالم یا لیڈر ان کے ساتھ ہولیا اس میں سب کمالات ہیں اس کو عرش پر پہنچا دیں گے اگر کسی نے مرضی کے خلاف کوئی بات کی تو تحت الثریٰ میں اس کو جگہ ملنا مشکل۔

غرضیکہ ایک گڑ بڑ ہے اور یہ طریقہ کار جو موجود ہے یہ تو سراسر اسلام اور شریعت سب کے خلاف ہے اس کو اسلام اور مسلمانوں سے کیا تعلق مثلاً کانگریس کی شرکت جو خالص مذہبی یا سیاسی ہندوؤں کی تحریک ہے جس کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنا ہے اور مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال دینا اس کا ایک خاص فرض منصبی ہے یہ سب بالشویک خیالات کے لوگ ہیں۔ بالشویک نے جیسا کچھ اسلام اور مسلمانوں کو تباہ اور برباد کیا۔ مدارس دینیہ ومساجد کو خراب کیا وہ ساری دنیا کو معلوم ہے تو حضرت یہ سوراج سوراج ہانکتے پھرتے ہیں۔

اگر خدانخواستہ اس میں کامیابی بھی ہوگئی تو ہندوستان ایک خونی مرکز بن جائیگا برادران وطن اپنی رکیک حرکتوں سے باز نہ آئیں گے مسلمانوں میں اشتعال اور جوش ہوگا روزانہ قتال اور جدال رہے گا۔ شر کی ابتداء مسلمان کبھی نہیں کرتے یہ تو ہونے پر بھی بے حد درگذر کرتے ہیں مگر جب سر پر سے پانی گزرنے لگتا ہے تب بے شک یہ بھی ہاتھ پیر ہلاتے ہیں میں اس وقت چہار طرف سے غل مچایا جاتا ہے کہ یہ وحشیانہ حرکت ہے اور قومیں یہی حرکت کریں تو مہذبانہ حرکت ہے کیا انصاف ہے اور کیا سمجھ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کا کانگریس میں شرکت کرنا ہندوؤں کے ساتھ مل کر یا ان کو ساتھ ملا کر کام کرنا یہ اسلام اور مسلمانوں کیلئے نہایت خطرناک بات ہے اور اس طریق کار کو کس طرح مقاصد شرعیہ کہا جا سکتا ہے وہ اس آڑے وقت میں بھی مسلمانوں کی کسی قسم کی مراعات نہیں کرتے ان کے مذہبی شعار کو ہندوستان میں باقی چھوڑنا نہیں چاہتے آئے دن کے واقعات اس کے شاہد ہیں۔ کانپور اور کشمیر وغیرہ کے واقعات آنکھوں کے سامنے موجود ہیں اب اگر اس پر بھی

کسی کی سمجھ میں نہ آئے اس کا کیا علاج۔ ایک صاحب مجھ سے کہتے تھے (وہ دفتر میں ملازم ہیں) کہ ہندوؤں کی بدولت ہر محکمہ اور دفاتر میں مسلمانوں کو جن مشکلات کا سامنا ہے وہ بے چارے لیڈروں یا ان کے ہم خیال مولویوں کو کیا معلوم جن پر پڑ رہی ہے وہی خوب جانتے ہیں۔

غرضیکہ یہ مسلمانوں کی جان و مال ایمان سب کے دشمن ہیں اور انہیں کو اپنا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھ رکھا ہے یہی انکی بڑی زبردست ناکامی کا راز ہے جو شخص دوست دشمن میں امتیاز نہ کر سکے وہ کیا خاک کام کریگا اور اس کو پھر کامیابی ہوگی یہ ہیں وہ وجوہ جن کی بناء پر کسی کام کے کرنے کو جی نہیں چاہتا دیکھتی آنکھوں کس طرح مسلمانوں کو آگ میں گھسنے اور تباہ برباد ہو جانے کی اجازت دے دوں۔ ان خرفات میں مبتلا ہیں اور آڑ بنایا جاتا ہے۔

کہ حضرت دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ کو ان کے یہ مقاصد تھے۔ استغفر اللہ! حضرت کی حیات میں حضرت کو دہلی ایک جلسہ شوریٰ میں مدعو کیا گیا تھا۔ حضرت بعض اعذار کی وجہ سے دہلی تشریف نہ لے جا سکے۔ اور ایک مولوی صاحب کے ہاتھ خط بھیجا اور یہ ہدایت فرمائی کہ جو مسئلہ مذہبی پیش آئے اس میں اپنا خیال صاف صاف بدوں کسی خوف اور مداہنت کے ظاہر کر دو۔ اس وقت قربانی گاؤ کے بند کر دینے پر زور دیا جا رہا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ مقاصد شرعیہ کے بالکل خلاف ہے ہم مذہبی احکام میں ادنیٰ تصرف اور ذرا سی ترمیم کو بھی برداشت نہیں کر سکتے خواہ لوگ ہمارا ساتھ چھوڑ دیں۔ ہم سے جو خدمت اسلام کی بن پڑے گی کرتے رہیں گے۔

حضرت مولانا قدس سرہ سے محبت کا دعویٰ کرنے والے اور عقیدت کا دم بھرنے والے حضرت کے اس فرمان سے سبق حاصل کریں کہ ادنیٰ ترمیم کو بھی شریعت مقدسہ میں گوارا نہیں فرماتے نہ یہ کہ سر سے پیر تک شریعت مقدسہ کے خلاف باتیں کی جائیں احکام اسلام کی کھلم کھلا مخالفت کی جائے اور اس کو حضرت مولانا قدس سرہ کی طرف منسوب کیا جائے ان باتوں کو حضرت کے مقاصد میں سے بتا کر مسلمانوں کو دھوکہ دیا جائے۔ حضرت مولانا تو بڑی چیز ہیں سلاطین اسلام باوجودیکہ دنیادار کہلاتے ہیں مگر ان میں سے جن کے دل میں اسلام اور احکام اسلام کی

عظمت اور احترام تھا۔ انہوں نے شریعت مقدسہ کے خلاف کرنا گوارا نہیں کیا اس کی بھی پرواہ نہیں کی کہ سلطنت جائے گی یا رہے گی۔

سلطان صلاح الدین نے جس وقت ملک شام کو فتح کیا ہے تو وزراء نے عرض کیا کہ یہ نصرانیوں کا ملک ہے نیا مفتوحہ ہے اس ملک کے لوگ نہایت سرکش اور سخت ہیں۔ اسلامی سیاسیات نرم ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ علاوہ احکام اسلام کے اگر اور بھی کچھ قوانین اور قواعد نافذ کر دیئے جائیں ان پر قابو رکھنے کے لئے تو زیادہ مناسب ہے۔

اس پر سلطان صلاح الدین نے جو جواب دیا ہے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہتے ہیں کہ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں نے جو ملک فتح کیا ہے وہ حکومت اور سلطنت کرنے کیلئے کیا ہے میں نے محض اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کیلئے یہ سعی اور کوشش کی ہے احکام اسلام ہی کو نافذ کروں گا اس پر چاہے ملک رہے یا جائے میں ایک حکم کا بھی احکام اسلام کے خلاف نافذ نہ کرونگا

اس واقعہ سے علماء اور لیڈر سبق حاصل کریں اور اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ ان حضرات کی کامیابی کے یہ راز تھے اور یہاں یہ حالت ہے کہ نہ ابھی کوئی ملک قبضہ میں ہے نہ آئندہ ملنے کے بظاہر کوئی اسباب نظر آتے ہیں مگر شریعت مقدسہ کی قطع و برید پہلے ہی سے شروع کر دی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا قدس سرہ کی حیات میں اپنے مسلک پر آزادی سے عمل کرتا تھا۔ حضرت کی وفات کے بعد سے دیکھ بھال کر عمل کرتا ہوں وجہ اس کی یہ ہے کہ میں سمجھتا تھا کہ حضرت اختلاف کی حقیقت سے واقف ہیں حضرت کے قلب پر میرے اختلاف سے ذرہ برابر بھی گرانی نہ تھی۔ پانی پت کے ایک مولوی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مرض الموت میں دہلی حضرت کے پاس جب زیادہ اختلاف کی خبریں پہنچیں تو یہ فرمایا کہ اختلاف تو اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ لاؤ میں ہی کچھ اپنی رایوں سے ہٹ جاؤں۔ حضرت کی نظر میں اختلاف کا یہ درجہ تھا۔ ایک مرتبہ تحریک خلافت کے زمانہ میں حضرت کی بیٹھک میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے میرے متعلق برے بھلے الفاظ

کہہ رہے تھے کچھ الفاظ حضرت کے کانوں میں پڑے باہر تشریف لے آئے بہت خفا ہوئے۔ اور یہ فرمایا کہ تم اس شخص کے باب میں یہ الفاظ کہہ رہے ہو جس کو میں ایسا ایسا سمجھتا ہوں مجھ کو وہ الفاظ بیان کرتے ہوئے بھی حجاب معلوم ہوتا ہے۔ جو حضرت نے فرمائے مگر چونکہ اب ذکر آ گیا عرض کرتا ہوں وہ الفاظ یہ ہیں کہ جس کو میں اپنا بڑا سمجھتا ہوں۔ اور یہ فرمایا خبردار! جو آئندہ ایسے الفاظ کبھی استعمال کئے اور یہ فرمایا کہ میرے پاس کیا کوئی وحی آتی ہے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ سب ٹھیک ہے میری بھی ایک رائے ہے اُس کی بھی ایک رائے ہے۔

ایک مرتبہ حضرت نے یہ فرمایا کہ ہمیں تو اس پر بھی فخر ہے کہ جو شخص تمام ہندوستان سے بھی متاثر نہ ہوا اور کسی کی بھی پرواہ نہ کی وہ بھی ہماری ہی جماعت سے ہے حضرت کی نقل کو تو جی چاہتا ہے لوگوں کا۔ مگر حضرت جیسا حوصلہ تو پیدا کرلو۔ فلاں مولوی صاحب تحریک خلافت میں بہت سرگرم تھے مسلک میں اختلاف تھا اور ہے مگر کبھی ذرہ برابر نہ ان کو مجھ سے انقباض ہوا نہ مجھ کو ان سے۔

ایک مرتبہ دہلی سے یہاں پر آئے میں نے دریافت کیا کہ کیسے سفر کی صعوبت گوارا فرمائی، کہنے لگے کہ مجھ کو خلوت میں کچھ کہنا ہے میں نے کہا صاف بات ہے اور معاملہ کی بات ہے وہ یہ ہے کہ تنہائی میں میں کوئی بات نہ کرونگا کیونکہ اس میں آپ کی تو کوئی مصلحت نہیں اور میری مصلحت کے خلاف ہے اس لئے کہ آپ تو حکومت اور مشین گنوں، توپوں اور فوجوں کے مقابلہ کیلئے تیار ہیں اور اس کا آپ اعلان کر چکے ہیں اور میں ابھی تیار نہیں ہوا۔ آپ کو تنہائی اور غیر تنہائی سب برابر ہیں آپ کیلئے کوئی نیا خطرہ نہیں اور میرے لئے خطرہ ہے کہ نہ معلوم چپکے چپکے کیا مشورہ ہو جو بات ہو مجمع میں ہو۔ پھر یہ کہ آپ کو تردد تو ہے نہیں کیونکہ آپ اپنے مسلک کا اعلان کر چکے ہیں اور تردد کی حالت میں اعلان نہیں کیا جاتا تو گفتگو سے رفع تردد تو مقصود ہے نہیں صرف مجھ کو تبلیغ کرنا ہے سو میں نہایت خوشی سے سننے کو تیار ہوں مگر جب یہ تبلیغ ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ آپ تقریر فرمائیں میں سنوں لیکن آپ کو یہ حق نہ ہوگا کہ آپ یہ دریافت فرمائیں کہ تو سمجھا یا نہیں۔

میں سمجھوں یا نہ سمجھوں آپ اپنا فرض منصبی ادا فرمائیں کیونکہ مبلغ کا فرض مخاطب کے جواب پر موقوف نہیں اگر معقول تقریر ہوگی میں اپنے مسلک سے رجوع کرلوں گا اور اعلان کردوں گا کہ پہلے میں غلطی پر تھا فلاں صاحب کے سمجھانے سے سمجھ میں آ گیا اور اگر نہیں تو خاموش رہوں گا کچھ نہ کہوں گا اس پر مولوی صاحب راضی ہوگئے میں نے دو شخصوں سے کہا کہ پنسل کاغذ لے کر بیٹھ جانا اور جو مولوی صاحب تقریر فرمائیں اس کو ضبط کرلینا اس میں یہ مصلحت ہے کہ سب تقریر سننے سے دماغ میں رہ نہیں سکتی۔ضبط ہونے پر میں اس میں اچھی طرح پر غور کرسکوں گا۔ اس سے مولوی صاحب پر ایک خاص اثر رکاوٹ کا ہوا۔ میں نے اس کا احساس کر کے کہا کہ ایک اور صورت اس سے بھی سہل سمجھ میں آئی اس میں تو پھر بھی ایک طول ہے یہ لوگ لکھیں گے پھر صاف کریں گے پھر آپ کے پاس نظر ثانی کرنے کو بھیجیں گے اور علاوہ طول کے اس میں وقت بھی زیادہ صرف ہوگا۔ سہل صورت یہ ہے کہ آپ دہلی واپس تشریف لے جائیں اور اطمینان سے کتابیں دیکھ کر اور علماء اور عقلاء سے مشورہ لیکر تحریری تبلیغ میرے پاس بھیج دیں اس میں ایک اور مصلحت بھی ہے کہ علاوہ اس کے فی البدیہہ تقریر میں تمام جزئیات کا احاطہ نہیں کرسکیں گے بعد میں افسوس ہوگا۔

بس مولوی صاحب اس پر راضی ہوگئے اور اس پر گفتگو ختم ہوگئی کئی سال کی یہ بات ہوگئی وہ تبلیغ آج آرہی ہے یہ حالت تو اس تحریک میں پیشوا اور مقتداؤں کے کام کرنے کی ہے عوام بے چارے تو بھلا کس شمار میں ہیں۔

۳ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۱۱۸: ''سلسلہ عالیہ اشرفیہ'' کے لفظ سے کراہت

فرمایا! کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا منجملہ اور مضامین کے یہ بھی لکھا تھا کہ مجھ کو بھی سلسلہ عالیہ اشرفیہ میں داخل فرمالیا جائے۔ میں نے جواب میں لکھا تھا کہ اشرفی کے کیا معنی اس کا کوئی جواب نہیں کیا ٹھکانہ ہے اس تحزب کا۔ پارٹی بندیاں ہورہی ہیں دین میں بھی دنیا گھس رہی ہے۔

ملفوظ ۱۱۹: سورۂ یٰسٓ کی فضیلت پر ایک شبہ کا جواب

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک مرتبہ جو شخص سورۂ یٰسین شریف پڑھے اس کو سات قرآن شریف پڑھنے کا ثواب ملتا ہے فرمایا کہ سات نہیں دس کا ثواب ملتا ہے۔ عرض کیا کہ مجھ کو سات ہی یاد تھا مگر عرض کرنے سے غرض یہ ہے کہ ایک شخص نے تو صرف سورۂ یسین شریف پڑھی اور ایک شخص نے دس قرآن شریف پڑھے تو کیا اس کا اور اس کا ثواب برابر ہوگا جواب میں فرمایا کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ (یٰسین شریف پڑھنے سے) اجر تو دس ہی قرآن شریف پڑھنے کا ملے گا مگر وہ انوار میسر نہ ہوں گے جو کامل دس قرآن پڑھنے سے ہونگے اور صاحب غیب کی کس کو خبر ہے انا عند ظن عبدی بی کیا کچھ عطا فرمادیں کوئی ان چیزوں میں ضابطہ تھوڑا ہی ہے۔

ملفوظ ۱۲۰: حدیث "العی من الایمان" کا مطلب کلام بضرورت ہونا چاہئے

ایک اہل علم کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا! کہ صبح آپکے پرچہ کا جواب دے چکا ہوں اس کو زبانی بھی سمجھ لیجئے گا حدیث میں عی فی البیان کے ایمان میں سے ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے اصل یہ ہے کہ مقصود کے بیان میں تو روانی ہوتی ہے اور غیر مقصود کے بیان میں انقباض مثلاً انسان کسی اور طرف متوجہ ہونے کی حالت میں کلام کرتا ہے تو اس کے کلام میں روانی نہیں ہوتی بس اہل اللہ پر چونکہ خوف آخرت کا غلبہ ہوتا ہے اور ہر وقت اس کا دھیان رہتا ہے لہٰذا ان کے کلام میں دلبستگی ہوتی ہے خوف آخرت کے غلبہ سے بیان کی روانی جاتی رہتی ہے جیسے ضروری کلام میں جو کہ مقصود ہوتا ہے آدمی انشراح اور بسط سے بولتا ہے اور روانی ہوتی ہے اور غیر مقصود یا فضول کلام میں روک روک کر بستگی کے ساتھ بولتا ہے ایسے ہی غلبہ خوف آخرت سے بضرورت ہی بولتا ہے تو خواہ مخواہ اس کے عام کلاموں میں رکاوٹ ہوتی ہے اور اس کی محسوس مثال یہ ہے کہ:

کسی ایسے شخص سے جسے زور کا پیشاب لگا ہو مثنوی یا لنگر یری کی تقریر کرائی جائے تو ہرگز روانی

نہ ہوگی۔ غیر مقصود میں رواں کلام وہی کر سکتا ہے جس پر خوف آخرت کا غلبہ نہ ہوا سی کو کلام میں حظ ہوگا ایسے ہی کلام کی برائی کرنا مقصود ہے جو محض حظ کیلئے کیا جاتا ہے کلام بضرورت ہونا چاہیے۔ اس میں حظ کا درجہ نہ ہونا چاہیے آدمی کو چاہیے کہ ضرورت کے درجہ تک کلام کو رکھے غیر ضروری کلام میں بڑے ہی نقصان ہیں مزاح کے طور پر فرمایا کہ مگر ایسا بھی نہ ہو کہ ضروری کلام میں بھی اختصار کرنے لگیں جیسے ایک شخص نے نماز کے اندر اختصار کیا تھا۔ وہ انقد کی نماز کہلاتی ہے یعنی الحمد کے شروع کا الف اور ختم کا نون۔ اور قل ھواللہ کے شروع کا قاف اور ختم کی دال یہ انقد کی قرأۃ ہوگئی۔

اسی طرح ایک شخص نے خط میں مجھ کو لکھا تھا السلام علیکم الیٰ اخرہ یہ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ کبھی ضروری کلام میں بھی اختصار کرنے لگیں اور چپ شاہ بن کر بیٹھ جائیں آجکل اہل فہم دنیا میں بہت آباد ہیں (مراد غیر اہل فہم) جن کو عقل اور فہم دونوں کا ہیضہ ہے یا یوں کہئے کہ قحط ہے۔

غرضیکہ دونوں حالت میں حد اعتدال سے دور رہتے ہیں اس لئے ہر بات میں اس کا خیال رہتا ہے کہ الٹی نہ سمجھ جائیں۔

ملفوظ ۱۲۱: اصول کے مطابق خدمت کرنا

فرمایا! ایک صاحب کا خط آیا ہے میں نے ان کو بوجہ ان کی گڑبڑ کے لکھ دیا تھا کہ سوائے استدعاء دعا کے اور میری خیریت معلوم کرنے کے اور کوئی خطاب خط میں نہ کیا کرو۔ اس کے بعد کئی مرتبہ ان کے خطوط آئے ان اصول کے پابند رہے آج لکھا ہے کہ میرے لڑکے کی شادی ہے مجھے رسوم مروجہ کے متعلق مسائل دریافت کرنا ہیں۔ اطمینان تو حضرت ہی سے ہوتا مگر چونکہ اجازت نہیں اس لئے کسی ایسے عالم کا پتہ تحریر فرمادیں کہ جوان مسائل میں دلچسپی رکھتے ہوں۔ فرمایا نہایت ہی سلیقہ کی بات ہے جو طرز انہوں نے اختیار کیا اب مجھ پر یہ اثر ہوا کہ راستہ بتاؤں گا۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اصلاح الرسوم دیکھنے کو لکھ دیا جائے فرمایا کہ میری تجویز اس سے بھی بہتر تجویز ہے یہ لکھ دیا ہے کہ یہاں کسی سے تعلق پیدا کرو ان کو تم لکھو اور

وہ مجھ سے مسائل پوچھ کر تم کو لکھ دیا کریں یہ سہل راستہ نکل آیا۔ اس میں براہ راست خط و کتابت بھی نہ ہوگی اور جوان کا مقصود ہے کہ میں ہی مسائل بتاؤں وہ بھی پورا ہو جائے گا۔ مجھ کو خدمت سے انکار نہیں مگر چاہتا یہ ہوں کہ اصول سے کام ہو بے اصولی سے مجھے تکلیف ہوتی ہے ایک تو خدمت کرو اور اوپر سے تکلیف اٹھاؤ اور غلامی کرو مجھ سے تو یہ ہو نہیں سکتا۔ اس پر مجھ کو سخت کہتے ہیں۔ میں بحمد اللہ سخت نہیں ہوں یہ تو بہتان ہے۔

اب دیکھ لیجئے! مشاہدہ ہے کہ ڈھنگ سے بات لکھی ویسا ہی جواب دیا گیا۔

ملفوظ ۱۴۴: آج کل کی خوش اخلاقی

فرمایا! کہ مروج خوش اخلاقی کا میں ہمیشہ سے مخالف ہوں اس لئے کہ یہ تو خوش اخلاق اور نیک نام مشہور ہو جائیں گے مگر تعلیم و تادیب نہ ہونے سے یہ خوش خلقی دوسروں کے اخلاق تباہ اور برباد ہونے کا ذریعہ اور سبب ہو جائیگی۔

مثال ہے تو فحش مگر ہے چسپاں جیسے رنڈی بڑی خلیق ہوتی ہے پان بھی کھلاتی ہے عشق بازی کی باتیں بھی کرتی ہے محبت کا بھی اظہار ہے ذرا ناز و انداز بھی ہے غرضیکہ دل لبھانے کے سب ہی اسباب جمع کرتی ہے۔ اور ایک ہے گھر ستن کہ رات دن خاوند سے لڑتی ہے سیدھے منہ بات نہیں کرتی ایک استغناء کی سی شان ہے۔ اب آپ ہی انصاف سے بتلایئے کہ یہ رنڈی تو خلیق ہے اور گھر ستن بد خلق ہے۔ مگر آپ ہی اندازہ فرما سکتے ہیں کہ ان دونوں میں فرق کیا ہے اور کون سی حالت محمود ہے۔ کون سی مذموم۔ ایسی مروج خوش اخلاقی کا جس میں دین کا ضرر ہو۔ اصل منشاء صرف یہ ہے کہ کہیں آنے والوں کا اعتقاد نہ جاتا رہے یہ ہم کو بدنام نہ کریں کیونکہ اگر ایسا ہوا تو آمدنی نہ ہوگی۔ کوئی ہمارے پاس نہ آئے گا نہ رہو بدنام کریں گے کرنے دو آمدنی نہ ہوگی مت ہو۔ کوئی پاس نہ آئے گا نہ آؤ۔ ہماری جوتی سے بلانے کون جاتا ہے مانگتا کون ہے حضرت ان ہی وجوہ سے اہل علم کو اہل دنیا ذلت کی نظر سے دیکھتے ہیں مجھ کو تو غیرت آتی ہے اور نہایت ہی ذلت معلوم ہوتی ہے۔ اہل دنیا کے ساتھ اس طریق سے پیش آتے ہیں جس میں دین اور اہل دین کی

ذلت کا شبہ بھی ہو۔ عوام کی جو جرأت بڑھی ہے یہ اہل علم کی خوش اخلاقی ہی کی وجہ سے ہر چیز کے حدود ہیں خوش اخلاقی کی بھی کوئی حد ہونا چاہئے وہ حد یہ ہے کہ دین اور اہل دین کی ذلت نہ ہو اس درجہ تک خوش اخلاقی کا مضائقہ نہیں اس سے آگے کا درجہ مذموم ہے بحمد اللہ ہمارے بزرگوں نے اس کا ہمیشہ خیال رکھا ہے۔

ملفوظ ۱۲۳: عورتوں کی عفت اور پردہ کی فطری ضرورت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ جو عورتیں پھوڑ ہوتی ہیں وہ عفیف ضرور ہوتی ہیں اور اس طرف کی عورتیں عفت میں تو حوریں ہیں۔ بعض تو ایسی ہیں کہ آج تک کسی اجنبی کی صورت بھی نہیں دیکھی اور حوروں ہی کی شان میں قرآن پاک میں یہی وارد ہے فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ نیز عورتوں کے فضائل میں ہے الغافلات المومنات۔ معلوم ہوا کہ خارجیات سے بے خبری اصل وضع ہے عورتوں کی۔ اور گو یہاں پر مراد غفلت عن الفواحش ہے مطلق بے خبری مراد نہیں مگر غفلت عن الفواحش مردوں میں بھی تو مقصود ہے لیکن باوجود اس کے عورتوں کی مدح میں تو اس کو لائے مردوں کیلئے تو یہ نہیں فرمایا۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مطلق بے خبری بھی عورتوں کے زیادہ مناسب ہے اب نالائق کہتے ہیں کہ پردہ توڑ کر بے پردہ ہو جاؤ اور ترقی کرو ان کے یہاں کسی چیز کی کوئی حد ہی نہیں۔ عجب گوبر دماغوں میں بھرا ہے میرا دل تو گواہی دیتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کبھی ان لائقوں کو کامیابی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ دین کی امداد کریں گے۔ جس سے ان اطراف کی عورتیں ہرگز قبول نہیں کریں گی۔

میں نے ایک بار اسی مسئلہ کی گفتگو کے سلسلہ میں ایک مجمع میں کہا تھا کہ پردہ کے مسئلہ میں قرآن وحدیث کو بیچ میں لانے کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ قرآن وحدیث کے بغیر ہی اس کی ضرورت ثابت ہو سکتی ہے اس کے متعلق میں یہ عرض کرتا ہوں کہ کبھی ان لوگوں نے ریل میں سفر کیا ہوگا۔ اور نوٹ بھی ہمراہ لئے ہوں گے کبھی ایسا بھی کیا ہے کہ نوٹ جیب سے نکال کر باہر رکھ دیئے ہوں یا یہ کیا جاتا ہے کہ اندر کی جیب کے بھی جو اندر جیب ہے اس میں رکھے ہوں گے تو کیا اس طرح

نوٹ کو چھپا کر رکھنے کا حکم قرآن میں ہے۔ محض اسی واسطے مخفی رکھا جاتا ہے کہ اظہار میں خطرہ ہے اسی طرح یہاں بھی یہ طبعی امر ہے کہ ایسے ہی خطرہ کے سبب اس کا پوشیدہ کرنا ضروری ہوگا۔ نیز مزید برآں غیرت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ عورت کو پردہ میں رکھا جائے یہ بھی ایک طبعی امر ہے جو علاوہ حکم شرعی کے مقتضی ہے وجوب اخفاء کو۔ بلکہ جو خطرہ یہاں نوٹ کو نکال کر سامنے رکھنے میں ہے اس سے زائد خطرہ عورت کو باہر نکالنے میں ہے۔ نوٹ تو دو چار ہزار کے ہی ہوں گے تو ان کی تو آپ کے دل میں ایسی قدر اور عورت کی اتنی بھی آپ کے نزدیک قدر نہ ہو سننے والے چپ رہ گئے کچھ نہیں بولے۔

ملفوظ ۱۲۴: اپنے خط کی اصلاح بھی دین میں داخل ہے

فرمایا! ایک خط آیا ہے شکستہ میں ایسا لکھا ہے کہ اس کا پڑھنا ہی مشکل ہے اور بندہ خدا نے پتہ بھی اسی طرح لکھا ہے ڈاک خانہ والوں کو بھی پریشانی ہوئی ہوگی۔ مضمون تو اس میں بہت کچھ لکھا ہے مگر خط کا مضمون اس سے شروع ہوا ہے کہ میں نفس کی اصلاح چاہتا ہوں۔ میں نے لکھ دیا ہے کہ نفس کی اصلاح سے پہلے ضرورت ہے آپ کو اصلاح خط کی جو موقوف علیہ ہے اصلاح نفس کا اگر شبہ ہو تو لفافہ کا پتہ دیکھ لو کہ ڈاک خانہ والے کس قدر پریشان ہوئے ہوں گے۔ پس بڑی اصلاح یہ ہے کہ دوسروں کو تکلیف سے بچائے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔

ملفوظ ۱۲۵: بالشویک پارٹی

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بالشویک نے ایک انجمن قائم کی ہے اس کا نام رکھا ہے عدو اللہ اس میں پچیس ہزار کے قریب مختلف اطراف کے لوگ شریک ہیں جو اس انجمن کے مقاصد کو ملک میں پھیلانے کی کوشش وسعی میں مصروف ہیں منجملہ اور مقاصد کے ایک یہ امر بھی انجمن کے مقاصد سے ہے کہ عورتوں کو پردہ نہ کرنے دینا چاہئے اور لڑکیوں کو مثل لڑکوں کے بنایا جا رہا ہے رفتار گفتار لباس طرز انداز سب لڑکوں کے سے ہوں اور ان کو فوج میں بھرتی کیا جا رہا ہے اور چھوٹے چھوٹے بچوں سے پوچھتے ہیں کہ تم کو کھانے کو کون دیتا ہے وہ جواب میں کہتے ہیں

کہ خدا دیتا ہے اس پر کہتے ہیں کہ یوں کہو کہ حکومت دیتی ہے اگر اس پر بچے پھر بھی یہ نہ کہیں تو ان کو قتل کر دیا جاتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ ایسے بچے مسلمانوں ہی کے ہوتے ہیں کہ وہ یہ ہی کہتے رہتے ہیں کہ خدا دیتا ہے۔

یہ واقعہ سن کر حضرت والا پر ایک خاص اثر ہوا اور بے حد رنج اور صدمہ و افسوس کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ کیا ٹھکانا ہے، مردودوں کا، فرعون سے بھی بدتر ہو گئے خدا غارت کرے۔ صاحبو! لوگ سوراج سوراج لئے پھرتے ہیں اگر خدانخواستہ مل گیا تو انجام ﴿ہندوستان میں اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے﴾ یہی ہوگا جو بالشویک کی حالت ظلم اور سرکشی کی سننے میں آ رہی ہے اور یہاں پر جو یہ جماعت ہے جو کانگریس کے نام سے مشہور ہے یہ بھی سب وہی بالشویک خیال کی پارٹی ہے اور یہ سب اسلام کے مقابلہ پر سازش ہے انگریزوں پر بہت دانت تیز کئے جاتے اور ہندوستان میں بالشویکوں کے آنے کی تمنا ظاہر کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہندوستان کا بھی یہی حشر ہو افسوس تو بعض علماء پر ہے کہ وہ بھی ان باتوں کو نہیں سمجھتے مجھ کو تو بحمد اللہ ان ابواب میں کھلی آنکھوں حق و باطل نظر آ رہا ہے۔

ملفوظ ۱۲۶: ادراکِ حق کی مختلف صورتیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ حق تعالیٰ بھی بڑے ہی حکیم ہیں کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں اگر حق تعالیٰ کا ادراک سب کو ایک ہی صورت میں ہو جائے تو شبہ ہو سکتا ہے کہ شاید دیکھ لیا ہو مگر کسی کو کسی صورت میں ادراک ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے بھی نہیں دیکھا۔

ملفوظ ۱۲۷: سادگی اور تصنع

فرمایا! کہ سادگی بھی عجیب برکت کی چیز ہے ایسے شخص کو بہت سی کلفتوں سے نجات ہو جاتی ہے تصنع کا اہتمام ہزاروں کلفتوں کو خریدتا ہے۔ ایک حکایت یاد آئی ایک بزرگ تھے کہ نہایت سادہ ان کا خط نہایت درجہ خراب تھا۔ اتفاق سے بازار سے گزر رہے تھے کہ کسی کی دکان پر ان سے بھی زیادہ برے خط کی ایک کتاب نظر سے گذری بڑی قیمت دیکر اس کو خریدا اس لئے کہ

لوگ دیکھیں گے کہ دنیا میں مجھ سے بھی زیادہ خراب لکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ گھر پر لے جا کر مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ یہ بھی میری ہی لکھی ہوئی ہے ابتدائے عمر کی۔

فرمایا کہ کیسی سادگی کی بات ہے کہ اس کو بھی ظاہر کر دیا۔ اگر ظاہر نہ فرماتے تو کسی کو کیا خبر ہوتی تصنع تو بڑوں میں ہوتا ہی نہیں۔ متصنع یہی سمجھتے ہیں کہ کچھ بھی ہو ہم بڑے ہی ہیں۔ اور واقع میں ان کی کسی طرح بھی اہانت و سبکی نہیں ہوتی۔ بلکہ اور کمال پر محمول کیا جاتا ہے چھوٹا بے چارہ سمجھتا ہے لے دے کر ایک دو چیز پاس ہے اگر اس میں بھی نقص نکل آیا تو رہی سہی بھی جائے گی۔

ملفوظ ۱۲۸: ایک بزعم خود عالم شخص کا حال

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ مجھ میں کوئی بھی قابلیت نہ تھی دوسروں سے مضمون لکھوایا کرتا تھا کسی علم میں بھی اس کو مہارت نہ تھی نہ فارسی میں نہ عربی میں۔ اس پر عربی دانی کا دعویٰ کرتا تھا اس کی کتابیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کے بے سر و پا باتیں ہانکتا ہے۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ اس کی عربی دانی کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں جیسے دو بی بی انبہٹہ سے حج کو گئیں تھیں۔ اتفاق سے ان میں سے ایک کا بچہ گم ہو گیا وہ بدوی سے کہتی تھی کہ بچہ گم ہو گیا اس کو ڈھونڈو۔ بدوی اردو سمجھتا نہ تھا یہ اپنی زبان میں کہتی تھیں وہ سمجھتا نہ تھا اس پر آپس میں لڑائی ہونے لگی تو دوسری بی بی بولیں کہ تو ہٹ! میں سمجھاؤں گی تجھے عربی بولنی نہیں آتی۔ یہ بی بی بدوی سے کہتی ہیں ''شیخ ھذا بی بی کا پوت نہیں آیا'' یہ ہی حالت اس شخص کی عربی دانی کی تھی۔ نہایت بدفہم اور کم عقل تھا۔ اس کی وجہ سے بڑی ہی گمراہی کا باب مفتوح ہوا خود تو گمراہ ہوا ہی تھا اوروں کو بھی پھانس گیا لوگوں کی حالت بھی عجیب ہے کہ کوئی کیسا ہی ہو لبیک کہہ کر ساتھ ہو لیتے ہیں۔ پیشین گوئیاں کثرت سے جھوٹی ہوئیں فلاں مولوی صاحب سے شکست کھائی مگر بے حیائی کا کیا علاج ایسی موٹی موٹی باتوں کے بعد بھی لوگ معتقد ہیں۔

ملفوظ ۱۲۹: غیر محقق پیر کے مریدوں کی اصلاح میں مشکل ہوتی ہے

فرمایا! کہ ایک خط آیا ہے منجملہ اور باتوں کے یہ بھی لکھا ہے کہ میری یہ حالت ہے کہ

بعضے دوست بے مہار مجھ کو جہاں چاہتے ہیں لے جاتے ہیں مراد تماشہ وغیرہ میں لے جانا ہے۔ بوجہ تعلقات کے انکار مشکل ہوتا ہے جس سے میری حالت اور بھی خراب ہوتی جاتی ہے۔ بطور مزاح فرمایا کہ تو کیا پیر جی ان کو مہار سنبھال کر کھڑے ہوا کریں۔ اطلاع سے یہی مطلب ہوا۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایسے شخص کو کچھ دنوں یہاں پر رہنے کی ضرورت ہے فرمایا کہ اگر خالی الذہن ہو کر یعنی سب رایوں کو فنا کر کے رہیں تو کچھ فائدہ ہو سکتا ہے کیونکہ خود رائے شخص اتباع نہیں کر سکتا۔ یہ ایک بزرگ سے مرید ہیں ان کا شاید اب انتقال ہو چکا ہے جو لوگ پہلے کسی غیر محقق سے تعلق رکھ چکتے ہیں اور پھر کسی کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کا ٹھیک ہونا اکثر دشوار ہوتا ہے۔

یہ تجربہ کی بات ہے کوئی بہت ہی فہیم اور سلیم طبیعت کا آدمی ہو تو اس کی اصلاح ہو جاتی ہے ورنہ اکثر ناکامیابی ہوتی ہے اور اپنے بزرگوں کے متعلقین میں یہ مانع نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ مذاق ایک ہے بہت جلد مناسبت ہو جاتی ہے۔

ملفوظ ۱۳۰: اپنے بچے کو عربی پڑھاؤں یا انگریزی؟

فرمایا! کہ ایک صاحب نے خط کے ذریعہ مشورہ چاہا ہے کہ میں اپنے لڑکے کو انگریزی پڑھاؤں یا عربی۔ میں نے جواب میں لکھ دیا کہ اپنی ہمت دیکھ لو! فرمایا کہ اس لکھنے میں مصلحت یہ ہے کہ میں کیوں اپنے اوپر احسان کرواؤں یہ کہنے کو۔ کہ فلاں کے کہنے سے انگریزی نہیں پڑھائی اپنے دین کے آپ خود ذمہ دار ہیں۔ آخر یہ کون سی پوچھنے کی بات تھی جس وجہ سے مجھ سے مشورہ کر رہے ہیں۔ وہ خود ان کو محسوس ہو سکتا ہے پھر مشورہ کے کیا معنی سوائے احسان رکھنے کے۔ مجھے تو بڑی غیرت آتی ہے ایسی باتوں سے جنت میں تو جائیں گے خود اور احسان ملانوں پر۔ عجیب مذاق ہے۔

ملفوظ ۱۳۱: مدارس کے طلباء پر ایک صاحب کے اعتراض کا جواب

فرمایا! ایک صاحب کا خط آیا ہے چند سوالات لکھے ہیں جن کا نہ سر نہ پیر۔ اخیر میں سب کے لکھتے ہیں کیا حکم ہے یہ انگریزی خواں معلوم ہوتے ہیں طرز تحریر بتلا رہی ہے میں نے لکھ دیا ہے

کہ کس قسم کا حکم۔اس پر ان انگریزی دانوں کو دعوی ہے تہذیب اور قابلیت کا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا ایک صاحب تھے انگریزی دان ریاضی میں مشہور ومعروف مطبع مجتبائی دہلی میں ان سے ملاقات ہوئی مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے مدارس کے طلبہ میں کچھ قابلیت بھی ہوتی ہے۔ میں نے جواب میں کہا کہ اس قابلیت کی پہلے تعیین فرمادیجئے تاکہ میں یہ معلوم کرسکوں کہ اس قسم کی قابلیت کا سوال ہے کہ یہ بجائے خود مدعی بننے کے مجھ کو مدعی بناتا ہے جو مناظرہ کا ایک عمیق داؤ ہے پرانے گھاگ تھے کچھ عربی کا بھی علم تھا سمجھ گئے پھر نہیں بولے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ پھر حضرت بھی کچھ نہیں بولے؟ فرمایا کہ میں اور کیا بولتا پہلا ہی ادھار ان پر تھا وہ جب ادا کرتے تب دیکھتا کہ کھوٹا ہے یا کھرا۔

۴ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

ملفوظ ۱۳۲: سب سے بڑا مجاہدہ کامل کے سامنے مٹنا ہے

فرمایا! کہ سلف میں مشائخ بڑے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں مریدین سے کراتے کتابوں میں دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے اس وقت قوی لوگوں کے اچھے تھے عمریں بھی بڑی ہوتی تھیں اب نہ قوی ہیں اور نہ عمر۔ جو بات اس زمانہ میں معتد بہ مجاہدات کے بعد حاصل ہوتی تھی یعنی قوت بہیمیہ کا کمزور ہوجانا وہ آجکل بلا مجاہدات کے حاصل ہے مگر یہ سن کر کوئی خوش فہم صاحب یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ واقع میں مجاہدہ کی ضرورت نہیں ضرورت ہے مگر اسی درجہ کی جس درجہ کی قوت بہیمیہ ہے اور بڑا مجاہدہ یہ ہے کہ کسی کامل کے سامنے اپنے کو پامال کردے مولانا فرماتے ہیں۔

قال را بگذار مرد حال شو ☆ پیش مرد کاملے پامال شو

﴿قال کو چھوڑ۔مرد حال ہوجا۔اور کسی کامل کے سامنے فنا ہوجا﴾

اور فرماتے ہیں

صحت ایں حس بجوئید از طبیب ☆ صحت آں حس بجوئید از حبیب

صحت ایں حس زمعموری تن ☆ صحت آں حس زتخریب بدن

﴿بدن کی صحت تو طبیب سے حاصل کرو اور باطن کی صحت محبوب (مرشد) سے حاصل کرو۔ صحت ظاہری تو بدن کو بنانے سنوارنے میں ہے اور باطن کی صحت بدن کی تخریب میں ہے﴾ مثال سے سمجھ لیجئے جیسے قلعہ کی دیوار کے نیچے خزانہ مدفون ہے اگر دیوار نہ گرائے گا خزانے سے محروم رہیگا۔ اور اگر گرادیگا تو اس قدر خزانہ نکلے گا کہ منہدم شدہ دیوار بھی تیار ہو جائیگی اور ساری عمر کیلئے خرچ کو کافی ہوگا۔ ایسا ہی اس تن کو فنا کرنا ہے اور فنا کے بعد جو اس کو بقاء ہوگی وہ ایسی ہوگی جس کو اس شعر میں فرمایا گیا ہے ۔

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را ☆ کہ بیک گل مے خری گلزار را

﴿ایسے بازار کو کون حاصل کر سکتا ہے کہ جہاں ایک پھول کے بدلہ میں پورا گلزار خریدا جاتا ہے﴾۔

ملفوظ ۱۳۳: یہاں نہ انگریزی کی پالیسی ہے نہ فارسی کی پالیسی

کسی خود رائے کی کسی درخواست کے جواب میں اس درخواست کی منظوری کا خاص طریقہ بتلایا تھا وہ اس کو ٹالنا سمجھے۔ اس واقعہ کو بیان کر کے سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب میں نے انکار نہیں کیا بلکہ اس کا اہتمام کیا اور طریقہ بتلایا پھر اس کو عذر کہنا ٹالنا سمجھنا کذب و بہتان ہے میں ان کے مقصود کی تکمیل کو تیار تھا مگر اس کا قاعدہ بیان کیا تھا ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ جس طرح ہم نقشہ جما کرلائے ہیں دوسرا ذرا اس کے خلاف نہ کرے۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ ہماری غلامی کرو جو ہم کہیں اسکے خلاف مت کرو کیا یہ کام لینے کا طریقہ ہے یہ تو اچھی خاصی حکومت کرنا ہے میں چھوٹا ہوں یا بڑا مگر بے اصول معاملہ تو چھوٹوں کے ساتھ بھی برا ہے یہی نہیں کہ چھوٹے ایسی بات نہ کریں جس سے بڑوں کو رنج ہو بلکہ بڑوں کو بھی ایسی کوئی بات نہ کرنا چاہئے جس سے چھوٹوں کو تکلیف پہنچے۔ شریعت میں تو (آدمی تو بڑی چیز ہے اور وہ بھی مسلمان) جانوروں اور کافروں کے حقوق کی بھی تعلیم ہے اس کا آجکل قطعاً خیال نہیں کہ ہم سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے اپنی غرض اپنا کام ہر شخص پورا کرنا چاہتا ہے دوسرے کا چاہے کچھ ہی حشر ہو اور خواہ وہ بات اصول اور

قاعدہ کے خلاف ہی ہو مگر اپنا چاہا ہو جائے اور وہ بھی اس طرح جس طرح ہم چاہتے ہیں آخر کیا ایسی بات سے رنج نہ ہو گا تکلیف نہ پہنچے گی۔ مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں کسی کی خاطر صحیح اصول اور قواعد کو چھوڑ دوں بہت سے تجربوں کے بعد اور بہت سی تکالیف اٹھا اٹھا کر تو یہ اصول اور قواعد مرتب کئے ہیں۔ نیز جب کسی کی رعایت کی بناء پر کوئی قاعدہ چھوڑتا ہوں وہی تکلیف پہنچتی ہے پھر ان کو کیسے چھوڑ دوں۔

اب چاہے کوئی خوش رہے یا ناراض میری جوتی سے۔ اور یہ قواعد میری ہی راحت کیلئے نہیں دوسروں کی راحت بھی اسی میں ہے اگر قلت فہم کی وجہ سے کسی کی سمجھ میں نہ آوے۔ اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں اور میں کیوں اس کا اتباع کروں میری کون سی غرض اٹکی ہوئی ہے مجھ کو ایسی حرکات سے سخت رنج اور صدمہ ہوتا ہے پھر اوپر سے ان حرکتوں کو چھپاتے ہیں دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔

اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی کی چوری کر لی اس خیال سے کہ اس کو خبر نہ ہوگی یا عدول حکمی کی کہ اس کو خبر نہ ہوگی یا جیسے باپ پر فالج کا اثر ہو گیا اور اس کے چار پانچ لکڑی مار دیں اس لئے کہ اثر تو ہوگا ہی نہیں۔ میں جو بدنام ہوں کہ سخت ہوں یہ ہیں وہ تعلیمات جن کو سختی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اب بتلایئے اس میں میں نے کیا سختی کی اور انہوں نے کون سی نرمی کی۔ دور بیٹھے بیٹھے لوگ فیصلے دیتے ہیں۔ ذرا واقعات کو یہاں بیٹھ کر دیکھیں۔ تب میں ان سے مشورہ لوں کہ ایسے موقع پر مجھ کو کیا کرنا چاہئے تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ بات صاف ہو تلبیس نہ ہو نہ مجھ کو دھوکہ ہو نہ دوسرے کو ہو۔ میں ایک منٹ ایک سیکنڈ کیلئے بھی کسی مسلمان مرد عورت بچے بوڑھے یا جوان کو۔ حتیٰ کہ کسی کافر کو بھی دھوکے میں رکھنا نہیں چاہتا۔ میرے یہاں جو بات ہے صاف ہے نہ اس میں تلبیس ہوتی ہے نہ پالیسی انگریزی کی اور نہ پالیسی فارسی کی۔ یہی میں دوسروں سے چاہتا ہوں کہ وہ بھی مجھ سے کسی قسم کا اونچ نیچ۔ یا پالیسی کا برتاؤ نہ کریں جو ایسا کرتا ہے مجھ کو ناگوار ہوتا ہے میں اس پر مواخذہ کرتا ہوں نتیجہ اس کا بدنامی ہے لیکن ہوا کرے بدنامی۔ میں کسی کو بلانے کب جاتا ہوں اگر میں بدخلق ہوں نہ آئیں میرے پاس، خوش اخلاقوں کے پاس جائیں یہ خوب بات نکالی کہ حرکتیں تو اپنی اور سر میرے تھوپیں جائیں۔ دنیا سے فہم تو اٹھ ہی گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ملفوظ ۱۳۴: اکثر مشائخین کے مقربین کا حال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ مشائخ کے یہاں جو مقربین بصیغہ اسم مفعول ہوتے ہیں ان میں ایک دو مقربین بصیغہ اسم فاعل بھی ہوتے ہیں ہر وقت شیخ کو اور دوسرے متعلقین کو کرب میں رکھتے ہیں جھوٹ سچ لگاتے رہتے ہیں جس سے چاہا شیخ کو ناراض کر دیا جس سے چاہا راضی کر دیا۔ بحمد اللہ ہمارے بزرگ اس سے صاف ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ تو کسی کی شکایت سنتے ہی نہ تھے۔ جہاں کسی نے کسی کی شکایت کی۔ فوراً منع فرمادیا کرتے تھے کہ خاموش رہو۔ میں سننا نہیں چاہتا اس کے بعد کسی کی ہمت ہی شکایت کی نہ ہوتی تھی۔ اور حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ صاحب سن کر فرمادیتے تھے کہ تم نے جو کچھ بیان کیا اور فلاں شخص کی شکایت کی سب غلط میں جانتا ہوں اس شخص کو وہ ایسا نہیں ایک صاحب نے حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کا اس بارہ میں کیا معمول تھا۔ فرمایا کہ ایک صاحب نے حضرت سے سوال کیا تھا کہ آپ سے لوگ دوسروں کی شکایت بیان کرتے ہیں آپ پر کوئی اثر ہوتا ہے؟ فرمایا کہ ہوتا ہے اور وہ یہ کہ میں یہ سمجھ لیتا ہوں دونوں میں رنجش ہے مگر سن لیتے تھے سب۔

ملفوظ ۱۳۵: حضرت حاجی صاحبؒ کے انتقال پر حضرت گنگوہیؒ کی حالت

فرمایا! کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ نے ایک حجت پیدا کی تھی ان کو اگر حجت اللہ فی الارض کہا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا جس وقت حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کی خبر ملی ہے کئی روز تک حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کو دست آتے رہے اس قدر صدمہ اور رنج ہوا تھا۔ بظاہر یہ معلوم نہ تھا کہ اس قدر محبت حضرت کے ساتھ ہوگی۔ حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ حضرت کی نسبت بار بار رحمتہ للعالمین فرماتے تھے۔ ایک صاحب نے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت کتابوں میں بھی آپ کا نام ہے (کسی عبارت میں ایسا جملہ تھا کہ بامداد اللہ ایسا ہوا) فرمایا کہ اگر کوئی ہم سے اعراض کرے کم بختی نہ آجائے۔ حضرت وہاں نہ جبہ تھا نہ خاص لباس تھا۔ دیکھنے سے تھانہ بھون

کے ایک شیخ زادے معلوم ہوتے تھے مگر اہل بصیرت کی نظر میں ایک شان تھی۔

ملفوظ ۱۳۶: قرآن مجید کو بوسہ دینا

سوال: حضرت! قرآن شریف ہاتھ میں لے کر اس کو بوسہ دینا اور پیشانی سے لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: فرمایا کیا حرج ہے عرض کیا کہ ایسا کرنے کو بہت ہی جی چاہتا ہے فرمایا کہ جی چاہنے کی تو چیز ہے ہی اور تقبیل کو تو فقہاء نے بھی جائز کہا ہے۔

ملفوظ ۱۳۷: آیت وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین کا مطلب

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ سے کہاں کی عزت مراد ہے اور کیا اس کا مفہوم سابقین ہی پر ختم ہوگیا۔ فرمایا کہ مناط ﴿اصل﴾ عزت تو مسلمان ہی کو حاصل ہے اور وہ عزت آخرت کی ہے اسلئے کہ یہاں پر تو خلاف کا وقوع بھی ہوتا رہتا ہے جس عزت کو حق تعالیٰ فرما رہے ہیں وہ عزت آخرت ہی کی ہے کہ وہاں کمال عزت کا درجہ مسلمانوں ہی کو عطا فرمایا جائے گا اور کفار کو انتہائی ذلت کا سامنا ہوگا۔

ملفوظ ۱۳۸: سب بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو چیز بیان فرماتے ہیں ماشاءاللہ بے غبار ہوتی ہے نہ اس پر کوئی شبہ وارد ہوتا ہے اور نہ شک رہتا ہے۔ فرمایا کہ میرا کوئی کمال نہیں مجھ کو تو کچھ یاد بھی نہیں۔ یہ سب اپنے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ اور حق تعالیٰ کا فضل ہے اور آپ کا حسن ظن۔

ملفوظ ۱۳۹: خانقاہ تھانہ بھون اور حضرت حاجی صاحبؒ کی نشست

مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت حاجی صاحبؒ اسی جگہ بیٹھتے تھے جس جگہ حضرت بیٹھتے ہیں فرمایا کہ نہ معلوم ہے کہ اور نہ کبھی تحقیق کی۔ اتنا ضرور معلوم ہے کہ بیٹھنے کی جگہ یہی سہ دری ہے۔ اس سہ دری کے متعلق مختلف اجزاء مختلف لوگوں سے سنے منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ یہاں پر پہلے یہ سہ دری نہ تھی۔ بلکہ ایک میدان تھا اس میں کچھ درخت تھے ایک درویش تھے۔

حسن شاہ نامی انہوں نے یہاں پر قیام کر لیا تھا درویش تو وہ ایسے ہی تھے سماع وغیرہ کا بہت شوق تھا۔ مگر جب حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے یہاں پر آنا شروع کیا تو حسن شاہ یہاں سے اٹھ کر شاہ ولایت صاحب میں چلے گئے۔ حضرت نے کبھی اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ یہ محض ان کا ادب تھا کہ بدوں حضرت کے فرمائے ہوئے چل دیے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نرے کورے ہی نہ تھے۔ پہلے تو یہ لوگ بھی اللہ اللہ کرنے والے تھے۔ اسکا یہ اثر ہوتا تھا اور اب تو کثرت سے فاسق فاجر نفس پرست ہونے لگے ہیں۔ دین کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں نہ علم کا ادب نہ اہل علم کا ادب، نہ شریعت مقدسہ کا قلب میں احترام، بالکل آزاد، نہ خدا کے نہ رسول کے جو جی میں آتا ہے کرتے ہیں پہلے درویش علم اور اہل علم اور شریعت مقدسہ کا احترام کرتے تھے۔

گو بظاہر بعض حدود سے متجاوز ہوتے تھے مگر ان کے باطن میں شریعت کا ادب و وقعت وعظمت واحترام ہوتا تھا۔ اب تو نہ معلوم کیا ان لوگوں پر بلا نازل ہوئی ہے قطعاً حس نہیں ان کی حرکات سن سن کر افسوس ہوتا ہے جھوٹے جھوٹے مسائل جھوٹی جھوٹی روایتیں گھڑ رکھی ہیں خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ عوام بھی ایسے ہی مکاروں کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ جتنا جس کو خلاف شریعت دیکھتے ہیں اتنا ہی کامل سمجھتے ہیں ان کے یہاں بزرگی کے لوازم میں سے ہے کہ خلاف شریعت ہو۔ نہ نماز ہو نہ روزہ چاروں ابرو کا صفایا ہو۔ لنگوٹا بندھا ہو وہ درویش ہے۔ صوفی ہے کامل ہے ولی ہے قطب ہے، غوث ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ مولانا ایسوں ہی کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

کار شیطان میکنی نامت ولی ☆ گر ولی این ست لعنت بر ولی

﴿تو کام شیطان کے کرتا ہے اور نام تیرا ولی ہے۔ اگر ولی یہی ہے تب (تو) ولی پر لعنت ہے (مطلب یہ ہے کہ ایسے کو ولی کہنا یہی عظیم غلطی ہے ۱۲)﴾۔

غرضیکہ میں یہ بیان کر رہا تھا کہ حسن شاہ خود ہی اس مسجد کو چھوڑ کر شاہ ولایت میں چلے گئے۔ اس کے بعد یہ سہ دری تیار ہوئی اس کا بھی عجیب واقعہ ہے یہاں ایک خاندان تھا ان کے پاس کچھ زمین تھی وہ شاہی زمانہ سے معافی میں تھی انگریزوں نے اس پر مال گزاری لگا دی۔ اس پر

ان لوگوں نے مقدمہ لڑایا اس میں بھی ناکام رہے تو ہائیکورٹ میں اپیل کی ۔ حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھانہ بھون تشریف لایا کرتے تھے ان سے دعا کیلئے عرض کیا کہ حضرت! دعا فرمائیں ۔ یہ مقدمہ اپیل میں ہمارے حق میں کامیاب ہو جائے فرمایا کہ ہمارے حاجی کو بیٹھنے کی تکلیف ہے یہاں پر ایک سہ دری بنوا دو ہم دعا کریں گے عرض کیا کہ بہت اچھا! حضرت نے دعا فرما دی اور وکیل نے اطلاع دی کہ کامیابی ہوگی یعنی مالگذاری معاف ہوگئی ۔ ان لوگوں نے حضرت میاں جی صاحب کو بھی خبر کی حضرت نے فرمایا وعدہ بھی یاد ہے اب ان لوگوں کو خیال ہوا کہ دعا تو کر ہی چکے ۔ عرض کیا کہ حضرت پورے مصارف کا تو تحمل نہیں جو کچھ اس سہ دری میں صرف ہوگا اس کا نصف صرفہ ہم لوگوں کے ذمہ ہے فرمایا بہت اچھا نصف ہی سہی بڑے خوش ہوئے کہ آدھے میں کام بن گیا پھر جو باقاعدہ اطلاع آئی تو وہ یہ تھی کہ سائل کی حین حیات تک معاف اور پھر ضبط! بڑے گھبرائے اور پھر حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت یہ کیا ہوا ۔ فرمایا تم نے ہی تو کہا تھا کہ نصف میں نے بھی نصف منظور کر لیا کام بھی نصف ہی ہو گیا ۔ عرض کیا کہ حضرت ہم پوری سہ دری بنوا دیں گے ۔ فرمایا جاؤ اب کیا ہوتا ہے ۔ اس صورت سے یہ سہ دری تیار ہوئی فرمایا کہ غدر کے زمانہ میں اس سہ دری میں بھی آگ لگا دی گئی تھی ۔ اس حجرہ کا در اور کواڑ پر اب تک جلے ہوئے کا اثر ہے ۔ یہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ ہی کے ہیں لوگوں نے مجھ سے کہا بھی کہ ان کو بھی نکلوا دو ۔ میں نے کہا کہ نہ بھائی اس کو میں نہ نکلواؤں گا ۔ اور یہ اس خیال سے کہ ان کو حضرت کا ہاتھ بھی لگا ہوگا کبھی کبھی حجرہ میں آتے جاتے میرا خود بھی سر لگ جاتا ہے ۔ ہاں چھت اس حجرہ کی بالکل ہی جل چکی تھی ۔ اس کو بدلوا دیا گیا اور نئی کڑیاں ڈلوا دیں ۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ جس جگہ بزرگ رہتے ہیں اس جگہ میں ایک خاص برکت اور نور ہوتا ہے فرمایا میں نے خود حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ سنا ہے ۔ فرمایا کرتے تھے کہ جائے بزرگاں بجائے بزرگاں ۔ واقعی برکت ضرور ہوتی ہے فرمایا کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب حج کو تشریف لے گئے تھے ان کی جگہ بیٹھ کر ذکر کرتا تھا تو زیادہ انوار و برکات محسوس ہوتے تھے اور جگہ میں یہ بات نصیب نہیں ہوتی یہ تو مشاہدہ ہے ۔

ملفوظ ۱۴۰: استغناءؒ اور کبر میں فرق معلوم کرنے کا آسان طریقہ

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کسی کو خیال تو یہ ہو کہ میں مستغنی ہوں اور واقع میں اس میں کبر ہو اس کا کیا علاج ہے۔ فرمایا اس کے کئی طرق ہیں۔ معلوم کرنے کے اپنے مربی سے حالت بیان کر کے حل کر لے۔ یہ باتیں کلیات بیان کرنے سے سمجھ میں آ نہیں سکتیں واقعات جزئیہ سے مصلح خود سمجھ لے گا۔

۴ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

ملفوظ ۱۴۱: اہل کمال کا استغناء اور سر سید کے دو واقعے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ بڑا شخص دین کا ہو یا دنیا کا۔ اس میں استغنا ضرور ہوتا ہے۔ مراد یہاں پر اہل کمال ہیں اہل مال نہیں اہل کمال کا حوصلہ بھی بڑا ہوتا ہے سر سید کا ایک واقعہ عجیب وغریب ہے ایک شخص انگریزی تعلیم یافتہ ملازمت نہ ملنے کی وجہ سے پریشان تھے کیا سوجھی کہ ایک بہت بڑے افسر انگریز کے پاس پہنچے اور کہا کہ میں سر سید کا داماد ہوں مجھ کو ملازمت کی ضرورت ہے۔ وہ انگریز بہت ہی خاطر سے پیش آیا اور کہا کہ آپ ٹھہریں ان کو ٹھہرا کر ان کی لاعلمی میں ایک تار سر سید کو دیا کہ فلاں شخص اس نام کا ہمارے پاس ملازمت کے خیال سے آیا ہے اور اپنے کو آپ کا داماد کہتا ہے کیا یہ واقعہ صحیح ہے جواب میں سر سید نے اس انگریز کو لکھا کہ بالکل صحیح ہے ضرور آپ ملازمت کی کوشش فرما دیں۔ میں ممنون ہوں گا اس شخص کو ملازمت مل گئی۔

ایک روز اتفاقاً اس انگریز نے اس شخص سے یہ واقعہ بیان کر دیا یہ بہت ہی شرمندہ ہوا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد یہ شخص علی گڑھ آیا اور سر سید سے مل کر معافی کی درخواست کی۔ اور کہا کہ میں وہی شخص ہوں جس نے اپنے کو آپ کا داماد بتلا کر ملازمت لی ہے یہ گستاخی ہوئی۔ گو یہ گستاخی بضرورت تھی سر سید نے جواب میں کہا کہ گو یہ بات اس وقت غلط تھی مگر اب صحیح ہو جائے گی۔ داماد کہتے ہیں بیٹی کے شوہر کو۔ اس کی ایک صورت تو یہ تھی کہ میری بیٹی آپ کی بیوی ہوتی سو یہ تو ہو

نہیں سکتا۔ مگر دوسری صورت ممکن ہے کہ آپ کی بیوی کو میں اپنی بیٹی بنالوں۔ سو میں آپ کی بیوی کو اپنی بیٹی بناتا ہوں وہ میری بیٹی اور میں اس کا باپ۔ پھر یہ توجیہ وقتی ہی نہ تھی۔ بلکہ تازندگی باپ بیٹی اور داماد ہی کا سا برتاؤ رکھا بلا تا لینا دینا سب اسی طرح رکھا تو یہ حوصلہ بڑے ہونے کے سبب تھا۔ گو وہ بڑائی دنیوی ہی تھی۔

یہ حکایت سن کر ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے یہ حکایت سنی ہے یا لکھی دیکھی ہے فرمایا سننا اور لکھی ہوئی دیکھنا اس میں فرق ہی کیا ہوا اس لئے کہ وہ لکھی ہوئی بھی تو کوئی سن کر ہی لکھتا۔ دوسری ایک حکایت انہیں کی یاد آئی کہ ایک مرتبہ علی گڑھ کے اسٹیشن پر ریل میں سرسید سوار ہوئے اسی ڈبہ میں ایک اور صاحب پہلے سے سوار تھے انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کون سا شہر ہے سرسید بولے کہ علی گڑھ یہ سن کر وہ صاحب کیا کہتے ہیں کہ وہی علی گڑھ جہاں سرسید (ایسا تیسا) رہتا ہے سرسید کہتے ہیں کہ جی ہاں! وہی علی گڑھ وہ صاحب کہتے ہیں کہ وہ تو بڑا ہی ایسا ہے ویسا ہے خوب برا بھلا کہا اس نے بڑا ہی دین کو نقصان پہنچایا سرسید نے کہا جی ہاں! وہ ایسا ہے۔ یہ صاحب اور زیادہ کھلے اور کئی اسٹیشن تک تبرا کرتے چلے گئے۔ سرسید کو ذرہ برابر تغیر نہیں ہوا۔ تصدیق کرتے رہے۔ آخر ایک اسٹیشن پر ان تبرا کرنے والے صاحب نے کھانا کھانے کے لئے نکالا جب کھانے بیٹھے تو ان کی بھی تواضع کی۔ سرسید نے جواب دیا کہ آپ کھائیں انہوں نے کہا کہ مصنوعی تواضع نہیں۔ آ جایئے! سرسید نے پھر ٹالا انہوں نے پھر اصرار کیا کہ میری دل شکنی ہوگی۔ سرسید نے کہا کہ مجھ کو کچھ عذر ہے انکا اس پر بھی اصرار ہوا سرسید نے پھر کہا کہ واقعی مجھ کو عذر ہے انہوں نے کہا کہ وہ عذر کیا ہے۔ بتلایئے! سرسید نے کہا کہ بتلانے کا نہیں ہے انہوں نے کہا کہ بتلانا ہوگا سرسید نے کہا کہ اگر بتلادوں تو اس وقت تو آپ کھانا کھلانے پر مصر ہیں اور معلوم ہو جانے کے بعد تو شاید میری صورت دیکھنا بھی گوارا نہ کریں گے۔

انہوں نے کہا کہ توبہ توبہ ایسی کیا بات ہے اور آپ کیوں ایسا فرماتے ہیں۔ تب سرسید نے کہا کہ میں ہی ہوں وہ شخص جس پر آپ کئی اسٹیشنوں سے تبرا بھیجتے چلے آرہے ہیں۔ یہ سن کر وہ

صاحب کٹ ہی تو گئے بے حد ندامت اور شرمندگی سوار ہوئی ۔ معافی چاہی نتیجہ یہ ہوا کہ معتقد ہو گئے ۔ باوجود اس کے کہ سرسید ایک دنیادار شخص تھے مگر استغناء اور حوصلہ تھا ۔ مگر آجکل اہل کمال تقریباً مفقود نظر آتے ہیں نہ دنیاداروں میں نہ دینداروں میں ۔ الا ماشاء اللہ ! عالم بھی ہیں ، شیخ بھی ہیں ، صوفی بھی ہیں ، عارف بھی ہیں ، زہد و تقویٰ کا بھی دعویٰ ہے یہ تو سب کچھ ہے مگر استغناء اور حوصلہ نہیں ہے ۔

ملفوظ ۱۴۲: کام سپرد کرنے سے پہلے اہلیت کی تحقیق

ایک مولوی صاحب نے ایک مدرسہ کے ارکان اور منتظمین کی کچھ انتظامی کوتاہیاں بیان کر کے حضرت والا سے مشورہ چاہا اور بعض خاص صورتیں پیش کر کے حکم شرعی دریافت کیا اس پر حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہ انتخاب کی غلطی ہے قاعدہ یہ ہے کہ جس کے جو کام سپرد کیا جائے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ یہ اس کام کی ذمہ داری کا اہل ہے یا نہیں یہ تو بے چارہ مدرسہ ہے بعض سلطنتیں اس غلطی انتخاب کی بدولت تباہ و برباد ہیں یہ جو کچھ آجکل ارکان سلطنت کو پریشانیاں ہو رہی ہیں اس کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ اکثر احکام اہل نہیں وہ اپنے فرائض منصبی کو محسوس نہیں کرتے اور اگر بعض کرتے بھی ہوں تو اس کے انجام دہی میں غفلت سے کام لیتے ہیں ۔

غرضیکہ سب ان خرابیوں کا غلط انتخاب ہے ۔ رہا حکم شرعی کے متعلق وہ یہ ہے کہ کتابوں میں مسئلہ دیکھ لیا جائے مجھ کو تو ان تحقیقات سے زیادہ مناسبت نہیں آپ حضرات مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں ۔

ملفوظ ۱۴۳: حضرتؒ پر تہمت اور حضرت کے چند مواعظ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا ! کہ ایک صاحب مجھ سے حکایت بیان کرتے تھے کہ کاٹھیاواڑ میں میرے متعلق بعض عنایت فرماؤں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ فلاں شخص حضور ﷺ پر ایمان لانے کو منع کرتا ہے ۔ یہ سن کر میں بڑا خوش ہوا کہ تہمت بھی لگائی تو ایسی جس کو کوئی قبول ہی نہیں کر سکتا فرمایا کہ میرے چند وعظ ہیں جن کے یہ نام ہیں ۔ النور ، الظہور ، السرور ، الحبور ،

الشذور۔ ان رسائل کو دیکھ کر کسی سمجھدار اور فہیم شخص کو یہ شبہ ہی نہیں رہ سکتا کہ میں حضور اقدس ﷺ کی کوئی بے ادبی یا کسی قسم کی نعوذ باللہ تنقیص کر سکتا ہوں۔ السرور میں عید میلا د النبی پر پوری بحث کی ہے۔ اور الظہور میں عجیب بات ہے کہ مثنوی شریف سے آپ کے فضائل کو ثابت کیا ہے جس کا تعلق دیکھنے سے ہے باقی میں دعویٰ نہیں کرتا۔ قلیل العلم اور ضعیف الرائے کی رائے اور تحقیق ہی کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل کو ظاہر کرتا ہوں۔

ملفوظ ۱۴۴: صاحب حال کو حال پر عمل کرنے سے نہ روکنا

فرمایا! کہ میں کسی صاحب حال شخص کو اس کے حال کے اقتضاء پر عمل کرنے سے خواہ وہ حال ناقص ہی کیوں نہ ہو نہیں روکتا۔ اگر صاحب حال خود چاہے تو اس کی اصلاح یا تعدیل کر دیتا ہوں ورنہ اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہوں۔ اور اس حال کی قدر کرتا ہوں اور قدر کرنی چاہئے بھی۔ اگر چیخنے کو جی چاہئے خوب چیخئے اگر ہنسنے کو جی چاہے خوب ہنسے جو حال وارد ہو اس کو اس وقت روکنا نہیں چاہیے۔

ملفوظ ۱۴۵: مریدی نجات کیلئے کافی نہیں

فرمایا! کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ حضرت اپنے خدام میں داخل فرما لیں شاید اس نا کارہ کی نجات ہو جائے۔ میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ اگر دوسری جانب کی شاید واقع ہو جائے تو کیا کرو گے (مقصود طریق کلام کی تعلیم ہے کہ نجات کو خادم بننے پر متفرع کرنا مخدوش ہے)۔

ملفوظ ۱۴۶: ایک ہندو کو روک ٹوک کا فائدہ

ایک ہندو گنڈا بنوانے کی غرض سے حاضر ہوا اس کی بعض بدعنوانیوں پر حضرت والا نے روک ٹوک فرمائی۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو ہندو ہے اور ہے بھی جاہل تو ایسے لوگوں کی روک ٹوک سے کیا فائدہ! اس کا تو کوئی فائدہ نہ ہوا اور حضرت کو روک ٹوک کی کلفت بڑھی فرمایا بحمد اللہ مجھے کوئی کلفت نہیں ہوتی بلکہ ایک حظ ہوتا ہے کہ ان کی غلطی پر متنبہ کیا گیا اور فائدہ سے خالی نہیں۔

وہ فائدہ یہ ہے کہ دوسری جگہ ایسی حرکت نہ کریں گے اور دوسرے کو تکلیف نہ دینگے ایک بات یہ ہے کہ اصول پر عمل کرنے سے حظ ہوتا ہے اور بے اصولی سبب ہوتی ہے کلفت کا۔ سو میں وقایہ ہو گیا مسلمانوں کا۔ خصوص اپنی بڑی جماعت کا۔ عرض کیا کہ حضرت یہ معلوم ہوا کہ رحم بھی اپنے محل ہی پر کرنا چاہئے۔ بطور مزاح فرمایا کہ جی ہاں! رحم اپنے محل میں ہو اس میں بھی حظ ہوتا ہے۔

ملفوظ ۱۴۷: ''کیا میں جا سکتا ہوں'' کا محاورہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ میرے یہاں تو ایک یہ بھی مستقل تعلیم ہے کہ بات صاف کہو جیسے آج کل بولتے ہیں کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کیا مہمل بات ہے۔ یہاں پر ایک صاحب مہمان تھے دوسرے مہمان کو اسٹیشن پہنچانے کے لئے جانا چاہا تو جانے کے وقت مجھ سے کہنے لگے کہ کیا میں اسٹیشن جا سکتا ہوں۔ میں نے کہا کیوں نہیں جا سکتے خدا نے پیر دیے چلنے کو۔ آنکھیں دیں دیکھنے کو۔ قوت ارادیہ دی ارادہ کرنے کو۔ اس لئے آپ جا سکتے ہیں۔ یہ خرافات ہیں اور یہ عیسائیوں سے لیا ہے ان میں کوئی نیا محاورہ نہیں قدیم عیسائیوں نے کہا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے۔ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ.

عیسائیوں سے مسلمانوں نے بھی یہ محاورہ سیکھ لیا ہے برا معلوم ہوتا ہے۔

ملفوظ ۱۴۸: اقتضائے طبعی کی وجہ سے عمل صالح کا صدور باعث ثواب ہے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر کوئی عمل نیک اقتضائے طبعی کی وجہ سے صادر ہو گیا وہ بھی موجب اجر ہوگا۔ فرمایا کہ جن اعمال کے ہم مکلف ہیں سب امور طبعیہ ہی کے مقتضا ہیں مگر طبیعت سلیم ہو اب چاہے وہ عمل اقتضائے طبعی کی وجہ سے ہو اجر ہوگا البتہ نیت واختیار شرط ہے۔

ملفوظ ۱۴۹: بعض جگہ سکوت بھی عبادت ہے

فرمایا! کہ ہر جگہ ذکر ہی عبادت نہیں بلکہ بعض جگہ سکوت بھی عبادت ہے اس وقت میں اس کی دلیل کیلئے ایک حدیث پیش کرتا ہوں حدیث شریف میں آیا ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت

کے وقت جب اس درجہ استعجام ﴿جب پڑھنے میں گڑبڑ ہونے لگے۔۱۲﴾ ہو جائے کہ کچھ کا پتہ نکلنے لگے اس وقت حکم ہے کہ سکوت اختیار کرو اس سے بعض اوقات سکوت کا مامور بہ ہونا اور مامور بہ ہونے کے سبب عبادت ہونا ثابت ہو گیا۔

ملفوظ ۱۵۰: حضرتؒ کے یہاں دوسرے کے احوال باطنہ کی رعایت

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں فقیہ نہیں، محدث نہیں، مجتہد نہیں، مفسر نہیں ہاں ان حضرات کا نقال ہوں جن کو ان چیزوں میں کمال تھا۔ اللہ کا شکر ہے جب کوئی ضرورت پیش آتی ہے اپنے بزرگوں کی دعا سے اس کے متعلق ضروری علم حق تعالیٰ قلب میں وارد کر دیتے ہیں یہ میرا کمال نہیں جس پر میں فخر کر سکوں یا سننے والا فخر سے تعبیر کر لے۔ بلکہ واقعہ ہے پھر اسی سلسلے میں احوال باطنہ کی رعایت کے متعلق فرمایا کہ میں یہاں تک وقت کا خیال رکھتا ہوں کہ اگر کسی پر کوئی حال وارد ہو۔ میں اس میں مزاحمت نہیں کرتا۔

مکہ معظمہ کا واقعہ ہے کہ ایک صاحب بیت اللہ کی طرف دیکھ کر مجھ سے ایک ایسی بات کہنے لگے کہ بظاہر قابل نکیر تھی۔ میں اس وقت موافقت تو کر نہیں سکتا تھا مگر مخالفت یا زجر بھی نہیں کیا۔ اور مخالفت نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت ان کی حالت دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ ان کا یہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ حالت کا غلبہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اور چرواہے کا قصہ یاد آ گیا اس سے یہ سمجھ میں آیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس چرواہا سے جو مزاحمت کی تھی۔ آپ نے غایت غلبہ انتظام حمیت دین سے اس وقت اس طرف توجہ نہیں فرمائی کہ مغلوب ہے اور عقل اور علم سے مسلوب ہے۔ مولانا رومیؒ اسی واقعہ کو اس طرح فرماتے ہیں ۔

این نمط بیہودہ میگفت آں شباں ☆ گفت موسیٰ باکیستت ای فلاں

گفت باآں کس کہ مارا آفرید ☆ این زمین وچرخ ازوآمد پدید

گفت موسیٰ ہائے خیرہ سرشدی ☆ خود مسلمان ناشدہ کافرشدی

ایں چہ کفرست این چہ ژاژست وفشار ☆ پنبہٗ اندردہاں خودفشار

﴿وہ چرواہا اسی طرح بیہودہ باتیں کہہ رہا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شخص تو یہ کس کو کہہ رہا ہے چرواہے نے کہا کہ اس ذات کو جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے۔ اور یہ زمین وآسمان اسی (کے پیدا کرنے) سے ظاہر ہوئے ہیں موسیٰ نے فرمایا کہ ارے تو تو تباہ ہو گیا اور کافر ہو گیا۔ یہ کیا کفر اور بیہودہ اور فضول باتیں ہیں زبان بند کر۔۱۲﴾

یہ سنکر اس کے بدن میں سناٹا نکل گیا اور یہ کہا ؎

گفت اے موسیٰ دہانم دوختی ☆ وز پشیمانی تو جانم سوختی

﴿چرواہے نے کہا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) تم نے میری زبان سی دی اور پشیمانی کی وجہ سے میری جان جلا دی۔۱۲﴾۔

وہاں سے موسیٰ کو ارشاد ہوا ؎

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا ☆ بندہ مارا چرا کردی جدا

تو برائے وصل کردن آمدی ☆ نے برائے فصل کردن آمدی

﴿موسیٰ علیہ السلام کی طرف حق تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ ہمارے بندہ کو (جو بوجہ مغلوب الحال ہونیکے اس حالت میں بھی ہمارا مقرب تھا) ہم سے جدا کیوں کر دیا آپ تو ہمارے وصل (کی تعلیم) کیلئے آئے ہیں نہ کہ جدائی ڈالنے کیلئے۔۱۲﴾۔

ملفوظ ۱۵۱: ''بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا'' کا مطلب

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ذرا اس کا مطلب بیان فرمادیں اس کا مطلب کیا ہے ؎

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است ☆ بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

﴿نیکوں کی صحبت اگر یک ساعت کیلئے میسر ہو جائے تو سو سالہ زہد و طاعت سے (جو بغیر رہبر کامل کے ہو) بہتر ہے﴾۔

فرمایا مجھ سے تو آپ ہی بہتر سمجھنے والے ہیں مگر میں جو سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ کامل کی

صحبت میں بعض اوقات کوئی گر ہاتھ آ جاتا ہے یا کوئی حالت ایسی قلب میں پیدا ہو جاتی ہے جو ساری عمر کے لئے مفتاح سعادت بن جاتی ہے یہ کلیہ نہیں بلکہ مہملہ ہے ہر وقت یا ہر ساعت مراد نہیں۔ بلکہ وہی وقت اور وہی ساعت مراد ہے جس میں ایسی حالت پیدا ہو جائے عرض کیا تو کیا ہر صحبت اس وجہ مفید نہ ہوگی۔ فرمایا کہ ہے تو یہی مگر کس کو علم ہے کہ وہ کون ساعت ہے جس میں یہ حالت میسر ہوگی۔ ہر صحبت میں اس کا احتمال ہے اسلئے ہر صحبت کا اہتمام چاہئے۔ اس سے ہر صحبت کا مفید اور نافع ہونا ظاہر ہے اور اس حالت کو صد سالہ طاعت کے قائم مقام بتلانے کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے۔ اگر کسی شخص کے پاس سوئی ہوں تو بظاہر تو اس کے پاس امتعہ میں سے ایک چیز بھی نہیں مگر اگر ذرا تعمق کی نظر سے دیکھا جائے تو ہر چیز اس کے قبضہ میں ہے اسی طرح اگر وہ کیفیت اس کے اندر پیدا ہو گئی تو بظاہر تو خاص طاعات میں سے کوئی بھی چیز اس کے پاس نہیں مگر حکما ہر چیز ہے پس مراد اعمال پر قدرت ہونا ہے اسی سے سب کام اس کے بن جائیں گے اور اصل چیز وہی کام ہیں جن کی یہ مفتاح صحبت میں نصیب ہوگئی اگر وہ اعمال نہ کئے تو نری مفتاح کس مصرف کی۔

اسی لئے یہ کہتا ہوں کہ بدون اعمال نہ کچھ اعتبار ہے اقوال کا نہ احوال کا نہ کیفیات کا۔ اس ہی لئے ان چیزوں میں سے کسی چیز میں بھی حظ نہ ہونا چاہئے اگر اعتبار کے قابل کوئی چیز ہے تو وہ اعمال ہیں اور اعمال بلا توفیق حق کے مشکل اور توفیق عادۃً موقوف ہے صحبت کامل پر اسی کو مولانا فرماتے ہیں

قال را بگذار مرد حال شو ☆ پیش مردے کاملے پامال شو

ملفوظ ۱۵۲: حضرتؒ کی نظر

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شیطان بھی آپ کا بڑا ہی دشمن ہے جس قدر تمام ہندوستان کے مسلمانوں سے دشمنی ہوگی اتنی اکیلے حضرت سے ہے کیونکہ حضرت اس کے مکر و فریب سے اللہ کی مخلوق کو آگاہ فرماتے رہتے ہیں وہ اس پر جلتا بھنتا ہوگا فرمایا کہ ممکن ہے مگر ساتھ ہی وہ مجھ کو نفع بھی بہت پہنچاتا ہے اس طرح سے کہ وہ لوگوں کو بہکاتا ہے وہ مجھ کو ناحق گالیاں دیتے ہیں اس پر صبر کرتا ہوں اللہ میرے گناہ معاف فرماتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے۔

ملفوظ ۱۵۳: یہ طریق بہت ہی نازک ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے کسی محقق کی صحبت سے کچھ سمجھ میں آ جائے تو آ جائے ورنہ کتابوں سے پورا سمجھ میں نہیں آ سکتا اور نہ کام چل سکتا ہے جیسے طب کی کتابیں پڑھ کر بدوں ماہر فن کی صحبت میں رہے ہوئے مطب نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا شخص کسی مریض پر ہاتھ ڈالے گا اس مریض کی خیر نہیں۔

اسی طرح مریض روحانی کی بھی خیر نہیں نہ معلوم ناقص کی تعلیم سے کیا الٹ پلٹ تدابیر اختیار کر لے اور جائے نفع کے مضرت میں پھنس جائے اور کامل کی معرفت کیلئے ضرورت ہے کسی کامل کی شہادت کی۔ آجکل تو جہلاء مشائخ بنے ہوئے ہیں اس جہل کی بدولت طریق کو بدنام کر دیا۔ حق تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں۔

ملفوظ ۱۵۴: اس طریق میں قیل وقال سے کام نہیں چلتا

ایک مولوی صاحب کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس طریق میں قیل وقال سے کام نہیں چلتا گو معلوم ہو جاتا کسی علم کا اچھا ہے مگر وہ کیفیات کہاں جو اس راستہ کو طے کر کے منزل پر پہنچنے سے مشاہد ہوتی ہے۔

مثلاً ایک شخص تو سفر کر کے بمبئی دیکھ کر آیا اور ایک آئے ہوئے سے وہاں کے حالات دریافت کرتا ہے دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس کا صحیح طریق یہ ہے کہ وہاں پر پہنچ جانے کی کوشش کرے جس کیلئے راستہ بتلانے والے کی ضرورت ہوگی مگر جو اس راستے کے بتلانے والے ہیں ان کا یہ ادب ضروری ہے کہ اس سے ان کو کلفت نہ پہنچے یہ اس طریق میں بڑی ہی مضر چیز ہے۔ کیونکہ مدعیان محبت سے ذرا سی بھی کوتاہی ہو وہ گوارا نہیں ہوتی۔ اور یہ ایک فطری چیز ہے اس کا اثر ہوتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ عقیدت اس قدر مطلوب نہیں، عظمت اس قدر مطلوب نہیں جس قدر محبت کی ضرورت ہے اور یہ ہی زیادہ مطلوب ہے۔

گو عقیدت جو حدود کے درجہ میں ہو وہ بھی ایک درجہ میں مطلوب ہے مگر بڑی چیز جو ہے وہ محبت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر محبت ہوگی تو سب چیزوں کی فکر ہوگی کہ کوئی بات مجھ سے ایسی نہ ہو جائے جو سبب بن جائے تکلیف کا اور یہ بہت ہی سہل چیز ہے جس کو اس درجہ سخت سمجھ رکھا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا قصد رکھے اہتمام رکھے پھر انشاء اللہ ایسا کوئی کام نہ ہوگا جس سے تکلیف پہنچے اور اگر باوجود اس قصد اور اہتمام کے پھر بھی ہو جائے تو اس کی اتنی گرانی نہ ہوگی اسلئے کہ جہاں وہ اس کو محسوس کرتا ہے یہ بھی محسوس کریگا کہ قصد نہ تھا اور اس کے خلاف کا اہتمام بھی تھا مگر انسان ہے ہو گیا یہ سمجھ کر وہ معذور سمجھے گا اور اس سے قلب پر گرانی نہ ہوگی۔

پھر فرمایا کہ بے فکری پر جو شیوخ عتاب کرتے ہیں یہ طریقہ چھوٹوں کے ساتھ بمصلحت اصلاح کے اختیار کیا جاتا ہے ورنہ خدانخواستہ قلب میں تحقیر تھوڑا ہی ہوتی ہے کس کو علم ہے کہ کون چھوٹا ہے اور کون بڑا۔ بلکہ جس طرح چھوٹوں کو ضرورت ہے بڑوں کی۔ اسی طرح بڑوں کو ضرورت ہے چھوٹوں کی۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بڑوں کو چھوٹوں کی کیا ضرورت! فرمایا ضرورت یہ ہے کہ کبھی چھوٹوں کو وہ بات نصیب ہو جاتی ہے کہ بڑوں کو کبھی وہ بات خواب میں نہ آئی ہوگی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو یہ بڑے بڑے ہی نہ رہتے کیونکہ ان کے نفس کی یہ حالت ہو جاتی جس کو مولانا فرماتے ہیں۔

نفس ازبس مدحہا فرعون شد ☆ کن ذلیل النفس ہونا لا تسد

(نفس زیادہ تعریفوں کی وجہ سے فرعون ہو گیا ہے، کبھی کبھی اس کو ذلیل بھی کر لیا کرو)

اب یہ بڑے بھی ہر وقت اپنے اعمال کے محاسبہ میں رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جس طرح ہماری ضرورت چھوٹوں کو ہے۔ اسی طرح ہمیں ضرورت ان کی ہے بھلا جس کا یہ خیال ہے وہ چھوٹوں کی تحقیر یا تذلیل کسی وقت میں بھی کر سکتا ہے۔

ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں آنے والوں کے قدموں کی زیارت کو ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔

ملفوظ ۱۵۴: ذکر میں زبان کی طرف توجہ

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ کیا ذکر کے وقت قلب ہی کی طرف متوجہ رہنا ضروری ہے اگر کبھی زبان کی طرف توجہ ہو جائے مضر تو نہیں فرمایا کہ کچھ تو توجہ زبان کی طرف بھی ضرور ہوگی مضرت کچھ نہیں لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا اور یہ غیر اختیاری ہے جس کا یہ مکلف نہیں۔

ملفوظ ۱۵۵: اشغال کچھ نہیں اصل اعمال ہیں

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو اشغال ہیں اور اشغال میری نظروں میں کچھ بھی نہیں اصل چیز تو اعمال ہیں انکے اہتمام کی ضرورت ہے۔

ملفوظ ۱۵۶: بزرگوں کی زندہ دلی اور آجکل کا وقار

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ ہمارے سب بزرگ زندہ دل تھے آپس میں ایک دوسرے سے مزاح بھی فرماتے تھے اور یہ متانت متعارفہ دلیل کبر کی ہے اور علامت ہے روح کے مردہ ہونے کی اور نفس کے زندہ ہونے کی اور خوش مزاجی دلیل ہے انکسار کی۔ اور علامت ہے روح کے زندہ ہونے کی اور نفس مردہ ہونے کی۔

ایک شخص یہاں پر تھے وہ ذی علم بھی تھے مجھ سے ایک روز فرمایا کہ آپ کی فلاں فلاں بات وقار کے خلاف ہے۔ میں نے کہا میں تو پوچھتا ہوں کہ حضور ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو دوڑے تھے کیا یہ وقار کے خلاف ہے اگر نہیں تو آپ نے کبھی اس سنت پر عمل کیا ہے اپنی بیوی کے ساتھ دوڑے ہوں اور میں نے بحمد اللہ اس سنت پر عمل کیا۔ فرمایا کہ ایک ضروری بات یاد آئی حضور کے دوڑنے میں شبہ ہوتا تھا کہ مکان اس قدر وسیع کہاں تھا جس میں حضور ﷺ دوڑے مگر اب مسند احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ سفر کی حالت میں تھا۔ حضور ﷺ ایک میدان میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ پردہ کرا کر دوڑے تھے پھر ان صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا چپ رہ گئے میاں متانت اور وقار کو لئے پھرتے ہیں۔

۵ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۱۵۷: تنظیم کا طریقہ

ایک مولوی صاحب نے ایک تحریر پیش کر کے حضرت والا سے مشورہ چاہا حضرت والا نے ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عوام اور خواص سب کسی ایک کے متبوع بنانے پر متحد اور متفق ہو کر اس کام کو کریں تو تنظیم ہو سکتی ہے۔ متفرق کام کرنے سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ عرض کیا کہ متبوع کی تعیین کیلئے قرعہ ڈال لیا جائے۔ فرمایا اسی پر راضی ہو جائیں کہ قرعہ میں جس کا نام آ جائے گا اس کو مان لیں گے۔ مدار تو مان لینے پر ہے اس کے بعد تدابیر سب ہو سکتی ہیں۔ عرض کیا امید ہے کہ مان تو لیں گے فرمایا کہ جب یہ امید ہے تو آپ ہی اس کی ابتداء فرمائیں اور بھی شریک ہو جائیں گے۔ قبل اس کے کہ کام شروع ہو شریک ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

ملفوظ ۱۵۸: فضول علمی تحقیق اور عمل سے غفلت

فرمایا! کہ بعض اہل علم بھی آجکل بہت زائد فضولیات میں وقت بے کار کھوتے ہیں ضروریات سے غفلت ہے علمی تحقیقات بھی وہ کرتے ہیں جن کی تحقیقات سے کوئی نتیجہ نہیں آدمی کو ضروری کاموں میں لگ جانا چاہئے اور سب میں ضروری کام آخرت کی فکر ہے اگر ساری عمر بھی غیر ضروری چیزوں کو پتہ نہ لگے تو وہاں پر اس کا کوئی مواخذہ نہیں محاسبہ نہیں۔ ہاں یہ پوچھا جائیگا کہ کچھ کیا بھی یا نہیں۔

ایسی تحقیقات صرف علماء کا ایک مشغلہ ہے اور اس مشغلہ کی حقیقت اس سے زائد نہیں جیسے مرغ کی تحقیق میں لوگ پڑے ہوئے ہیں اور ہم اس کو فضول خیال کرتے ہیں اس میں اور اُس میں فرق ہی کیا ہے حضرت جس کو جو کچھ عطا ہوا ہے وہ عمل ہی کی بدولت تو ساری عمر اسی ادھیڑ بن میں لگا رہنا چاہیے کسی وقت بھی عمل سے بے فکر نہ ہونا چاہئے وہاں ان تحقیقات کو پوچھتا کون ہے ان تحقیقات پر ایک مثال یاد آئی۔ بالکل ایسی ہی مثال ہے جیسے طالب علموں کے کورس میں اقلیدس

جس کی حقیقت سب جانتے ہیں کہ بعضوں کو عمر بھر بھی اس سے کام نہیں پڑتا۔ پس اگر ساری عمر بھی اس علم کو حاصل نہ کرے اور ایک شکل بھی اقلیدس کی نہ معلوم ہو حرج کیا ہے۔

اس اقلیدس کی شکل پر بیچ میں ایک حکایت یاد آ گئی۔ ماموں امداد علی صاحب رڑکی میں تھے بارش ہوئی کیچڑ ہو رہی تھی۔ ایک صاحب چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے جلدی جلدی چل رہے تھے ماموں صاحب بڑے ظریف تھے کہا کہ میاں سنبھل کر چلو کبھی گر نہ جاؤ۔ جواب میں کہتے ہیں کہ میں اقلیدس کے قاعدہ پر چلتا ہوں گر نہیں سکتا۔ اتفاق سے پیر پھسل گیا گر گئے۔ ماموں صاحب فرماتے ہیں کہ کیوں حضرت کون سی شکل بنی۔

رڑکی ہی کا ایک اور قصہ ماموں صاحب کا یاد آیا۔ دو واعظ ملے اتفاقی بات کہ دونوں موٹے تھے۔ اور پیٹ دونوں کے بڑے بڑے تھے۔ ملاقات کے وقت معانقہ کرنے لگے تو سینہ سے سینہ مشکل سے ملا۔ ماموں صاحب کیا فرماتے ہیں مولانا یہ تو معانقہ نہ ہوا مباطنہ ہو گیا یعنی پیٹ سے پیٹ مل گیا۔

فرمایا کہ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ تحقیقات میں کچھ نہیں رکھا ضرورت عمل کی ہے چاہے وہ گھٹیا ہی درجہ کا ہو جیسے روٹی اچھی پکی ہوئی ہو۔ سنکی ہوئی اچھی ہو۔ چاہے وہ چھوٹی سی ٹکیہ ہی ہو اس سے کام چل جاتا ہے۔

ملفوظ ۱۵۹: نماز بلا حضور بھی بڑی دولت ہے

فرمایا! کہ لوگوں کے قلوب میں اعمال کی قدر نہیں کسی غالی درویش نے نماز کی نسبت حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ حضرت جب دل متوجہ نہ ہو تو اس اٹھک بیٹھک سے کیا نتیجہ۔ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ بعض لوگ کیسے گستاخ ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ رحم فرمائیں کیسی جرأت کی بات ہے ایسے لوگوں کے دل میں خشیت کا نام نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اسی اٹھک بیٹھک کی قیمت وہاں معلوم ہوگی کہ کس درجہ کی چیز ہے۔ فرمایا کہ یہی سب کچھ ہے اگر حق تعالیٰ اسی کی توفیق عطا فرمائیں اور بلا حضور قلب ہی اٹھک بیٹھک ہو جایا کرے بڑی دولت ہے۔

ملفوظ ۱۶۰: شیخ سے اپنی چیز استعمال کروا کے متبرک کرنا

ایک مولوی صاحب نے اپنی تسبیح حضرت والا کے سامنے پیش کر کے عرض کیا کہ حضرت اس پر پڑھ دیجئے گا برکت کیلئے اور ساتھ ہی میں یہ بھی عرض کیا کہ یہ بہت ہی سہل طریق ہے تبرک بنانے کا، فرمایا کہ واقعی بہت اچھی تدبیر ہے یہاں تو نہیں۔ مگر عرب میں یہی طریقہ دیکھا ہے کہ شیخ سے اپنی چیز استعمال کرا کر اس کو تبرک بنالیا جاتا ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہندوستانی لوگ جو حج کو جاتے تھے تبرک مانگتے تھے حضرت کی یہ حالت تھی کسی کو تہبند اور کسی کو کرتہ اور کسی کو ٹوپی دے رہے ہیں۔ آخر کہاں تک کوئی انتہا نہ تھی بعض اوقات اس تقسیم کی بدولت حضرت کے پاس کپڑے نہ رہتے تھے عرب کا طریق نہایت ہی پسندیدہ ہے کہ اپنی چیز کو تبرک بنوالیا جائے۔

ملفوظ ۱۶۱: حضرت حاجی صاحبؒ کی شان عبدیت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انکسار اور شان عبدیت کا کیا ٹھکانہ۔ فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب کو اہل نظر سے چھپا رکھا ہے یہ باتیں کہنے سے سمجھ میں نہیں آتیں مگر کہنا پڑتی ہیں جن پر یہ باتیں گزرتی ہیں وہی خوب جانتے ہیں یہاں قال سے کام نہیں چلتا یہاں ذوق کی ضرورت ہے اس انکسار کی۔

ایک مثال عرض کرتا ہوں ایک چمار کے پاس بادشاہ نے ایک لاکھ روپیہ کا موتی امانت رکھ کر فرمایا کہ اس کو حفاظت سے رکھو اب لوگ تو سمجھ رہے ہیں کہ بڑا مقرب ہے بڑا امین ہے اور ایسا سمجھنا ایک معنی کر ٹھیک بھی ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو ایسی قیمتی چیز اس کے کیسے سپرد کی جاتی۔ مگر میں جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس وقت اس چمار کی حالت قابل دیکھنے کے ہے وہ لرزاں ہیں اور ترساں ہیں راتوں نیند نہیں آتی کہ دیکھئے کہیں امانت میں کوئی کوتاہی نہ ہو جائے میرے وجود اور میری حیثیت سے زائد مجھ کو امانت سپرد کر دی گئی۔ اب اس پر اس کی دو حالتیں ہیں ایک شکر کی اور ایک خوف کی دونوں کو جمع کرنا اور اسکے حقوق بجالانا آسان بات نہیں۔ واقعی یہ

طریق بہت ہی نازک ہے ۔ ہزاروں سر مار کر بیٹھ گئے مگر منزل مقصود تک رسائی نہیں ہوئی اس میں رہبر کامل کی ضرورت ہے بغیر اس کا دامن پکڑے ہوئے اس راہ میں قدم رکھنا خطرہ ہی خطرہ ہے دیکھئے مثال سے کسی قدر سمجھ میں آ جائیگا۔ ایک انسان ہے عالم ہے محدث ہے مفسر ہے، فقیہ ہے مجتہد ہے حافظ ہے قاری ہے نیک ہے حسین ہے تندرست ہے اور باوجود اس کے اس کو کسی کمال پر نظر نہ ہو کیا یہ سہل بات ہے البتہ جو کمالات اس کو عطا ہوئے ہیں ان پر خوش ہونا یا ان کا اقرار یہ بری بات نہیں لیکن ان کمالات کی بناء پر غیر اہل کمالات کی تحقیر کرنا یہ ہے نظر مذموم۔ اسی طرح یہ بھی نظر مذموم ہے کہ میں ان کمالات کی وجہ سے خدا کے نزدیک مقبول ہو گیا کیا خبر ہے، مقبولیت وعدم مقبولیت کی لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔

حضرت ممکن ہے کہ یہ تو سمجھ رہا ہے کہ میں مقبول ہوں اور وہاں مردود ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک عورت ہے جو خوب صورت بھی ہے لباس فاخرہ بھی ہے زیور سے بھی آراستہ ہے، سنگار کئے ہوئے ہے، اور اس آرائش وزیبائش کی بناء پر سمجھتی ہے کہ میرا خاوند مجھے چاہتا ہے ۔ مگر ساتھ ہی گندہ ذہنی میں مبتلا ہے اس لئے خاوند اس کی صورت دیکھنے کا بھی روادار نہیں ۔

اور ایک عورت ہے سانولی ۔ کپڑے بھی میلے کچیلے زیور بھی اس کے پاس نہیں ۔ مگر اس کی کوئی ادا خاوند کو پسند ہے وہ اس کو محبوب رکھتا ہے دل سے چاہتا ہے فرمایئے! ان دونوں میں کچھ فرق ہے یا نہیں ۔ یہ ہی مثال ہمارے کمالات کی ہے تو جس طرح گندہ ذہن عورت اپنے خاوند کی نظر میں مقبول ہونے کے غلط گمان میں مبتلا ہے یہی حالت کمالات کی بناء پر ہمارے گمان کی ہے ۔

حاصل یہ ہے کہ یہ ظاہری کمالات دلیل مقبولیت کی نہیں ۔ ممکن ہے کہ ہمارے اندر کوئی ایسی باطنی خرابی ہو جو میاں کو ناپسند ہو ۔ فرمایا کہ باطنی خرابی کی شان کے متعلق کیا عرض کروں جو دل میں ہے کس طرح دوسروں کے دل میں ڈال دوں بعض اوقات سالک کی یہ حالت ہوتی ہے کہ باوجودیکہ یقین کے ساتھ یہ سمجھ رہا ہے کہ فرعون نے خدائی کا دعوی کیا اور میرا دعوی ہے عبدیت کا۔ وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنے کا مستحق ہے اور میں جنت میں رہنے کا امیدوار ۔ اسلئے کہ امید تو

ہے ہی مسلمان ہونے کی وجہ سے اور امید رکھنی بھی چاہیے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کا منکر اور میں تمام انبیاء علیہم السلام کا ماننے والا۔ مگر باوجودیکہ ان سب چیزوں کے حالا یہ سمجھتا ہے کہ فرعون مجھ سے لاکھ درجہ بہتر ہے اس لئے کہ ایک مرتبہ کے کلمے پڑھنے سے اس کا ادھر سے ادھر معاملہ ہو جاتا۔ اور ایک منٹ میں اس کو نجات ہو سکتی تھی اور جس الجھن اور ضیق میں یہ اپنے کو مبتلا دیکھتا ہے یہ سمجھتا ہے کہ اگر ہزار برس میں بھی نجات ہو جائے تو غنیمت ہے اور اسی حالت میں لوگوں نے خودکشیاں تک کر لی ہیں وہ ضیق ایسا ہے کہ فرعون اس میں مبتلا نہ تھا محض کافر تھا۔ ایک مرتبہ کے کلمہ پڑھنے سے ایک منٹ میں مسلمان ہو سکتا تھا اور یہ شخص اپنی حالت کو اس سے زیادہ جانکاہ دیکھ رہا ہے تو ایسے شخص کی کہاں کمالات پر نظر ہو سکتی ہے اور کیا احوال ہوں گے اس کے سامنے اور کیا مقامات ہوں گے اس کی نظر میں وہ تو دوسری ہی ادھیڑ بن میں لگا ہوا ہے جس گرداب میں یہ پھنسا ہوا ہے اگر اہل ظاہر کو اس کی یہ حالت منکشف ہو جائے تو کلیجہ پھٹ جائے مگر باوجود ان عقبات (گھاٹیوں) اور دشوار گذار راہوں کے جن کو حق تعالیٰ نے فہم کامل اور ذوق سلیم عطا فرمایا ہے وہ اس کو اس راہ سے اس سہولت سے نکال کر لے جاتے ہیں کہ معلوم بھی نہیں ہوتا یا تو ادھر تھے یا ادھر ہو گئے۔

اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس کو کچھ نہ کرنا پڑے گا کرنا ضرور پڑیگا مگر وہ گر ایسے ہیں کہ جو سخت سے سخت اور کٹھن گھاٹیوں کو پلک جھپکنے میں طے کرا دیں گے اور یہ باتیں محض زبانی بیان کرنے سے سمجھ میں نہیں آسکتیں اس میں ضرورت کام کر کے دیکھنے کی ہے اس لئے کہ بعض باتیں وجدانی اور ذوقی ہیں۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ذوق کس طرح پیدا ہو۔ فرمایا اہل ذوق کی خدمت سے پیدا ہو سکتا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

قال را بگذار مرد حال شو ☆ پیش مردے کاملے پامال شو

یہ تو جن پر گذرتی ہے ان کا ذکر تھا باقی ہم اس درجہ کے نہیں تو کم از کم اتنا تو کریں کہ خدا کی عطا کی ہوئی چیزوں سے نافرمانی اور عصیاں کا کام نہ لیں اگر انسان کچھ بھی نہ کر سکے تو اتنا تو

کرے کہ حقوق واجبہ کا اہتمام اور منکرات سے اجتناب رکھے انشاء اللہ نجات کے لئے کافی ہے۔
حق تعالیٰ عقل سلیم اور فہم کامل نصیب فرمائیں اسی عقل وفہم پر مدار ہے دین کے سب کارخانہ کا۔
جس کو یہ نصیب ہو جائیں بڑی دولت ہے بڑی نعمت ہے۔

ملفوظ ۱۶۲: بعض حضرات سے عدم مناسبت کے واقعات

ایک صاحب کی بے عنوانی پر حضرت والا نے ان کو خانقاہ میں آنے اور مکاتبت مخاطبت سے منع فرما دیا تھا۔ انہوں نے ایک مولوی صاحب کے واسطے سے معافی چاہی مولوی صاحب نے عرض کیا کہ فلاں شخص حضرت سے معافی کے خواستگار ہیں اور یہاں پر رہنے کی اجازت چاہتے ہیں اور بہت ہی روتے ہیں۔ فرمایا کہ وہ آنکھوں سے روتے ہیں میں دل سے روتا ہوں مگر کلفت کو کس طرح برداشت کروں خصوص ان سے جو مدعیان محبت ہیں جب ان سے ایسی کوئی بات ہو جو موجب کلفت ہو اس سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے اگر آپ فرمائیں کہ کلفتیں اٹھا اور اذیتیں سہہ۔ میں اس کیلئے بھی تیار ہوں۔ آخر حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا واقعہ معلوم ہے کیا حضور ﷺ اس کے خلاف پر قادر نہ تھے ظاہر ہے کہ تھے مگر پھر بھی حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ تمام عمر اپنی صورت نہ دکھلانا مقصود یہ تھا کہ تمہاری صورت دیکھ کر چچا کا قتل یاد آجاتا ہے اور اس سے تکلیف ہوتی ہے اور یہ تکلیف سبب تمہارے نقصان کا ہوگی۔ تو یہ حضور کا فرمانا حضرت وحشی ہی کی مصلحت سے تھا کہ ان کو دیکھ کر حضور ﷺ کو کلفت ہوتی اس میں حضرت وحشی کا نقصان تھا۔

میں نے یہ واقعہ اپنے عذر کے لئے ایک صاحب کو لکھا تھا انہوں نے بھی ستایا تھا۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ کہاں حضور اور کہاں ہم گندے ناپاک کوئی نسبت نہیں جب وہاں اتنا اثر ہوا اگر یہاں ہو تو کیا بعید ہے۔ وہ صاحب جواب میں لکھتے ہیں کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے تو قتل کیا تھا۔ میں نے قتل تھوڑا ہی کیا ہے۔

میں نے جواب میں لکھا کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے کفارہ بھی ایسا ہی زبردست کیا تھا کہ اسلام لے آئے تھے جس کی شان یہ ہے کہ یھدم ما قبلہ ﴿پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے﴾

اور تم نے اس درجہ کا کیا کفارہ کیا۔ ان صاحب کے جواب دینے پر فرمایا کہ آجکل تو بولنا کمال میں داخل ہو گیا ہے ایسے لوگوں سے یہ بھی امید نہیں ہوتی کہ کوئی بات کہی جائے اس کو سمجھ لیں گے پھر مفارقت کی تجویز کے متعلق فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں جس وقت حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا ﴿ھٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِکَ﴾ یہ مجھ میں اور تم میں جدائی (کا وقت) ہے ایسے اولوالعزم پیغمبر یعنی موسیٰ علیہ السلام نے کیا کسی معصیت کا ارتکاب کیا تھا۔ محض عدم مناسبت کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو علیحدہ کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس تجویز کے لئے طالب کی معصیت شرط نہیں۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہاں پر تو پہلے ہی شرائط طے ہو گئے تھے فرمایا اچھا یہ ہی سہی مگر یہ بتلایئے شرائط ہی کیوں طے ہوئے تھے اسی مناسبت و عدم مناسبت کے امتحان کے لئے تو طے ہوئے تھے۔ تو وہی بات رہی۔ عدم مناسبت کی۔ بالآخر موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ سے الگ ہونا پڑا نیز اب یہی طالب و شیخ میں بھی شرط ہوتی ہے وہاں صراحتہً تھی۔ یہاں دلالۃً جیسا مریض جیسا طبیب کے نسخہ میں چون و چرا نہیں کرتا۔ اور ایسا کرنے سے اگر وہ علاج چھوڑ دے اس پر کوئی ملامت نہیں کرتا۔ اس طریق میں تو چون و چرا سے کام چل ہی نہیں سکتا۔ بڑی ضرورت اس کی ہے کہ جس سے تعلق متابعت کا کیا جائے اس کو کلفت نہ پہنچائے اور یہ فکر اور غور سے ہو سکتا ہے مگر مشکل تو یہ ہے کہ لوگوں نے فکر اور غور کرنا ہی چھوڑ دیا۔ میں جیسے دوسروں کو نہیں ستاتا۔ یہ ہی دوسروں سے چاہتا ہوں کہ وہ مجھے نہ ستاویں۔ اس میں راز یہ ہے کہ عدم مناسبت کی وجہ سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ اس کو میں ظاہر کر دیتا ہوں۔ اور ظاہر نہ کرنے کو خیانت سمجھتا ہوں کوئی فوج تھوڑا ہی جمع کرنا ہے عدم مناسبت کی صورت میں سب سے زیادہ اچھا اور سہل طریق یہ ہے کہ اصلاح کا تعلق کسی دوسرے سے کرلیں اور فوائد سننے کیلئے اگر چاہیں یہاں آ کر رہیں بذریعہ خط صرف میری خیریت معلوم کرلیا کریں دعا کیلئے لکھ دیا کریں مجھے خود قلق ہوتا ہے مگر کیا کروں میں بھی معذور ہوں خدمت سے تو انکار نہیں مگر خدمت طریقہ سے کی جاتی ہے۔

ملفوظ ۱۶۴: اپنی اصلاح کے طریقے سوچتے رہنا

فرمایا! کہ جس طرح میں دوسروں کی اصلاح کے طرق سوچتا رہتا ہوں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ

شکر ہے کہ اپنی اصلاح کے طریق بھی سوچتا رہتا ہوں۔ مسلمان کو تو مرتے دم تک اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہنا چاہیے اس پر بھی اگر نجات ہو جائے تو سب کچھ ہے اس سے آگے ہم کیا حوصلہ اور ہمت کر سکتے ہیں۔ باقی فضائل و مدارج تو بڑے لوگوں کی باتیں ہیں۔ ہم کو تو جنتیوں کی جوتیوں ہی میں جگہ مل جائے یہ ہی بڑی دولت ہے۔ جوتیوں پر یاد آیا کہ حضرت مولانا شہید صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی یہ حالت تھی کہ حضرت سید صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں شرکت کرنے کو اور ایک مجلس میں بیٹھنے کو خلاف ادب سمجھتے تھے۔ حضرت سید صاحب کی جوتیاں لئے ہوئے مؤخر مجلس میں بیٹھے رہتے تھے اگر کبھی بیٹھے بیٹھے کسل ہو جاتا وہیں جوتیاں سر کے نیچے رکھ کر لیٹ جاتے تھے جس وقت حضرت سید صاحب کی پالکی چلا کرتی تھی تو حضرت مولانا شہید صاحب رحمتہ اللہ علیہ پالکی کے ساتھ دوڑا کرتے تھے اس کو اپنے لئے فخر سمجھتے تھے۔ چاندنی چوک میں کو پالکی جا رہی ہے اور آپ ساتھ دوڑ رہے ہیں۔ حالانکہ دہلی میں اس خاندان کے ہزاروں سلامی تھے مگر ذرہ برابر حضرت شہید صاحبؒ اس کی پرواہ نہ کرتے تھے کیا یہ حضرات خشک تھے ان کو خشک کہا جاتا ہے اصلاح یوں ہی ہوتی ہے آج ذرہ ذرہ بات پر ناگواری ہوتی ہے۔ غرض ہر شخص کو اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہنا چاہیے۔ مرتے دم تک یہی حالت رہے۔ عارف رومی فرماتے ہیں ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش ☆ تادم آخر دمے فارغ مباش

تادم آخر دمے آخر بود ☆ کہ عنایت با تو صاحب سر بود

﴿اس راستہ میں بہت نشیب و فراز ہیں آخر دم تک ایک دم کیلئے بے فکر نہ ہو یہاں تک کہ اخیری وقت میں ایک وقت تم پر ایسا آئیگا کہ عنایت حق تم پر ہو جائے گی۔ ۱۲﴾۔

ملفوظ ۱۶۴: بیمار ہو کر بے فکر ہونا اور حضرتؒ کی اپنے بارے میں رائے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کوئی بیمار ہو اور لوگ اس کو علاج سے بے فکر دیکھیں تو چاروں طرف سے لتاڑ پڑتی ہے جس سے وہ اپنی فکر میں لگ جاتا ہے ایسے شخص کی امید صحت کی ہوتی ہے افسوس تو اس شخص کی حالت پر ہے کہ تمام دنیا اس کو تندرست

سمجھے ہوئے ہے اور وہ بیمار ہے دوسروں کے تندرست سمجھنے پر یہ بھی اپنے کو تندرست سمجھ بیٹھا ایسے مریض کے تندرست ہونے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ جب میں دوسرے کے لئے کوئی تجویز کرتا ہوں اپنے سے بے فکر ہو کر نہیں کرتا۔ مستغنی ہو کر نہیں کرتا۔ بلکہ عین تجویز کے وقت برابر اس کا خیال رکھتا ہوں کہ مجھ سے کوئی زیادتی اس تجویز میں نہ ہو جائے اور اس شخص پر ذرہ برابر تنگی نہ ہو۔ اس پر مجھ کو سخت کہا جاتا ہے ہاں یہ دوسرے بات ہے کہ اجتہادی غلطی ہو جائے اس کے متعلق یہ ہے کہ قصد نہیں نیت نہیں۔ حق تعالیٰ معذور خیال فرما کر امید ہے کہ معاف فرمائیں گے۔

۵ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۱۶۵: دوسروں کے حقوق کی گہری رعائتیں

فرمایا! کہ مجھ کو بدنام تو کیا جاتا ہے مگر یہاں پر رہ کر دیکھا جائے کہ میں کس قدر رعائتیں کرتا ہوں اور آنے والے مجھ کو کتنا ستاتے ہیں یک طرفہ بات سن کر گھر بیٹھے فیصلہ دیدینا تو آسان ہے لیکن جب وہی باتیں اپنے کو پیش آئیں پھر اگر تحمل کر کے دکھائیں تو ہم جانیں البتہ اگر کسی کو حس ہی نہ ہو یا محض فوج ہی جمع کرنا ہو یا روپیہ ہی محض اینٹھنا مقصود ہو اور دکانداری ہی جمانا ہو تو ایسا شخص تو واقعی اس سے بھی زیادہ سخت سخت باتوں کا تحمل کر لے گا۔ مجھ سے تو یہ نہیں ہو سکتا بلا سے کوئی معتقد رہے یا غیر معتقد ہو جائے۔ میں تو یہاں تک رعایت رکھتا ہوں کہ یہاں پر پہلے مسجد میں ایسا قصہ ہوتا تھا کہ جہاں میں نماز کیلئے مصلے پر جانے لگا کوئی ادھر کو کھڑا ہو گیا کوئی اُدھر کو کھسکا۔ مجھ کو ایسی باتوں سے اذیت ہوتی تھی۔ نیز اس سے ایک عظمت اور بڑائی کی شان معلوم ہوتی تھی۔ میں نے اپنے بزرگوں کو دیکھا کہ وہ ایسی باتوں کو پسند نہ فرماتے تھے نہ مجھ کو پسند ہیں۔

غرضیکہ لوگوں نے مجھ کو ایسا بنالیا جیسے بھیڑیئے کو دیکھ کر بھیڑیں ادھر ادھر کو بھاگا کرتی ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اے اللہ میں ہوّا ہوں۔ آخر میں نے یہ انتظام کیا کہ لوگوں سے کہہ دیا کہ تم صرف اتنا کیا کرو کہ میرے مصلے پر آنے کیلئے مصلے کے مقابل ایک آدمی کی

جگہ چھوڑ دیا کرو یا تی حرکت مت کیا کرو۔ مگر اس صورت میں یہ ہوا کہ بعض صاحب میرے ساتھ ہو لئے اور اس خالی جگہ پر جا کھڑے ہوئے۔

اب یہ ظاہر ہے کہ پہلے پہنچنے والے بے چارے میری محبت کی وجہ سے کہ اس کو آنے میں کلفت نہ ہو۔ ایک آدمی کی جگہ چھوڑ دیتے تھے تو وہ جگہ ان کا حق تھی۔ مگر میرے اس قاعدے سے دوسروں نے نفع اٹھانا شروع کر دیا مجھ کو اس پر بھی خیال ہوا کہ میں آلہ بنا۔ ان ساتھ ہو لینے والے حضرت کے مؤخر سے مقدم بنانے کا اس پر میں نے یہ انتظام کیا کہ یہ بھی مت کرو۔ اپنی اپنی جگہ ملے ہوئے بیٹھے رہو۔ میں جب آیا کروں گا جس جگہ سے جانا ہوا کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس وقت تھوڑی سی جگہ مجھ کو جانے کی دیدیا کرنا۔ اس میں ان کی بھی رعایت مقصود تھی۔ وہ یہ کہ مجھ کو معلوم تھا کہ یہ لوگ اس کو گوارا نہ کریں گے کہ مجھ کو کوئی تنگی ہو اس لئے مجھ کو بھی ان کی یہ ناگواری گوارا نہ ہوئی اور بے تکلف اشارہ کر کے رستہ لینا تجویز کر لیا۔

یہ میں نے بطور نمونے کے بیان کیا ہے اور ہزاروں جزئیات ہیں کہاں تک احاطہ ہو سکتا ہے جن کی میں رعایت رکھتا ہوں زبان سے دعویٰ کرنا آسان ہے کر کے دکھلانا بہت مشکل ہے۔ اسلئے میں بھی چاہتا ہوں کہ دوسرا بھی میری راحت کی رعایت رکھے۔

ملفوظ ۱۶۶: - بدفہمی اور بدعقلی کا کوئی علاج نہیں

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جس شخص سے مسجد میں کھڑے ہو کر تکنے پر حضرت والا نے مواخذہ فرمایا تھا وہ مجھ سے یہ کہتے تھے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ دیکھنے سے بھی کسی کو تکلیف ہوتی ہے؟

حضرت والا نے یہ سن کر فرمایا کہ جب فہم کی یہ حالت ہے اس کا کوئی علاج نہیں جب گھر کی عقل نہ ہو کوئی انتظام نہیں ہو سکتا۔ ایسوں کی غلطی پر اگر تسامح کیا جائے تو کیا امید ہو سکتی ہے ان سے کہ یہ خود سمجھ کر کوئی اذیت یا تکلیف نہ پہنچائیں گے بدفہم آدمی کا تو کسی حالت میں بھی انتظام نہیں ہو سکتا۔

جیسے ایک شخص کے لڑکے کی شادی تھی لڑکے کے باپ نے ایک شخص سے دولہا کے لئے دوشالہ لے لیا۔ دوشالے والے بھی بارات میں ہمراہ گئے ۔ قاعدہ ہے کہ لوگ دولہا کو دیکھنے کے واسطے آکر پوچھتے ہیں کسی نے آکر پوچھا کہ دولہا کون سا ہے دوشالے والے صاحب بولے کہ دولہا تو یہ ہے اور دوشالہ میرا ہے۔ لڑکے کے باپ نے کہا کہ میاں تم بڑے مہمل آدمی ہو اس کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ دوشالہ میرا ہے کہنے لگے واقعی غلطی ہوئی اب احتیاط رکھوں گا۔ اتنے میں کسی اور نے دولہا کو آ پوچھا تو آپ کہتے ہیں کہ دولہا تو یہ ہے دوشالہ میرا نہیں ۔ لڑکے والے نے کہا کہ میاں تم عجیب آدمی ہو۔ اس ہی کہنے کی کیا ضرورت تھی دوشالہ والے نے کہا کہ واقعی ضرورت نہ تھی اب یہ بھی نہ کہوں گا۔ اتنے میں کسی نے پھر آکر دریافت کیا کہ دولہا کون ہے آپ کہتے ہیں کہ دولہا تو یہ ہے اور دوشالے کا کوئی ذکر ہی نہیں آخر لڑکے والے نے دوشالہ واپس کر دیا۔

غرض اس شخص کا کوئی انتظام نہیں ہو سکا کیونکہ گھر ہی کی عقل نہیں تھی ایک اور حکایت یاد آئی ایک رئیس نے نوکر رکھا جو اکثر کاموں میں کوتاہی کرتا بار بار کے مواخذہ پر یہ کہا کہ اصل میں مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ میرے ذمہ کیا کیا کام ہیں مجھ کو ایک فہرست کاموں کی لکھ کر دیدی جائے۔ رئیس نے ایک فہرست بنا کر دیدی کہ یہ کام تم سے لئے جائیں گے منجملہ اور کاموں کے اس فہرست میں یہ بھی تھا کہ گھوڑے کے ساتھ چلنا پڑیگا جہاں کہیں ہم جایا کریں گے ۔ ایک روز آقا سوار ہو کر چلے اور یہ ساتھ ہو لئے اتفاق سے شال گھوڑے سے گری آپ نے فوراً فہرست نکال کر دیکھا اس میں یہ نہ لکھا تھا کہ اگر کوئی چیز گھوڑے سے گرے اس کو اٹھا لیا جائے آپ نے شال نہ اٹھائی جب منزل مقصود پر پہنچے آقا نے دیکھا شال نہیں دریافت کیا کہ شال نہیں کیا ہوئی کہتے ہیں حضور! وہ تو فلاں جگہ گری تھی آقا نے مواخذہ کیا۔ اٹھائی کیوں نہیں آپ نے فہرست سامنے رکھ دی کہ اس میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ جو چیز گرا کرے اس کو اٹھا لیا جایا کرے اس لئے میں نے نہیں اٹھائی ۔ آقا نے فہرست لے کر اس میں یہ بھی لکھ دیا کہ اگر کوئی چیز گر جایا کرے اسکو اٹھا لیا جائے پھر آقا سوار

ہو کر چلے اور منزل ختم ہوئی تو ایک گٹھڑی سامنے لا رکھی دریافت کیا گیا ہے عرض کیا دیکھ لیجئے کھول کر دیکھا تو گھوڑے کی لید۔ پوچھا یہ کیا۔ وہی فہرست سامنے رکھ دی کہ دیکھئے اس میں یہ لکھا ہے کہ جو چیز گرے اٹھالو۔

سوایسی بدفہمی کا کیا علاج۔ فرمایا کہ میں بعضوں کو یہاں رہتے ہوئے مکاتبت ومخاطبت سے منع کر دیتا ہوں پھر اگر وطن پہنچ کر خط وکتابت کریں اور مجھ کو خط وکتابت سے معلوم ہو جائے کہ سلیقہ پیدا ہو گیا تو مجھ کو ضد تھوڑا ہی ہے اجازت دیتا ہوں کہ یہاں آ کر بھی خط وکتابت کر سکتے ہیں۔ مقصود میرا ان لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے کہ طبیعت پر سمجھنے سوچنے کا بوجھ پڑے فکر اور غور کی عادت ہو۔ دوسرے کو جو اذیت یا کلفت ہوتی ہے وہ بے فکری سے ہوتی ہے اور میرا عقیدہ تو وہ ہے جو حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ آنے والے حضرات کے قدموں کی زیارت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں کیونکہ میرا تو کسی دلیل سے بھی اچھا ثابت نہیں اور میرے پاس آنے والے اللہ کا نام لینے آتے ہیں یہ یقیناً اچھے ہیں آہ۔

بھلا جس شخص کا یہ عقیدہ ہو وہ آنے والوں کو تحقیر کی نظر سے دیکھ سکتا ہے یا ایسا شخص کسی کے آنے سے گھبرائے گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ رعایت اس کی کیجاتی ہے جو اپنی بھی رعایت کرے اور یہ جو لوگ سفارش کراتے ہیں یہ خود دلیل ہے کام نہ کرنے کی کہ خود کچھ کرنا نہ پڑے ایسا شخص اپنا بوجھ دوسروں پر ڈالتا ہے اور خود بیکار رہتا ہے اس سے طلب کا کم ہونا معلوم ہوتا ہے بڑی سفارش تو طلب ہے لوگون کو عادتیں پڑی ہوئی ہیں ان کو چھوٹنا بڑا ہی مشکل ہے نہ اپنی تکلیف کا احساس نہ دوسروں کی۔ کہاں تک ان کی بے پرواہی اور بے فکری کی اصلاح کی جائے۔

فرمایا کہ عادت پر ایک حکایت یاد آئی یہاں پر ایک صاحب تھے برادری کے تھے ان کی عادت برادری کو گالیاں دینے کی تھی اتفاق سے ان کے یہاں شادی ہوئی اہل برادری ان کی اس حرکت سے ناراض تھے سب نے اتفاق کیا کہ کوئی ان کے یہاں شریک نہ ہو ان حضرت کو معلوم ہوا کہنے لگے کہ اب کبھی گالیاں نہ دیا کروں گا لوگوں نے کہا کہ اچھا ہم یوں تو اعتبار نہ کریں گے۔ شاہ

ولایت میں چل کر عہد کرو کہ گالیاں نہ دیا کروں گا ساتھ ہو لئے۔ پہلے لوگ شاہ ولایت صاحبؒ کو بہت مانتے تھے وہاں پر پہنچ کر اگر کوئی بات طے ہو جایا کرتی تھی تو اس پر سب مطمئن ہو جایا کرتے تھے غرضیکہ یہ حضرت شاہ ولایت کے مزار پر پہنچے اور کھڑے ہو کر کہا کہ حضرت میری عادت گالیاں دینے کی تھی اب میں عہد کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد ان کی یوں توں کروں ان کو کبھی گالیاں نہ دیا کروں گا لوگوں نے کہا ارے پھر گالی دی۔ کہنے لگے اچھا اب ایسا نہ کروں گا پھر عہد اسی گالی کے ساتھ کیا تب لوگوں نے ان کو معذور سمجھا اور برا ماننا چھوڑ دیا اور سب نے شادی میں شرکت کی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ تھے چالاک یہ ترکیب انہوں نے اسلئے کی کہ وہ یہ سمجھے کہ یہ ہمیشہ کیلئے منہ بند رکھنا پڑے گا ایسی ترکیب کرو کہ یہ معذور سمجھیں۔

ملفوظ ۱۶۷: ایک بدعتی کا قول

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک بدعتی مولوی یہ کہتا ہے کہ گاندھی کے پیچھے نماز پڑھنے میں اتنا نقصان نہیں جتنا دیوبندی کے پیچھے نماز میں ہے مزاحاً جواب میں فرمایا کیونکہ گاندھی کے پیچھے نماز مکروہ بھی نہ ہوگی۔ (یعنی نماز ہوگی ہی نہیں)

ملفوظ ۱۶۸: مرتد کے یہاں چوری

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ان قادیانیوں کی کوئی کتاب وغیرہ چرا لے جائز ہے یا نہیں اس لئے کہ یہ مرتد ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ مسئلہ تو کتاب میں دیکھا جائے مجھ کو اس وقت یاد نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسی چوری کرنے کی میری تو نیت نہیں۔

ملفوظ ۱۶۹: اسٹیشن پر سامان کا وزن کرنے میں تساہل

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اسٹیشنوں پر اکثر بابو لوگ مال کا وزن کرنے میں تساہل کرتے ہیں اس کے ادا کرنے کی کیا صورت ہے جواب میں فرمایا کہ خود وزن کرلے اور جس قدر زائد ہو قانونی حساب معلوم کر کے اتنے کا ٹکٹ خرید کر چاک کر دے یہ صورت ادا کی ہو سکتی ہے۔

ملفوظ ۱۷۰: ایک صاحب کی حاضری کیلئے نگران کی شرط

ایک صاحب کی بے عنوانی پر حضرت والا نے ان کو خانقاہ میں آنے اور مکاتبت وغیرہ سے منع فرما دیا تھا ان صاحب نے ایک مولوی صاحب کے واسطے سے معافی چاہی تھی یہ ملفوظ صبح کی مجلس میں آج ہی درج ہو چکا ہے جس کا نمبر ۱۶۲ ہے اور جس میں حضرت وحشی کا قصہ مذکور ہے اب بعد نماز ظہر کی مجلس میں ان مولوی صاحب نے پھر سفارش فرمائی۔ حضرت والا نے فرمایا ایک صورت ذہن میں آئی ہے جس سے آنے کی اجازت ہو سکتی ہے اس لئے کہ خدانخواستہ مجھ کو بغض یا عداوت تھوڑا ہی ہے مقصود اصلاح ہے اور وہ صورت یہ ہے۔ کہ اگر کوئی صاحب اسکے ذمہ دار بنیں کہ یہاں پر رہنے کے زمانہ میں انکو اپنے ساتھ رکھیں، چلنے میں، بیٹھنے میں، کھڑے ہونے میں نماز میں، کھانے میں۔ اگر مجھ سے مصافحہ کرنے آئیں تو نگراں صاحب ساتھ آئیں مجلس میں ساتھ لائیں۔ استنجے جائیں تو یہ ساتھ جائیں ان شرائط کے ساتھ ان صاحب کو آنے کی اجازت ہو سکتی ہے۔ فرمایئے کون صاحب! اس پابندی کیلئے تیار ہیں دیکھوں کون صاحب ان کے ہمدرد بنتے ہیں یا محض مجھ کو ہی تختہ مشق بنایا جاتا ہے۔

مولوی صاحب نے عرض کیا کہ فلاں مولوی صاحب اس کو انجام دے سکتے ہیں فرمایا مجھ کو اس سے بحث نہیں جو صاحب پابندی کر سکتے ہیں وہ مجھ سے کہیں کہ میں کر سکتا ہوں۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں اس کی پابندی کر سکتا ہوں حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ معیت فی الاستنجا تک کی پابندی عرض کیا جی ہاں! فرمایا بہت اچھا اجازت ہے بلا لیجئے۔ عرض کیا کہ ساتھ رہنے کے علاوہ اور تو کوئی میری ذمہ داری نہ ہوگی۔ فرمایا یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اگر وہ کوئی ایسی حرکت کریں جو خلاف قاعدہ ہو یا دوسرے کی اذیت کا سبب ہو آپ بتلاتے رہیں سمجھاتے رہیں میرے لئے اس میں یہ سہولت ہے کہ اگر ان سے کوئی غلطی ہوئی تو میں قرین سے باز پرس کروں گا میرا تو جہاں تک ذہن پہنچتا ہے عین مواخذہ کے وقت میں بھی سہولتیں کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ اور میں اس کو عاصی نہیں سمجھتا۔ مگر عدم مناسبت سے جو کلفت ہوتی ہے اسمیں میں بھی معذور ہوں۔

ملفوظ ۱۷۱: شیخ کی طرف دیکھنے کا طریقہ

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شیخ کی طرف دیکھنا یا اس کی طرف نظر کرنا کیا اس سے برکت حاصل نہیں ہوتی۔ فرمایا ہوتی ہے لیکن طریق اس کا یہ ہے کہ ایسے وقت دیکھے۔ جب یہ دیکھ لے کہ شیخ اس کے دیکھنے کو نہیں دیکھ رہا وجہ اس کی یہ ہے کہ بلاضرورت کسی شخص کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا اس کو مشوش کرتا ہے۔ اور یہ بات میرے ہی ساتھ مخصوص نہیں یہ امر طبعی ہے کہ اگر ایک شخص ایک شخص کو برابر دیکھے چلا جا رہا ہو تو اس کو شبہ ہوتا ہے کہ کوئی خاص بات ہے جو مجھ کو گھور رہا ہے۔ ہاں! ایسے وقت شیخ کی طرف نظر کرنا کہ جس وقت اس کو علم نہ ہو اس کے دیکھنے کا کوئی حرج نہیں یا خود شیخ اس کی طرف متوجہ ہو یا کچھ پوچھے یا بتلائے اس وقت چونکہ شیخ خود متوجہ ہوتا ہے اس وقت دیکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آج کل فہم اور عقل کا قحط ہے لوگ افراط تفریط میں مبتلا ہیں شاید اس سے بدفہم لوگ شیخ کے متوجہ ہونے کے وقت بھی اس طرف دیکھنے اور بولنے کو ادب کے خلاف سمجھ بیٹھیں۔

ملفوظ ۱۷۲: صاحب کشف کو کسی بھی وقت کشف ہو سکتا ہے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا صاحب کشف کیلئے یہ ضروری ہے کہ ہر وقت انکشاف ہوا کرے۔ فرمایا کہ یہ تو ضروری نہیں مگر یہ احتمال ہر وقت ہے کہ نہ معلوم کس وقت انکشاف ہو جائے۔

ملفوظ ۱۷۳: ایک صاحب کی ایک روپیہ میں خلافت لینے کی خواہش

فرمایا! کہ ایک صاحب کا بڑے مزے کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایک روپیہ نذرانہ کیلئے منی آرڈر کروں گا آپ چاروں سلسلوں کی اجازت دیکر بندہ کو بہرہ مند فرمائیں۔ فرمایا کہ یہ ایک روپیہ میں خلافت لینا چاہتے ہیں۔ لفافہ پر پتہ ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ آپ ماسٹر ہائی سکول بھی ہیں۔ مزاحاً فرمایا کہ ہائے اسکول تو نے تباہ کر دیا۔ ان لوگوں کو اب بتلایئے اس بدفہمی اور کم عقلی کی کچھ حد ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمسخرہ کی راہ سے لکھ رہا ہے فرمایا یہ بات نہیں اصل بات یہ ہے کہ روپیہ لیکر لوگ خلافتیں دیتے ہیں۔ میں نے اس قسم کے اکثر

واقعات سے ہیں یہ سب بے خبری کی باتیں ہیں یہ قدر ہے طریق کی ان لوگوں کی نظروں میں اور یہ وقعت ہے ان چیزوں کی ان لوگوں کے دلوں میں ۔ میں اگر اس پر مطالبات کرتا ہوں اور اس طریق کی حقیقت کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں تو مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے کہ مزاج میں تشدد ہے سختی ہے ۔ مجھ سے تو بے غیرتی نہیں اختیار کی جاتی ۔ میں اگر ایسے کوڑ مغزوں کے ساتھ نرمی برتوں تو اس کا اثر مجھ ہی تک محدود نہیں رہے گا اس کا اثر طریق پر پڑیگا تو علاوہ بے غیرتی کے دین کے بھی خلاف ہوگا ۔ کیونکہ طریق بدنام ہوتا ہے ایسے موقع میں سیاست کرنے پر جو شخص مجھ پر اعتراض کرتا ہے میں اس معترض ہی سے دریافت کرتا ہوں کہ ایسے شخص کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے جس نے ایک روپیہ میں خلافت چاروں سلسلوں کی اجازت طلب کی ہے ۔

حضرت دور بیٹھے رائے قائم کر لینا بہت آسان ہے ذرا یہاں پر رہ کر واقعات کو دیکھیں تب حقیقت معلوم ہو ۔

ملفوظ ۱۷۴: مکمل و مدلل بزرگ کا لطیفہ

فرمایا! کہ ساری دنیا عقلاء ہی سے بھری ہوئی ہے ایک اور صاحب کا خط آیا ہے ۔ لکھتے ہیں کہ حضور بزرگ کامل و مکمل و مدلل ہیں بطور مزاح فرمایا کہ بہشتی زیور جو مکمل و مدلل چھپا ہے اس وجہ سے بیچارے نے لکھا ہے کہ تم بھی مکمل و مدلل ہو ایک یہ بھی لکھا ہے کہ حضور مشرق و مغرب جنوب و شمال تمام دنیا بھر کے بزرگ ہیں اس نے جو لکھا ہے کہ حضور کامل مکمل و مدلل بزرگ ہیں ۔ میں نے لکھ دیا ہے کہ نہ میں کامل نہ مکمل نہ مدلل یہ سب غلط ہے اور گر تمہارے نزدیک صحیح ہے تو اس دعوی کو مکمل و مدلل کرو پھر اس نے جو لکھا ہے کہ حضور! مشرق و مغرب جنوب و شمال تمام دنیا بھر کے بزرگ ہیں میں نے لکھ دیا ہے کہ توبہ کرو توبہ ۔

فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خط میں القاب کی جگہ یہ لکھا تھا کہ رب المشرقین ورب المغربین. حضرت نے وہ خط حاضرین کو پڑھنے کیلئے دیا ۔ اب جو دیکھتا ہے ہنسی کی وجہ سے بے تاب ہو جاتا ہے ۔ حضرت کو پڑھ کر کوئی سنا نہیں سکتا تھا ۔ آخر وہ میرے پاس آیا

میں نے ہنسی کو ضبط کر کے حضرت کو سنایا۔ حضرت بڑے ہی حلیم تھے سن کر فرمایا لاحول و لاقوۃ الاباللہ
جہل بھی کیا بری چیز ہے یہ فرما کر اس شخص کی معذوری بیان فرمادی کہ بوجہ بے علمی کے ایسا ہوا۔
ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ دوسروں نے جو حضرت کو پڑھ کر سنایا کیا
حضرت خود نہیں پڑھ سکتے تھے فرمایا پڑھ سکتے تھے مگر تکلف کے ساتھ اس لئے کہ حضرت کی نگا
کمزور ہوگئی تھی۔

ملفوظ ۱۷۵: اپنے شیخ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھے؟

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے ان صاحب کے اس لکھنے پر کہ حضور مشرق
مغرب، جنوب و شمال تمام دنیا بھر کے بزرگ ہیں یہ تحریر فرمایا ہے کہ توبہ کرو توبہ۔ اور میں نے ایک
مرتبہ ایک صاحب کے سامنے مسجد میں اس پر قسم کھائی تھی کہ دنیا میں حضرت سے بڑھ کر اس وقت
اصلاح کے لئے کوئی رہبر نہیں تو کیا مجھ کو بھی توبہ کرنا چاہئے۔ مزاحاً فرمایا کہ توبہ سے کیا ہوتا ہے
کفارہ کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا فیصلہ اس بارہ میں بہترین فیصلہ ہے۔
یہ ہے کہ اپنے شیخ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے کہ زندہ بزرگوں میں میری کوشش ہے اس سے زیادہ مجھ
نفع پہنچانے والا مجھ کو نہیں مل سکتا۔ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس فن کے امام تھے مجتہد
اور وہ شان تھی جس کو مولانا فرماتے ہیں

بنی اندر خود علوم انبیاء ☆ بے کتاب و بے معید واوستا

ترجمہ: تو اپنے اندر بغیر کسی مددگار اور استاد کے علوم نبوت کا مشاہدہ کریگا۔

ملفوظ ۱۷۶: ڈانٹ ڈپٹ کے باوجود لوگوں کا حضرت سے چمٹنا

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت سمجھ میں نہیں آتا یہاں پر قدم قدم پر قیو
اور شرائط ہیں۔ ہر ہر بے عنوانی پر مواخذہ و محاسبہ ہے ڈانٹ ہے ڈپٹ ہے مگر لوگ ہیں ٹلتے نہیں
فرمایا ایسی حالت میں اہل محبت اور اہل فہم ہی ٹھہر سکتے ہیں اور میرا مقصود ان سب چیزوں سے ا
اور دوسروں کی راحت ہے اور جو کچھ کہتا سنتا ہوں اس کا منشاء محبت اور آنے والوں کی اصلاح

اگر یہ قیود اور شرائط اور ڈانٹ ڈپٹ نہ ہوتی تو یہاں پر ایک ہجوم ہوتا خصوص اہل دنیا کا۔ کوئی تعویذ مانگتا کوئی کچھ کوئی کچھ۔ یہ جو ضروری ضروری کام خدا کے فضل سے ہو گئے ہیں۔ ہجوم کی بدولت ان میں سے ایک بھی نہ ہوتا اس لئے ضرورت تھی ایسے قیود کی۔ اور اس ہی وقت میں آنے والوں کی بھی بحمد اللہ خدمت ہوتی رہتی ہے۔

ملفوظ ۱۷۷: مشورے مانگنے والوں کو حضرت کا جواب

فرمایا! ایک خط آیا ہے اس میں تمام اپنے قصے جھگڑے بھر رکھے ہیں مجھ سے مشورہ چاہا ہے میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ میں کسی کو مشورہ نہیں دیا کرتا خط کے ختم پر لکھا ہے کہ اور کوئی بات قابل تحریر نہیں۔ میں نے لکھا ہے کہ یہ بھی قابل تحریر نہ تھی۔

ملفوظ ۱۷۸: ایک صاحب کو اپنے اندر حسد کا شبہ

فرمایا! کہ ایک خط آیا ہے لکھتے ہیں کہ اپنے اندر حسد پاتا ہوں۔ میں نے جواب لکھا کہ حسد کی حقیقت کیا سمجھتے ہو اور اس کے کیا آثار پاتے ہو۔ فرمایا کہ خط و کتابت میں ان کا وقت تو ضرور صرف ہوگا۔ مگر انشاء اللہ حقیقت سے واقف ہو جائیں گے کہیں حقیت حسد کی بے خبری سے غیر حسد کو حسد نہ سمجھ رہے ہوں۔ اب جب اس کی حقیقت لکھیں گے معلوم ہو جائے گا۔ اس طرز سے مجھ کو بھی علاج میں سہولت ہو جاتی ہے۔

۶ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

ملفوظ ۱۷۹: طبیب کے پاس خود جانا

ایک صاحب نے عرض کیا کہ شب کو حضرت کی کیسی طبیعت رہی اور کھانسی کا کیا حال رہا۔ فرمایا کھانسی ہی کی وجہ سے راحت نہیں ملی۔ حکیم صاحب کے پاس گیا تھا اب انہوں نے کچھ اور تجویز کیا ہے یہ بھی فرمایا کہ جب ضرورت پیش آتی ہے حکیم صاحب کے پاس خود جاتا ہوں ان کو نہیں بلاتا۔ ایک روز حکیم صاحب فرمانے بھی لگے کہ مجھ کو شرم معلوم ہوتی ہے میں ہی حاضر ہو جایا

کروں گا۔ میں نے کہا کہ نہیں شرم کی کیا بات ہے میرا نہ آنا اور آپ کو بلانا عدل کے خلاف ہے محتاج کو چاہیے کہ وہ محتاج الیہ کے پاس جائے اور بحمد اللہ یہ سب باتیں میری امور طبعیہ ہیں۔ مجھ کو کوئی اہتمام یا سوچ بچار کرنا نہیں پڑتا۔

میں رعایت کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ میرے جو ملازم تنخواہ دار ہیں ان کو بھی جب تنخواہ دیتا ہوں یا کبھی ان کی مالی خدمت کرتا ہوں تو روپیہ پیسہ کبھی ان کی طرف پھینکتا نہیں بلکہ سامنے رکھ دیتا ہوں یا ہاتھ میں دیتا ہوں جیسے ہدیہ دیتے ہیں۔ پھینکنے میں ان کی اہانت معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ ایک تحقیر کی صورت ہے اور ملازم کو حقیر اور ذلیل سمجھنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ نوکری ایک قسم کی تجارت ہے تجارت میں کبھی اعیان کا مبادلہ اعیان سے ہوتا ہے کبھی اعیان کا مبادلہ منافع سے ہوتا ہے اور منافع میں منافع بدنیہ ارفع ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ نوکر نے اپنی جان پیش کی جو اس مال سے کہیں افضل واعلیٰ ہے منافع بدنیہ کو پیش کرنا یہ زیادہ ایثار ہے۔ پس تجارات میں اجارات زیادہ افضل ہیں تو اس کے تحقیر کی کیا وجہ میں کبھی ان معمولات کو بحمد اللہ بیٹھ کر سوچتا نہیں سب امور طبعیہ ہیں۔ خود بخود ذہن میں آتے ہیں جتلانا مقصود نہیں احسان کرنا مقصود نہیں اس لئے اس وقت کہتا بھی نہیں صرف اپنے دوستوں سے اسلئے ظاہر کر دیتا ہوں کہ یہ باتیں کانوں میں پڑ جائیں کیونکہ ان چیزوں کا تعلق دوسروں سے ہوتا ہے اس سے حقوق العباد کا خیال رکھیں اور عدل کو ہاتھ سے جانے نہ دیں کوئی غرض سنانے سے نہیں۔

ملفوظ ۱۸۰: خانقاہ کی ہر بات نرالی و دل کش

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہاں پر تو ساری ہی باتیں نرالی ہیں جیسی نماز خانقاہ میں ہوتی ہے ایسی نماز شاید ہی کہیں ہوتی ہو۔ دریافت فرمایا کہ یہ کیوں؟ عرض کیا کہ قریب قریب سب جگہ پر یہ حالت ہے کہ امام کو ذرا دیر ہو جائے فوراً غل مچ جاتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے یہاں پر یہ بات نہیں فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پر جمہوریت نہیں شخصیت ہے یہ اس کی برکت ہے فرمایا کہ ہمارے بزرگ بھی اللہ کے فضل سے بڑے ہی حکیم تھے۔ ان کی

ہر ہر بات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں۔ یہاں پر تھانہ بھون میں جو جگہ ممتاز ہے وہ حوض والی مسجد ہے وہاں پر بھائی برادری کے لوگ بھی رہتے ہیں۔ محلہ بھی برادری کا ہے اثر کیلئے بھی جگہ مناسب تھی اور نفع کی بھی امید زائد تھی اس لئے کہ ان سے کسی بات میں کوئی تکلف ہی نہ ہوتا مگر اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ وہ بھی اپنا اثر ڈالنا چاہتے برادری برابری کا معاملہ ہے ہمارے بزرگوں نے رہنے کیلئے اس غریب جگہ کو پسند کیا اس ممتاز جگہ کو پسند نہیں کیا حکمت یہی ہے کہ یہاں پر کوئی مزاحم نہیں اس محلہ میں زمیندار آباد نہیں غریب لوگ آباد ہیں یہاں زمینداری بزرگوں کی ہے یہاں پر محلہ کے غریب لوگ نماز پڑھنے آتے ہیں یہاں پر بالکل آزادی ہے بس اس کا مصداق ہے ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد ☆ کسے را با کسے کارے نہ باشد

ترجمہ: بہشت وہ ہے کہ جہاں کسی کو کسی سے کوئی تکلیف نہ ہو اور کسی کو کسی سے کوئی کام نہ ہو۔

ملفوظ ۱۸۱: لوگوں کی روایات سے متاثر نہ ہونا

فرمایا! کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے یہاں پر کوئی روایت کسی شخص کی کوئی نہیں پہنچا سکتا۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ یہ بات تو یہاں پر خاص ہے ورنہ قریب قریب اکثر بزرگوں کے یہاں سلسلہ حکایت شکایت کا کم و بیش رہتا ہے۔ فرمایا جی ہاں! بحمداللہ میں ان باتوں کا خیال رکھتا ہوں عرض کیا کہ حضرت سنتے ہی نہیں نیز حضرت کے اصول اور قواعد اس قسم کے ہیں کہ اس کے خلاف کی کوئی ہمت ہی نہیں کر سکتا اگر ضوابط میں ذرا ڈھیل دی جاتی یہاں پر بھی سلسلہ جاری ہو جاتا فرمایا کہ ڈھیل کے متعلق سنئے۔ حاجی عبدالرحیم بھائی مرحوم کے ملازم تھے ان کے متعلق میرے بڑے گھر میں سے ایک معاملہ میں مجھ سے شکایت کی۔ میں نے فوراً آدمی بھیج کر حاجی جی کو بلایا اور دروازہ میں کھڑا کر کے کہا کہ تمہارے متعلق یہ روایت بیان کرتی ہیں اور تم نے دعویٰ کیا ہے لہٰذا ثبوت دو۔ ثبوت تمہارے ذمہ ہے ثبوت ندارد۔ کہنے لگیں کہ توبہ تم تو ذرا سی دیر میں آدمی کو فضیحت کر دیتے ہو۔ میں نے کہا کہ میں فضیحت نہیں کرتا نصیحت کرتا ہوں یہ سلسلہ روایات

اچھا نہیں معلوم ہوتا اس سے دل میں عداوتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور جہاں یہ سلسلہ ہے وہاں ہر وقت ہر شخص کو یہ شبہ رہتا ہے کہ نہ معلوم میری طرف سے کسی نے کیا کہہ دیا ہوگا اور کہنے سے کیا خیالات پیدا ہو گئے ہونگے اور یوں تو ہمارے حضرات سب ہی حکماء تھے مگر ہمارے ان بزرگوں میں سے دو بزرگوں میں خصوصیت کے ساتھ یہ صفت یعنی روایات سے متاثر نہ ہونا بہت ہی کامل تھی ۔ ایک حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ میں اور ایک حضرت مولانا محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ میں مولانا تو سنتے ہی نہ تھے شروع میں ہی روک دیتے ۔ اور حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ کا عجیب معمول تھا کہ سب سن لیتے تھے دوسرے دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت پر بڑا اثر ہو رہا ہے اور جب بیان کرنے والا خاموش ہوا حضرت نے بے تکلف فرما دیا کہ یہ سب غلط ہے وہ شخص ایسا نہیں اور اس کہنے کا یہ مطلب تھا کہ چاہے واقع میں صحیح ہو مگر چونکہ شرعی شہادت نہیں اس لئے اس کے ساتھ کذب کا سا معاملہ کیا جائے یہی محمل ہے آیت کا ۔ جو حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاِذْلَمْ یَاْتُوْا بِالشُّھَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنْدَاللّٰہِ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ.

﴿سو جس صورت میں یہ لوگ موافق قاعدہ کے گواہ نہیں لائے تو پس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں﴾

عند اللہ سے مراد ہے یہاں پر فی دین اللہ فی قانون اللہ یعنی شریعت کے قانون کی رو سے تم جھوٹے ہو تمہارا کہنا سب غلط ہے پس اس تقریر کے بعد یہ شبہ نہ رہا کہ محتمل الصدق کو جزما کیسے کاذب فرما دیتے تھے ۔

حکیم محمد مصطفیٰ صاحب نے اس آیت سے ایک عجیب مسئلہ استنباط کیا ہے کہ حسن ظن کیلئے تو کسی دلیل کی ضرورت نہیں ۔ سوء ظن کے لئے دلیل کی ضرورت ہے ۔

ملفوظ ۱۸۲: بڑوں کو حوصلہ ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ بڑوں کو حوصلہ ہوتا ہے وہ درپے آزار نہیں ہوا کرتے اور نہ ضرر پہنچاتے ہیں چھوٹے ہی نقصان پہنچایا کرتے ہیں اس لئے وائسرائے سے ڈرنے کی اتنی ضرورت نہیں جتنی کانسٹیبل سے ڈرنے کی ضرورت ہے ۔

ملفوظ ۱۸۳: ظاہری تعظیم سے کیا ہوتا ہے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل تو یہ حالت ہے کہ جہاں عوام نے تعظیم کرنی شروع کردی بس بڑے ہو گئے۔ فرمایا اس ظاہری تعظیم سے کیا ہوتا ہے جبکہ دلوں میں لوگوں کے وقعت نہ ہو۔ تعظیم تو بعض اوقات دفع ظلم کیلئے بھی کرنے لگتے ہیں ایسی تعظیم بھی ذلت ہی کہلاتی ہے۔ اور اگر بظاہر تعظیم نہ ہو مگر دل میں وقعت ہو عظمت ہو یہ حقیقی تعظیم ہے۔ دیکھئے محض ظاہری تعظیم کی حقیت اس مثال سے سمجھ میں آجائے گی مثلاً خدا نہ کرے یہاں پر اس مجلس میں سانپ نکل آئے تو سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں گے مگر اس کے ساتھ ہی جوتا کی بھی تلاش ہوگی۔ بس اس سے زیادہ وقعت نہیں ظاہری تعظیم کی۔

ملفوظ ۱۸۴: گلستان بوستاں جیسی کتابوں کی برکت

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت گلستان بوستاں بھی عجیب کتابیں ہیں مگر اس زمانہ میں ان کی وہ قدر ہی نہیں رہی لوگوں نے نصاب ہی بدل ڈالے۔ فرمایا کہ یہ سچ بات ہے یہ اتنی بڑی کتابیں ہیں کہ بجائے بچپن میں پڑھنے کے ان کو بڑا ہو کر پڑھے تب کچھ سمجھ میں آسکتی ہیں مگر اس کا عکس ہو رہا ہے کہ جو زمانہ ناسمجھی کا ہوتا ہے اس وقت پڑھاتے ہیں تمیز بھی نہیں ہوتی کہ مطلب کتاب کا ہے کیا میری رائے یہ ہے کہ جیسے قرآن شریف بچپن میں بھی پڑھا جاتا ہے اور بڑے ہو کر بھی اسی طرح یہ کتابیں پڑھی جایا کریں۔

یعنی قرآن شریف کی بچپن میں تو محض عبارت پڑھتے ہیں اور یاد کرتے ہیں اور بڑے ہو کر اس کے معانی و مطالب کو پڑھتے ہیں اسی طرح ان کتابوں کے ساتھ معاملہ کرنا چاہئے کہ بچپن میں برکت کیلئے محض عبارت سرسری ترجمہ سے یاد کریں اور بڑے ہو کر معانی اور مطالب کو سمجھیں۔ ادب، انقیاد، تواضع، حیا، شرم یہ سب انہیں کتابوں کی برکت سے پیدا ہوتی ہے۔

اس نئی تعلیم نے ان چیزوں کا بلکہ علمی استعداد کا بھی ایسا ناس کیا ہے کہ لوگوں کی اس طرف توجہ ہی نہیں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ علمی یا اخلاقی کمال ہی پیدا نہیں ہوتا بڑے بڑے ڈگری یافتہ ان بابرکت کتابوں کی تعلیم پائے ہوئے طلباء کے سامنے گرد ہوتے ہیں۔

۶ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ

ملفوظ ۱۸۵: اپنے اور دوسرے پر بوجھ نہ ڈالنا

ایک صاحب نے استفتاء پیش کر کے عرض کیا کہ اگلے جمعہ کو اس کا جواب لے لیا جائے گا اس لئے کہ جلدی جواب نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر اگلے جمعہ تک یہ کاغذ امانت کس کے پاس رہے گا۔ کیونکہ کام کی کثرت کی وجہ سے مجھ پر اس کا بار ہوتا ہے۔ عرض کیا کہ حضرت کی سہولت کیلئے ایسا عرض کیا گیا فرمایا یہ بھی صحیح ہے مگر جس وقت لکھ کر تیار ہو جائے آخر کس کو دوں تا کہ امانت کا بار نہ رہے عرض کیا کہ حافظ صاحب کو دیدیں فرمایا کہ آپ یہی بات ان سے کہلوا دیں کیا خبر ان کو قبول بھی ہے یا نہیں۔ اگر وہ آ کر مجھ سے کہہ دیں۔ میں ان کو دیدوں گا۔ حافظ صاحب نے آ کر عرض کیا کہ حضرت جواب تحریر فرما کر مجھ کو دیدیا جائے۔

فرمایا دیکھئے! میں اس قدر احتیاط کرتا ہوں کہ براہ راست ان سے کہنا نہیں چاہا۔ شاید میرے اثر سے عذر نہ کرتے انتظام ایسا ہونا چاہئے کہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔ اب حافظ صاحب نے ان کے کہنے سے بار اٹھایا اگر میں خود ان کے سپرد کرتا تو اس وقت میری طرف سے سمجھا جاتا۔ اس صورت میں ان کا جی چاہتا یا نہ چاہتا قبول کرتے مجھ کو اتنا بھی کسی پر بار ڈالنا گوارا نہیں۔

حاصل انتظام کا یہ ہے کہ نہ اپنی طرف سے دوسرے پر بار ہو اور نہ دوسرے کا اپنے اوپر بلا ضرورت بار ہو۔ اس قدر تو میں رعایتیں کرتا ہوں اور پھر بھی سخت مشہور کیا جاتا ہوں۔

ملفوظ ۱۸۶: مسلسل کام کی برکت اور حضرت کا معمول

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کے یہاں مہمان بھی آتے ہیں۔ ڈاک کا کام بھی بڑا زبردست ہے اور بھی مختلف کام مختلف لوگوں کے ہوتے رہتے ہیں۔ اور گھر کے تمام معاملات کا بھی انتظام اور پھر اس قدر تصانیف!

فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ ہی کا فضل ہے بات یہ ہے کہ مہمان بیچارے آتے ہیں مگر متبوع ہو کر نہیں آتے اسلئے انتظام سہل ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے۔ میں اس وقت مثنوی کی شرح لکھ رہا تھا۔ وقت معمول پر میں نے مولانا کی آسائش اور راحت کا انتظام کر کے اجازت چاہی کہ میں تھوڑا سا لکھ آؤں فرمایا جی ضرور! آپ اپنا حرج نہ کریں۔ میں نے یہ کیا کہ تھوڑا سا کام کر کے فوراً حاضر ہو گیا۔ اگر تھوڑا تھوڑا کام بھی روزانہ ہوتا رہے تو ایک برکت ہوتی ہے مداومت کی۔ اگر سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے تو اس میں ایک قسم کی بے برکتی ہو جاتی ہے۔

ملفوظ ۱۸۷: خط کے جواب میں تاخیر نہ کرنا

فرمایا! کہ مجھ کو ڈاک کا بڑا اہتمام ہے کہ روز کے روز فارغ ہو جاؤں اس میں طرفین کو راحت ہوتی ہے ادھر تو میں فارغ مجھے راحت ادھر خط کا جواب پہنچ جائے اس کو راحت۔ انتظار کی تکلیف نہ ہو۔

آج ہی مولوی صاحب سہارن پور سے صرف اس سبب سے آئے کہ ان کے خط کے جواب میں ایک دن کی دیر ہو گئی تھی اس لئے خود آئے محض اس خیال سے کہ کھانسی کی تکلیف تھی کہیں زیادہ تکلیف تو نہیں بڑھ گئی جو جواب نہیں بھیجا اور علاوہ اس کے دور دراز سے خطوط آتے ہیں جن میں نئی نئی ضروریات ہوتی ہیں اس لئے روزانہ ڈاک نمٹا دیتا ہوں اپنی طرف سے اس کا انتظام رکھتا ہوں کہ دوسرے کو تکلیف نہ ہو اور انتظار کی تکلیف تو مشہور ہے۔

ملفوظ ۱۸۸: دوسروں کو آزاد رکھنا، خاص مشورہ نہ دینا

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت قصبہ میں ایک عالم مدرس کی ضرورت ہے اگر حضرت مولوی صاحب سے فرمائیں اور وہ قبول فرمالیں تو اہل قصبہ کو امید ہے کہ انشاء اللہ تعالی بہت نفع ہوگا۔ فرمایا کہ فرمانا تو بڑی چیز ہے میں تو ایسے معاملات میں رائے بھی کسی کو نہیں دیتا۔ بلکہ خود صاحب معاملہ کے مشورہ لینے پر بھی کہہ دیتا ہوں کہ مجھ کو آپ کے مصالح اور حالات کا کما حقہ، علم نہیں میں مشورہ سے معذور ہوں آپ خود اپنے مصالح پر نظر کر کے جو اپنے لئے بہتر مناسب خیال کریں عمل کر لیں۔ ہاں دعا سے مجھ کو انکار نہیں۔ عافیت اسی میں ہے میں کسی کے معاملات

میں دخل نہیں دیتا۔ ہر شخص کو آزادی ہے البتہ شریعت کے خلاف وہ کام نہ ہو پھر اجازت ہے۔ مولوی صاحب یہاں پر موجود ہیں ان سے خود تمام معاملات طے کر لیے جائیں۔ میری طرف سے بالکل آزادی ہے میرا معمول ہے کہ اگر دونوں طرف جائز بات ہو تو کسی جانب پر مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ دونوں طرف آزادی دیتا ہوں حتیٰ کہ اگر کسی ایک شق میں میری بھی کوئی مصلحت ہو تب بھی اپنے مصالح پر ان کے مصالح کو ترجیح دیتا ہوں اور نہایت صفائی کے ساتھ اپنی اس تخییر کو ظاہر کر دیتا ہوں اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے میری کوئی بات الجھی ہوئی نہیں ہوتی ہر بات نہایت صاف ہوتی ہے اگر مخاطب ذرا بھی فہیم ہو فوراً سمجھ میں آجاتی ہے۔

ملفوظ ۱۸۹: پرانی باتیں، پرانے لوگ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ بڑے آرام کی چیزیں ہیں پرانی۔ اس پر فرمایا کہ مثلاً یہ فرش ہے اس پر اگر دس کی جگہ گیارہ بارہ تیرہ بھی بیٹھ جائیں تب بھی تنگی نہیں ہوتی اگر کرسیاں ہوں تو ایک بھی زائد نہیں بیٹھ سکتا اسی طرح سب پرانی باتیں بزرگوں کی اور دنیا اور دین دونوں کی راحت کو جامع ہوتی ہیں آجکل کی باتیں لوگوں کی چکنی چپڑی تو ضرور ہوتی ہیں مگر ان میں نور نہیں ہوتا اور ان حضرات کے کلام میں ایسا نور ہوتا ہے گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آفتاب نکل آیا آخر مقبولین اور غیر مقبولین میں کوئی فرق تو ہونا ہی چاہئے مگر اس نور کے ادراک کے لئے بصیرت کی ضرورت ہے کیونکہ بعض اوقات ظاہر اً باطل میں آب و تاب ہوتی ہے اور حق میں ظاہراً کم رونق۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کبھی پیشاب صاف ہوتا ہے اور پانی بمقابلہ اس کے گدلا ہوتا ہے اسی طرح مقبولین اور غیر مقبولین کے اقوال و افعال میں جو فرق ہوتا ہے وہ صورت کا نہیں ہوتا بلکہ بعض مرتبہ صورۃً غیر مقبولین کا کلام اچھا معلوم ہوتا ہے الفاظ نہایت بڑے بڑے اور چست ہوتے ہیں یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ﴿ کیا آپ کو اس کی گفتگو جو محض دنیاوی غرض سے ہوتی ہے مزیدار معلوم ہوتی ہے ﴾ اس کی دلیل ہے بلکہ ان میں فرق جو ہوتا ہے وہ حقیقت کا ہوتا ہے جیسے میں نے پیشاب اور پانی کی مثال بیان کی پیشاب ہے صاف مگر ہے ناپاک۔ پانی گدلا ہے مگر ہے پاک۔

ملفوظ ۱۹۰: شیخ محقق کی تعلیم کا طریقہ

فرمایا! کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ مجھ میں عادت بدکاری کی ہے اس پر حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا اگر چھوڑنا چاہو تو کیا قدرت نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عادت کی وجہ سے کبھی ہمت نہیں ہوتی اس کے ترک کی گو قدرت ہوتی ہے۔

مقصود یہ تھا کہ ہمت کی تدبیر بتلا دی جائے۔ فرمایا کہ میں نے جو لکھا ہے دیکھوں اس کا کیا جواب دیتے ہیں اول ہی مرتبہ میں تدبیر نہیں بتلاتا اس کی قوت عملی اور ارادہ کو معلوم کرتا ہوں اس کے بعد جب وہ ہمت کے بعد عاجز ہو جاتا ہے۔ تب تدبیر بتلاتا ہوں اور اس تدبیر کی قدر بھی جب ہی ہوتی ہے کہ وہ ہمت کر کے مایوس ہو جائے۔ ورنہ یوں تو ہر امر میں دو درجے ہیں۔ ایک عمل کا درجہ ہے اور ایک سہولت عمل کا۔ ہر شخص کا خود تو جی یہ ہی چاہتا ہے کہ سہولت کی تدبیر بتلائی جائے۔ مگر شیخ کی طرف سے انتظار ہوتا ہے کہ اپنی کوشش ختم کر کے دکھلا دو جب عاجز ہو جاؤ گے تب اہل تصرف تو اپنے تصرف سے اور اہل تدبیر اپنی تدبیر سے اس کا ازالہ انشاءاللہ کر دیں گے۔

میں نے ایک وعظ میں دلیل سے یہ بتلا دیا ہے کہ رسول اور نائب رسول کا صرف یہ کام ہے کہ وہ یہ بتلا دیگا کہ یہ کام کرو اور اختیار سے کام لو اول ہی سے طالب کے تابع کیسے ہو جائیں۔ ہر کام طریقہ سے ہوتا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مریض نے آ کر طبیب سے مرض کو ظاہر کیا ساتھ کے ساتھ مرض کا ازالہ بھی ہو جائے بلکہ اگر مریض مرض کے ازالہ کی مدت بھی طبیب سے دریافت کریگا تو کان پکڑ کر مطب سے باہر نکلوا دیا جائے گا۔ اسی طرح امراض روحانی کے علاج کو سمجھ لیجئے اور مصلح کو تابع بنانا تو بالکل اس کے مشابہ ہے کہ آقا نوکر سے کہے کہ کتنی دیر میں کھانا پک جائے گا اور وہ جواب میں کہے کہ حضور دس بجے تک۔

اسی طرح مصلح سے کام لینا چاہتے ہیں تو اب مصلح کیا ہوئے نوکر ہوئے مجھ کو تو اس سے بڑی غیرت آتی ہے کہ عوام کا اتباع کیا جائے ایسے اتباع کی مثال تو بازاری عورت اور شریف عفیف گھرستن کی سی ہے۔ بازاری عورت اپنے اغراض کی وجہ سے ہر قسم کی دلجوئی کا انتظام

کریگی۔ بناؤ سنگار چکنی چپڑی باتیں غرضیکہ دل لبھانے کی سب ہی طریق اختیار کریگی اور شریف عفیف گھر ستن ناک پر مکھی بھی نہیں بیٹھنے دے گی اس کی ایک شان ہوتی ہے اسی طرح شیخ مزور اور شیخ محقق میں فرق ہے۔

ملفوظ ۱۹۱: گھر میں پکار کر داخل ہونا چاہئے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ بعضے لوگ اپنے گھروں میں بے پکارے چلے جاتے ہیں بڑی گندی بات ہے نہ معلوم گھر کی عورتیں کس حالت میں ہیں یا کوئی محلہ کی غیر عورت گھر میں ہو اذن لیکر جب بلایا جائے گھر میں داخل ہونا چاہئے۔

ملفوظ ۱۹۲: دوسرے کو کام پر مجبور نہ کرنا

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا! کہ اگر کوئی اپنے معاملہ میں مباح شق کو اختیار کرے میں اس کے ساتھ موافقت کر لیتا ہوں اس میں آدمی بہت ہلکا رہتا ہے۔ میں بحمد اللہ کسی شق کو ترجیح دیکر کسی پر حکومت نہیں کرتا کوئی بات بھی میری ایسی نہیں ہوتی جس سے دوسرے کو شبہ بھی ہو کہ یہ حکومت کی راہ سے کہہ رہا ہے اور اس کا خیال میں اس وجہ سے رکھتا ہوں کہ نہ معلوم دوسرے کا جی چاہے کرنے کو یا نہ چاہے تو نہ کسی بات کے کرنے کا حکم دیتا ہوں اور نہ کسی بات سے منع کرتا ہوں نہ معلوم کیا اثر ہو قلب پر گوارا ہو یا نہ ہو۔ مباح کے درجہ تک بالکل آزادی ہے۔ مولوی صاحب کے جانے سے اول وہلہ میں خیال ہوا کہ جو کام ان کے سپرد تھا اس کام کو کون کریگا مگر میں نے قوت سے اس خیال کی مقاومت کی اور یہ سمجھ لیا کہ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ ﴿اللہ جو رحمت (بارش وغیرہ) لوگوں کیلئے کھول دے سو اس کا بند کرنیوالا نہیں اور جس کو بند کر دے سو اس کے بند کرنے کے بعد اس کا کوئی جاری کرنیوالا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے﴾۔ "ھو العزیز الحکیم" میں یہ بتلا دیا کہ وہ بڑے قادر ہیں جو کام بند ہو اس کو جاری کر سکتے ہیں اور جاری کو بند کر سکتے ہیں اور اگر اس بند ہونے سے یہ وسوسہ ہو کہ اس سے تو دین میں نقصان ہوگا تو الحکیم میں فرما دیا کہ ہم حکیم بھی ہیں اگر بند ہی کر دیں تو اسی میں حکمت ہوگی۔

ملفوظ ۱۹۳: فرقہ واریت کا نقصان اور حضرت حاجی صاحبؒ کی نصیحت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ دیو بندیت، وہابیت، بریلویت کے اختلاف سے سخت نقصان مسلمانوں کو پہنچا۔ بدعتی خدا کو کیا پہچانتے ہونگے جنہوں نے ہم لوگوں کو نہیں پہچانا اس لئے کیسی کیسی تہمتیں لگائیں مگر میں تو کسی کو کچھ نہیں کہتا مجھ کو قیل وقال سے بڑی وحشت ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مجھ کو جو جس کے جی میں آتا ہے کہہ لیتا ہے اگر میں بھی کہتا تب حقیقت معلوم ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایسے ہی بزرگوں کی خدمت نصیب ہوئی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ کسی سے الجھنا نہیں اگر کوئی تم سے خود الجھے تو وہ کرنا جو ایک نائی نے کیا تھا

وہ قصہ یہ ہے کہ ایک نائی سے کسی شخص نے خط بنوایا اس نے کہا کہ میرے سفید سفید بال چن دو اس نے ایک طرف سے استرا پھیرا اور بال سامنے رکھ یہ کہہ کر چل دیا کہ مجھ کو تو بہت کام ہے چننے کی فرصت نہیں آپ کے سامنے سب رکھ دیئے ہیں آپ خود چن لیں۔

فرمایا کہ کوئی الجھے تو سب رطب ویابس اس کے سامنے رکھ کر الگ ہو جاؤ اور کام میں لگو۔ واقعی حضرت حکیم تھے کیسی عجیب بات فرمائی اب جب اپنے پر گزرتی ہے حضرت کے ارشاد کی قلب میں قدر ہوتی ہے کہ چند الفاظوں میں کتنی بات فرما گئے۔ بات یہ ہے کہ اس قیل وقال اور ردوکد میں نفسانیت ضرور آجاتی ہے۔ اور ایک تو باطل کا رد ہوتا ہے نیک نیتی سے اور حدود کے اندر یہ تو مامور بہ ہے اور ایک ہوتا ہے محض جدال بدنیتی سے یہ مامور بہ نہیں بلکہ اندیشہ ہے کہ اس پر مواخذہ ہو۔

ملفوظ ۱۹۴: طریق کی حقیقت سے بے خبری

فرمایا! کہ آجکل طریق کی حقیقت سے عوام تو کیا خواص تک ناواقف ہیں اور اس بے خبری کے سبب ہزاروں غلطیوں میں ابتلاء ہو رہا ہے اور غلطی کا سبب اصل یہ ہے کہ اس کی طرف کسی کی بھی توجہ نہیں اور اگر کسی کو توجہ بھی ہوتی ہے تو وہ یہ چاہتا ہے کہ مجھ کو کچھ بھی نہ کرنا پڑے اور کام بن جائے۔ جیسے ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس ایک شخص بہت عرصہ تک پڑا رہا اس درمیان میں سینکڑوں لوگ آئے اور صاحب نسبت ہو کر چلے گئے مگر یہ اسی خیال میں رہا کہ شیخ اپنے

تصرف سے کچھ دیدیں گے تو لوں گا میں خود کچھ نہ کروں گا۔ شیخ کو اس کی اطلاع ہوئی یا تو کسی کی اطلاع کرنے پر یا بذریعہ کشف انہوں نے صاف کہہ دیا کہ تم خود ہی کرو گے تو کچھ ہوگا اور تصرف کا اثر نہ ضروری ہے نہ دیرپا ہے مرید کو وسوسہ ہونے لگا کہ شیخ صاحب تصرف نہیں ہیں اس لئے تاویلات کرتے ہیں شیخ کو اس کی بھی اطلاع ہوئی انہوں نے علمی جواب دینا چاہا اس شخص سے فرمایا کہ ایک مٹکا پانی کا بھر کر خانقاہ کے دروازہ پر رکھو اور ایک پچکاری مول لا کر ہم کو دو چنانچہ ایسا کیا گیا۔ شیخ دروازہ پر پچکاری لے کر بیٹھ گئے جو شخص گزرتا پچکاری بھر کر اس پر پانی پھینکتے تھے۔

جس پر شیخ کی پچکاری کی ایک چھینٹ بھی پڑ گئی وہی اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھنے لگا۔ ایک ہی تاریخ میں اپنے تصرف سے شیخ نے ہزاروں کافروں کو مسلمان بنادیا۔ پھر اس شخص کو بلا کر فرمایا کہ دیکھا شیخ کا تصرف مگر تجھ سے چکی ہی پسواؤں گا یا تو پیسو اور نہیں تو منہ کالا کرو۔ تب اس شخص کی آنکھیں کھلیں اور اپنی اس حرکت پر ندامت ہوئی توبہ کی اور کام میں لگ گئے۔ بغیر طلب کچھ نہیں ہوتا۔ طلب ضرور دیکھی جاتی ہے۔

پھر جب طلب ہے تو فرمائشیں کیسی بعد طلب جب عاجز ہو جاتا ہے اس وقت رحم آتا ہے اور اس وقت عنایت سے کام بن جاتا ہے۔

یہ مضمون ایک مثال سے سمجھ میں آجائے گا مثلاً ایک بچے کو جس نے ابھی چلنا نہیں سیکھا اس کو ایک پچاس قدم کے فاصلہ پر کھڑا کر کے باپ دور سے اسکی طرف ہاتھ پھیلا کر کہتا ہے کہ بیٹا آؤ۔ حالانکہ باپ جانتا ہے کہ یہ ان پچاس قدم کو اس حالت میں جبکہ یہ چلنا بھی نہیں جانتا۔ پچاس برس میں بھی طے نہیں کر سکتا مگر اس کی رغبت اور طلب کا امتحان مقصود ہے اس کے ہاتھ بڑھانے پر بچے کے اندر ایک حرکت پیدا ہوئی اور اس طرف بڑھا اور گر پڑا محض اس طلب اور رغبت پر باپ کا دل رہ نہ سکا دوڑ کر گود میں اٹھالیا۔

اسی طرح حق تعالیٰ کا معاملہ بندے کے ساتھ ہے کہ جوان کی راہ پر چلنے کا ارادہ کرتا ہے بفحوائے لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وہ آغوش رحمت میں لے لیتے ہیں اور اس دشوار گزار راہ کو آن واحد میں طے کرا دیتے ہیں مگر یہ حرکت تو شروع کرے گو وہ حرکت قطع مسافت میں کافی نہیں کیونکہ

محبوب میں اور طالب میں جو مسافت ہے وہ محبوب ہی کے قطع کئے ہو سکتی ہے محبت کے قطع کئے قطع نہیں ہو سکتی مگر طلب شرط ہے ہم کو اپنا کام کرنا چاہیے یہ باتیں بدوں کام کئے سمجھ میں نہیں آ سکتیں جیسے کھانا بدوں کھائے اس کا ذائقہ معلوم نہیں ہو سکتا ذائقہ کا معلوم کرنا کھانے پر موقوف ہے جاننے پر کفایت نہیں ہوتی۔ طلب پر فرماتے ہیں۔ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ﴿اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے قرب و ثواب یعنی جنت کے راستے ضرور دکھادیں گے﴾۔ اور طلب نہ ہونے پر فرماتے ہیں: أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا كَارِهُونَ ﴿تو میں کیا کروں مجبور ہوں کیا ہم اس دعوی یا دلیل کو تمہارے گلے مڑھ دیں﴾

۷ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

ملفوظ ۱۹۵: عبادت میں جی نہ لگنا

فرمایا! ایک خط آیا لکھا ہے کہ گزشتہ دنوں میں سے خادم خدام کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے نماز میں جی لگتا ہے نہ ذکر میں نہ کلام مجید پڑھا جاتا ہے اور دنیا کا کوئی کام بھی نہیں ہوتا۔ بس ایک عجیب گول گول حالت ہو رہی ہے۔ میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کام تو جس طرح بن پڑے کرنا ضروری ہے خواہ ناقص ہی ہو تکمیل کا یہی طریقہ ہے اگر بدنویس اس لئے مشق کرنا چھوڑ دے کہ اچھا نہیں لکھا جاتا تو اس کو اچھا لکھنا بھی نہ آئے گا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ عمل ناقص کو بھی چھوڑنا نہیں چاہئے جیسے بنیاد کے مضبوط ہونے کا تو اہتمام کرتے ہیں مگر اس کے خوش نما ہونے کے پیچھے نہیں پڑتے اس میں روڑے وغیرہ بھر دیتے ہیں اور بعد میں اس پر بڑے بڑے محل اور کوٹھیاں تیار ہوتی ہیں اسی طرح عمل ناقص بنیاد ہے عمل کامل کی بنیاد کے کمال اور نقصان پر نظر نہ کی جائے جو کچھ اور جس طرح ہو سکے کرتا رہے اصول کے موافق ہو چاہے اس میں نقصان ہی ہو جیسے نماز گو ناقص ہی ہو مگر ہو حدود میں وہ ہو جاتی ہے بلکہ ایسی عبادت پر اجر زیادہ ہوتا ہے جس میں جی نہ لگے کیونکہ وہ مجاہدہ ہے۔

یہ طریق بہت ہی نازک ہے محض کتابیں پڑھ لینے سے کام نہیں چل سکتا فہم کامل اور

ذوق سلیم کی ضرورت ہے اور یہ اس کو عطا ہوتا ہے جس پر حق تعالیٰ اپنا فضل فرمائیں۔

ملفوظ ۱۹۶: قوت ایمانی کے کرشمے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دین کے اندر بھی ہمت اور قوت کی ضرورت ہے؟ فرمایا بڑی ضرورت ہے مگر چند ہی روز تعب ہوتا ہے پھر سہولت ہو جاتی ہے اور سہولت کے بعد بھی اجر اس ہی مشقت کی حالت کا ملتا رہتا ہے پھر قوت کی بھی قسمیں ہیں اس تقسیم قوت پر یاد آیا کہ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جو فضیلت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہے اس فضیلت کے اسباب میں سے ایک سبب قوت بھی ہے چنانچہ وہ قوت اس طرح ظاہر ہوئی کہ باوجود اس کے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان قوت دینیہ کی ظاہر ہے مگر جس وقت مانعین زکوٰۃ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور نصوص وجوب زکوٰۃ میں تاویل کی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان (مانعین زکوٰۃ) سے جہاد کی تیاری کی یہ ایسا وقت تھا کہ ادھر تو حضور ﷺ کی وفات کو زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا ادھر تمام لشکر اسلامی دوسرے مقامات پر جہاد کیلئے گئے ہوئے تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس ارادہ سے تمام صحابہ میں ہلچل پڑ گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے بھی اس کے خلاف تھی کہ یہ وقت ان لوگوں سے جہاد کا نہیں مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مدینہ سب خالی ہو جائے اور کوئی بھی میرا ساتھ نہ دے تب بھی میں اکیلا جہاد کروں گا۔ اور زکوٰۃ بدوں وصول کئے نہیں رہ سکتا۔ جو چیز حضور کے زمانہ میں جاری تھی اس کو بند نہیں کرنے دوں گا۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی رائے بدل گئی یہاں پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قوت قلبی کا اندازہ ہو سکتا ہے مصالح کی بھی پرواہ نہیں کی اور زکوٰۃ وصول کی۔ سب ڈھیلے پڑ گئے اور اس ہمت سے تمام عرب پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا رعب اور ہیبت چھا گئی کہ ایک دم سے سب کام شروع کر دیئے اور لشکروں کو چاروں طرف منتشر کر دیا معلوم ہوتا ہے ان کے پاس مقامی فوجی قوت بہت زیادہ ہے ورنہ کوئی بے وقوف سے بیوقوف بھی اپنی قوت کو منتشر نہیں کر سکتا تو اس سے رعب چھا گیا۔

قوت کی ایک اور حکایت سنیئے ! علاء بن حضرمی ایک صحابی ہیں جس وقت اسلامی لشکر لے کر بحرین کو روانہ ہوئے ہیں درمیان میں سمندر حائل تھا کنارے پر پہنچ کر سب نے رائے دی کہ کشتیوں کا انتظام کیا جائے انہوں نے فرمایا کہ خلیفہ رسول اللہ ﷺ نے تاکید فرمائی تھی کہ کہیں ٹھہرنا نہیں میں ٹھہر نہیں سکتا ابھی جاؤں گا اور حق تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ ! آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو سمندر میں راستہ دیا تھا ہم نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے غلام ہیں ہم کو بھی سمندر میں راستہ دیدیجئے یہ کہہ کر سمندر میں گھوڑا ڈال دیا پھر تو سب ساتھ ہو لئے اور صاف سمندر سے پار ہو گئے دیکھنے کے قابل بات یہ ہے کہ اس پر اطمینان کس قدر تھا خطرہ تک اس کے خلاف کا قلب پر نہیں گزرا۔ کیا ٹھکانہ ہے قوت ایمانیہ کا کون ان حضرات کی ریس کر سکتا ہے۔ آجکل باتیں بگھارتے پھرتے ہیں۔ پہلے ان جیسا ایمان تو اپنے اندر پیدا کر لیں نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ہیبت چھا گئی تمام بحرین پر کہ یہ آدمی ہیں یا فرشتے۔ قوت وہ چیز ہے۔

ملفوظ ۱۹۷: پہلے کام شروع کرو پھر سہولت ہوگی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ یہ مرض عام ہو گیا ہے چاہتے یہ ہیں کہ سہولت پہلے ہو اس کے بعد کام شروع کریں۔ شرائع کی خاصیت یہ ہے کہ پہلے کام شروع کریں اس کے بعد سہولت ہوئی لوگوں نے اس کا عکس کر رکھا ہے بڑی چیز اس طریق میں شیخ پر اعتماد ہے بدوں اس کے کام چل نہیں سکتا پھر سہولت کا انتظار کیسا۔

ملفوظ ۱۹۸: تمام مجاہدات واشغال کا مقصود

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تمام مجاہدات و ریاضات و مراقبات و اشغال سے مقصود یہ ہے کہ توجہ الی اللہ میں قوت ہو جائے اور اس کیلئے جو کچھ شغل وغیرہ شیخ تعلیم کرتا ہے یہ سب طریق طبی کی طرح ہے جو محض تدابیر کا درجہ رکھتا ہے مقصود کوئی چیز نہیں۔

اسی طرح قلب کا جاری ہو جانا جو مشہور ہے وہ بھی کوئی چیز نہیں بلکہ اہل تجربہ نے اس

سے بھی منع کیا ہے کہ محض قلب سے ذکر کا خیال رکھا جائے اس میں دھوکہ ہو جاتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ذکر زبان سے جاری رکھو خواہ قلب بھی حاضر نہ ہو کیونکہ قلب سے ذکر کا خیال رکھنا اس کا دوام مشکل ہے اور دیرپا بھی نہ ہوگا۔ زبان سے ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ کوئی وقت بھی ذکر سے خالی نہ جائیگا اور قلب چونکہ ایک وقت میں دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اس لئے اس میں ذہول ہونا بعید نہیں پس زبان سے بھی ذکر جاری رکھنا احوط واسلم ہے۔

ملفوظ ۱۹۹: آج کل کے تعلیم یافتہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ آجکل کے جدید تعلیم یافتہ انگریزی خواں اپنے کو بڑا ہی قابل سمجھے ہیں مگر انہیں خاک بھی قابلیت نہیں ہوتی۔ اکثر سفر میں اتفاق ہوا ان لوگوں سے گفتگو کا۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ چند الفاظ ہیں جو ان لوگوں کو یاد ہیں باقی خاک نہیں آتا جاتا۔

میں جس زمانہ میں سفر کرتا تھا ایک مقام پر بلایا گیا تھا وہاں پر وعظ بھی ہوا تھا وعظ کے قبل ایک صاحب جنٹلمین صورت آئے اور کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ علی گڑھ کالج کے لوگوں سے نفرت رکھتے ہیں میں نے سوچا اگر کہتا ہوں کہ نفرت ہے تب تو ان کی دل آزاری ہوگی اور اگر نہیں کہتا تو چاپلوسی ہے جو واقع کے خلاف ہے اس لئے کہ بعض وجوہ سے نفرت تو ہے ہی۔ اللہ نے دل میں جواب ڈال دیا۔ میں نے کہا کہ علی گڑھ والوں کی ذات سے تو نفرت نہیں مگر افعال سے نفرت ہے کہنے لگے کہ وہ کیا افعال ہیں؟ میں نے کہا ہر فاعل کے افعال جدا ہیں کہنے لگے مثلاً میرے کیا افعال ہیں۔ میں نے کہا کہ مجمع میں ظاہر کرنا مناسب نہیں۔ نیز ابھی نہ مجھ کو یہ اطمینان کہ آپ نیک نیتی سے پوچھ رہے ہیں نہ آپ کو یہ اطمینان ہو سکتا ہے کہ یہ خیر خواہی سے کہہ رہا ہے اس لئے اچھی صورت یہ ہے کہ آپ چند روز میرے پاس خاموشی سے رہیے۔ جب جانبین ایک دوسرے سے مطمئن ہو جائیں گے اس وقت بتلانا مفید ہو سکتا ہے پھر کچھ نہیں بولے سمجھ گئے۔ یہ جواب ایسا ہوا کہ نہ وہ مجھ کو متعصب کہہ سکتے تھے اور نہ چاپلوسی سمجھی جا سکتی تھی۔ میں ایسے موقع پر اس کا بھی خیال رکھتا ہوں۔ کہ مخاطب کی تو ذلت نہ ہو اور حقیقت واضح ہو جائے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ سہارن پور کے سفر کے قصد سے قصبہ کے اسٹیشن پر پہنچا اسی گاڑی سے ایک طالب علم جو دہلی سے آئے تھے اترے مجھ سے ملے اور کہنے لگے کہ میں تو آپ ہی سے ملنے کو آیا تھا میں نے کہا کہ میں تو اس وقت سہارن پور جا رہا ہوں میری واپسی تک تم تھانہ بھون ٹھہرو۔ اور اگر جی چاہے بشرطیکہ کسی مصلحت کے خلاف نہ ہو تو سہارن پور چلیے میری طرف سے اجازت ہے۔ دونوں شقوں پر عمل آزادی سے کر سکتے ہو اپنی مصلحت دیکھ لیجئے وہ بولے کہ میں سہارنپور ہی چلتا ہوں میں نے کہا کہ ٹکٹ لے لو۔ انہوں نے کوشش بھی کی مگر گاڑی چھوٹنے والی تھی ٹکٹ نہ مل سکا۔ میں نے کہا گارڈ سے کہہ کر سوار ہو جاؤ اسٹیشن نانوتہ پر پہنچ کر میں نے ان سے کہا کہ یہاں تک کا کرایہ دیکر رسید لے لو اور یہاں سے سہارنپور تک ٹکٹ لے لو وہ گئے ٹکٹ مل گیا آ کر کہنے لگے کہ سہارنپور تک کا تو ٹکٹ مل گیا مگر تھانہ بھون سے نانوتہ تک کے ٹکٹ کیلئے گارڈ نے کہا کہ ہم معاف کرتے ہیں۔ میں نے کہا ریل ان کی ملک نہیں ان کی حیثیت نوکر کی ہے انکو کسی کو معاف کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ معافی معتبر نہیں کرایہ ادا کرنا واجب ہے اور میں نے ان کو ادا کرنے کا طریقہ بتایا کہ تھانہ بھون سے نانوتہ تک کا ٹکٹ لے کر چاک کر دیا جائے یہ صورت سہل بھی ہے اور مالک کے قبضہ میں بھی پہنچ جائے گا اسی ڈبہ میں چند آریے بھی سوار تھے کہیں اوپر سے آ رہے تھے ان میں ایک انگریزی داں اور لیکچرار تھا اس نے جو یہ بات سنی کہنے لگا کہ میں اپنی ایک کمزوری بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ جب میں نے یہ سنا کہ ان کو معافی دیدی اور ٹکٹ کے دام نہیں لئے تو میں خوش ہوا کہ ایک غریب آدمی کا بھلا ہوا پیسے بچے مگر تمہاری تقریر سے معلوم ہوا کہ میری یہ خوشی بے ایمانی کی خوشی تھی۔ میں نے کہا کہ یہ آپ کی خوبی کی بات ہے کہ آپ نے محسوس فرما لیا پھر میں اپنے ہمراہیوں سے ہر طرح کی باتیں کرنے لگا تو وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ معلوم نہیں ان لوگوں کی معمولی باتیں میں دل کو اتنی کشش کیوں ہوتی ہے

ایک نے جواب دیا کہ یہ ان کے سچے ہونے کی علامت ہے سچ میں خاصیت ہے کہ اس طرف کشش ہوتی ہے۔ اب اس لیکچرار آریہ کا۔ اور گفتگو کرنے کو جی چاہا مجھ سے کہنے لگا کہ

اگر اجازت ہو تو میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں؟ میں نے کہا ضرور پوچھئے معلوم ہوگا عرض کردونگا نہ معلوم ہوگا لاعلمی ظاہر کردونگا۔ اس نے سوال کیا کہ مثلاً دو شخص ہیں انہوں نے ایک نیک کام کیا ایک ہی نیت ہے ایک ہی کام ہے اس کام کا ایک ہی نفع ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک فاعل مسلم ہے ایک غیر مسلم ہے تو کیا ان دونوں کو اجر وثواب برابر ہوگا یا نہیں؟ میں سمجھ گیا کہ اس سوال سے مقصود اس کا یہ ہے کہ جواب تو یہی ملے گا کہ مسلم کو اجر وثواب ہوگا اور غیر مسلم کو نہ ہوگا۔ اس جواب پر اس کی گفتگو کی گنجائش تھی کہ یہ حکم تو بڑا تعصب ہے حالانکہ اس کا جواب ظاہر تھا کہ اذافات الشرط فات المشروط۔ مگر میں نے اتنی بھی گنجائش نہیں دی دوسرے طرز پر جواب دیا چنانچہ میں نے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ آپ ایسے شائستہ اور مہذب اور دانشمند ہو کر ایسی بات پوچھتے ہیں جس کا جواب آپ کو معلوم ہے کہنے لگا کہ یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس کا جواب مجھے معلوم ہے؟

میں نے کہا کہ اس کے مقدمات آپ کے ذہن میں پہلے سے ہیں اور مقدمات کیلئے مطلوب لازم ہے جب مقدمات کا علم ہے تو نتیجہ کا بھی علم ہے کہنے لگا یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس کے مقدمات میرے ذہن میں پہلے سے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں ابھی بتاتا ہوں سنئے! آپ کو معلوم ہے کہ مذاہب مختلفہ سب تو حق نہیں ہو سکتے ضرور ایک ہی حق ہوگا اور باقی سب باطل یہ معلوم ہے آپ کو؟ کہا کہ جی معلوم ہے۔ میں نے کہا کہ ایک مقدمہ تو یہ ہوا اب یہ بتلایئے کہ صاحب حق مثل مطیع سلطنت کے ہے اور صاحب باطل مثل باغی سلطنت کے۔ یہ آپ کو معلوم ہے کہنے لگا کہ ہاں۔ میں نے کہا ایک مقدمہ یہ ہوا آگے سنیئے کہ ایک شخص مطیع سلطنت ہے اور ایک باغی سلطنت اور وہ باغی سلطنت ایک بڑا ڈاکٹر ہے جو بڑا ماہر فن ہے انگریزی کی اعلیٰ درجہ کی قابلیت ہے بیدار مغز ہے دنیا میں اس کا ثانی نہیں مگر باوجود ان سب کمالات کے اس میں ایک ایسی بات ہے کہ اسکے یہ سب کمالات گرد ہیں اور وہ باغی ہونا ہے کہ سلطنت سے بغاوت کرتا ہے اس پر گورنمنٹ اس کو پھانسی کا حکم دیتی ہے اس وقت اگر کوئی کہے کہ ہائے بڑا ظلم ہے محض بغاوت کے الزام میں پھانسی کا حکم دیتی ہے حالانکہ یہ شخص ایسا تھا، ویسا تھا، تو کیا عقلاء کے نزدیک یہ اعتراض

صحیح ہوسکتا ہے کہا کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ بس اسی طرح آپ یہاں بھی مجھے دیکھئے۔ یہ آپ کے ذہن میں پہلے سے تھا یا نہیں کہنے لگا۔ ہاں میں نے کہا بس ایسی حالت میں سوال کرنا استفادہ یا افادہ کے لیے نہیں ہوسکتا بلکہ حصل اس سوال کا صرف یہ نکلتا ہے کہ میں اپنی زبان سے آپ کو کافر کہوں۔ اس شخص نے قسم کھا کر کہا کہ واقعی منشا میرا یہی تھا کہ ایسی زبان سے کافر سننا چاہتا تھا۔ ایسی زبان سے کافر سننا میرے لئے لذت کا باعث ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کی خوبی ہے مگر میرے لئے نہایت بدنما بات ہے۔ میری اسلامی تہذیب مانع ہے کہ میں بلاضرورت آپ کو کافر کہوں۔ بلاضرورت کی قید اس لئے لگائی کہ کافر تو ہم کہتے ہی ہیں مگر بیٹھے ہوئے تسبیح پڑھا کریں یہ بھی نہیں وہ شخص بے حد متاثر ہوا۔

پوچھنے لگا کہ آپ کا مکان کہاں ہے میں نے کہا کہ ایک گاؤں ہے تھانہ بھون کہنے لگا کہ میری بدقسمتی کہ آپ سے ملاقات نصیب نہ ہوئی میں تو تھانہ بھون سماج میں جایا کرتا ہوں لیکچر دینے کیلئے اب کبھی حاضری ہوگی تو ضرور نیاز حاصل کروں گا۔ میں نے کہا کہ ضرور آیئے آپ کا گھر ہے پھر آیا گیا تو ہے نہیں۔

ملفوظ ۲۰۰: اہل ظاہر کو تقلید سے عار

فرمایا! کہ اکثر اہل ظاہر ایک بہت بڑی دولت سے محروم ہیں کہ وہ اس طریق باطن کی حقیقت ہی سے بے خبر ہیں اور اس محرومی کا سبب اکثری انکا تکبر ہے یہ مرض بھی کم بخت روح کے لئے سم قاتل ہے ہر شخص ان میں کا مجتہد بنا ہوا ہے جس کا منشاء وہی کبر ہے یعنی اپنے کو بڑا سمجھنا یہی وجہ ہے کہ ان کو تقلید سے عار ہے جس کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ جہلاء تک اجتہاد کرنے لگے چنانچہ ایک دوست روایت کرتے ہیں کہ ایک غیر مقلد صاحب نماز میں بحالت امامت کھڑے ہوئے جھوما کرتے تھے جب نماز سے فارغ ہو چکے تو ایک صاحب نے جو لکھے پڑھے تھے پوچھا کہ نماز میں یہ حرکت کیسی؟ کہا کہ حدیث شریف میں آیا ہے انہوں نے کہا کہ بھائی ہم نے تو آج تک بھی ایسی حدیث نہ پڑھی نہ دیکھی نہ سنی۔ جس کا یہ مطلب ہو کہ ملکے نماز پڑھواؤ ہم بھی دیکھیں وہ کون

سی حدیث ہے اور کس کتاب میں ہے ایک حدیث کی مترجم کتاب لا کر دکھائی اس میں حدیث تھی اذاام احدکم فلیخففہ اور ترجمہ تھا کہ جب امامت کرے تو ہلکی نماز پڑھے آپ نے لفظ ہلکی بمعنی خفیف کو ہلکے بمعنی حرکت پڑھا اور ہلنا شروع کر دیا یہ حقیقت تھی ان کے اجتہاد کی۔

فرمایا کہ حضرات فقہاء رضی اللہ عنہم کے حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں انہوں نے ہمارے ایمانوں کو سنبھال لیا ورنہ چودھویں صدی کے یہ مجتہد ہیں جن کے اجتہاد کی یہ حقیقت اور کیفیت ہے۔

ملفوظ ۲۰۱: لحاظ کرنیوالے کومزید دبانے کا مرض

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ آجکل تو اکثر یہی دیکھا گیا ہے کہ جو لحاظ کرتا ہے اور دبتا ہے اس کو اور دبایا جاتا ہے یہ بات نہیں رہی کہ جو اپنا لحاظ کرے اس کا لحاظ کرنا چاہیے چھوٹوں میں بڑوں میں یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ جو کوئی لحاظ کرے ادب کرے اسی کو پیستے ہیں۔

ملفوظ ۲۰۲: آجکل کے اخلاق کے معنی کیا ہیں؟

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل تو اخلاق کے معنی عرف میں یہ ہو گئے ہیں کہ بات نرم ہو چاہے معاملات کیسے ہی سخت اور مضر ہوں نرم بولنے کو اخلاق سمجھتے ہیں جو اس متعارف اخلاق کے عامل ہیں نیک نام مشہور ہیں میرے اندر یہ متعارف اخلاق اور رنگی باتیں ہیں نہیں مجھ کو بدنام کر رکھا ہے کہ سخت مزاج ہے اب میں علیٰ سبیل التنزل کہتا ہوں کہ اچھا میں سخت مزاج ہی سہی کیوں آتے ہو میرے پاس۔ میں بلانے تھوڑا ہی جاتا ہوں خوب کہا ہے

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

ملفوظ ۲۰۳: غیر مقلدین میں بدگمانی کا مرض

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر مقلدین میں بدگمانی کا مرض بہت زیادہ ہے دوسروں کو حدیث کا مخالف ہی سمجھتے ہیں۔ اور اپنے کو عامل بالحدیث۔ ان کے عمل

بالحدیث کی حقیقت مجھ کو تو ایک خواب میں زمانہ طالب علمی میں بتلا دی گئی تھی گو خواب حجت شرعیہ نہیں لیکن مؤمن کیلئے مبشرات میں سے ضرور ہے جبکہ شریعت کے خلاف نہ ہو بالخصوص جبکہ شریعت سے متاید ہو۔

میں نے یہ دیکھا کہ مولانا نذیر حسین صاحبؒ دہلوی کے مکان پر ایک مجمع ہے اس کو چھاچ تقسیم ہو رہی ہے ایک شخص میرے پاس بھی لایا مگر میں نے لینے سے انکار کر دیا۔

حدیث میں دودھ کی تعبیر علم اور دین آئی ہے پس اس میں ان کے مسلک صورت تو دین کی ہے مگر اس میں روح اور حقیقت دین کی نہیں جیسے چھاچ میں سے مکھن نکال لیا جاتا ہے مگر صورت دودھ کی ہوتی ہے۔

ملفوظ ۲۰۴: اب ہر شخص مجتہد ہے

فرمایا! کہ اجتہاد تو آجکل اس قدر رستا ہو گیا ہے کہ ہر شخص مجتہد ہے جسے دیکھو ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے الگ بیٹھا ہے اب اجتہاد کیلئے علم کی بھی ضرورت نہیں رہی ایسی حالت ہو رہی ہے جیسے بجنور میں ایک فارسی داں نے ایک عالم کا رد لکھا تھا کسی نے کہا کہ آپ تو عالم نہیں عربی نہیں پڑھی آپ نے کیسے ایک عالم کا رد لکھا کہنے لگے کہ ہم فارسی جانتے ہیں اور فارسی جاننے والا سب چیز جانتا ہے ایک نہایت غریب آدمی مگر ذہین وہ بھی اس کو سن رہا تھا۔ وہ گھر پہنچا اور چارپائی کا ایک ڈھانچہ لیا اور ایک باتوں کی لنڈی لی ان کے مکان کے دروازہ پر پہنچ کر آواز دی۔ قاضی صاحب قاضی صاحب! وہ مکان سے نکل کر آئے۔ کہتا ہے کہ حضرت میں غریب آدمی ہوں مجھے خود تو بننا نہیں آتا پیسہ پاس نہیں جو مزدوری دیکر بنوا لوں یہ میری چارپائی ہے اس کو اللہ کے واسطے بن دیجئے۔

قاضی صاحب یہ سن کر برہم ہوئے اور کہا یہ کیا نامعقول حرکت ہے ہم کیا جانیں چارپائی بننا۔ کہا کہ حضرت میں نے سنا تھا کہ فارسی پڑھا ہوا شخص ہر چیز جانتا ہے۔

قاضی صاحب کو اپنی حقیقت معلوم ہو گئی اور سمجھ گئے کہ یہ اس کا جواب ہے اس پر فرمایا کہ شاباش! اس شخص نے بڑی ہمت کی۔ غریب آدمی اور اتنی بڑی ہمت! بعض لوگ بڑے ہی

باہمت ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ دین کے سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہیں جیسے ان قاضی صاحب نے محض فارسی کے بولنے پر ایک عالم کا رد لکھنے کی ہمت کی تھی۔

۷ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ ۲۰۵: ایک صاحب کا سلیقہ کا خط

فرمایا! کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ احکام شریعت میں کچھ جانتا ہوں اور جس قدر جانتا ہوں حتی الامکان اس پر عمل بھی کرتا ہوں مگر وہ چیز نہیں جانتا جو بزرگوں سے ملا کرتی ہے وہ چیز حضرت سے پوچھنا چاہتا ہوں اور اس کے حصول کا طریقہ، فرمایا کہ یہ اگر اپنی ہی ہانکتے رہتے تو چکر ہی میں رہتے اب صاف لکھا اور سلیقہ سے لکھا میں اب انشاء اللہ راہ بتلاؤں گا۔ لوگ مجھ کو وہمی کہتے ہیں اگر اس طرح پر کھود کرید نہ کروں تو مجھ کو کس طرح اطمینان ہو کہ جس چیز کو یہ حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے ذہن میں اس کی حقیقت ہے کیا؟ میں تو اس طرح کام لیتا ہوں جیسے بچے کی مثال کہ اس سے ہر ہر حرف الگ الگ پوچھا جاتا ہے اس ہی سے ہجے نکلوائے جاتے ہیں میں بھی اسی طرح طالب کو سبق پڑھاتا ہوں اور مطالعہ کراتا ہوں جب وہ خود عاجز ہو جاتا ہے۔ اور تمیز کے ساتھ اپنا عجز ظاہر کر کے پوچھتا ہے تب بتلاتا ہوں۔ قاعدہ سے سب کام ہو جاتے ہیں بے قاعدہ کوئی کام نہیں ہو سکتا یہ ہیں وہ چیزیں جن پر مجھ کو بدنام کیا جارہا ہے۔

خیر کریں بدنام۔ اصول صحیحہ کو نہیں چھوڑا جا سکتا میرا تو اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ نفع ہے کہ بدفہموں سے نجات ملی۔

ملفوظ ۲۰۶: بدخطی کا جواب

فرمایا! کہ پہلے ایک صاحب کا خط آیا تھا نہایت بھدے خط کا لکھا ہوا تھا۔ میں نے جواب میں لکھ دیا تھا کہ میں اب تک یہ سمجھتا تھا کہ میں انگریزی نہیں پہچانتا۔ مگر آج معلوم ہوا کہ بعض اردو بھی نہیں پہچانتا آج ان کا پھر خط آیا ہے صاف لکھا ہوا ہے۔ سبب ایسی باتوں کا بے فکری ہے ذہن میں یہ آتا ہی نہیں کہ ہماری اس بات سے دوسرے کو اذیت ہوگی۔

فرمایا کہ اگر یہ صاحب طالب ہیں دو چار مرتبہ کی خط و کتابت میں سیدھے ہو جائیں گے۔

ملفوظ ۲۰۷: حضرت کا بعض حالات میں خط و کتابت کا خرچ برداشت کرنا

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بہت سے طالب ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس خرچ نہیں ہوتا تو وہ اس قدر خط و کتابت کو کس طرح برداشت کریں کہ اس کا بھی علاج ہے میں اطلاع کر دیتا ہوں کہ اگر خرچ پاس نہ ہو مجھ سے خرچ منگالو اور یہ میں اس وقت لکھتا ہوں جب وہ ظاہر کرے کہ میرے پاس خرچ نہیں۔ مگر میرے پاس جو خط آئے وہ ضابطہ اور قاعدے سے آئے اگر کارڈ کے مناسب مضمون ہو جیسے دریافت خیریت و درخواست دعا تو کارڈ بھیج دیں اور اگر لفافہ کا مضمون ہو جیسے کسی حکم شرعی کا سوال یا اصلاح کے متعلق استفسار لفافہ بھیجیں اور ایسا ہوا بھی ہے کہ ایک شخص نے خط بھیجا میں نے لکھا کہ جواب کیلئے کارڈ کافی نہیں اس نے لکھا کہ لفافہ کے لئے دام نہیں۔ میں نے لکھا کہ دام ہم سے منگالو اس نے لکھا بھیج دو۔ میں نے ایک روپیہ بھیج دیا اور لکھ دیا کہ جب یہ ختم ہو جائے پھر لکھ دینا میں اور بھیج دونگا اور یہ بھی معمول ہے کہ ایک روپیہ سے زائد ایک مرتبہ میں نہیں بھیجا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک عذر کا ایک جواب قلب میں پیدا فرما دیا ہے۔

ملفوظ ۲۰۸: مسلمانوں کو اپنی دولت کی خبر نہیں

فرمایا! کہ میرے جو قواعد اور ضوابط ہیں ان کو اپنی اور دوسروں کی راحت رسانی کے واسطے میں نے وضع کئے ہیں اور ایسے اصول اور ضوابط سب اسلام کے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ انگریزوں سے سیکھے ہیں بالکل غلط ہے بلکہ خود انگریزوں نے اسلام سے سیکھے ہیں ہمیں خبر نہیں کہ ہمارے گھر میں کیا دولت ہے اس جہل کی کوئی انتہا ہے اتنی خبر نہیں اپنی دولت کو دوسروں کی سمجھتے ہیں اور یہی کیا جس قدر غیر مسلم اقوام ہیں سب وحشی تھیں تواریخ اٹھا کر دیکھو پتہ چل جائیگا۔ یہ سب اسلام کی خوبیاں ہیں جو دوسری قوموں نے اختیار کر لی ہیں۔ اور ایسے اصول صحیحہ سے ہر شخص منتفع ہو سکتا ہے راحت اٹھا سکتا ہے اس میں مسلم اور غیر مسلم کی قید نہیں۔

میں حیدر آباد دکن گیا تھا۔ تقریباً چودہ روز قیام رہا تھا وہاں پر ایک معزز دوست نے

ٹکسال کی سیر کرائی تھی وہاں پر ایک انگریز دکھلانے والا تھا جب وہ تمام مقامات دکھا چکا اور میں رخصت ہونے لگا میں نے اس انگریز سے کہا کہ آپ کے اخلاق سے بہت جی خوش ہوا آپ کے اخلاق تو مسلمانوں جیسے ہیں میرے اس کہنے کا اس انگریز پر بہت زیادہ اثر ہوا اور بہت خوش ہوا کہ ایک مذہبی شخص نے میری تعریف کی۔ میں نے انہیں یہ ظاہر کر دیا کہ یہ تمہارے گھر کی چیز نہیں کبھی اس پر ناز کرو یہ مسلمانوں کے گھر کی چیز ہے جو تم نے اختیار کر لی ہے۔ وہ دوست صاحب جو میرے ہمراہ تھے اور بڑے عہدے پر ممتاز ہیں وہ باہر آ کر مجھ سے کہنے لگے کہ آپ نے عجیب بات فرمائی بہت ہی جی خوش ہوا بالکل نئے طرز سے تعریف کی کہ اس کی تعریف بھی ہوگئی اور مسلمانوں کو ترجیح بھی ہوگئی۔ میں نے کہا کہ میں نے واقعہ بیان کیا حقیقت یہی ہے حضرت اگر ہمیں اپنے گھر کی خبر ہو تب معلوم ہو کہ کیا کیا دولت گھر میں دفن ہے اور کتنا بڑا خزانہ ہے مگر پھر بھی یہ حالت ہے مسلمانوں کی

یک سبد پرناں ترا بر فرق سر ☆ تو ہمی جوئی لب ناں دربدر

تا بزانوئی میاں قعر آب ☆ وز عطش وزجوع گشتی خراب

یعنی سر پر روٹیوں کا ٹوکرا ہے گھٹنوں تک پانی ہے نہایت پاکیزہ اور لطیف اور دوسروں سے بھیک مانگتے پھرتے ہیں کہ روٹی دیدو پانی دیدو اپنے گھر کی خبر نہیں اس میں سب کچھ ہے ان کے پاس کیا چیز نہیں مگر دربدر پھرتے ہیں کہ جرمن سے یہ لے لو اور جاپان سے یہ اور امریکہ سے وہ لے لو۔ ارے کیا رکھا ہے ان کے پاس انہوں نے تو خود تمہارے ہی گھر سے لیا ہے اور ہم تو الحمدللہ اب بھی مال دار ہیں مگر خبر نہیں ہم کو کہ وہ دولت حق تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں اور یہ تو ظاہری دولت ہے باقی جو اصل دولت ہے اس میں تو مسلمانوں کا کوئی بھی شریک نہیں وہ ایمان ہے اور ایمانی اخلاق۔

ملفوظ ۲۰۹: مختلف مسائل جمع کرنے پر حضرت کا لطیف جواب

فرمایا! کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے اس میں کچھ حالات باطنی کے متعلق پوچھا ہے کہ

کچھ مسائل فقہی پوچھے ہیں اور میں بنابر مصالح خاصہ مختلف مضامین کو ایک ہی خط میں جمع کرنے سے منع کیا کرتا ہوں تو میں جواب میں گو یہ لکھ سکتا تھا کہ جس خط میں احوال باطنی ہوں اس میں مسائل مت پوچھا کرو مگر میں نے اس کو احکام کے ساتھ سوء ادب سمجھ کر یہ لکھا ہے کہ جس میں مسائل پوچھنے ہوں اس میں دوسری بات نہ لکھنا چاہئے اصل میں تو جمع کرنے سے منع کرنا ہے مگر چونکہ مسائل اہم اور بڑی چیز ہیں ان کے متعلق اس طرح لکھنا کہ احوال باطنی کے ساتھ مسائل نہ پوچھا کرو۔ ایک قسم کا سوء ادب ہے۔ بحمد اللہ میرے یہاں ہر چیز اپنے اپنے مراتب اور حدود پر رہتی ہے۔

ملفوظ ۲۱۰: مجمل سوال کی تنقیح

فرمایا! کہ ایک شخص کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ تہجد کے وقت چار تسبیح پڑھنے کا کیا حکم ہے میں نے جواب میں لکھا ہے کہ حدیث کا یا علماء کا یا مشائخ کا کس کا حکم؟ فرمایا کہ سوال کا طریقہ بتایا ہے اور سوال کو ٹھیک کرایا ہے تاکہ جواب میں سہولت ہو۔

ملفوظ ۲۱۱: علماء کے احترام کی حفاظت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ مجھ کو اس کا تحمل نہیں کہ ایک بے علم جاہل کسی عالم پر اعتراض کرے یا اس کی اہانت کرے۔ بگھرا ایک قصبہ ہے وہاں پر ایک جلسہ ہوا تھا علماء کے احترام کیلئے جلسہ گاہ کو سجایا گیا بلیو نیر کپڑا منڈھا گیا پنڈال بنایا گیا۔

بعض علماء دیوبند یہ حالت دیکھ کر وہاں سے واپس ہو گئے اتفاق سے اسی زمانہ میں مدرسہ دیوبند میں لاٹوس صاحب لفٹنٹ گورنر آئے تھے وہاں ان کیلئے اسی قسم کا تکلف کیا گیا تھا۔

اس پر ایک صاحب نے میرے سامنے اعتراض کیا کہ اپنے لئے مولوی سب کچھ جائز کر لیتے ہیں اور دوسروں کیلئے ناجائز۔ میں نے کہا کہ اکرام ضیف کا اس کے مذاق کے موافق کیا جاتا ہے۔ سو وہاں ضیف تھا ایک دنیادار اس کا احترام یہی تھا اور یہاں ضیف تھے علماء، یہاں ان کا یہ احترام نہ تھا۔ تم کو بالکل فہم نہیں تم دونوں کو ایک ہی بات سمجھتے ہو دونوں میں بڑا فرق ہے۔

اس جواب کا منشاء زیادہ تر یہ تھا کہ عوام کو علماء پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہو۔ جن صاحب نے اعتراض کیا تھا ان سے یہ میری گفتگو تھی۔ میں نے یہ بھی کہا کہ میں اس کا قرار کرتا ہوں کہ یہ میں نے اس نیت سے جواب نہیں دیا ہے کہ یہ اہتمام اچھا ہے متفق میں بھی ہوں تمہارے ساتھ۔ مگر نیت سے قطع نظر دیکھنا یہ ہے کہ جو وجہ میں نے بیان کی وہ صحیح ہے یا نہیں۔ کہنے لگے کہ جی ہاں بے شک وجہ تو بالکل ٹھیک ہے۔

میں نے کہا کہ اصل منشاء اس جواب کا یہ ہے کہ علماء کا اعتقاد عوام کے قلب سے نہ نکلے کیونکہ اس اعتقاد کا کم ہو جانا بڑی خطرناک بات ہے اگر عوام کا عقیدہ علماء سے خراب ہو گیا تو پھر عوام کیلئے کوئی راہ ہی نہیں گمراہ ہو جائیں گے میں تو کہا کرتا ہوں کہ چاہے عالم بدعمل ہی کیوں نہ ہو مگر فتویٰ تو جب دیگا صحیح ہی دے گا۔

ملفوظ ۲۱۲: قیمتی اشیاء کے استعمال سے احتراز

فرمایا! کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں جوتا بھیجنا چاہتا ہوں جس کی قیمت دس روپیہ ہے اس پر فرمایا کہ دس روپیہ کی قیمت کا جوتا پہن کر ہمیشہ کے واسطے دماغ سڑ جائے گا اور اس میں ایک راز اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ ہم جیسے طلبہ کو زیادہ فاخرہ لباس نہیں پہننا چاہئے۔ اور نہ شان و شوکت سے رہنا چاہیے۔ غریبوں کی طرح رہنا مناسب ہے اس لئے کہ ان کو سابقہ زیادہ تر غرباء ہی سے پڑتا ہے اور ایسی صورت میں رہنے سے ان پر ایک قسم کا رعب اور ہیبت ہوگی وہ استفادہ نہ کر سکیں گے اس لئے میں اس کا بھی خیال رکھتا ہوں ہاں یہ بھی نہ ہونا چاہئے کہ بالکل زدہ حالت میں رہیں جس سے کوئی صورت سوال خیال کرے اگر خدا دے تو اوسط درجہ میں اہل علم کو رہنا چاہئے خیر الامور اوسطہا کا عامل بن کر رہنا چاہئے۔

ملفوظ ۲۱۳: حضرت کی زندگی اور وفات سے متعلق دو خواب

فرمایا! کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ ۲ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ بروز شنبہ بوقت عشاء ایک شخص نے مجھ سے حضور کی نسبت کہا کہ رحلت فرما گئے اس وقت سے طبیعت پریشان ہے۔

حد رنج وصدمہ ہے خدا کرے یہ خبر جھوٹ ہو اور حضور کو اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے قائم رکھیں۔ میں نے جواب لکھ دیا ہے کہ ابھی تو ارادہ نہیں۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ارادہ سے کیا ہوتا ہے فرمایا یہ میں نے کب کہا ہے کہ ارادہ مؤثر ہے اللہ ہی کے قبضہ میں ہے مگر جی یوں چاہتا ہے کہ ضروری ضروری کام سب ہو جائیں۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہمارے لئے بڑی خوشخبری ہے یعنی ارادہ نہ ہونا فرمایا کہ یہ تو ایک شاعری ہے۔ عرض کیا کہ شاعری ہو یا کچھ بھی ہو خوش خبری سے خالی نہیں۔ ایک اور مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک طالب علم نے مدرسہ دیوبند میں ایک خواب دیکھا اس میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے ان طالب علم نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ حضور! حضرت تھانوی کی کس قدر حیات ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی ان سے ایک اور خاص کام لینا ہے اس وقت تک حیات ہے۔

احقر جامع کہتا ہے کہ یہ خواب سن کر حضرت والا پر ایک خاص اثر ہوا اور کچھ دیر تک حضرت والا پر سکوت کا عالم رہا اس وقت کی کیفیت کا لطف اہل مجلس ہی سمجھ سکتے ہیں۔

ملفوظ ۲۱۴: اعتکاف اور ریح کا مرض

فرمایا! کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں اعتکاف کیا کرتا ہوں اور اب مرض ہو گیا ہے ریح کا۔ ایسی صورت میں مسجد میں بیٹھنا یا رہنا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ اعتکاف نہ چھوڑو اگر چہ ہوا دار ہو۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے تبسم آمیز لہجے میں عرض کیا کہ حضرت نہ معلوم وہ کیا سمجھیں گے فرمایا اس سے مراد مسجد کی کھڑکیاں بھی تو ہو سکتی ہیں جو کھلی ہوئی ہوں ان سے ہوا آئیگی اور اعتکاف ہوگا۔

فرمایا کہ اس ہوا پر ایک حکایت یاد آئی۔ یہاں پر ایک حافظ صاحب تھے بچوں کو پڑھایا کرتے تھے انہوں نے ایک قاعدہ مقرر کیا تھا اور وہ اس وجہ سے کہ لڑکے وہیں پر بیٹھے بیٹھے بدبو پھیلاتے رہتے تھے حافظ صاحب نے پریشان ہو کر حکم دیا کہ باہر جا کر ایسا کرو۔ اب اس کیلئے ضرورت ہوئی اصطلاح کی کہ کیا کہہ کر اجازت لیا کریں؟

حافظ صاحب نے یہ تجویز فرمایا کہ یہ کہہ کر اجازت لیا کرو کہ چڑیا چھوڑ آؤں بس بچوں کو ایک بات ہاتھ آ گئی ہر وقت کا ان کیلئے شغل ہو گیا ایک ادھر سے اٹھتا ہے حافظ جی! چڑیا چھوڑ آؤں ایک ادھر سے اٹھتا ہے کہ حافظ جی چڑیا چھوڑ آؤں۔ حافظ جی بے چارے دق آ گئے تب کہا کہ اب یہیں چھوڑ دیا کرو۔

ملفوظ ۲۱۵: تعویذوں کی فرمائش سے گھبراہٹ

فرمایا! کہ جن خطوط میں تعویذوں کی فرمائش ہوتی ہے ان سے میرا جی گھبراتا ہے ایک صاحب کا خط آیا ہے جس میں ایک ہی قسم کے دس بارہ تعویذوں کی ایک دم فرمائش ہے۔ واہیات لوگوں کو خالی بیٹھے بیٹھے ایسی ہی سوجھتی ہے اگر اس طرح تعویذ لکھے جایا کریں تو ایک محکمہ قائم کرنے کی ضرورت ہے باقاعدہ ایک دفتر ہو اس میں منشی رہیں تاکہ ان لوگوں کا یہ کام ہو مجھے اتنی فرصت کہاں ایک تعویذ لکھ کر لکھ دوں گا کہ اور جتنی ضرورت ہو۔ آپ خود کسی سے نقل کرالیں۔

ملفوظ ۲۱۶: ایک صاحب سے قیام تھانہ بھون کی وجہ کی دریافت

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں مقام سے جو صاحب آئے ہوئے ہیں میرے واسطے سے حضرت کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں فرمایا کہ صبح انہوں نے بہت دق کیا جو بات پوچھی گئی ایک کا بھی سیدھا جواب نہ ملا۔ ان سے پوچھئے چاہتے کیا ہیں۔ عرض کیا کہ رہنا چاہتے ہیں فرمایا کہ رہیں میرا کیا حرج ہے مگر رہنا بھی تو کسی نفع کیلئے ہی ہوگا۔ یہ بتلا دیں وہ کیا نفع ہے مجھے بھی تو اطمینان ہو کہ ایک شخص اتنی دور سے بال بچوں کو چھوڑ کر روپیہ اور وقت صرف کر کے آیا ہے اس کا مقصود ہے کیا۔ کیا مجھ کو اتنا بھی حق نہیں کہ میں یہاں پر ان کے قیام کی وجہ معلوم کرلوں۔ ان صاحب نے عرض کیا کہ دین کا نفع مقصود ہے فرمایا یہی تو پوچھ رہا ہوں کہ دین کا کیا نفع سوچا ہے۔ عرض کیا کہ صحبت میں خاموش بیٹھے رہنا اور نیک باتیں سننا فرمایا کہ اگر میں باتیں نہ کروں تو پھر کیا ہوگا۔ عرض کیا میں خاموش بیٹھے رہنے کو بھی دین کا نفع سمجھتا ہوں۔ فرمایا کہ اتنا دق کر کے یہ ذرا سی بات بتلائی اچھا رہیے! اگر صبح ہی اتنی بات بتلا دیتے تو کون سا قاضی گلہ کرتا

کچھ نہیں۔ رسمیں ہی خراب ہو گئیں اور اس کا سبب بے فکری اور غفلت ہے اس کا بالکل اہتمام ہی نہیں کہ ہم سے کسی کو اذیت نہ پہنچے سخت تکلیف پہنچاتے ہیں اور پیروں کو تو یوں سمجھتے ہیں کہ یہ تو بے حس ہوتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بت ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ فانی فی اللہ ہیں انہیں کیا خبر کچھ ہوا کرے کیا لغو خیالات ہیں۔

ملفوظ ۲۱۷: کام خود کرنا آسان کرانا مشکل

ایک مولوی صاحب نے مضامین وعظ پر کچھ سرخیاں قائم کیں تھیں وہ حضرت والا کو دکھلا کر مشورہ چاہتے تھے اس پر فرمایا کہ پھر آپ ہی کا کیا آرام ملا۔ جب ہر بات میں مجھ کو شریک غالب کیا جاتا ہے میں نے اپنی حالت کو دیکھا ہے کہ کام خود کرنا تو آسان اور کرانا کام بہت مشکل ہے۔ یہ میری کچھ طبعی بات ہے اور ہمیشہ سے ہے۔

ملفوظ ۲۱۸: ترجمہ ترجمہ نہ معلوم ہو؟

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ ایک شخص کہتے تھے کہ ایسا ترجمہ ہو کہ ترجمہ سا نہ معلوم ہو۔ میں نے کہا کہ کیوں کیا گناہ ہے اس کی تو ایسی مثال ہے کہ ابا کو ایسے کپڑے پہناتا کہ ابا سے نہ معلوم ہوں۔

۸ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

ملفوظ ۲۱۹: ہر عمل پر آمادہ ہو جانا شرط اول ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا! کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے اس میں قدم رکھنے سے پہلے اپنی شان اپنے کمالات سب کو فنا کردے اور مصلح کی ہر بات اور ہر تعلیم پر عمل کرنے کیلئے اپنے کو آمادہ کرلے اس راہ کیلئے پہلی شرط یہ ہے کہ ایسا بن جائے فرماتے ہیں

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں ☆ شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

﴿عشق لیلیٰ کے راستہ جہاں جان کیلئے بہت سے خطرات ہیں۔ اول شرط یہ ہے کہ

مجنوں بن جاؤ﴾۔

حتیٰ کہ جوتیاں کھانے کو تیار ہو جائے اور جو جوتیاں کھانے کو تیار ہو گیا اس نے گویا جوتیاں کھا ہی لیں اور اس کی اصلاح ہو ہی گئی آمادہ ہونا ہی تو مشکل ہے اس لئے کہ آمادگی وہی معتبر ہے جو خلوص دل سے ہو اور خلوص دل سے آمادہ وہی ہوتا ہے جو اپنی شان نہیں رکھتا اور یہی اصل چیز ہے کہ اپنے کو مٹا دے فنا کر دے ورنہ محض جوتیاں کھانے سے کیا ہوتا ہے۔

ملفوظ ۲۲۰: تواضع کے ساتھ تکبر کا علاج

فرمایا! کہ ایک مولوی صاحب کی یہ کوشش ہے کہ ندوہ میں ایک ایسے عالم کی ضرورت ہے جو اپنے اخلاق سے وہاں کے طلباء کی اصلاح کر سکے۔ مجھ سے بھی انہوں نے ذکر کیا۔ میں نے ایک مولوی صاحب کا نام لیا کہ وہ مناسب ہیں انہوں نے کہا کہ متکبروں کی وہاں کمی نہیں متکبر تو وہاں پر بھی بہت ہیں وہاں ایسے شخص کی ضرورت ہے کہ متکبر نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ متواضع بھی ایسا ہو کہ سب کے تکبروں کو توڑ کر نیچا دکھلا دے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ جب اس کو یہ خیال ہوگا کہ میں دوسروں کے تکبر کو توڑ سکتا ہوں کیا یہ تکبر نہ ہوگا فرمایا کہ یہ تکبر نہیں ہوگا گو بظاہر صورتاً تکبر معلوم ہو مگر حقیقتاً تکبر نہیں ایسا تکبر اور تواضع دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کوئی اس کا دعویٰ کرے کہ میں تکبر کا علاج کر سکتا ہوں تو یہ تکبر تھوڑا ہی ہے۔

پھر فرمایا کہ تکبر کا مرض ایسا عام ہوا ہے کہ انگریزی مدارس تو پہلے ہی سے بدنام ہیں اور بدنام کیا واقعہ ہے کہ ان میں بکثرت متکبر ہوتے ہیں مگر آجکل عربی مدارس میں بھی یہ بلا موجود ہے متکبرین بھرے ہیں الا ماشاءاللہ۔

وجہ یہ کہ بدوں خاص انتظام کے اصلاح غیر ممکن ہے چاہے عربی مدارس ہوں یا انگریزی اور انتظام نہ ان میں ہے نہ ان میں ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر کوئی علی گڑھ میں پڑھے اور طبعی تواضع اس میں

ہو تو کیا وہ باقی رہ سکتی ہے۔ فرمایا کہ نہ رہنا کیا معنی اگر طبعی تواضع بھی نہ ہو وہ بھی کسی کامل کی صحبت سے پیدا ہو سکتی ہے گو اس درجہ کی نہ ہو جس درجہ کی طبعی ہوتی ہے صحبت اگر کسی کامل کی میسر آ جائے بڑے کام کی چیز ہے بڑی دولت ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں

یک زمانہ صحبت با اولیاء ☆ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

﴿اولیاء اللہ کی تھوڑی دیر کی صحبت سو سالہ اس طاعت سے جو بے ریا ہو بہتر ہے﴾۔

ملفوظ ۲۲۱: شیخ کی خدمت میں ایک خاص مدت تک رہنا

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں اہل طریق کے لئے ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں کہ ہر کام سہولت سے ہو جائے حتیٰ کہ بڑے بڑے مقاصد سہولت سے حاصل ہو جاتے ہیں اور یہ موقوف ہے صحبت پر مرید کو شیخ کی خدمت میں ایک مدت خاص تک رہنا ضروری ہے۔ اس سے مقصود میں خاص سہولت ہو جاتی ہے۔

رہا یہ کہ کس قدر مدت میں کام ہو جاتا ہے اس کا تعین مشکل ہے یہ مناسبت پر موقوف ہے اگر اہل استعداد ہوتا ہے بہت جلد کام ہو جاتا ہے۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کل پنتالیس روز رہے اس کے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم دے چکے جو کچھ دینا تھا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس وقت کا یہ فرمانا حضرت کا کہ ہم دے چکے جو کچھ دینا تھا سمجھ میں نہ آیا کہ کیا دیا مگر پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دیا تھا پھر اس پر حضرت مولانا گنگوہی نے مزاحاً فرمایا کہ اگر ہم جانتے کہ یہ چیز ہے تو اتنی محنت کیوں کرتے۔ اس پر حضرت والا نے بھی مزاحاً فرمایا کہ مل جانے پر فرماتے تھے ورنہ پندرہ برس تو معلوم ہی ہونے میں لگ گئے۔

ملفوظ ۲۲۲: اس طریق میں مناسبت بڑی چیز ہے

فرمایا! کہ اس طریق میں مصلح کیساتھ مناسبت ہونا بڑی چیز ہے بدوں مناسبت کے طالب کو نفع نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ میں عدم مناسبت کی بناء پر طالب کو مشورہ دیتا ہوں کہ مجھ

سے تم کو نفع نہ پہنچے گا اگر تم چاہو تو کسی دوسرے مصلح کا نام بتلا دوں۔

ملفوظ ۲۲۳: ممکن ہے کہ شیخ کے پیر سے مناسبت نہ ہو

فرمایا! کہ جب حضرت حاجی صاحب نے حضرت مولانا گنگوہی کو بیعت کی اجازت دی مولانا نے اسی وقت عذر فرمایا مگر حضرت نے اصرار سے فرمایا مولانا گنگوہ پہنچے تو ایک بی بی نے مرید ہونے کی درخواست کی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے انکار فرما دیا۔

اتفاق سے حضرت حاجی صاحب گنگوہ تشریف لائے اس وقت حاجی صاحب سے اس بی بی نے شکایت کی۔ حضرت نے مولانا سے فرمایا کہ اس کو بیعت کرو مولانا نے عرض کیا کہ حضرت اب تو آپ تشریف رکھتے ہیں آپ ہی کر لیجئے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر عجیب جواب دیا جس میں ایک مسئلہ بھی بیان فرما دیا کہ اگر اس کو مجھ سے عقیدہ نہ ہو تم سے ہی ہو پھر فرمایا ہمارے سامنے مرید کرو پھر اس کو مرید کیا مولانا سے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس میں مسئلہ کیا ہوا فرمایا مسئلہ یہ ہوا کہ اگر پیر کا بھی پیر ہو اور اس کی طرف میلان نہ ہو (یعنی مناسبت نہ ہو) تو اس سے نفع نہ ہوگا۔

ملفوظ ۲۲۴: یاجوج ماجوج کا حال

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یاجوج ماجوج کی غذا کیا ہے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا (حضرت کتابیں بہت دیکھتے تھے اس لئے باتیں زیادہ معلوم تھیں) کہ غذا یاجوج ماجوج کے لشکر کی ایک سانپ ہے جو آسمان کی جانب سے روزانہ گرتا ہے وہ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ سب کو کافی ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ یاجوج ماجوج کو تبلیغ ہو چکی ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رات بھر اس دیوار کو چاٹتے ہیں اور کھودتے ہیں جو ان کے درمیان حائل ہے جب وقت آئے گا تو وہ یہ کہیں گے کہ انشاء اللہ کل اس کو ختم کر دیں گے انشاء اللہ کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اللہ کا نام معلوم ہے اور تبلیغ ہو چکی ہے یہ نئی بات معلوم ہوئی پہلے سے معلوم نہ تھی۔

ملفوظ ۲۲۵: آئینہ میں تصویر نظر نہیں آتی

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شیشہ میں بھی تصویر ہوتی ہے اس کو دیکھنا کیوں جائز ہے فرمایا میں اس سوال کو سمجھا نہیں شیشہ میں کیسی تصویر ہوتی ہے عرض کیا کہ جب شیشہ انسان دیکھتا ہے تو اس کی تصویر اس میں نظر آتی ہے فرمایا اس میں تصویر کہاں ہوتی ہے غلط ہے اس کی تو صورت یہ ہے کہ یہ آپ کی نگاہ کی شعاع جو اس پر پڑتی ہے وہ شعاع واپس ہو کر چہرہ پر پڑتی ہے تو یہ چہرہ نظر آتا ہے اس میں کچھ بھی نہیں مرئی (دکھائی دینے والی چیز) یہ خود ہی ہوتا ہے۔

عرض کیا کہ آج حضرت کے فرمانے سے سمجھ میں آیا بہت عرصہ سے یہ شبہ دل میں تھا فرمایا کہ احکام میں دخل دینا عوام کو اسی واسطے جائز نہیں نہ معلوم کیا گڑبڑ کریں غرض اس کو دوسری تصاویر پر قیاس نہیں کر سکتے۔

۸ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

ملفوظ ۲۲۶: آرام کے وقت دوسرے کو تکلیف دینا

فرمایا! کہ آج ایک صاحب عین آرام کے وقت میرے پاس آئے جس سے مجھ کو اذیت پہنچی۔ اوقات راحت میں کسی کے پاس پہنچ جانا بہت ہی برا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خلاف ادب بھی تو ہے فرمایا سب ہی کچھ ہے مگر لوگوں کو ان باتوں کا مطلق خیال نہیں۔ ان معاملات کو دین کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جب حضرت یہاں مقیم تھے ایک شخص ایسے وقت آتا کہ وہ وقت حضرت کے قیلولہ کا ہوتا اور وہی اس کے آنے کا ہوتا دو چار روز کے بعد حضرت حافظ ضامن صاحبؒ نے اس شخص کی خوب خبر لی اور خوب ہی ڈانٹا کہ یہ کیا واہیات ہے۔ رات بھر تو بیوی کے بغل میں پڑے سوتے ہو اور دوسروں کے آرام کے وقت میں مخل ہوتے ہو تم کیا جانو! درویشوں کی قدر! بے چارے رات بھر تو جاگیں دن میں اگر وقت ملتا ہے تو آپ آ کودتے ہیں۔ خبردار! اگر ایسے وقت میں میں نے تم کو یہاں دیکھا ٹانگیں

توڑ ڈالوں گا۔ ایسے بے رحم اور ظالموں کا یہی علاج ہے مگر حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی یہ حالت تھی کہ مجسمہ اخلاق تھے کوئی آ گیا اب بیٹھے ہیں۔

ملفوظ ۲۲۷: کتاب دیکھ کر وعظ کہنے کا معمول

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وعظ سننے کو جی چاہتا ہے فرمایا کہ اب ہمت نہیں رہی مسلسل بولنے سے طبیعت گھبراتی ہے اور نہ اب ربط عبارت پر قدرت رہی اور بلا ربط مضمون کا لطف ہی کیا ہوگا اسی وجہ سے چند روز تک وعظ کی یہ صورت اختیار کی تھی کہ کتاب دیکھ کر بیان کر دیا کروں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ اب دماغ اس کا بھی متحمل نہیں اس لئے اب تو جو کچھ مجلس میں بیٹھ کر بولتا رہتا ہوں یہ ہی بہت کچھ ہے۔

فرمایا کہ کتاب دیکھ کر وعظ کہنے کا معمول مولانا محمد اسحاق صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا سنا ہے کہ وہ کتاب سے وعظ فرمایا کرتے تھے اس صورت سے وعظ کہنے سے دماغ پر تعب نہیں ہوتا۔

ملفوظ ۲۲۸: بیٹھ کر وعظ کہنا

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے میری اس شکایت پر کہ کھڑے ہو کر وعظ کہنے میں تعب ہوتا ہے بیٹھ کر وعظ کہنے کو فرمایا تھا۔ اس تدبیر پر عمل کرنے سے بڑا فرق معلوم ہوا فرمایا جی ہاں راحت کی تدبیر سے تو راحت پہنچتی ہی ہے۔

ملفوظ ۲۲۹: حضرت اور امور تکوینیہ سے عدم مناسبت

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ سنا ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے مکہ معظمہ میں جب کوئی پوچھتا کہ میں مدینہ منورہ سلطانی راستے سے جاؤں یا دوسرے راستہ سے۔ حضرت کے جو جی میں آتا فرما دیتے کہ فلاں راستے سے جاؤ اس راستہ سے جانے میں جانے والا مامون و محفوظ رہتا۔

اسی طرح حضرت کے قلب میں ایسے امور میں جو بات آیا کرے فرما دیا کریں فرمایا کہ آتا ہی نہیں عرض کیا اجی حضرت آتا نہیں فرمایا کہ میں عرض کرتا ہوں مجھ کو امور تکوینیہ کے مصالح

سے مناسبت ہی نہیں قلب کی یہ کیفیت ہے کہ جب تک اللہ ورسول کا ذکر رہتا ہے طبیعت خوش رہتی ہے اور جہاں دنیوی قصے شروع ہوئے مجھے وحشت شروع ہوئی۔ اس کی وجہ بھی آج ہی قلب میں آئی وہ وجہ یہ ہے کہ میں ایک مجذوب کی دعا سے پیدا ہوا ہوں یہ سبب ہے اس حالت کا۔ اس سے پہلے میرے قلب میں یہ وجہ کبھی نہیں آئی اور آج بھی قلب میں احتمالاً آئی ہے احتمالاً ہی بیان کرتا ہوں کہ شاید یہ وجہ ہو میری اس کیفیت کی اور شاید یہی وجہ ہو کہ مجھ کو بکھیڑوں سے الجھن ہوتی ہے جی چاہتا ہے کہ ہر بات صاف ہو خود بھی اس کا اہتمام رکھتا ہوں اور دوسروں سے بھی یہی چاہتا ہوں مگر لوگوں کو اس کی عادت ہی نہیں۔ ہر بات کے الجھانے ہی میں مزا آتا ہے یہی وجہ ہے لوگوں سے لڑائی کی اور بدنامی کی کہ سخت ہے یہ سختی ہے کہ بات صاف کہو معاملہ صاف رکھو تاکہ نہ تم کو تکلیف ہو اور نہ دوسرے کو یہ حاصل ہے میری تعلیم کا۔ لوگ اس طریق کے عادی نہیں رہے گویا اس پر قادر نہیں اور میں اسکے عکس پر قادر نہیں۔ میں بھی مجبور ہوں۔

پھر مزاحاً فرمایا کہ جب معدہ ضعیف ہوتا ہے مختلف چیزیں پچتی نہیں اور جب معدہ قوی ہوا الا بلا سب ہضم۔ لوگ قوی المعدہ ہیں اور میں ضعیف المعدہ۔

ملفوظ ۲۳۰: ابن عربی کے نزدیک شیخ کے صفات

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ ایک رسالہ میں ایک ایسا جامع مضمون لکھا کہ اگر وہ ذہن میں آجائے تو پھر سارے رسالہ کی ضرورت ہی نہ رہے۔

کہتے ہیں کہ شیخ میں دین ہونا چاہیے انبیاء کا سا۔ اور سیاست یعنی دارو گیر محاسبہ معاقبہ سلاطین کا سا۔ تجویز اطباء کی سی کہ وہ ہر شخص کا جدا علاج جدا جدا تجاویز سے کرتا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شیخ میں انبیاء کا سا دین کیسے ہو سکتا ہے فرمایا یہ مراد نہیں کہ ان کے برابر ہو بلکہ مطلب اخلاص میں تشبیہ ہو یعنی اعمال میں غوائل دنیا اور نفس کی خواہشوں کی آمیزش نہ ہو۔ یہ مراد ہے جس میں یہ باتیں ہوں وہ شیخ ہو سکتا ہے۔

ملفوظ ۲۳۱: حضرت حاجی صاحبؒ کی وجہ سے اتحاد

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا! کہ مولوی صاحب ذرا بدعت کی طرف مائل تھے اور ہمارے
بزرگوں کی نسبت کہا کرتے تھے کہ ان وہابیوں میں اتحاد بہت ہے پھر مزاحاً اس کی وجہ میں کہتے کہ
یہ سب اس بڈھے کی برکت ہے اس سے مراد حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ تھے۔

ملفوظ ۲۳۲: اھل خانقاہ کو ایک دوسرے سے محبت

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہاں کے قانون میں داخل ہے کہ کوئی کسی
سے زیادہ نہ ملے نہ کوئی کسی کے حجرہ میں جائے اپنے کام میں لگا رہے۔ مگر اس پر بھی جب یہ
حضرات دوسری جگہ جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں رشتہ
اخوت کوٹ کوٹ کر بھرا گیا ہے۔ فرمایا کہ مجھے تو یہ معلوم نہیں آج ہی سنا ہے وہ بھی ثقہ راوی سے۔
حضرت! میں تو ایک چیز کا اہتمام کرتا ہوں یعنی اللہ سے تعلق کا اور اس کا کہ اس کے
بعد ضعیف سے ضعیف سبب بھی مرتفع کر دیا جائے اور دین کو قلوب میں راسخ کر دیا جائے اسی کی
کوشش کرتا ہوں پھر اللہ تو واحد ہیں جب سب ان کو مانیں گے تو متحد تو خود ہی رہیں گے۔

ملفوظ ۲۳۳: دُنیاوی معاملات میں لوگوں کو مشورہ نہ دینے کی وجہ

فرمایا! کہ ایک شخص کا خط آیا ہے اپنی تجارت کے قصے جھگڑے لکھ کر لکھا ہے کہ میں اب
کیا کروں۔ میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ اب یہ کرنا چاہئے کہ مجھ سے ایسی بات نہ پوچھ
چاہیے۔ ہاں! دعا کرتا ہوں۔

فرمایا کہ ایک اور صاحب نے اسی طرح لکھا تھا کہ بعضے لوگ مجھ کو مشورہ دیتے ہیں کہ
بانوں کی دکان کر لو کوئی کہتا ہے کہ دواؤں کی دکان کر لو مجھ کو کیا کرنا چاہئے۔ میں نے لکھ دیا کہ
میرا باپ نہ کھٹ بنا تھا نہ پنساری! مجھے ان چیزوں میں تجربہ نہیں۔ کسی تجربہ کار سے معلوم کر کے عمل
کرو۔ میرے دو کام ہیں ایک دعا کرا لو۔ چاہے وہ دنیا ہی کیلئے سہی وہ بھی عبادت ہے دوسرے اللہ
کا نام پوچھ لو۔

فرمایا کہ اتنا تو یہ لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ ان کو تجربہ نہیں مگر پھر بھی ایسی بات پوچھنے کی کیا وجہ۔ یوں سمجھتے ہیں کہ اللہ والوں سے اس لئے پوچھ کر کرنا چاہئے کہ ان کے دل میں وہی آئے گی جو ہونے والی ہے اس بناء پر ایسی باتیں ایسے لوگوں سے پوچھی جاتی ہیں۔ حالانکہ یہ غلو ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اس مشورہ کا منشاء عقائد کی خرابی ہے میں اس جہل سے بھی لوگوں کو بچانا چاہتا ہوں کہ دھوکے میں نہ رہیں اور بعض حضرات جن کا مجھ سے بے تکلفی کا تعلق ہے ان سے معلوم ہوا کہ عوام کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ جو کہتے ہیں وہی ہو جاتا ہے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہی عقیدہ ہمارا بھی ہے کہ وہی ہو جاتا ہے فرمایا! اعتقاد میں بھی درجات ہیں اور بناء جدا جدا ہیں۔ عوام کے اعتقاد کی نوعیت تو بہت ہی خراب ہے وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ خلاف ہو ہی نہیں سکتا بخلاف اہل علم کے ان کا اعتقاد اس درجہ کا نہیں ہو سکتا۔

۹ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ملفوظ ۲۳۴: بغیر فکر اصلاح کے شیخ کے پاس قیام بیکار ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ کسی کے پاس نرے رہنے سے کیا ہوتا ہے جب تک انسان کو اپنی اصلاح اور تربیت کی فکر نہ ہو۔

ملفوظ ۲۳۵: حضرت کی بیعت کا واقعہ

فرمایا! میں نے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی فرمایا جب تک کتابیں پوری نہ ہو جائیں اس وقت تک اس کو شیطانی وسوسہ خیال کرو۔ واقعی یہ حضرات حکیم تھے کیسی عجیب بات فرمائی اس وقت تو یہ بات سمجھ میں نہ آئی۔ مجھ کو خیال ہوا کہ حضرت نے ٹال دیا ہے میں نے بذریعہ عریضہ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ حضرت مولانا سے جو کہ اسی سال حج کو تشریف لے جا رہے تھے فرما دیں کہ مجھ کو بیعت فرمالیں اور تماشہ یہ کیا کہ حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کی شکایت ان کے ہی ہاتھ

حضرت کی خدمت میں پہنچائی (زیادہ یاد یہی ہے) حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس
کا جواب دیا اور وہ جواب حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا کہ ہم نے تم کو بیعت کرا
اور یہ بھی لکھا تھا کہ بعد فراغ علم اگر شغل کرنا چاہو گے تو مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ
یا حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے رجوع کرنا اور آخر میں لکھا تھا کہ علمی مشغلہ کو کبھی ترک مت کرنا۔

ملفوظ ۲۳۶: حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ

فرمایا! کہ ایک مرتبہ میں گنگوہ حاضر ہوا۔ جس وقت حضرت مولانا کی خدمت میں پہن
اس وقت حضرت پلنگ پر لیٹے ہوئے آرام فرما رہے تھے مجھ کو دیکھ کر پلنگ سے نیچے اتر کر بیٹھ گ
میں نے عرض کیا کہ حضرت اب میں وطن میں مقیم ہوں اس لئے جلدی جلدی حاضری کی نوبت
آئے گی حضرت میرے لئے تکلف نہ فرمائیں ورنہ حاضری میں تکلف ہوگا (یہ روایت بالمعنی ہے
فرمایا لیٹے لیٹے طبیعت گھبرا گئی تھی اس لئے بیٹھ گیا مگر اس کے بعد پھر جب کبھی جانا ہوا۔
حضرت نے تکلف نہیں فرمایا۔ میں نے بھی ہمیشہ اس کا خیال رکھا کہ پاؤں کی طرف
کبھی نہیں بیٹھا اس خیال سے کہ شاید حضرت کو گرانی ہو۔

اس سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ حضرت گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ میرے یہاں دو رنگ
ہیں کبھی حضرت حاجی صاحبؒ کا اور کبھی حضرت حافظ ضامن صاحبؒ کا کبھی اس کا ظہور ہوتا ہے او
کبھی اس کا۔

ملفوظ ۲۳۷: حضرت گنگوہیؒ سے طبعی مناسبت

فرمایا! کہ میں جب گنگوہ حاضر ہوتا تو حضرت نہایت ہی شفقت کا برتاؤ فرماتے میں
حضرت کو پیر سمجھتا رہا مگر حضرت سمجھتے رہے پیر بھائی اور مجھ کو حضرت گنگوہیؒ سے ایک طبعی شغف
ہے اور حضرات سے بھی بحمد اللہ عقیدت ہے مگر استدلالی اور حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے
ضروری غیر استدلالی مجھ کو حضرت کے مذاق پر شبہ ہی نہیں ہوا۔

ملفوظ ۲۳۸: حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں ظاہری محاسبہ نہ تھا

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ظاہری محاسبہ نہ تھا مگر برکت اتنی زبردست تھی کہ محاسبہ میں وہ کام نہیں بن سکتا جو حضرت کے یہاں بلامحاسبہ ہی بن جاتا تھا یہ محض حضرت کی برکت تھی۔

ملفوظ ۲۳۹: حضرت اور محاسبہ

فرمایا! کہ میں نے جو لوگوں کے زعم میں ایک نئی بات جاری کی ہے جو اپنے بزرگوں میں اس درجہ نہ تھی اور وہ محاسبہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت بغیر اس کے کام چلنا دشوار تھا اس کی نظیر یہ ہے کہ حد خمر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مقرر اور قائم کی جو نہ حضور اقدس ﷺ کے عہد میں تھی نہ حضرت صدیقؓ کے عہد میں۔ اگر حضرت عمرؓ پر کوئی بھی اعتراض کرے جو مجھ پر کیا جاتا ہے کہ وہ کام کرتا ہے جو بزرگوں نے نہیں کیا تو جو جواب اس کا حضرت عمرؓ کی طرف سے ہو گا وہ اس عمر کی یعنی میری طرف سے بھی خیال کر لیا جائے وہ جواب یہی ہے کہ ان حضرات کے زمانہ میں ضرورت نہ تھی اب ضرورت ہے تعزیر کی روک ٹوک کی سیاست کی۔

ملفوظ ۲۴۰: غیر مقلدی کا انجام سرکشی اور گستاخی

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فقہاء رحمۃ اللہ علیہ نہ ہوتے تو سب بھٹکتے پھرتے وہ حضرات تمام دین کو مدون فرما گئے فرمایا واقعی اندھیر ہوتا یہ غیر مقلد بڑے مدعی ہیں اجتہاد کے۔ ہر شخص ان میں کا اپنے کو مجتہد خیال کرتا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اس کے موازنہ کی آسان صورت یہ ہے کہ قرآن وحدیث سے تم بھی استنباط کرو۔ ان مسائل کو جو فقہاء کی کتابوں میں تم نے نہ دیکھے ہوں اور پھر فقہاء کے استنباط کئے ہوئے انہی مسائل سے موازنہ کرو۔ معلوم ہو جائیگا کہ کیا فرق ہے کام کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کام کس طرح ہوتا ہے فرمایا کہ یہ غیر مقلدی نہایت خطرناک چیز ہے اس کا انجام سرکشی اور بزرگوں کی شان میں گستاخی یہ اس کا اولین قدم ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک شخص دہلی آیا تھا اس وقت دہلی میں گورنمنٹ نے جامع مسجد میں وعظ کہنے کی ممانعت کر دی تھی بہت جھگڑے فساد ہو چکے تھے۔ اس شخص کی کوشش سے وعظ کی بندش ٹوٹ گئی اس نے خود وعظ کہنا شروع کیا اس کا عقیدہ تھا کہ نماز تو فرض ہے مگر وقت شرط نہیں میں نے بھی اسکا وعظ سنا تھا بڑا ایکا اور کٹر غیر مقلد تھا وعظ میں کہا تھا:

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ۔

اور ترجمہ یہ کیا تھا کہ کر دی ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار یعنی صرف کی اور پیچھے ایک دیوار یعنی نحو کی۔ اور چھالیا ہم نے ان کو یعنی منطق سے پس ہو گئے وہ اندھے یعنی ان علوم میں پڑ کر حقیقت سے بے خبر ہو گئے۔ غرضیکہ صرف و نحو و منطق کو بدعت کہتا تھا مگر ایک جماعت اس کے ساتھ اور اس کی ہم عقیدہ ہو گئی تھی یہ حالت ہے عوام کی ان پر بھروسہ کر کے کسی کام کو کرنا سخت نادانی اور غفلت کی بات ہے ان کے نہ عقائد کا اعتبار نہ ان کی محبت کا اعتبار نہ مخالفت کا اعتبار۔ جو جی میں آیا کر لیا جس کے چاہے معتقد ہو گئے۔

دہلی جیسی جگہ کہ وہ اہل علم کا گھر ہے بڑے بڑے علماء بزرگان دین کا مرکز رہا ہے مگر جہالت کا پھر بھی بازار گرم اور کھلا ہوا ہے کیا اعتبار کیا جائے کسی کا۔ وقت پر حقیقت کھلتی ہے جب کوئی کام آ کر پڑتا ہے یا ایسا کوئی راہزن دین کا ڈاکو گمراہ کرنے کھڑا ہو جاتا ہے ہزاروں برساتی مینڈک کی طرح نکل کر ساتھ ہو لیتے ہیں۔

ملفوظ ۲۴۱: مجذوب اور مجنوں میں امتیاز

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجذوب اور مجنوں میں آجکل امتیاز مشکل ہو گیا۔ فرمایا بالکل صحیح ہے کوئی مجذوب ہوتا ہے کوئی مجنوں ہوتا ہے اہل ادراک کو پہچان ہوتی ہے اس پر ایک واقعہ یاد آیا کہ بزرگوں سے سنا ہے کہ دیوبند میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ مجذوبین کی جماعت کے سردار تھے جس کی تائید بھی ایک واقعہ سے ہوتی کہ ایک ولایتی مجذوب دیوبند میں وارد ہوئے اور چھتہ کی مسجد میں ٹھہرے مگر ٹھہرنے سے

حضرت مولانا سے اجازت لی۔

پھر فرمایا کہ ہم لوگ طالب علم ان مجذوب سے بعض کفار کیلئے بد دعا کرایا کرتے تھے مگر وہ کبھی جواب نہ دیتے صرف یہ کہہ دیتے کہ خیر باشد خیر باشد پھر وہ مر گئے۔

بعد میں اپنے بعض بزرگوں سے معلوم ہوا کہ وہ بعض کفار کے طرفدار تھے اس طرفداری پر فرمایا کہ مجذوبین کی مثال ملائکہ کی سی ہے کہ وہ کفار کی بھی تربیت کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ وہ گو اس عالم کے اعتبار سے بے سمجھ ہوتے ہیں مگر ان کو اس سمجھ کی ضرورت نہیں دوسری سمجھ کی ضرورت ہے وہ ان میں ہوتی ہے اور میں نے جو اس عالم کے اعتبار سے سمجھ کی نفی کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس جماعت میں عقل نہیں ہوتی گو حواس درست ہوں جیسے گھوڑے میں مثلاً عقل نہیں ہوتی مگر حواس ہوتے ہیں۔ یا بچہ کی مثال بلوغ سے پہلے کہ اس وقت عقل نہیں ہوتی مگر حواس ہوتے ہیں تو سلامت حواس مجذوبیت کے منافی نہیں۔ نہ اس سلامت حواس پر نماز وغیرہ کے فرض ہونے کا مدار ہوتا ہے اس کی فرضیت کیلئے عقل شرط ہے پس مجنوں اسی طرح مجذوب عقل نہ ہونے کی وجہ سے احکام شرع کا مکلف نہیں ہوتا باقی ان دونوں جماعت میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ یہ بہت ہی نازک مقام ہے کہ ہر مجذوب اور مجنوں میں فرق کر لیا جائے مگر اس کا ظنی معیار یہ ہے کہ اس مجذوب کے زمانہ کے صلحاء اتقیاء کا جو برتاؤ اس کے متعلق ہو وہ معتبر ہے۔

عوام کا خیال اس بارہ میں معتبر نہیں۔ یعنی اس زمانہ کے مشائخ جو اس کیساتھ برتاؤ کریں احترام کا یا اعراض کا وہی دوسروں کو کرنا چاہئے اپنی رائے سے عوام کچھ نہ کریں

پھر اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اول تو اس جماعت سے کوئی امید نہیں نفع کی نہیں رکھنا چاہئے حتی الامکان ان لوگوں سے الگ ہی رہنا مناسب ہے کیونکہ ان کو عقل تو ہوتی نہیں اس لئے ان سے اندیشہ ضرر ہی کا غالب ہوتا ہے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس کی حقیقت کیا ہے یہ مجذوب کیسے

ہو جاتے ہیں فرمایا کہ حقیقت اس کی یہ ہے کہ کوئی وارد ایسا قوی ہوتا ہے جس سے عقل مسلوب ہو جاتی ہے اور یہ سب مجاہدہ ہی کی برکت ہے کہ یہ درجہ نصیب ہو جاتا ہے پہلے سے کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ یہ کرتے کیا تھے اسی وارد سے پیالہ جھلک گیا تب سب نے دیکھ لیا یہ حقیقت ہے مجذوبیت کی اور یہی مجذوب ہیں جن کے سپرد کارخانہ تکوینیہ ہے اور اس کے انتظام کے ذمہ دار ہیں۔ باقی جو اہل ارشاد ہیں وہ نائب رسول ہیں وارثان پیغمبر ہیں۔ ان کی شان کہیں ارفع واعلیٰ ہے۔ اصل چیز اللہ رسول کی اطاعت ہے باقی کشف وکرامات وغیرہ یہ چیزیں کوئی کمال نہیں ایسے عجائب اہل باطل سے بھی صادر ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ امریکہ یا جرمن میں ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہوا وہ اس کو بہت چاہتا تھا اس لئے اس کو خیال ہوا کہ دفن سے پہلے اس کا فوٹو لے لیا جائے تاکہ دل بہلانے کا مشغلہ باقی رہے اس نے فوٹو لیا بجائے ایک فوٹو کے پانچ فوٹو آ گئے ایک تو اس کی بیوی کا تھا اور چار اور تھے پھر ان چار میں دو کو تو پہچانا وہ بھی مردہ تھے اور دو کو نہیں پہچانا۔ انہوں نے اس سے یہ تحقیق کی ہے کہ اور روحیں وہاں موجود تھیں ان کا فوٹو آ گیا ہے مگر نہایت عجیب بات ہے کہ غیر مرئی کا فوٹو آ کیسے گیا۔ دیکھئے! یہ چیزیں اہل باطل بھی کر لیتے ہیں اس لئے اہل حق نے کہا ہے کہ اطاعت اللہ ورسول کی ہی اصل چیز ہے۔

۱۰ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۲۴۲: حضرتؒ کی زندگی میں حضرتؒ کی کتابوں کا پھیل جانا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ ایک شخص نے غیر جوابی خط لکھا تھا اس میں لکھا تھا کہ خدا کا خوف کرو۔ اس قدر دین فروش مت بنو اتنا تو روپیہ کمایا کتابیں چھاپ چھاپ کر۔ اور پھر بھی قناعت نہیں وہ یہی سمجھ رہا ہے کہ کتابوں کی آمدنی اس کو ملتی ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! یہ بہت دن کی بات ہے یا ابھی کی فرمایا بہت دن کی ہے اور اگر ابھی کی ہوتی تب بھی کون سا گناہ کا کام تھا۔

پھر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس قدر دین کا کام ہو گیا اگر میں تجارت کرتا کوئی گناہ کا کام نہ تھا مگر اس مشغلہ میں تو اس قدر رسائل نہ ہوتے۔ پھر بطور شکر فرمایا کہ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ کسی کا کلام اس کی حیات میں اس قدر شائع ہوا ہو۔

ملفوظ ۲۴۳: مسلمانوں کے دوزخ میں جانیکی صورت

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دوزخ کفار بھی جائیں گے اور اعمال بد کی وجہ سے مسلمان بھی۔ تو فرق کیا ہوگا مسلم اور کافر کے عذاب میں۔ فرمایا کہنے کی تو بات نہیں مگر آپ نے سوال کیا ہے اس لئے کہنی پڑی۔ مومنین کے بارہ میں مسلم کی حدیث ہے اماتهم الله اماتة اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ جہنم میں مسلمانوں کو عذاب کا احساس نہ ہوگا لیکن کفار کے برابر نہیں ہوگا اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کلورافارم سنگھا آپریشن کیا جاتا ہے پھر آپریشن کی بھی دو قسمیں ہیں ایک سخت اور ایک ہلکا۔ بعض دفعہ بہت ہی ہلکا آپریشن ہوتا ہے اس لئے ہلکا کلورافارم کافی ہوتا ہے یہی صورت مسلمانوں کے ساتھ دوزخ میں پیش آئیگی عرض کیا گیا کہ حضرت کے یہاں تو بشارت ہی بشارت ہے فرمایا کہ خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان صورت جہنم میں جائیں گے حقیقت جہنم میں نہ جائیں گے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ کفار جہنم میں تعذیب کے لئے جہنم میں جائیں گے اسلئے ان کو عذاب کا احساس شدید ہوگا اور مسلمان محض تہذیب کیلئے جہنم میں جائیں گے ان کو عذاب کا احساس اس قدر نہ ہوگا جہنم مسلمانوں کے لئے مثل حمام کے ہے وہ اس میں پاک صاف کئے جائیں گے گو تکلیف حمام کے تیز پانی سے بھی ہوتی ہے تیسرا فرق یہ ہے کہ مسلمانوں سے وعدہ انقطاع عذاب کا ہے یہ وعدہ عذاب کا زیادہ احساس نہ ہونے دیگا۔ اس کو اس مثال سے سمجھ لیجئے گا۔

جیسے میعادی قیدی کا ایک وقت آرام کا ہوتا ہے اور ایک وقت کام کا۔ یہ دونوں حالتیں قید ہی میں ہوتی ہیں تو ایک وقت ہلکا ہوا اور ایک وقت بھاری اس سے بھی آگے توسیع کرتا ہوں۔ ایک وقت قید ہی کی حالت میں سونے کا ہوتا ہے جس میں کچھ بھی احساس نہیں ہوتا کہ میں کہاں ہوں اور کیا مجھ پر عذاب ہے ذرہ برابر بھی محسوس نہیں ہوتا پھر ایک وقت رہائی کا ہوتا ہے کہ وہ قید خانہ کی کلفت کو کم کر دیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جی ڈرتا ہے جی چاہتا نہیں ایسی باتیں کہنے کو۔ محض اس خیال سے کہ کہیں لوگ جری نہ ہو جائیں مگر جب حدیث میں ہے کیا اخفا کیا جائے۔ غرض یہ گھڑت نہیں ہے بلکہ نصوص میں ہے اور وہ بھی مسلم میں جو اصح الکتاب ہے۔

ملفوظ ۲۴۴: آجکل کے لیڈر اور شہرت مال کا نشہ

فرمایا! کہ آجکل جو مقتداء اور پیشوا کہلاتے ہیں چاہے وہ مذہبی ہوں یعنی علماء یا درویش یا سیاسی ہوں لیڈر شب و روز اکثر ان کو یہ فکر ہے کہ شہرت ہو مال حاصل ہو بعضے یہ بھی سمجھتے ہیں کہ جتنا بڑا مالدار اتنا ہی بڑا عاقل۔ حالانکہ یہ خیال ان کا غلط ہے۔ البتہ ایسا شخص آکل تو ہو گا مگر عاقل ہونا ضرور نہیں۔ ہر وقت اکل کی فکر ہے عقل کی ایک بات بھی نہیں۔ بلکہ اس بے عقل ہونے کے متعلق خود مالداروں کا اقرار ہے میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس سو روپیہ ہوں تو اس کو ایک بوتل کا نشہ ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نشہ میں عقل نہیں رہتی۔ اگر کسی کے پاس ایک ہزار روپیہ ہے تو اس کو دس بوتلوں کا نشہ ہوا پھر عقل کا وہاں کیا کام۔ دین کی باتوں کیلئے تو مؤذن اور ملا ہی کی ماننی چاہئے۔ ان کی ہی رائے معتبر ہے۔

ملفوظ ۲۴۵: اعمال حسنہ کے اندر ابتداء میں نیت کر لینا کافی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ افعال اختیاریہ میں صرف ابتداء میں ارادہ کرنا پڑتا ہے۔ پھر اس فعل میں اگر امتداد ہو تو ہر جزو پر نیت کی حاجت نہیں ہوتی البتہ تضاد (یعنی اس کے خلاف) کی نیت نہ ہونا شرط ہے۔ جیسے کوئی شخص بازار جانا چاہے تو اول قدم پر تو قصد کرنا پڑے گا پھر چاہے کتاب دیکھتے ہوئے یا باتیں کرتے ہوئے چلے جاؤ ہر قدم پر قصد کی ضرورت نہیں۔

دوسری مثال سے سمجھ لیجئے کوئی ستار بجا رہا ہے اول مرتبہ تو قصد کی ضرورت ہے پھر خود بخود انگلیاں چلتی رہتی ہیں بلکہ اگر ہر قرع پر مستقل قصد کیا جائے تو خوش نمائی کے ساتھ بجانے میں کامیابی بھی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح گفتگو ہے اگر ہر فقرہ پر ارادہ کرے تو فرمایئے کہ گفتگو میں کامیاب ہو سکتا ہے؟ ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پس اسی طرح اعمال حسنہ ممتدہ میں اگر ہر جزو

پر نیت مستقل نہ ہوتو وہم میں نہ پڑنا چاہئے۔

ملفوظ ۲۴۶: ملکات رذیلہ اپنی ذات میں مذموم نہیں

فرمایا! کہ ملکات رذیلہ اپنی ذات میں مذموم نہیں ہوتے مثلاً شہوت ہے کیا وہ اپنی ذات میں مذموم ہے ہرگز نہیں مولانا نے اس ہی مضمون کوفرمایا ہے ؎

شہوت دنیا مثال گلخن ست ☆ کہ ازوحمام تقویٰ روشن ست

ترجمہ: شہوت دنیا مثل بھٹی کے ہے کہ اس سے تقویٰ کا حمام گرم ہوتا ہے۔

بلکہ جس شخص کی شہوت قوی ہے اس کے مقاومت سے زیادہ نور پیدا ہوتا ہے اور جس کی قوت شہوت کمزور ہے اس کی مقاومت سے وہ نور نہیں پیدا ہوتا تو مدار قرب خداوندی کا افعال اختیار یہ ہوئے جہاں اختیار کا زیادہ استعمال کیا گیا وہاں قرب زیادہ ہوا پھر فرمایا یہاں پر ایک شبہ ہوسکتا ہے وہ یہ کہ نبوت بھی تو افعال اختیار یہ میں سے نہیں حالانکہ اس پر جو قرب ہوتا ہے وہ کسی فعل اختیاری پر بھی نصیب نہیں ہوسکتا۔ ازالہ اس شبہ کا یہ ہے کہ میں جو قرب کا مدار افعال اختیار یہ کو کہتا ہوں مراد مطلق قرب نہیں بلکہ خاص وہ قرب ہے جو مامور بالتحصیل ہے اور نبوت سے جو قرب ہوتا ہے وہ مامور بالتحصیل نہیں وہ قرب موہوب ہے اس کا مدار محض موہوبت ہے اختیار اور اکتساب نہیں۔

حاصل یہ کہ نبوت بھی موہوب۔ اس پر جو قرب ہے وہ بھی موہوب۔ نہ نبوت افعال اختیار یہ میں سے نہ اس کا قرب مسبب افعال اختیار یہ سے ہے اب بحمد اللہ اس کی حقیقت سمجھ میں آ گئی ہوگی۔ بعض فلاسفہ کا خیال ہے کہ ہم اعمال کے ذریعہ سے انبیاء سے بڑھ سکتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔ جو چیز موہوب ہے وہ کسب سے حاصل نہیں ہوسکتی فرمایا اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص عمدہ لباس اور اچھا زیور پہن کر یہ دعویٰ کرے کہ میں فلاں حسین سے زیادہ خوبصورت ہوں اس کا یہ دعویٰ غلط ہوگا اس لئے کہ خداداحسن کا مقابلہ ان خارجی چیزوں سے نہیں ہوسکتا اگر چہ کتنا ہی سنگار اور بناؤ کیا جائے خوب فرماتے ہیں ؎

دلفریباں نباتی ہمہ زیور بستند ☆ دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

﴿محبوبان مجازی سب بناؤ سنگار کے محتاج ہیں۔ ہمارا محبوب وہ ہے جس کو حسن خداداد حاصل ہے﴾۔

زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی ست ☆ بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبارا

﴿حسن یار کو ہمارے عشق ناتمام کی کوئی ضرورت نہیں۔ حسین چہرہ کو بناؤ سنگار کی ضرورت ہی کیا ہے﴾۔

اگر اعمال اور کسب پر اس کا انحصار ہوتا تو میں پوچھتا ہوں کہ انبیاء نے کون سا عمل کیا تھا جس کے صلہ میں نبوت ملی اس قسم کے غلو ہوئے جہلاء کو۔

۱۱ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

ملفوظ ۲۴۷: ایک صاحب کو پیشین گوئیوں کا مرض

فرمایا! کہ ایک صاحب کو پیشین گوئیوں کا بہت مرض ہے ان کے متعلق ایک صاحب کا خط آیا ہے اور دریافت کیا ہے کہ فلاں صاحب نے آپ کے متعلق جو پیشین گوئی کی تھی وہ کیا ہے اور پوری ہوئی یا نہیں؟ حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تعجب ہے پیشین گوئی تو کریں فلاں صاحب اور دریافت فرمائیں مجھ سے انہیں سے پوچھیئے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کے مدرسہ دیوبند کی سرپرستی سے استعفیٰ دینے کی خبر تھی اس کی ان صاحب نے پیشین گوئی کی تھی۔ غالباً یہ وہ ہے حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ جب استعفیٰ کے بعد خبر دی یہ تو پس گوئی ہوئی پیشین گوئی تو نہ ہوئی۔

ملفوظ ۲۴۸: حضرت گنگوہیؒ اور احمد رضا خاں

فرمایا! کہ امیر شاہ خان صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب مرحوم سے حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی احمد رضا خاں صاحب کے رسائل آیا کرتے

ہیں کہیں سے سناؤ تو کوئی حق بات اگر اس میں ہوگی تو مان لیں گے مولوی یحیٰی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ان میں تو گالیاں ہی گالیاں ہیں فرمایا کہ دور کی گالیاں لگا نہیں کرتیں سناؤ تو مولوی صاحب نے عرض کیا کہ میں تو نہیں سنا سکتا خاموش ہو گئے۔

اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ رے بے نفسی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی۔ کہ ایسے مخالف اور مقابل سے حق بات قبول کرنے میں بھی استنکاف (عار) نہیں بلکہ اس کا اہتمام فرمایا۔

ملفوظ ۲۴۹: خشوع کے حاصل کرنے کا طریقہ

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خشوع کیسے حاصل ہو۔ فرمایا کہ خشوع کی حقیقت شرعیہ اس کی حقیقت لغویہ ہی کی ایک فرد ہے یعنی یہ ایک لغت ہے جس کے معنی ہیں سکون۔ پس قلب کے سکون کو خشوع کہتے ہیں اور سکون قلب مقابل ہے قلب کی حرکت کے۔ اور یہ حرکت قلب کی وہی ہے جس کو منطقی حرکت فکریہ کہتے ہیں۔ پس اس حرکت کا مقابل یہ ہے کہ فکر میں حرکت نہ ہو بلکہ سکون ہو یعنی افکار میں حرکت نہ کرے یہ نہایت مناسب عنوان ہے اس عنوان سے مسئلہ کا اختیاری ہونا ظاہر ہوتا ہے آگے افکار میں حرکت نہ کرنیکا طریقہ قابل تحقیق رہ گیا۔

سو وہ طریقہ یہ ہے کہ ایک محمود شے کی طرف متوجہ ہو جائے اس سے دوسری حرکات غیر محمودہ بند ہو جائیں گی۔ یہ تجربہ ہے اس سے یکسوئی ہو جاتی ہے پھر یہ کہ وہ شے کیا ہے سو اس کے طرق متعدد ہیں مثلاً یہ سوچ لے کہ خانہ کعبہ سامنے ہے۔ یا اگر الفاظ کی طرف توجہ آسان ہو یہ کر لے۔ یا معانی کی طرف توجہ کرے یا اگر ذات بحت ﴿یعنی حق تعالیٰ کی ذات﴾ کی طرف توجہ ہو سکے تو سب سے اولیٰ ہے۔ اب سوال یہ رہا کہ جس چیز کی طرف بھی توجہ کرنا ہو توجہ کس درجہ کی رکھے جس سے خطرات نہ آویں سو اس کے متعلق تجربہ سے معلوم ہوا کہ زیادہ کنج وکاؤ (کھودو کرید) کرنا موجب ثقل ہے معتدل توجہ کافی ہے۔ جس کا درجہ ایک مثال سے بیان کرتا ہوں اور وہ بالکل الدین یسر (دین آسان ہے) کے مطابق ہے باقی اس سے زائد عسر (تنگی میں پڑنا) ہے۔ سو عسر

کے لئے حدیث میں لن تحصوا فرمایا ہے یعنی اس پر عادۃً قدرت نہیں ہے وہ مثال یہ ہے کہ ایک کچا حافظ ہے اس کو استاد کا حکم ہوا کہ نفلوں میں قرآن شریف سناؤ یہ حافظ سنانے کے وقت یقیناً بے توجہی سے تو ہرگز نہ پڑھے گا کیونکہ یاد نہیں سوچ کر پڑھے گا۔ لیکن اس درجہ کی سوچ بھی نہ ہوگی کہ دوسری شے کا بالکل تصور ہی نہ آئے بلکہ یہ توجہ اوسط درجہ کی ہوگی کہ نہ غفلت ہوگی اور نہ ایسی کاوش کہ اس کا غیر بالکل ہی ذہن میں نہ آئے بس ایسی توجہ عبادت میں تحقق خشوع کے لئے کافی ہے اگر اسی درجہ خشوع کا انتظام واہتمام ہو جائے تو بس مامور بہ ادا ہو گیا ورنہ حدیث من شاق شاق اللّٰه علیه ﴿جو شخص اپنے اوپر مشقت ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو مشقت میں مبتلا فرما دیتے ہیں﴾ کا مصداق ہوگا اب اگر اس درجہ کے ساتھ دوسرے وساوس مستحضر بھی ہو جائیں تو مضر نہیں لیکن غیر مامور بہ کا یہ استحضار اس نے نہیں کیا یہ اس کا فعل نہیں لہذا یہ اس کا مکلف بھی نہیں۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے آنکھ سے کسی خاص لفظ کو قصداً دیکھیں تو اس کے ساتھ اس کے ماحول پر بھی ضرور نظر جاتی ہے مگر چونکہ یہ نظر قصداً نہیں اس لئے یہی کہیں گے کہ فلاں لفظ خاص دیکھا۔ ماحول کو خود نہیں دیکھا۔ بلکہ نظر آ گیا تو جیسے یہ انتشار شعاع بصر میں ہوتا ہے اسی طرح بصیرت میں بھی ہوتا ہے کہ قصد تو ایک خاص چیز کی طرف ہے مگر بلا قصد دوسری چیز پر نگاہ جا پڑی۔

ایک مرتبہ اس مضمون کو میں نے امروہہ کے وعظ میں بہت بسط سے بیان کیا تھا لوگ بہت منتفع اور مسرور ہوئے تھے۔ سو علم تو اس مسئلہ کا کافی طور پر ہو گیا آگے عمل کی ضرورت ہے۔ بہت سے سالک اس میں مبتلا ہیں کہ تدبیر معلوم ہے اور عمل نہیں کرتے۔ اس معلوم ہو جانے ہی کو گویا حصول مقصود سمجھتے ہیں حتیٰ کہ بہت سے مشائخ اس بلا میں مبتلا ہیں کہ تدبیر جانتے ہیں اور خود عمل نہیں کرتے مگر ہم ایسی تدبیر کو لے کر کیا چولہے میں ڈالیں جب عمل ہی نہیں۔

ملفوظ ۲۵۰: فاتحہ خلف الامام نہ جہری میں نہ سری میں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ بعض علماء غیر حنفیہ نے لکھا ہے کہ صلوٰۃ جہری میں مقتدی کا فاتحہ پڑھنا حماقت ہے لیکن سری میں پڑھنا چاہئے کیونکہ سکوت شرعاً عبادت نہیں۔ فرمایا کہ ہم کو

یہ تسلیم نہیں کیونکہ یہ سکوت مامور بہ ہے اور امتثال مامور بہ عبادت ہے نیز یہ ایسا سکوت نہیں جو عمل نہ ہو بلکہ کف عن الکلام (کلام سے رکنا) ہے اور کف عمل ہے پس اس کے عبادت ہونے میں کچھ غبار نہیں جیسے کف عن المناہی عبادت ہے (گناہوں سے روکنا)۔

ملفوظ ۲۵۱: مسمر یزم کے چند کرشمے

فرمایا! کہ چیونٹیاں جو مٹھائی وغیرہ پر چڑھتی ہیں اگر سانس روک کر وہ شے رکھی جائے تو اس پر چیونٹیاں نہیں چڑھتیں میں نے خود اس کا تجربہ کیا ہے یہ عمل بھی مسمر یزم کی ایک قسم ہے ایسے اعمال میں اصل فاعل عامل کی قوت خیالیہ ہے اور خیال کی قوت مسلم ہے میں نے بلا واسطہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ ایک شخص کو یہ خیال ہوتا تھا کہ شیر آیا اور کمر پر پنجہ مار گیا۔ اس کے اس خیال سے پنجہ کا نشان کمر پر ہو جاتا تھا اور اس سے خون گرتا تھا مسمر یزم کی حقیقت یہی ہے باقی ارواح کا آنا وغیرہ سب فضول دعوی ہیں یہ سب صرف خیال کی کرشمہ کاریاں ہیں۔

ایک مرتبہ کانپور میں مسمر یزم کے جاننے والے آئے انہوں نے میرے سامنے بعض افعال میز کے ذریعے دکھلائے اول جلسہ میں تو میں کچھ نہیں سمجھا دوسرے جلسہ میں ایک دلیل سے سمجھ میں آ گیا کہ یہ ارواح کا تصرف نہیں محض خیال کے افعال ہیں۔ پھر تیسرے جلسہ میں بطور دلیل الزامی کے میں نے خود زبان سے یہ کہا کہ اگر میز کے اندر روح آتی ہے تو ایک بار پایہ اٹھ جائے اور اگر روح نہ آتی ہو تو دوبارہ اٹھ جائے سو دوبارہ پایہ اٹھا تب میں نے دیکھنے والوں سے کہا کہ دیکھو ان ہی کے قاعدہ سے ارواح کا آنا باطل ثابت ہوا۔ یہ سب خیالی باتیں ہیں۔

ملفوظ ۲۵۲: امام صاحبؒ کی تکفیر مسلم میں احتیاط اور ذہانت

فرمایا! کہ امام صاحب کی مجلس میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کوئی کافر جہنم میں نہ جائیگا اس کا کیا حکم ہے امام صاحب نے شاگردوں سے فرمایا کہ جواب دو۔ سب نے عرض کیا کہ یہ شخص کافر ہے اور نصوص کا مکذب ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ تاویل کرو عرض

کیا کہ ناممکن ہے فرمایا یہ تاویل ہے کہ جہنم میں جانے کے وقت کوئی شخص اس وقت کافر نہ ہوگا یعنی لغوی کافر بلکہ مومن لغوی ہوگا گو شرعی کافر ہو کیونکہ اس وقت حقائق کا انکشاف اس پر ہو جائے گا تو کسی امر واقعی کا اس وقت منکر نہ ہوگا ھٰذِہٖ جَھَنَّمُ الَّتِیْ یُکَذِّبُ بِھَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم لوگ جھٹلاتے تھے﴾ بلکہ بعض جہنم کے انکشافات کا فر کو زائد ہونگے مومن کو نہیں ہوں گے جو کہ برق خاطف (چمکنے والی بجلی) کی طرح گزر گیا۔ کیا ٹھکانہ ہے امام صاحب کی ذہانت کا اور احتیاط کا۔

ملفوظ ۲۵۳: کرامت استدراج میں فرق

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کسی خارق (کرامت) کے بعد قلب میں زیادت تعلق مع اللہ محسوس ہو تب تو وہ کرامت ہے اور اگر اس میں زیادت محسوس نہ ہو تو نا قابل اعتناء (توجہ) ہے اور یہ جو آجکل مخترع کشف وکرامت کی بناء پر پیروں کو مریداں می پرانند کا مصداق بناتے ہیں اور لوگوں کو پھنساتے ہیں بالکل ہی واہیات بات ہے۔

اسی سلسلہ میں ایک واقعہ بیان کیا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ایک بدوی نفاع نام معتقد تھا اس نے ایک بار کہلا کر بھیجا کہ لڑائی میں میرے گولی لگ گئی ہے تکلیف ہے دعا کیجئے نکل جائے اس کا بیان ہے کہ دوسرے دن حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور زخم میں انگلی ڈال کر گولی نکال لی۔ حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے سن کر فرمایا کہ مجھے پتہ بھی نہیں نیز بعض اوقات خارق استدراج (ڈھیل) ہوتا ہے اور استدراج کے بعد نفس میں تکبر ہوتا ہے بس ایسے اشتباہ کی حالت میں اگر کوئی چیز راحت اور آرام کی ہے تو وہ ذکر اللہ میں مشغول رہنا ہے اور گمنامی اور اپنے کو فنا کر دینا اور مٹا دینا اس ہی میں لطف ہے بدوں اس کے چین ملنا مشکل ہے مولانا فرماتے ہیں

ہیچ کنجے بے ددو بے دام نیست ☆ جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

اور کرامت واستدراج میں ایک ظاہر فرق یہ ہے کہ صاحب کرامت متصف بالایمان والعباد وغیرہ ہوگا۔ اور صاحب استدراج افعال منکرہ میں مبتلا ہوگا اور پہلا فرق جو مذکور ہوا انکسار و تکبر وغیرہ کا وہ اثر کے اعتبار سے ہے۔

ملفوظ ۲۵۴: حضرت شاہ ولی اللہ کا قول شق القمر کے بارے میں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ شق قمر کا معجزہ علامات قیامت سے ہے اس میں وقوع کا انکار نہیں بلکہ معجزہ نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے طلوع شمس من المغرب۔ حضرت ﷺ کا معجزہ نہیں بلکہ علامات قیامت ہے ایسے ہی شق القمر بھی معجزہ نہیں بلکہ علامات قرب قیامت سے ہے جیسے آیت میں اقتراب ساعت کے اقتران سے مفہوم بھی ہوتا ہے اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔ ترجمہ: قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔

ملفوظ ۲۵۵: خلف فی الوعید بھی ممتنع ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا! کہ کذب اخبار میں ہوتا ہے انشاءات میں نہیں ہوتا اور وعید انشا ہے اگر صیغہ اخبار کا بھی ہو وہ محض صورۃً ہے معنی انشاء ہی میں داخل ہے اسی سے بعض لوگوں نے کہہ دیا ولو خلافاً للجمہور کہ خلف فی الوعید وقوعاً بھی جائز ہے اور اس پر جو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ قول بوقوع الکذب ہے اس کا یہی جواب دیا ہے کہ کذب اخبار میں ہوتا ہے اور وعید صورتاً اخبار ہے ورنہ حقیقت میں انشاء ہے مگر جمہور کے لئے قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ یَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ۔
"یہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کبھی اپنا وعدہ خلاف نہ کریگا"۔

یہاں وعدہ سے مراد یقیناً وعید ہے بقرینہ ذکر العذاب تو قرآن کی نص سے خلف فی الوعید کا ممتنع ہونا معلوم ہو گیا۔

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۲۵۶: رخصتوں پر عمل

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو کھانسی کی بڑی تکلیف ہے اور رمضان شریف میں یہ اس قسم کی تکلیف ہے جیسے کھانسی زکام وغیرہ ذرا دیر سے اچھی ہوتی ہے اور وجہ یہ بیان کی کہ روزہ کے سبب وقت بے وقت کھانے پینے کا کچھ نہ کچھ اثر ہوتا ہی ہے اس پر فرمایا: ان

اللّٰہ یحب ان یؤتی رخصہ : کما یحب ان یؤتی عزائمہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس طرح اصل اعمال کی بجا آوری کو محبوب رکھتے ہیں اگر کسی عذر کی

وجہ سے کوئی رعایت شرع میں دے گئی ہو اس پر عمل کرنے کو بھی محبوب رکھتے ہیں"۔

جامع صغیر میں یہ روایت ہے اس روایت سے افطار کی بھی ہمت ہوگئی کہ اگر طبیب

شرعی فتویٰ دیدے تو میں افطار کردوں اس لئے مجھ کو تکلیف سے تنگی نہیں۔

ملفوظ ۲۵۷: سماع اور اس کے نفسانی اثرات کی تحقیق

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آداب سماع میں لکھا ہے کہ مجلس میں کوئی شخص دوسرے

مذاق کا نہ ہو ورنہ قلب میں تنگی اور اس سے وجد و حال میں رکاوٹ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہر شخص

کے سامنے بولنے کو میرا دل نہیں کھلتا۔ اب لوگوں نے سماع کو تماشا بنالیا ہے حتیٰ کہ لہو ولعب تک

نوبت پہنچ گئی۔

ایک مرتبہ بریلی میں ایک عرس کے موقع پر کلکٹر اور سپرنٹنڈنٹ کو مجلس سماع میں

بلایا گیا۔ سپرنٹنڈنٹ نے کلکٹر سے کہا کہ میرے بدن میں تو سنسناہٹ معلوم ہوتی ہے کلکٹر نے بھی

کہا میری بھی یہی حالت ہے آخر دونوں اٹھ کر چلے گئے۔ اب لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو انگریزوں

بھی اثر ہوا۔ میں نے سن کر کہا کہ یہ نفسانی اثر ہے اس میں مومن کی بھی تخصیص نہیں چنانچہ سانپ

بھی بین کا اثر ہوتا ہے یہ تو چیز ہی ایسی ہے آخر شارع کی کوئی تو حکمت ہے کہ ایسی چیزوں

ممانعت فرمائی گئی وہ حکمت یہی اثر نفسانی ہے۔ ایک صاحب نے مجھ سے ایک حکایت بیان

تھی کہ ایک باغ والے نے باغ میں سیٹی بجائی ہرنی وحشی اس آواز سے اس طرح مدہوش

ہو کر پاس آ کھڑی ہوئی اسکے بعد بطور لطیفہ کے فرمایا کہ اثر سماع کیلئے غزال ہونا بھی کافی

غزالی ہونے کی ضرورت نہیں۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حدیث قرآن شریف سن کر جو کیفیت پیدا ہو

کیسی ہے فرمایا کہ دیکھنا یہ ہے کہ حدود کے اندر ہے یا باہر۔

لوگ ایسی باتوں میں یا ایسے معاملات میں بوجہ بے خبری کے حقیقت کو نہیں پہنچتے اسباب کو دیکھتے ہیں آثار کو نہیں دیکھتے۔ اسباب کا دیکھنا نہیں۔ بلکہ دیکھنا آثار کا ہے جیسے اگر کوئی مجلد اور ضخیم قرآن شریف سے کسی کو ہلاک کر دے کیا یہ جائز ہو جائیگا۔ اب اگر قرآن شریف سن کر نفسانی کیفیت پیدا ہو تو وہ محمود نہ ہوگی۔

مثلاً کسی امرد سے قرآن شریف سنا اس کی آواز یا صورت سے قلب میں ایک کیفیت پیدا ہوئی تو یہاں اسباب کو نہ دیکھیں گے آثار کو دیکھیں گے اور ظاہر ہے کہ وہ کیفیت یقیناً نفسانی ہوگی۔ ایسے ہی سماع کو سمجھ لیا جائے اس کی بھی حدود ہیں ہر شخص کو جائز نہیں جیسا کہ آجکل ہر کس و ناکس کو اس میں ابتلاء ہے شیخ شیرازی اسی فرق کو کہتے ہیں کہ

سماع اے برادر بگویم کہ چیست ☆ مگر مستمع را بدانم کہ کیست

﴿اے بھائی سماع کا حکم تو میں تم کو بتاؤں کہ کیا ہے مگر (پہلے) سننے والے کو معلوم کروں کہ کون ہے۔۱۲﴾

مولانا جامی فرماتے ہیں

زندہ دلاں مردہ تناں را رواست ☆ مردہ دلاں زندہ تناں را خطاست

﴿جن کے دل (بوجہ تعلق مع اللہ کے) زندہ ہوں اور بدن مردہ ہوں ان کے لئے (سماع) جائز ہے اور جن کے دل مردہ اور تن زندہ ہوں ان کو سننا غلطی ہے۔۱۲﴾

سلطان نظام الدین قدس سرہٗ اس کیلئے چار شرائط بتاتے ہیں۔ سامع، مسمع، مسموع، آلہ سماع۔ فرماتے ہیں۔

سامع از اہل دل باشد از اہل ہوی و شہوت نباشد ☆ مسمع مرد تمام باشد زن و کودک نباشد

مسموع مضمون ہزل نباشد ☆ آلہ سماع چنگ و رباب درمیان نباشد

﴿سننے والا اہل باطن ہو۔ اہل ہوی نفسانی و اہل شہوت نہ ہو۔ سنانیوالا پورا مرد ہو عورت یا بے ریش لڑکا نہ ہو۔ سننے کی چیز کوئی بے ہودہ مضمون نہ ہو۔ آلہ سماع باجے گاجے نہ ہوں﴾۔

میں ایک بار اپنے ایک صاحب سماع بزرگ کو تلاش کرنے سلطان جی کے عرس میں قبل وقت عرس حاضر ہوا۔ میں اس وقت کانپور میں تھا ان سے ملنے دہلی آیا تھا۔ میں سمجھا کہ وہ عرس میں ملیں گے مگر اس وقت تک عرس میں آئے نہ تھے۔ میں قریب نماز ظہر کے لوٹا کہ پھر شہر میں مل لونگا وہاں چشتی ہی چشتی جمع تھے انہوں نے مجھ کو گھیرا کہ چشتی ہوکر سماع شروع ہونے کے وقت کہاں چلے۔ میں نے کہا کہ اگر میں شریک ہو جاؤں گا تو حضرت سلطان جی خفا ہو جائیں گے اور میں نے اوپر کا ملفوظ سلطان جی کا پڑھ دیا اور کہا کہ مجھ میں یہ شرائط نہیں سب نے کہا کہ تم تو اس کے اہل ہو مگر ہم اہل نہیں۔ ایسی تبلیغ ہم کو آج تک کسی نے نہیں کی تھی۔

ملفوظ ۲۵۸: پکی ہانڈی کا سنورنا مشکل ہے

فرمایا! کہ اگر پہلا امر ہی بدعتی ہو تو اول تو اس سے نکلنا مشکل اور اگر کسی صورت سے نکل بھی جائے تو اکثر اس کا اثر نہیں جاتا۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ پکی ہانڈی اگر بگڑ جائے اس کا سنورنا مشکل ہے اور از سرنو پکانا آسان ولن یصلح العطار ما افسده الدهر۔

ملفوظ ۲۵۹: تین کتابیں البیلی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تین کتابیں البیلی ہیں، قرآن شریف، بخاری شریف، مثنوی شریف ان کا کوئی ایسا ضابطہ نہیں جس سے یہ قابو میں آ جائیں البیلی کے یہی معنی ہیں۔

۱۳ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ

ملفوظ ۲۶۰: صرف ذات باری کا تصور

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ذات بحت (خالص ذات حق تعالیٰ) کا تصور کیسے ہو سکتا ہے۔ فرمایا جب مثلاً اللہ سمیع کہتے ہیں تو محمول کے اثبات کے لئے کچھ نہ کچھ تصور موضوع کا ہوتا ہی ہے بس اتنی مقدار مراقبہ کے لئے کافی ہے۔

ملفوظ ۲۶۱: عین ہونے کے معنی

عین اصطلاح صوفیاء میں وہ چیز ہے کہ کسی شے کے تابع اس طرح ہو کہ بدوں اس شے کے نہ پایا جائے پس تابع کو اس معنی کر عین متبوع کہیں گے اس لئے یوں تو کہیں گے کہ خلق عین حق ہے یوں نہ کہیں گے کہ حق عین خلق ہے الا تجوزا۔ شیخ اکبر نے فرمایا کہ ھو انت کہنا جائز ہے انت ھو کہنا جائز نہیں کیونکہ ھو شکل اول میں موضوع ہے اور محمول تابع ہوتا ہے اور صورت ثانیہ میں بالعکس عام لوگوں کے قلوب میں اصطلاحات منطق کی ہوتی ہیں اور تصوف میں بھی وہی معنی لے کر قائل کی تکفیر کرنے لگتے ہیں حالانکہ عوام الناس خود عین اس معنی میں بولتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ تم تو اپنے ہی ہو کوئی غیر نہیں ہو تو غیریت کی نفی میں عینیت کا اثبات ظاہر ہے بس اسی طرح صوفیاء کہتے ہیں پھر ان سے کیوں وحشت ہے۔

ملفوظ ۲۶۲: حضرت حاجیؒ اور علوم طریق کا اظہار

فرمایا! کہ حضرت حاجی صاحبؒ اپنے زمانہ میں حجۃ اللہ فی الارض تھے جو علوم صدیوں سے مخفی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان سے ظاہر فرما دیئے ان کی سب سے بڑی دولت طریق تربیت تھا کوئی آدمی ایسا نہ دیکھا کہ جس نے حضرت سے اپنی حالت بیان کی ہو اور اس کی پریشانی زائل نہ ہو گئی ہو۔

ملفوظ ۲۶۳: وسوسہ کیا ہے؟

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وسوسہ کیا شے ہے فرمایا کہ جو امر منکر بلا اختیار قلب پر وارد ہو جائے میں اسی کو وسوسہ سمجھتا ہوں مگر چونکہ بلا اختیار ہے اس لئے مضر نہیں۔

ملفوظ ۲۶۴: بزرگوں کے خطوط میں اشعار خلاف ادب

فرمایا! بزرگوں کو جو خطوط لکھے جائیں ان میں اشعار کا لکھنا۔ میں خلاف ادب سمجھتا ہوں۔ ہاں بطور جوش نکل جائے تو دوسری بات ہے قصداً ایسا کرنے کا حاصل یہ ہے کہ ان کو اشعار

سے متاثر کر کے کام نکالنا چاہتا ہے نیز اپنی لیاقت کا اظہار ہے طالب کا کوئی فعل معلم کے ساتھ ایسا نہ ہونا چاہئے۔

ملفوظ ۲۶۵: حضرتؒ اور توجہ اصطلاحی

فرمایا! کہ میں پہلے جب حضرت کی خدمت میں نیا نیا آیا تھا اہل طریق کی دیکھا دیکھی توجہ بھی دیا کرتا تھا۔ شاہ لطف الرسول صاحب وغیرہ توجہ میں بیٹھتے تھے اور ان پر بہت سے مخفیات منکشف بھی ہوتے تھے لیکن میں کورا ہی رہتا تھا۔

ملفوظ ۲۶۶: تفسیر اور تصوف سے زیادہ مناسبت

فرمایا! کہ فقہ اور حدیث سے مجھے مناسبت کم ہے اور گو تفسیر سے بھی پوری تو نہیں لیکن فقہ اور حدیث کی نسبت زائد ہے اور بحمد اللہ تصوف سے اور زائد مناسبت ہے۔

ملفوظ ۲۶۷: حقوق شیخ کا آسان خلاصہ

فرمایا! کہ جب مجھ جیسا کم علم آدمی سب آسان طریقے جانتا ہے تو سمجھ لو کہ تصوف کس قدر سہل ہے چنانچہ حقوق الشیخ کا آسان خلاصہ یہ ہے کہ اس کی دل آزاری نہ ہو۔

ملفوظ ۲۶۸: حضرت اور مجدد وقت

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجدد وقت ہیں فرمایا کہ چونکہ نفی کی بھی کوئی دلیل نہیں اس لئے اس کا احتمال مجھ کو بھی ہے مگر اس سے زائد جزم نہ کرنا چاہیے محض ظن ہے اور یقینی تعین تو کسی مجدد کا بھی نہیں ہوا (الحمدللہ حمداً کثیراً مبارکاً فیه علی هذا الاحتمال۔۱۲ جامع)

ملفوظ ۲۶۹: قطب التکوین، قطب الارشاد اور قطب الاقطاب

فرمایا! کہ قطب التکوین کو اپنی قطبیت کا علم ضروری ہے مگر قطب الارشاد کو ضروری نہیں۔ ابدال وغیرہ بھی تکوینیات سے متعلق ہیں۔ قطب الارشاد میں تعدد ضروری نہیں قطب التکوین متعدد ہوتے ہیں مگر قطب الاقطاب تمام عالم میں ایک ہوتا ہے اس کا نام غوث ہے اہل

کشف ان کو پہنچاتے ہیں قطب التکوین دائما (ہمیشہ) اور قطب الارشاد احیاناً (کبھی کبھی) متعدد بھی ہوتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں فرمایا زمانہ تحریک خلافت میں خانقاہ کے پاس در افضل سے گولر کے نیچے میرے مکان کے سامنے ایک نہ ایک مجذوب رہا کرتے تھے۔ میں سمجھتا تھا کہ شاید من جناب اللہ حفاظت کیلئے مقرر ہیں ایسے مجاذیب بدلتے بھی رہتے ہیں جیسے سرکاری حکام گورنمنٹ کے بدلتے رہتے ہیں۔

ملفوظ ۲۷۰: انبیاء کی معصیت طاعت ہوتی ہے

فرمایا! کہ میرا ذوق ہے کہ انبیاء سے معصیت صادر نہیں ہوتی بلکہ جو کچھ بھی ہوتا ہے طاعت ہی ہے گو خفی سہی اور عصی وغوی وغیرہ جو صیغے مستعمل ہیں وہ باعتبار شق کے ہیں کہ وہ شق مقابل صادر سے افضل ہے نہ یہ کہ یہ معصیت ہے اور تعبیر بالمعصیت محض صورۃً ہے (یہ حضرت حاجی صاحبؒ کی تحقیق ہے)۔

ملفوظ ۲۷۱: معاصی کے تدارک کا طریقہ

فرمایا! کہ معاصی ماضیہ کے لئے تدارک کے استغفار کر لے اور آئندہ کے لئے نفس پر جرمانہ مقرر کر لے خواہ بدنی ہو یا مالی ہو حضرت ﷺ نے اس حدیث میں من قال تعال اقامرک فلیتصدق (جو شخص کسی سے کہے کہ آؤ جوا کھیلیں تو اس کہنے والے کو چاہئے کہ کچھ صدقہ کر دے۔) اس کی لم پر نظر فرمائی ہے مقامرہ کی وجہ حب مال ہے تصدیق سے محبت مال کی نکل جائیگی۔

ملفوظ ۲۷۲: سلف کی عظمت سے دین قائم ہے

فرمایا! کہ اہل علم کے کام کی ایک بات بتلاتا ہوں کہ دین پر عمل کرنے کا مدار سلف صالحین کی عظمت پر ہے اس لئے حتی الامکان ان پر اعتراض وتنقیص کی آنچ نہ آنے دینا چاہئے۔

ملفوظ ۲۷۳: بعض اوقات ماضی پر افسوس حجاب ہوجاتا ہے

فرمایا! کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے اس لئے رہبر کامل کی ضرورت ہے بعض اوقات

ماضی پر افسوس کرنا بھی حجاب مستقبل کا ہو جاتا ہے کہ اس تاسف میں غلو کے ساتھ مشغول ہو کر آئندہ کے لئے معطل ہو جاتا ہے۔

۱۴ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ ۴۲۷: ایک مولوی صاحب کی مفصل حالت اور حضرتؒ کی تشخیص

ایک مولوی صاحب نے اپنی حالت بیان کی جس کے چار اجزاء تھے۔ نمبرا: یہ کہ نماز میں اب یہاں رہ کر حضرت کی برکت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذات بحت بے کیف کے سامنے موجود ہوں اور نہایت عاجزی سے قصور کی معافی کی خواستگاری کر رہا ہوں مگر یہ کیفیت مستقر نہیں ہوتی جاتی رہتی ہے اور بعض ارکان میں بالکل خطرات مستولی ہو جاتے ہیں۔ بعض ارکان میں کسی خاص خیال محمود پر دل لگاتا ہوں بعض دفعہ ارکانی ادعیہ ﴿نماز کے ارکان میں جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں﴾ کے معنی کی طرف خیال ہوتا ہے بعض دفعہ نہ معلوم کہاں چلا جاتا ہوں یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ نماز میں ہوں یا نہیں ایک حالت پر استقرار کیسے ہو۔

حضرت والا نے جواب میں فرمایا یہ تقلبات سفر ﴿مختلف حالات﴾ ہیں اور تثبت منزل ﴿ایک حالت پر قرار ہو جانا﴾ ہے منزل پر رسائی سفر ہی سے ہوتی ہے اور کوئی طریق نہیں یوں ہی چلنے دیجئے انشاء اللہ تعالیٰ ایک روز تثبت بھی عطا ہو جائے گا جس کی کوئی مدت متعین نہیں ہو سکتی جب تک حاصل نہ ہو اس کی طلب وقصد بھی قرب وقبول میں بجائے حصول ہی کے ہے۔

نمبر۲: یہ پختہ عہد کر لیا ہے کہ خدا چاہے کوئی گناہ نہ کرونگا اور اگر ہوا تو نفس کو خوب سزا دینی چاہئے مگر وہ سزا سمجھ میں نہیں آتی۔ جس سے یہ امارہ مطمئنہ ہو جائے۔ (جواب) میں فرمایا ہر ایک نفس کی سزا جدا ہے جیسے حضرات فقہاء نے شریف کی تعزیر اور لکھی ہے مثلاً محکمہ قضاء میں بلا کر قدرے ملامت کر دینا بس آپ کے نفس کیلئے یہی سزا کافی ہے مگر نفس غیر شریف کے لئے دوسری ہے۔

نمبر۳: فکر یہ ہے جب یہاں سے جا کر دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاؤں گا تو یہ یادداشت کیسے رہے گی۔ اس کی کیا تدبیر ہے۔ (جواب) میں فرمایا میرے معروضات زبانی یا مکاتبت کو ضبط

کر کے پاس رکھنا اور گاہ گاہ مطالعہ کر لینا انشاء اللہ ایک بڑی حد تک کافی ہوگا۔ نمبر ۴: دو تین روز سے تقریباً ہر وقت یہ حالت رہتی ہے کہ قلب جیسے غمگین و حزین ہو بلکہ جیسے کسی غم میں برداشت کرنے کے بعد حالت ہوتی ہے زیادہ توضیح سے اس کو بیان نہیں کر سکتا البتہ عجب تاثر کی سی کیفیت ہے مجھ کو یہ بھی امتیاز نہیں کہ یہ تکلیف دہ ہے یا لذت بخش۔ یہ حالت کسی وقت زائد ہوتی ہے کسی وقت کم۔ کچھ یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ شاید یہ حالت جزوی واقعات سے ہو جیسے لڑکے کا بیمار ہو جانا وغیرہ واللہ اعلم بالصواب۔ (جواب) میں فرمایا اس باب کی تشخیص وہاں ضروری ہے جہاں مضرت ہوتا کہ سبب کو مرتفع کیا جائے اور اس سے کوئی مضرت نہیں اس لئے تشخیص اسباب بھی ضروری نہیں ایسے حالات سب کو پیش آتے ہیں اور خود بخود مضمحل ہو جاتے ہیں بالکل بے فکر رہئے۔

ملفوظ ۲۷۵: ایک نظر میں کامیابی کی توقع

فرمایا! کہ اس طریق میں اصل شے طلب ہے بقدر طلب جو مناسب ہوگا ملے گا اور جہاں ایک نظر میں کامیابی ہوئی ہے وہاں بھی مجاہدہ کی بدولت ہوئی ہے بہت سے مجاہدات اس نظر سے مقدم رہے ہیں یہ مسئلہ بلکہ تمام فن تصوف بہت صاف ہے جہلاء نے غلط قواعد مشہور کئے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں چنانچہ ایک نظر میں کامیابی کی توقع میں بیٹھے رہتے ہیں۔

ملفوظ ۲۷۶: حضرت کی تسلی کا اثر

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ اتفاقاً ایک صاحب کے خط کے جواب میں جن پر فوجداری کا مقدمہ تھا محض توکل پر میرے قلم سے نکل گیا کہ انشاء اللہ کچھ نہ ہوگا وہ اتفاقاً اس مقدمہ سے بری ہو گئے وہ سمجھے کہ مجھ کو پتہ چل گیا تھا حالانکہ مجھ کو علم بھی نہ تھا۔ می پرانند اسی کو کہتے ہیں۔

ملفوظ ۲۷۷: احیاء العلوم کے باب الخوف کا مطالعہ نہ کریں

فرمایا! کہ میں اپنے احباب کو مشورہ دیتا ہوں کہ کتاب احیاء العلوم کے باب الخوف کا نہ دیکھیں امام پر ہیبت غالب ہے اس لئے عنوانات سخت ہیں جن کا تحمل نہیں ہوتا مثلاً لکھا ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا ہے اے داؤد! مجھ سے ایسے ڈرو جیسے کہ درندہ سے ڈرتے ہیں اس پر امام علیہ

الرحمتہ نے لکھا ہے کہ درندہ مجرم ہی کو نہیں پھاڑتا۔ یہاں پر ظاہر میں شبہ ہوتا ہے کہ تعذیب بلا وجہ ہو سکتی ہے حالانکہ مطلب یہ ہے جیسے درندہ سے کہ غیر مجرم بھی ڈرتا ہے کہ وہ محض عظمت کا خوف ہے اسی طرح حق تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے خواہ کوئی جرم نہ کیا ہو تو وجہ تشبیہ صرف یہ ہے نہ یہ کہ حق تعالیٰ غیر مجرم کو بھی عذاب دیتے ہیں امام علیہ الرحمتہ کی عبارت ناکافی ہے غلبہ حال کی وجہ سے۔

ملفوظ ۲۷۸: حضرت کی سختیاں آسانی کا پیش خیمہ

فرمایا! کہ میری سختیاں آسان راستہ پر لانے کیلئے ہیں پس یہ یسر کیلئے عسر ہے۔ جیسے چھت کے کنارے پر بچہ آئے جس سے اندیشہ نیچے گرنے کا ہو تو گھر والے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹیں گے اور وہ ایک تھپڑ بھی ماریں گے اس موقع پر نرمی سے وعظ نہ کہیں گے کہ صاحب زادہ ایسے موقع پر نہیں آیا کرتے گر جاؤ گے ہلاک ہو جاؤ گے ادھر آ جاؤ اگر یہ وعظ شروع کر دیا تو اتنی دیر میں تو وہ گر کر مر بھی جائے گا۔

۱۵ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یک شنبہ

ملفوظ ۲۷۹: لطیف کھانا زیادہ سڑتا ہے

فرمایا! کہ یہ مثنوی میں مولانا کے اشعار ہیں

ظالم آں قومے کہ چشماں دوختند ☆ ازسخن ہا عالمے را سوختند

نکتہ ہاچوں تیغ پولا دست تیز ☆ چوں نداری تو سپر واپس گریز

خلاصہ یہ ہے کہ جیسے صحیح تصوف نے بہت سے لوگوں کے ایمان کی تکمیل کر دی اسی طرح نااہلوں کے ہاتھوں اسی سے بہت سے لوگوں کا ایمان بھی غارت ہو گیا۔ دیکھئے طعام لطیف جب خراب ہوتا ہے تو عام طعام سے زیادہ خراب ہوتا ہے اور جلد بھی ہوتا ہے۔

ملفوظ ۲۸۰: مناسب عنوان اختیار کرنا ضروری ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک اہل دل فرماتے ہیں ۔

درون سینہ من زخم بے نشاں زدہ ☆ بحیرتم کہ عجب تیر بے گماں زدہ

﴿میرے دل میں تو نے ایک ایسا زخم لگایا ہے کہ جس کا کوئی نشان نظر نہیں آتا لہذا حیران ہوں کہ کیسا تیر مارا ہے جس کا وہم وگمان بھی نہ تھا﴾۔

بعض صغائر مثل نظر بد بوسہ وغیرہ کے اپنے آثار کے لحاظ سے کبائر سے بھی زیادہ مضر ہو جاتے ہیں اور معاصی میں گو تفاوت ہے مگر اہل علم کو چاہئے کہ عوام کیلئے یہ عنوان اختیار نہ کیا کریں کہ شراب میں گناہ کم ہے قتل سے بلکہ یہ عنوان ہونا چاہئے کہ قتل میں شراب نوشی سے بھی زیادہ گناہ ہے۔ یہ نہ کہنا چاہئے کہ پیشاب ناپاکی میں کم ہے پاخانہ سے بلکہ یہ کہے کہ پیشاب شدید ہے گندگی میں اور پاخانہ اشد ہے۔ عنوانات کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ مصلح اور مبلغ کو بڑے فہم کی ضرورت ہے۔

ملفوظ ۲۸۱: بلکہ مسلمان، مسلمان نہ رہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ لوگ کہتے ہیں کہ اب ہندو ہندو نہ رہے پہلے ہندو بہت ڈرتے تھے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ وجہ نہیں وجہ یہ ہے کہ مسلمان مسلمان نہ رہے اگر مسلمان مسلمان ہو جائیں تو سب ہی پانی بھرتے نظر آئیں۔

ملفوظ ۲۸۲: حضرتؒ کی تسبیح

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کے پاس جو اس وقت تسبیح ہے یہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی عطا فرمائی ہوئی ہے فرمایا کہ یہ وہ تسبیح نہیں یہ تسبیح امیر عبدالرحمٰن خان والی کابل نے اپنے کمانڈر ان چیف کو دی تھی۔ انہوں نے محمد خان صاحب خورجوی کو دی۔ محمد خان صاحب میرے پیر بھائی تھے انہوں نے مجھ کو دی یہ سنگ مقصود کی تسبیح ہے۔

ملفوظ ۲۸۳: جبہ شریف کی رسمیں

فرمایا! بعض جگہ اس کی رسم ہے کہ جبہ شریف آنحضرت ﷺ کے ہمراہ لوگ ننگے سر اور پا برہنہ پھرتے ہیں اس سے عوام کے عقائد بگڑ جانے اور غلو کا اندیشہ ہے ورنہ وہ اپنی ذات میں ایسی بزرگ محترم چیز ہے کہ سر کے بل چلنا بھی کم ہے مگر ایسی باتیں انتظام شریعت کے خلاف ہیں لہذا اجتناب ضروری ہے۔

۱۵ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

ملفوظ ۲۸۴: سجدہ تعظیمی کی حرمت، غلبہ حال کے وقت کا عمل

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض صوفیہ سجدہ تعظیمی کے جواز کے قائل ہیں جمہور فقہاء حرام کہتے ہیں۔ اصل اس کی یہ ہے کہ بعض صوفیہ مجتہد ہیں اگر (کسی کو ان کا) اجتہاد تسلیم نہ ہوتو کم از کم ان کا یہ خیال ضرور ہے کہ ہم مجتہد ہیں جیسے سلطان جی۔ عرض کیا کہ اگر صوفیہ کو کوئی مجتہد سمجھے تو کیا وہ خدا کے یہاں معذور ہوگا۔ فرمایا ہاں اگر ان کے پاس سامان اجتہاد موجود ہو۔ جیسے سلطان جی کہ وہ عالم بھی ہیں اور اصل تو یہ ہے کہ ہم حسن ظن کی وجہ سے کہتے ہیں کہ مجتہد تھے۔ اسی سلسلہ میں کسی نے عرض کیا کہ کیا سالک پر بھی غلبہ حال ہوتا ہے یہ تو جذب کی حالت ہے فرمایا کہ سالک پر جو غلبہ حال ہوتا ہے وہ خاص حالت میں ہوتا ہے اور احیاناً ہوتا ہے عرض کیا گیا کہ اگر رونا آئے تو روئے یا ضبط کرے فرمایا اکثر حضرات ضبط کو کہتے ہیں لیکن چشتی کہتے ہیں کہ خوب روؤ ہرگز نہ رکو۔ یہ واردات اضیاف (مہمانان) غیبی ہیں۔ کس کی قسمت کہ رونا آئے۔ نقشبندی کہتے ہیں کہ ضبط کرنا چاہیئے کہ انکا اصل مشرب اخفاء ہے۔ حضرت جامی فرماتے ہیں

نقشبندیہ عجب قافلہ سالا رانند ☆ کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

﴿نقشبندیہ حضرات بھی عجب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ راستہ سے قافلہ کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں﴾

حضرت والا نے بطور لطیفہ کے فرمایا کہ ایک نقشبندی نے چشتی سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم ذکر جہر کرتے ہو۔ چشتی نے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم ذکر خفی کرتے ہو یعنی خفی بھی پوشیدہ نہ رہا چنانچہ ہم نے سن لیا اس اعتبار سے ذکر خفی اور ذکر جہر دونوں برابر ہو گئے۔

ملفوظ ۲۸۵: ایک عجیب شعر

انیست کہ خوں خوردہ و دل بردہ بسے را ☆ بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را

﴿یہی ہے جس نے کسی کا (یعنی میرا) خون پی لیا ہے اور دل اڑا لیا ہے اگر کسی کو تاب نظارہ ہے تو ذرا اس کی طرف دیکھ کر دیکھو۔ (اس کا گویا ترجمہ مومن خاں مرحوم نے بھی خوب کیا ہے کہتے ہیں اے ناصحو! آ ہی گیا وہ فتنہ ایام۔ لو ہم کو تو کہتے تھے بھلا اب تم ہی دل کو تھام لو)﴾۔

میں اس شعر کو فذلک الذی لمتننی فیه کی تفسیر میں پڑھا کرتا ہوں۔

ملفوظ ۲۸۶: ظہور اور حلول میں فرق

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ظہور و حلول میں کیا فرق ہے فرمایا جیسے صورت کا عکس کہ آئینہ میں اس کا ظہور ہے نہ کہ حلول باطل انسانی (انسان کا سایہ) کہ انسان کا ایک ظہور ہے انسان اس میں حلول کئے ہوئے نہیں۔ صوفیہ کی ایسی مثالوں سے نادانوں کو شبہ حلول کا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے مولانا اس سے تبریہ فرماتے ہیں کہ وہ اس مثال سے بھی بالاتر ہے۔

اے بروں از وہم وقال وقیل من ☆ خاک برفرق من وتمثیل من

بندہ نشکیبد زتصویر خوشت ☆ ہردمت گوید کہ جانم مفرشت

﴿(حضرت مولانا رومیؒ اوپر سے بعض تمثیلات سے حق تعالیٰ کی بعض شانوں کو بیان فرما رہے ہیں مگر چونکہ مثالوں سے پوری حقیقت کا انکشاف نہیں ہو سکتا اس لئے فرماتے ہیں) کہ اے (مراد حق تعالیٰ) وہ ذات جو میرے وہم وگمان اور قیل وقال سے بالاتر ہے (صرف مثالوں سے تیری معرفت کرانا ممکن نہیں لہٰذا) مجھ پر اور میری تمثیلات خاک میں ملا دینے کے قابل ہیں۔ (مگر چونکہ) بندہ کو آپ کی تصویر خوش کو دیکھے بغیر صبر نہیں آتا) اور ہر دم اپنی جان آپ پر قربان کرنا چاہتا ہے (تو تقریب فہم کیلئے کچھ مثالیں عرض کی ہیں)﴾۔

ملفوظ ۲۸۷: یہ سب بے پردگی کے حامی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے خوب کہا کہ جتنے لوگ بے پردگی کے حامی ہیں سب میں دو چیزیں مشترک ہیں بے حیائی اور عیاشی۔ واقعی ایسے ہی لوگ بے پردگی کے حامی بنے ہوئے ہیں۔ جن کو دین سے بے تعلقی ہے لیکن اگر ان میں دین نہیں تب بھی آخر غیرت بھی تو کوئی چیز ہے۔

ملفوظ ۲۸۸: صحبت کا بدل

ایک صاحب نے حضرت والا سے بذریعہ خط بیعت کی درخواست کی تھی۔ دو چار دفعہ کی مکاتبت کے بعد حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ کیا کچھ دن آپ میرے پاس خاموشی سے رہ سکتے ہیں۔ اگر نہیں رہ سکتے تو فرمائیں میں اس کا بدل لکھوں۔ انہوں نے عذر لکھا اور بدل پوچھا حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ احقر کی کتابیں کثرت سے دیکھنا اور کوئی کام بدوں پوچھے نہ کرنا۔

ملفوظ ۲۸۹: شورش عشقی کا پیش آنا

فرمایا! کہ شورش عشقی کو محض اس شبہ سے فنا کرنا نہ چاہئے کہ شاید اس کے کوائف اور احوال کا تحمل نہ ہو سکے لیکن اگر عدم تحمل پیش آئے تو اس وقت شیخ سے اور اگر شیخ قریب نہ ہو تو خود اپنی تحقیق سے اس کی تعدیل کی تدبیر کی جائے۔

ملفوظ ۲۹۰: شریعت وطریقت کے جامع کے لئے مشکل ہے

فرمایا! کہ ظاہری علماء کو کوئی مشکل نہیں کہ ظاہر دلائل پر فتوی دیدیں اور کہہ دیں کہ ہمیں حال کی خبر نہیں۔ مشکل جامع بین الحقیقۃ والطریقۃ کو ہے جس کی یہ حالت ہے کہ ہر پہلو کی رعایت کرنا اس پر ضروری ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں نے ایسے اشکالات سے تنگ آ کر یہاں تک کہہ دیا ہے گرچہ ایسا کہنا سخت سوء ادب ہے

القاہ فی الیم مکتوفا وقال لہ ☆ ایاک ایاک ان تبتل بالماء

﴿ہاتھ پیر باندھ کر دریا میں ڈال کر کہا جاتا ہے کہ خبردار! پانی کی نمی بھی نہ لگنے پائے﴾

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردئی ☆ بازی گوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

اور یہ تنگی عدم تحقیق کے سبب ہے ورنہ سب حقائق اپنے حدود پر ہیں۔

۱۶ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ملفوظ ۲۹۱: علم غیب سے متعلق ایک سوال کا جواب

فرمایا! کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے کہ حضرت ﷺ کو جو مغیبات کثیرہ کا علم حاصل

ہے اس کے اعتبار سے عالم الغیب کہنا صحیح ہے یا نہیں اور کچھ تقویۃ الایمان کی عبارتیں نقل کیں تھیں حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا السلام علیکم! جواب ہر سوال کا ہے اور سلیس اور نفیس ہے لیکن میرا معمول اس باب میں یہ ہے کہ سائل کی نسبت جب تک دو امر کا اطمینان نہ ہو جائے سکوت کرتا ہوں وہ دو امر یہ ہیں ایک سائل کی استعداد علمی تا کہ جواب کے رائیگاں جانے کا احتمال نہ رہے دوسرا امر سائل کی نیت کہ بجز تحقیق کے اس کا کوئی مقصود نہیں چونکہ آپ کے متعلق دونوں امر کے معلوم ہونے کا میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں لہٰذا جواب سے معافی کا طالب ہوں۔

ملفوظ ۲۹۲: خواب اور تعبیر

فرمایا! کہ مجھ کو تعبیر خواب سے بالکل مناسبت نہیں نیز اس لئے دل چسپی بھی نہیں کہ خواب واقعات کا اثر ہے نہ یہ کہ واقعات خواب کا اثر ہوں۔ خواب حقیقت میں ایک قسم کی حکایت ہے جو محکی عنہ کو چاہتی ہے خواب کی مثال مجاذیب کی پیشین گویاں ہیں کہ واقعات کی خبر ہوتی ہے واقعات ان کا اثر نہیں ہوتے۔ البتہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بہت مناسبت تھی لیکن اگر اول وہلہ میں ذہن منتقل نہ ہوا تو تکلف نہ فرماتے تھے اور یہی معمول درسیات میں بھی تھا۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ کتاب کا مقام اگر اول وہلہ میں سمجھ میں آ جائے تو آ جائے ورنہ میں مایوس ہو جاتا ہوں اور ایسے موقع پر بہت مرتبہ اثناء درس فرما دیتے تھے کہ بھائی اس مقام میں شرح صدر نہیں ہوا۔ بعض مرتبہ تو ماتحت مدرسین سے ان کے حلقہ درس میں تشریف لے جا کر دریافت فرما لیا کرتے تھے کہ یہ مقام سمجھ میں نہیں آیا۔ اس کی تقریر کر دیجئے جو مطلب وہ مدرس بتاتے اس کو آ کر نقل فرما دیتے تھے کہ فلاں صاحب نے اس کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے۔

اللہ اکبر کیا ٹھکانہ ہے اس بے نفسی کا۔ آج تو کوئی کر کے دکھلائے بڑے بڑے دعویدار موجود ہیں۔ اسی طرح حضرت مولانا کو باوجودیکہ فن تعبیر سے بہت مناسبت تھی لیکن اس پر بھی بعض مرتبہ صاف عذر فرما دیتے تھے کہ سمجھ میں نہیں آیا۔ گزشتہ علماء میں تعبیر سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بہت زیادہ مناسبت تھی اور حضرت ابن سیرین تابعی ہیں وہ اس

میں بہت زیادہ کمال رکھتے تھے۔ بعض کو فن تعبیر سے فطری مناسبت ہوتی ہے اس میں بزرگی شرط نہیں حتیٰ کہ اسلام بھی شرط نہیں۔

چنانچہ علماء نے ابوجہل کو بھی معبرین کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ سے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ میں جبریل علیہ السلام کی زبان پر نماز پڑھ رہا ہوں فوراً فرمایا کہ تمہاری جانماز کے نیچے معلوم ہوتا ہے قرآن شریف کی کوئی آیت پڑی ہوئی ہے۔ قرآن شریف لسان جبریل ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری گود میں ایک بہت وزنی لڑکی ہے اور میں ثقل کی وجہ سے اس کو کہیں رکھنا چاہتا ہوں ایک کتیا نظر آئی اس کا پیٹ چاک کر کے اس لڑکی کو اس میں رکھ دیا۔ وہ کتیا میرے ساتھ ہو لی چونکہ میری لڑکی اس کے پاس ہے میں بار بار اس کو مڑ مڑ کر دیکھتا ہوں۔ اور یہ اندیشہ ہے کہ یہ کہیں چل نہ دے تھوڑی ہی دور چلا تھا وہ کتیا غائب ہوگئی۔ مولانا نے فرمایا کہ میری سمجھ میں تعبیر نہیں آتی۔ پھر دوسرے وقت آنا اگر سمجھ میں آ گئی بیان کر دوں گا۔ وہ شخص دوسرے وقت آیا کہ نماز میں قلب پر تعبیر وارد ہوئی کہ تم کو شہوت کا تقاضہ ہوا ہے تم نے کسی بازاری عورت سے منہ کالا کیا اس کو لڑکی کا حمل ٹھہرا لڑکی پیدا ہونے سے تم کو اس سے تعلق زائد ہوا پھر اس نے بے وفائی کی۔ سبحان اللہ! ان حضرات کے کیسے علوم تھے اب سن کر تو تعبیر کی مناسبت سمجھ میں آتی ہے لیکن ابتداء تو شاید ہی ہے کہ ذہن کی رسائی وہاں تک ہوتی۔

ملفوظ ۲۹۳: مدرسہ کی سند سے متعلق حضرت مولانا محمد یعقوبؒ سے درخواست

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ مجھ کو مدرسہ سے سند نہیں ملی مدرسہ نے دی نہیں ہم نے مانگی نہیں کیونکہ یہ اعتقاد تھا کہ ہم کو کچھ آتا نہیں پھر سند کیا مانگتے بلکہ میں مع چند ہم سبقوں کے زمانہ جلسہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ یہ معلوم ہوا

ہے کہ مدرسہ سے ہم لوگوں کو سند ملنے والی ہے مگر چونکہ ہم کو کچھ آتا جاتا نہیں اس لئے اس کو موقوف کر دیجئے۔ جوش میں آ کر فرمایا کون کہتا ہے کہ تم کو آتا نہیں یہ خیال اپنے اساتذہ کو دیکھ کر آتا ہے لیکن باہر جہاں جاؤ گے تم ہی تم ہو گے اللہ اکبر! کیسے توکل کیساتھ فرما دیا تھا۔

۱۷ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۲۹۴: مہر کی کمی کا مطلب

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا! کہ احادیث میں جو مغالاۃ مہر ﴿نکاح کے وقت مہر بڑھا کر باندھنا﴾ کی ممانعت ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سب قوم کے خلاف ایک شخص قلیل مہر مقرر کرے ورنہ فقہاء اس راز کو سمجھتے۔

دیکھئے فقہاء نے مسئلہ لکھا ہے کہ اگر غیر اب وجد کسی لڑکی کا نکاح مہر مثل سے کم پر کر دے تو نکاح ہی منعقد نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ساری قوم مغالاۃ کراتی ہو تو اپنی اولاد کیلئے مہر مثل کی مراعات واجب ہے ممانعت مغالاۃ مہر کا مطلب یہ ہے کہ سب قوم کو چاہیے کہ مہر میں مغالاۃ کو رفع کرے۔

ملفوظ ۲۹۶: تحریک خلافت میں حضرتؒ پر بہتان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ بعض احمقوں نے زمانہ تحریک خلافت میں مجھ پر یہ بہتان باندھا کہ اس کو گورنمنٹ سے تین سو روپیہ تنخواہ ملتی ہے ایک شخص نے بڑا معقول جواب دیا کہ اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ گورنمنٹ سے خوف زدہ تو نہیں ورنہ گورنمنٹ دباؤ سے کام لیتی اور تنخواہ نہ دیتی لیکن اس سے طمع معلوم ہوتی ہے۔ اب طمع کی جب یہ حالت ہے تو تم تین سو سے زائد دیا کرو جب تو تمہارے ساتھ ہو جائیں گے ورنہ حقانیت معلوم ہو جائیگی۔ ایک صاحب سے ایک اور شخص نے میرے متعلق یہی کہا کہ تنخواہ پاتے ہیں انہوں نے دریافت کیا کہ کیا تم کو اس پر یقین ہے کہ یہ صحیح ہے ایمان سے کہنا کہا کہ بلکہ یہ یقین ہے کہ یہ بالکل جھوٹ بات ہے انہوں نے کہا کہ پھر کیوں ایسا کہتے ہو کہنے لگے کہ اپنی آواز کو زوردار بنانے کیلئے یہ دین ہے ان لوگوں کا اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائیں۔

ملفوظ ۲۹۷: ملازمین کی راحت کی فکر

فرمایا! کہ جس طرح میں اپنی راحت وآرام کی فکر کرتا ہوں ایسے ہی دوسروں کی بھی پہلے بعض احباب بذریعہ ریلوے پارسل بعض اشیاء پھل وغیرہ کی قسم سے بکثرت میرے نام بھیج دیتے تھے میں نے اشتہار کے ذریعہ اطلاع کر دی کہ کوئی صاحب میرے پاس کوئی شے میوہ وغیرہ ریلوے پارسل سے نہ بھیجیں کیونکہ ملازمین وغیرہ کو اسٹیشن بھیجنے سے مجھ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس پر بعض احباب نے لکھا کہ ہمارا جی چاہتا ہے اب کیسے بھیجیں۔ میں نے لکھا کہ یہاں کے رہنے والوں میں سے خود کسی کو راضی کر لو۔ اس کے نام بھیجو اور اسٹیشن سے وصول کر کے مجھے یہاں پر بیٹھے ہوئے دیدے اگر یہ انتظام کر سکو اجازت ہے۔ حاصل یہ ہے کہ میں کسی کی ایذاء کا سبب نہ بنوں اس پر مجھ کو سخت مشہور کیا جاتا ہے۔

ملفوظ ۲۹۷: اپنے کو بڑا سمجھنے پر قہر الٰہی نازل ہونا

فرمایا! اپنے کو بڑا سمجھنے سے قہر الٰہی نازل ہوتا ہے۔

ہر کہ گردن بدعوی افرازد ☆ خویشتن را بگردن اندازد

﴿جو شخص تکبر کرتا ہے وہ حقیقت میں اپنے کو ذلیل کر رہا ہے۔۱۲﴾

ملفوظ ۲۹۸: اولیاء اللہ کو تکلیف پہنچانے پر انتقام

فرمایا! کہ اولیاء اللہ کو جو شخص تکلیف پہنچاتا ہے اس سے انتقام لیا جاتا ہے اور یہ اولیاء اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں لیکن قسم لے لیجئے ان کو وسوسہ بھی نہیں آتا کہ یہ ہماری وجہ سے ایسا ہو رہا ہے یہ لوگ تو فنا میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔

۱۷ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۲۹۹: تفسیر دیکھ کر جواب دینا

ایک مولوی صاحب نے تفسیر کے متعلق کچھ سوال کیا فرمایا کہ میں اپنی تفسیر بیان القرآن منگاتا ہوں پہلے اس کو دیکھ لیجئے اگر وہ کافی ہو تو خیر ورنہ پھر کچھ سوچوں گا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میں نے گو تفسیر لکھی ہے لیکن لکھا ہوا یاد نہیں جب ضرورت ہوتی ہے تو پھر وہی سوچنا اور دیکھنا پڑتا ہے یہ بھی قرآن شریف کا اعجاز ہے کہ اس طرح بھی مخلوق کو عاجز کر دیا ہے۔

ملفوظ ۳۰۰: سوال کا سلیقہ

فرمایا! کہ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ مجھ کو سلوک کی تعلیم دیجئے میں نے لکھ دیا کہ سلوک کی حقیقت کیا ہے پھر فرمایا کہ ایک صاحب نے خوب لکھا تھا کہ مجھ کو مطلوب کی حقیقت معلوم نہیں مگر اتنا معلوم ہے کہ کوئی شے ایسی ہے جو بزرگوں سے طلب کی جاتی ہے وہ شے اور اس کے طلب کرنے کا طریقہ بتا دیجئے مجھ کو یہ طرز بہت پسند آیا۔ یہ سلیقہ اور فہم کی بات ہے۔

ملفوظ ۳۰۱: مقصود کے لئے صرف شیخ سے تعلق رکھنا چاہئے

فرمایا! کہ ایک صاحب نے جو کہ اور بزرگ سے مرید ہیں لکھا تھا کہ میں بڑا خوش قسمت ہوں کہ مجھ سے وہ بھی راضی ہیں اور آپ بھی خوش ہیں دونوں طرف سے مطلوب حاصل ہو سکتا ہے۔ میں نے ان کی غلطی پر متنبہ کیا کہ مقصود کیلئے شیخ ہی سے تعلق ہونا چاہیے۔ اس کے تعلق کی تو یہ شان ہونا چاہئے

ہمہ شہر پر زخوباں منم وخیال ماہے ☆ چہ کنم کہ چشم بدخو نکند بکس نگاہے

﴿سارا شہر حسینوں سے بھرا ہوا ہے مگر میں اپنے ہی چاند کے خیال میں ہوں کیا کروں یہ کمبخت آنکھ کسی اور کی طرف دیکھتی ہی نہیں﴾۔

ملفوظ ۳۰۲: جہلاء صوفیہ اور آیت روح کی تفسیر

فرمایا کہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ میں جہلاء صوفیہ نے عجب گڑبڑ کی ہے جب ہی تو ابن تیمیہ وغیرہ صوفیہ پر خفا ہوتے ہیں۔

ایک اصطلاح ہے کہ عالم دو ہیں عالم امر یعنی مجردات اور عالم خلق یعنی مادیات اس اصطلاح پر آیت کی تفسیر کر لی کہ روح عالم امر سے ہے یعنی مجرد ہے تو اس کا تجرد قرآن سے ثابت کیا

مگر یہ استدلال محض لغو ہے کیونکہ اصطلاح خود مقرر کی اور پھر قرآن کو اُس کا تابع بنایاقُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ سے تو مقصود یہ ہے کہ تم روح کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے اتنا سمجھ لو کہ روح اللہ تعالیٰ کے امر سے پیدا ہوئی بس اس سے آگے کسی تفسیر کا دعویٰ محض گھڑت ہے۔

ملفوظ ۳۰۳: جہلاء کو اتنا تر نہ ہونا چاہئے

فرمایا! ایک صاحب نے لکھا تھا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے میں نے لکھا کہ کافر عورت سے زنا کرنا کیوں حرام ہے۔ اس کا تو کوئی جواب نہیں شکایت کا خط آیا۔ لکھا تھا کہ علماء کو اتنی خشکی نہ چاہئے۔ جواب کیلئے ٹکٹ نہ تھا اس لئے جواب نہیں دیا گیا اگر ٹکٹ ہوتا تو یہ جواب دیتا کہ جہلاء کو بھی اتنی تری نہ چاہئے کہ اس میں ڈوب ہی جائیں۔ پھر ان صاحب سے اتفاقاً قصبہ رام پور میں ملاقات ہوئی وہ وہاں سب انسپکٹر پولیس تھے کہنے لگے کہ آپ نے تو مجھ کو پہچانا نہ ہوگا میں نے کہا کہ نہیں کہا کہ میں فلاں شخص ہوں جس نے یہ سوال کیا تھا۔ میں نے کہا کہ آہا آپ سے تو پرانی دوستی نکل آئی کہنے لگے کہ آپ نے ایسا خشک جواب کیوں دیا تھا۔ میں نے کہا کہ تم تھانہ دار ہو۔ کیا؟ مخصوصین اور عوام سب سے برتاؤ برابر ہے یا فرق ہے انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ فرق ہے۔ میں نے کہا کہ یہی حق ہم کو ہے آپ سے پہلے خاص تعلق نہ تھا اس لئے ایسا لکھا اب تعلق ہو گیا ہے اب ایسا نہ لکھوں گا لیکن جب تعلق کا اثر مجھ پر ہے اور میں ایسا جواب نہ دوں گا ایسا ہی اثر آپ پر ہوگا کہ آپ بھی ایسا سوال نہ کریں گے۔ میں نے سوچا کہ جب میں بندھ رہا ہوں ان کو کیوں نہ باندھوں تاکہ پھر ایسا بیہودہ سوال ہی نہ کریں۔

ملفوظ ۳۰۴: کفار کے سود کا حکم

فرمایا! کہ سود لینے والے اگر ابتدائی حالت میں غور کریں تو ایک ذلت اور شرمندگی محسوس ہوتی ہے یہ ذوقی دلیل ہے۔ معلوم ہوا کہ سود ہندوستان میں کفار سے اگر حلال بھی ہو تب بھی اس کی یہ خاصیت ہے جیسے کوئی لطیف المزاج اوجھڑی کھائے تو گو جائز ہے لیکن تکدر ضرور ہوگا۔ میں اس بارہ میں مستفتی کو لکھ دیا کرتا ہوں کہ میری رائے تو عدم جواز کی ہے۔ باقی دوسرے

علماء کا قول جواز پر ہے۔ لہٰذا اختلاف سے فی الجملہ گنجائش ہے۔

ملفوظ ۳۰۵: ادب راحت رسانی کا نام ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ اصل ادب تعظیم نہیں ہے بلکہ راحت رسانی ہے اگرچہ صورتاً ادب میں قلت ہی ہو۔ ادب حقیقی اور بے ادبی صوری کے اجتماع کے متعلق فرماتے ہیں۔

گفتگوئے عاشقاں درکار رب ☆ جوشش عشق است نے ترک ادب

بے ادب ترنیست زوکس درجہاں ☆ باادب ترنیست زوکس درنہاں

﴿حق تعالٰی کی شان میں، عشاق کی باتیں جوش عشق کی وجہ سے ہوتی ہیں کہ ترک ادب کیوجہ سے بظاہر تو اس عاشق سے بڑھ کر کوئی بے ادب نہیں ہوتا۔ مگر باطن میں اس سے بڑھ کر کوئی باادب نہیں ہوتا﴾۔

ملفوظ ۳۰۶: قبول دعا کرامت نہیں

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا! کہ قبول دعا کرامت نہیں اس لئے کہ دعا تو عوام کی بلکہ کفار کی بھی قبول ہوتی ہے۔ دیکھو اکفر الکفرۃ افجر الفجرۃ ﴿سب کافروں سے بڑھ کر کافر۔ اور سب فاجروں سے بڑھ کر فاجر﴾ شیطان تک کی دعا قبول ہوئی اور دعا بھی کیسی جو ممتنع عادی ہے اور حسب تصریح فقہاء سوء ادب ہے۔ شیطان نے کہا تھا اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ اور وہ دعا قبول ہوگئی پھر ایسے وقت میں جبکہ عتاب ہو رہا تھا مگر کم بخت عابد تھا سمجھتا تھا کہ یہ حالت بھی مانع قبول عرض نہیں۔

ملفوظ ۳۰۷: حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ

فرمایا! کہ میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی خدمت میں کانپور سے زیارت کیلئے حاضر ہوا رات کو عشاء کے بعد پہنچا۔ کیونکہ راستہ بھول گیا بڑی پریشانی ہوئی۔ اسی وقت رات کو ملا۔ ڈانٹ کر فرمایا کون ہو کہاں سے آئے ہو کیوں آئے ہو۔ میں نے کہا کہ طالب علم ہوں

کانپور سے زیارت کیلئے آیا ہوں۔ فرمایا یہ آنے کا وقت ہے۔ میں نے خیال کیا کہ واقعی اتنی رات کو جانا خلاف سنت ہے فرمایا اس وقت کھانا کہاں سے لاؤں تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں فرمایا کہ کچھ لے کر کھالو اور صبح کو چلے جاؤ اور خادم سے فرمایا کہ فلاں جگہ ٹھہرا دو پھر تھوڑی دیر میں بلایا میں نے دل میں سوچا کہ کچھ اور یاد آیا ہوگا۔ مگر میرے دل میں کوئی رنج نہ تھا۔ میں پہنچا اور چٹائی پر بیٹھ گیا۔ فرمایا کہ یہاں تخت پر بیٹھو۔ خادم سے فرمایا کہ کھانا لاؤ۔ کھانا آیا۔ ایک پیالہ میں دال اور اسی پر روٹی۔ خادم سے فرمایا تو بڑا بد تمیز ہے۔ اس طرح مہمان کے لئے کھانا لایا کرتے ہیں۔

پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا کھانا ہے میں نے عرض کیا کہ ارہر کی دال اور روٹی ہے فرمایا کہ آہا بڑی نعمت ہے تم تو لکھے پڑھے ہو مولانا محمد یعقوب سے پڑھا ہے اچھے آدمی تھے۔ دیکھو صحابہ کیسی کلفت میں رہتے تھے ہم تو بہت نعمت میں رہتے ہیں۔ ذکر صحابہ کے جوش میں اٹھے میرے پاس آئے اور میری کمر پر ہاتھ رکھ کر جوش میں اشعار و احادیث پڑھتے رہے۔

پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ بیر لاؤں میں نے کہا کہ تبرک ہے فرمایا تبرک کیا ہوتا۔ یہ بتاؤ بیر کھا کر تمہارے پیٹ میں درد تو نہیں ہوتا میں نے کہا کہ نہیں بیر لائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاؤ اور پھر صبح کو ملنا۔ میں نے اس وقت تک عشاء کی نماز نہ پڑھی تھی۔ میں نماز عشاء پڑھ کر سو رہا۔ صبح کی نماز اٹھ کر پڑھی اور بعد نماز ہماری طرف منہ کر کے اور مراقبہ کر کے بیٹھے۔ جمعہ کا دن تھا۔ ایک اور مہمان تھے۔ اور امیر شخص تھے ان کی جانب متوجہ ہوئے۔ دریافت فرمایا کب جاؤ گے۔ عرض کیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد فرمایا کیا ہوگا جمعہ کی نماز کے بعد۔ انہوں نے عرض کیا کہ پھر نماز جمعہ کہاں پڑھوں گا فرمایا۔ ہم کوئی تمہاری نماز جمعہ کے ذمہ دار ہیں غرض ان کو نکال دیا۔

میں سمجھا کہ اب تیرا نمبر ہے۔ میں نے خود ہی اجازت لیلی فرودگاہ تک مجھ کو پہنچانے تشریف لائے پھر میں واپس آ گیا۔ اس کے بعد کانپور میں سلام کہلا کر بھیجا کرتے تھے۔ میں نے حج کو جاتے وقت دعا کیلئے لکھا اس پر اپنے قلم سے یہ جواب دیا از فضل الرحمٰن سلام علیکم۔ دعائے خیر نمودم۔

ایک مرتبہ اور جانا ہوا تو شروع ہی سے اچھی طرح پیش آئے۔ گرمیوں کے رمضان شریف تھے۔ دوپہر کا وقت تھا لطف کی باتیں شروع کیں کہ ہم جب سجدہ میں جاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیار کر لیا اور فرمایا کہ ہماری تمنا ہے کہ ہم کو قبر میں نماز کی اجازت مل جائے۔ عجیب وغریب باتیں ہوتی تھیں۔ جذب غالب رہتا تھا مگر اس پر بھی اتباع سنت کا نہایت اہتمام فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک جذامی کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا کیونکہ سنت ہے فرماتے تھے کہ وہ اتباع سنت کی برکت سے اچھا ہو گیا۔ اس دفعہ ہم لوگوں کو کئی دن تک اپنے پاس ٹھہرایا اور دونوں وقت میں کھانا امیرانہ آتا تھا۔ ایک واقعہ اس بار میں یہ ہوا۔ کہ حضرت کے پوتے گھر میں پٹاخے چھوڑ رہے تھے فرمایا ہم نے نہیں دیکھا پٹاخا ہم کو بھی دکھلاؤ کیا ٹھکانہ ہے کبھی پٹاخا بھی نہ دیکھا تھا۔ پٹاخے لائے گئے جب ایک چھوڑا گیا تو ڈر گئے فرمایا ہائے ری۔ پھر دوبارہ چھوڑا گیا تو نہیں ڈرے پانچ چھ چھوٹ جانے کے بعد فرمایا کہ بس جاؤ اب ہم کو ڈر لگتا ہے۔

ملفوظ ۳۰۸: حضرت سلیم چشتیؒ اور جہانگیر

فرمایا! کہ سلیم چشتیؒ سے جہانگیر ملنے آئے انہوں نے جوں دیکھنے کیلئے اپنی گدڑی مرید کو دی اور خود حجرہ میں تشریف رکھتے تھے کواڑ حجرہ کے بند تھے خادم نے دروازہ کھٹکھٹایا دریافت فرمایا کیا ہے عرض کیا کہ بادشاہ آئے ہیں فرمایا لاحول ولاقوۃ میں تو سمجھا تھا کہ کوئی بڑی سی جوں نکل آئی اس کو دکھلانے کیلئے بلاتا ہے۔

ملفوظ ۳۰۹: صوفیہ کے تذکرہ سے قلب میں حرارت پیدا ہونا

فرمایا! کہ مشائخ صوفیہ کے تذکرہ سے میرے بدن میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ اس وقت بھی پسینہ آ رہا ہے اور علماء کے تذکرہ سے ٹھنڈک ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ علماء اقرب الی الرحمۃ ہیں جیسے صوفیہ اقرب الی المحبت ہیں گرمی عشق پر نور جہاں کا شعر یاد آیا

دردلم بسکہ گرمی عشق است ☆ موئے برسینہ ام نمی روید

﴿میرے سینہ میں بے حد گرمی عشق کی ہے اسلئے میرے سینہ پر بال نہیں اگتے﴾

جہانگیر نے اس پر اشکال کیا کہ پس ''برسر تو چگونہ روئید'' اس نے جواب دیا ۔

ایں موئے نیست برسر من بلکہ خار عشق ☆ در پائے من خلیدہ واز سر برآمدہ

﴿میرے سر پر یہ بال نہیں ہیں بلکہ راہ عشق میں پیروں میں جو کانٹے چبھے تھے ۔ وہ سر پر نکل آئے ہیں﴾

ملفوظ ۳۱۰: شیعوں کے ایک مسئلہ پر حضرت نانوتویؒ کی ظرافت

فرمایا! کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے شیعہ کے اثبات نسب بلواطت پر ظرافۃً لکھا ہے کہ ان صاحبوں کے پاس کوئی منتر ہوگا کہ نطفہ پیچھے سے آگے چلا جاتا ہے اور یہ شعر لکھا ہے ۔

جو تھے مژگان پر خوں سب وہ خار دلنشیں نکلے ☆ جنوں یہ نیشتر کیسے کہیں ڈوبے کہیں نکلے

ملفوظ ۳۱۱: سردی میں رساول رات کو نہ کھانا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ سردی میں رساول رات کو تندرست کو بھی نہ کھانا چاہئے اگر نمونیہ نہ ہوگا تو نمونیہ کا مونہ تو ہوسکتا ہے۔

ملفوظ ۳۱۲: مشائخ کے ترکہ کے تبرکات میں ورثاء کا حق

فرمایا! کہ یہ آجکل لوگوں کی بڑی غلطی ہے کہ بعض مشائخ اکابر کے ملبوسات وغیرہ کو ان کی وفات کے بعد صرف جانشین سجادہ نشین رکھ لیتا ہے حالانکہ اس میں سب ورثاء کا حق ہے اس میں بڑی احتیاط اور توجہ کی ضرورت ہے۔

ملفوظ ۳۱۳: زکوۃ کی رقم اور اہل مدارس

فرمایا! کہ اہل علم کو بھی چاہئے خصوص اہل مدارس کو۔ کہ زکوۃ کا روپیہ جو مدرسہ میں دیا جاتا ہے اس کو فوراً تملیک کر کے مدرسہ میں داخل کرنا چاہئے ورنہ بصورت عدم تملیک اگر مزکی (زکوۃ دینے والا) مر گیا تو اس مال زکوۃ میں میت کے ورثاء کا حق متعلق ہوجائے گا نیز حولان حول

کے بعد اس پر زکوٰۃ بھی واجب ہوگی اگر وہ بقدر نصاب ہوا۔

ملفوظ ۳۱۴: کلید مثنوی میں چند چیزوں کا التزام

فرمایا! کہ میں نے شرح مثنوی میں ان امور کا التزام کیا ہے کہ نہ شریعت سے خروج ہو۔ نہ فن تصوف سے خروج ہو اور توجیہ میں تکلف نہ آنے پائے۔

ملفوظ ۳۱۵: حدیث جبرئیلؑ کا ایک جملہ

فرمایا! حدیث جبرئیلؑ جو مشکوٰۃ میں ہے عجبنا له یسأله و یصدقه اس میں شبہ یہ ہے کہ استاذ رات دن شاگردوں کے سوال پر تقریر کرتا ہے اور شاگرد بجا وغیرہ کہتا ہے تو اس اجتماع میں تعجب کی کیا بات ہے جواب یہ ہے کہ لہجہ کا فرق منشاء، تعجب کا ہے شاگرد کا بجا کہنا اور لہجہ سے ہے اور استاد کا یہ کہنا کہ ٹھیک ہے اور لہجہ سے یعنی شاگرد کا لہجہ نیاز مندانہ ہوتا ہے اور استاد کا حاکمانہ لہجہ ہوتا ہے تو وہاں حدیث میں لہجہ استادانہ تھا اس لئے تعجب ہوا کہ جب معلوم ہے تو پوچھتے کیوں ہیں۔

ملفوظ ۳۱۶: مثنوی سے استفادہ کا طریقہ

فرمایا! کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے اشکالات باطنی مثنوی مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ سے حل ہو جاتے ہیں۔ اور حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے ایسے اشکالات مکتوبات قدوسیہ سے حل ہوتے ہیں۔ اور اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ تجربہ سے معلوم ہوا کہ مثنوی سے خالی الذہن شخص کا استنباط گمراہی ہے۔

صحیح طریق یہ ہے کہ مسائل دوسری جگہ سے معلوم کرلے پھر اس پر مثنوی کو منطبق کر لے یہ مثنوی دانی کا بڑا کمال ہے اس فائدہ اور اصل کو پیش نظر رکھو تو فائدہ کامل ہوگا۔

ملفوظ ۳۱۷: تواضع کے بغیر طریق بے کار ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ جس شخص کو داخل طریق ہو کر تواضع میسر نہیں ہوئی وہ بالکل محروم ہے جیسے ایک امیر کبیر کی لڑکی سے کسی نے شادی کی لیکن وہ رتقاء (بانجھ) تھی۔ تو مقصود نکاح تو حاصل نہ ہوا۔ خاوند کی نظر میں دو کوڑی کی نہیں۔ اسی طرح بدوں تواضع داخل طریق ہونا

بیکار ہے۔فرماتے ہیں

ایں ہمہ ہاہست لیکن ہست نیست ☆ نافرشتہ لاشد اہریمنے ست

﴿یہ تمام چیزیں موجود ہیں مگر وجود حقیقی ان کا نہیں ہے۔ جب تک فرشتے کو درجہ فنا کا حاصل نہ ہو تو شیطان ہے﴾۔

ملفوظ ۳۱۸: حصول تواضع کا طریقہ

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسے معلوم ہو کہ مجھ میں تواضع ہے فرمایا کہ اگر یہ خیال ہوا کہ مجھ میں تواضع ہے تو یہ کبر ہے اس کے تواضع ہونے کی طرف خیال نہ کرے اپنے کو مٹاتا رہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بہترین علاج اس کا یہ ہے کہ اپنے امراض و حالات کی اطلاع اپنے شیخ کو دیتا رہے وہ جو تعلیم کرے اس پر عمل کرتا رہے اس کی تعلیم اور اس کے اقوال میں مزاحمت نہ کرے۔ اگر فرضاً اپنے امراض کسی کو معلوم نہ ہوں جس سے اطلاع کر سکے تو وہ فضائل کا اکتساب کرلے جیسے شکر توکل وغیرہ۔بس کسی نہ کسی طرح لگا رہے انشاء اللہ ایک روز ایسا آئے گا کہ یہ بالکل رذائل سے پاک وصاف ہو جائے گا اسی لگے رہنے کو فرماتے ہیں

اندریں رہ می تراش و می خراش ☆ تادم آخر دمے فارغ مباش

﴿اس راستہ میں اتار چڑھاؤ ہیں آخر دم تک ایک دم کے لئے غافل مت ہو﴾۔

ملفوظ ۳۱۹: اپنی اصلاح کی طرف سے توجہ سے مسرت

فرمایا! کہ جی یوں چاہتا ہے کہ دنیا اپنی اصلاح میں لگی رہے اور جب خدا تعالیٰ بصیرت دوسروں کی اصلاح کی عطا فرمائیں تو پھر دوسروں کی اصلاح میں بھی مشغول ہو جاؤ مجھے تو بڑی مسرت ہوتی ہے جب کوئی مسلمان اپنی اصلاح کی جانب توجہ کرتا ہے۔

ملفوظ ۳۲۰: اظہار عیوب میں شیخ سے شرمانے کی وجہ

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اظہار عیوب میں شیخ سے

شرمانے کی دو ہی وجہ ہو سکتی ہیں یا تو اس سے متعلق یہ خیال ہے کہ وہ امراض کو سن کر اس کو حقیر سمجھے گا یا یہ کہ کسی سے کہے گا۔ تو شیخ میں یہ دونوں احتمال بالکل مفقود ہوتے ہیں اگر ایسا نہیں تو وہ شیخ نہیں۔

ملفوظ ۳۲۱: اصلاحی خطوط کا مطالعہ

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں نے بہت سے لوگوں کو مشورہ دیا ہے کہ میرے اصلاحی خطوط جمع کر کے مطالعہ کرتے رہا کرو۔ یہ بہت ہی مفید ہے۔

ملفوظ ۳۲۲: حدیث من صلی صلوٰتنا و اکل ذبیحتنا سے ایک اشارہ

فرمایا! حدیث میں (جس کے یہ الفاظ ہیں من صلی صلوتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذلک المسلم الخ اکل ذبیحتنا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ذبیحہ جو مخصوص ہو اہل اسلام کے ساتھ اس کا کھانا بھی شعائر اسلام میں داخل ہے نیز ایک لطیف اشارہ ہے اس طرف کہ آئندہ ایک زمانہ میں بعض لوگ نماز نہیں پڑھیں گے صرف گوشت کھانے کے مسلمان ہونگے ان کے اسلام کی یہی علامت ہوگی ورنہ صلی صلوتنا کے بعد اس کی کیا ضرورت تھی۔ غرض ایسوں کو بھی حقیر نہ سمجھے۔

ملفوظ ۳۲۳: امراض کے علاج کا طریقہ

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ علی التعاقب اپنے امراض کا علاج کرے اس طرح کہ جو اس کے نزدیک اہم ہو اس کو مقدم کرے۔ اسی طرح ایک ایک کو مصلح سے دریافت کرے جب ایک مرض کے علاج میں رسوخ ہو جائے تو دوسرا شروع کر دے اور اول کی مقاومت بھی نہ چھوڑے پھر تیسرا شروع کر دے اور پہلے دو کو نہ بھولے۔ آخری بات یہ ہے کہ امراض کا معالجہ شروع کر دے اور اتفاقی تقصیر پر استغفار کرتا رہے اس فکر میں نہ پڑے کہ کتنا نفع ہوا اور کتنا باقی رہا۔ ورنہ اسی حساب میں رہے گا اس کو چھوڑ کر کام میں لگے اور یوں سمجھے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوا۔ روز اول ہی جیسا اہتمام رکھے اور اپنے کو معالجہ اور استغفار ہی میں ختم کر دے۔

ملفوظ ۳۲۴: علم بھی بڑی نعمت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ مجھ پر ایک وقت ایسا گزرا ہے کہ میں جہل کی تمنا کرتا تھا پھر معلوم ہوا کہ یہ تمنا غلط تھی۔ کیونکہ حقیقت بھی اس علم ہی سے سمجھ میں آتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ تبحر فی العلوم فرض کفایہ ہے وظنی انه فی هذا الزمان زمان مفسدة وقحط الرجال فرض عین۔ ﴿میرا گمان یہ ہے کہ اس فساد اور قحط الرجال کے زمانہ میں فرض عین ہے﴾ معقول وفلسفہ بھی جس پر اعتقاد نہ ہو۔ محض استعداد کے لئے پڑھا جائے خدا کی نعمت ہیں ان سے دینیات میں بہت معاونت و مدد ملتی ہے لطیف فرق ان ہی سے سمجھ میں آتے ہیں فلسفہ۔ سفہ سے تو اچھا ہے۔

ملفوظ ۳۲۵: صحیح اللہ کی یاد وہ ہے جو فکر اصلاح کیساتھ ہو

فرمایا! کہ بعض لوگ انا جلیس من ذکرنی سے استدلال کرتے ہیں کہ صرف اذکار ہی اصلاح کیلئے کافی ہیں کیونکہ ذکر سے قرب ہوگا اور قرب سے معاصی سے نفرت واجتناب ہوگا اور تدابیر کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ ذکرنی میں خود تدابیر اصلاح بھی داخل ہیں تو بدوں معالجہ امراض کے ذکر ہی متحقق نہیں۔

دیکھو حصن حصین میں ہے بل کل مطیع الله فهو ذاكر ﴿جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے وہی ذکر کرنے والا ہے﴾ سنئے ذکر کے معنی ہیں یاد۔ تو یاد تو سب طریقہ سے ہوتی ہے نہ یہ کہ محض زبان ہی سے نام لے لے۔ کیا یہ یاد ہے کہ جس کی یاد کا دعویٰ ہے نہ اس سے بات کرے نہ اس کے خط کا جواب دے نہ اس سے ملے نہ اس کا کہنا مانے۔ یہ ہرگز یاد نہیں۔ تو جو ذکر بدوں اصلاح کے ہو وہ ایسی ہی یاد کی طرح سے ہے۔

ملفوظ ۳۲۶: نفع کا مدار مناسبت پر ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا! کہ اس طریق میں نفع کا مدار مناسبت پر ہے پہلے مناسبت پیدا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے میں جو لوگوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ کچھ روز یہاں پر آ کر قیام کرو اور زمانہ قیام میں مکاتبت مخاطبت نہ ہو اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ مناسبت پیدا ہو جائے لوگ اس کو

بہت ہی سخت شرط بتلاتے ہیں حالانکہ اس کی ہی سخت ضرورت ہے جب تک یہ نہ ہو مجاہدات ریاضات مراقبات مکاشفات سب بیکار کوئی نفع نہ ہوگا۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر طبعی مناسبت نہ ہو اور عقلی پیدا کر لی جائے فرمایا کہ کوئی بھی ہو۔ ہونا چاہئے نفع اسی پر موقوف ہے۔

ملفوظ ۳۲۷: اچھا کھانا، اچھا پہننا خود مذموم نہیں

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اچھا کھانا اچھا پہننا فی نفسہ مذموم تھوڑا ہی ہے مگر شیخ کا بعض کو ان چیزوں سے منع کرنا ایسا ہے کہ جیسے طبیب مرض کے وقت کسی مریض کو اچھی غذاؤں سے مثلاً دودھ گھی سے منع کر دیتا ہے تو اس ممانعت سے ان چیزوں کا برا ہونا تھوڑا ہی سمجھا جائے گا۔

۲۰ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

ملفوظ ۳۲۸: والدین اور بچوں کی تربیت

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! میرے لڑکے بہت ہی بدشوق ہیں تعلیم کی طرف ان کو قطعاً التفات اور رغبت نہیں اس سے میرا قلب پریشان رہتا ہے۔ فرمایا کہ قلب کے پریشان اور مشوش رکھنے کی کیا ضرورت ہے مومن کو پریشان کرنے والی چیز بجز ایک چیز کے اور کوئی چیز نہیں وہ حق تعالیٰ کی عدم رضا ہے اس سے تو مومن کے قلب میں جتنی بھی پریشانی ہو اور جو بھی حالت ہو وہ تھوڑی ہے اور جبکہ رضا کا اہتمام ہے اپنی وسعت اور قدرت کے موافق تو کوئی وجہ نہیں کہ مومن کا قلب پریشان اور مشوش ہو۔ اس لئے کہ تدبیر ہمارے ذمہ ہے مثلاً تعلیم اولاد کیلئے شفیق استاد کا تلاش کر دینا کاغذ، قلم دوات کا مہیا کر دینا کتابیں قرآن شریف کا خرید دینا اور مزید برآں علم کے منافع اور علم دین کے فضائل سنا کر ترغیب دیدینا وقتاً فوقتاً نگرانی اور دیکھ بھال کر لینا۔ بس اگر یہ سب کچھ ہے تو ہم صرف اسی کے مکلف تھے آگے ثمرہ کے ہم ذمہ دار نہیں اس لئے کہ ثمرہ کا مرتب ہونا یا نہ ہونا ہمارے اختیار سے باہر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اختیاری کاموں کو انسان کر لے

اور غیر اختیاری کے پیچھے نہ پڑے۔ اصل سبب پریشانی کا غیر اختیاری کاموں کے درپے ہونا ہے۔ بھائی اکبر علی مرحوم بہت ہی دانش مند تھے اپنے بچوں کی تعلیم کے اسباب جمع کر دیے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اسباب سب جمع ہیں اب یہ پڑھیں یا نہ پڑھیں تشدد سے کام نہ لیتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اب پڑھیں یا نہ پڑھیں ان کو اختیار ہے مجھے کوئی حسرت نہیں واقعی بڑے ہی کام کی اور سمجھ کی بات ہے۔

بھائی مرحوم کی باتیں قریب قریب دانش مندی کی ہوتی تھیں یہ بھی کہا کرتے تھے کہ زیادہ کاوش اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ صاحب علم ہونا ضروری نہیں مسلمان ہونا ضروری ہے۔

فرمایا کہ ایک اور تدبیر نافع اس وقت ذہن میں آئی وہ یہ کہ علماء صلحاء کی صحبت میں کبھی کبھی بچوں کو بھیج دیا جایا کرے۔ بحمد اللہ علماء صلحاء کی صحبت سے اتنا ضرور ہو جائیگا کہ دین اور اہل دین سے تعلق اور مناسبت پیدا ہو جائے گی۔ پہلے بزرگ بچوں کی بیعت کا اہتمام نہ کرتے تھے لیکن حضور مجالس اکابر کا ان کو بہت اہتمام تھا۔

ملفوظ ۳۲۹: غیر مقلد اور بدتہذیبی

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر مقلدوں میں بدگمانی کا مرض بہت زیادہ ہے۔ ایک غیر مقلد صاحب محض اس وجہ سے مقلد ہو گئے کہ ان میں حقیقی دین نہ دیکھا اور یہ کہتے تھے کہ میں نے غیر مقلدوں کو دیکھا کہ ان میں تقوی طہارت تو ہے ہی نہیں پکے دنیادار ہیں بس نماز روزہ ہی کے پابند ہیں معاملات بہت ہی گندے ہیں حقوق العباد کا تو ذرہ برابر ان لوگوں کو خیال نہیں الا ماشاء اللہ۔ اور فرمایا کہ اکثر پکے محب دنیا ہیں۔ بزرگوں سے بدگمانی اس قدر بڑھی ہوئی ہے جس کا کوئی حد حساب نہیں اور اس سے آگے بڑھ کر یہ ہے کہ بدزبانی تک پہنچے ہوئے ہیں ادب اور تہذیب ان کو چھو بھی نہیں گئے ہاں بعضے محتاط بھی ہیں و قلیل ماھم۔

ملفوظ ۳۳۰: مبتدی کو مختلف بزرگوں کے پاس بیٹھنا مناسب نہیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مبتدی کو مختلف اہل حق کے پاس بیٹھنا

بھی مضر ہے چہ جائیکہ اہل باطل یا اہل بدعت کے پاس بیٹھے ہاں اگر اہل حق کا مذاق متحد ہو تو مضائقہ نہیں ۔ جن کے مذاق متحد نہیں میں اپنے لوگوں کو ایسے بزرگوں کے پاس بیٹھنے سے بھی منع کرتا ہوں چاہے وہ اپنے ہی بزرگوں میں سے کیوں نہ ہوں نہ اس لئے کہ یہ معصیت ہے بلکہ اس لئے کہ اس میں طالب کا قلب مشوش ہو جاتا ہے ۔

ملفوظ ۳۴۱: بیکاری سب خرابیوں کی جڑ ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو بیکاری ہے یہ سب خرابیوں کی جڑ ہے ۔ شیطان غیر مشغول شخص کو اپنی طرف سے مشغول کر لیتا ہے ۔ ایک بزرگ مع اپنے خادم کے چلے جا رہے تھے ایک شخص راستہ پر بیکار بیٹھا ہوا تھا وہ بزرگ بدوں سلام کئے ہوئے گزر گئے ۔ واپسی پر پھر اس ہی راستہ سے تشریف لائے دیکھا کہ وہ شخص تنکا لئے ہوئے زمین کرید رہا ہے آپ نے سلام کیا ۔ خادم نے وجہ پوچھی فرمایا کہ یہ پہلے خالی بیٹھا ہوا تھا تو شیطان کو اس سے زیادہ قرب تھا ۔ اب زمین کرید رہا ہے اس سے شیطان کو بہ نسبت اس حالت کے بُعد ہے اگر چہ یہ فعل بھی مفید نہیں مگر بیکاری سے اسلم ہے ۔

ملفوظ ۳۴۲: ماسوی اللہ سے قلب کو خالی کرنے کا مطلب اور طریقہ

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ قول محققین کا نہیں کہ تمام ماسوا کو دل سے نکال کر تب اللہ کی یاد دل میں جمائے جو ایسا کرتے ہیں سخت دھوکہ میں ہیں تمام ماسوا سے قلب کا خالی ہو جانا نہایت مشکل ہے ایسا سمجھنا سخت غلطی ہے اس کی نافع تدبیر یہ ہے کہ جتنا خالی کرتا رہے اتنا ہی خیر سے بھرتا رہے اور ایسی خیر بہت سی چیزیں ہیں مثلاً دین کے لئے علماء صلحاء سے تعلق اور دوستی سو یہ مضر نہیں ۔ بلکہ مقصود کی معین ہیں لوگ ان باتوں کو سمجھتے نہیں ۔ ان باتوں کو صاحب بصیرت سمجھتا ہے ۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب سے یہ معلوم ہوا کہ جنت میں دوستوں سے ملاقات ہوگی جنت کی تمنا ہوگئی ۔ سو ایسے ہی دوست مراد ہیں ۔

ملفوظ ۳۳۳: عشاق کا حال اور انکے عذر کی تحقیق

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ جو آپ کے فتویٰ میں بدعت ہے وہ عنداللہ بھی بدعت ہو یہ تو علمی حدود کے اعتبار سے ہے باقی عشاق کی تو شان ہی جدا ہوتی ہے ان کے اوپر اعتراض ہو ہی نہیں سکتا۔ خصوص جبکہ حالت غلبہ کی وجہ سے وہ معذور بھی ہوں مگر ایسا ہر وقت نہیں ہوتا۔ اسلئے دیکھنا یہ ہے کہ عادت غالبہ کیا ہے اگر عادت غالبہ اتباع سنت ہے اور پھر غلبہ حال کی وجہ سے کوئی ایسی بات بھی ہو جائے کہ جو بظاہر لغزش سمجھی جا سکے اس میں تاویل کریں گے۔ اور اگر عادت غالبہ خلاف سنت ہے وہاں تاویل نہ کریں گے معیار یہ ہے۔ غلبہ حال کی وجہ سے جو عذر ہو اس کے بارہ میں فرماتے ہیں

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد ☆ مرعسس را دید ودرخانہ نہ شد

﴿وہی دیوانہ ہے جو آپ کا دیوانہ نہیں﴾

ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم ☆ مست آں ساقی وآں پیمانہ ایم

﴿ہم اگر چہ مفلس اور دیوانے ہیں مگر مست اسی ساقی اور پیمانہ کے ہیں﴾

ایسے بدعتیوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ جنت میں پہلے داخل کئے جائیں گے اور لوگ پیچھے جائیں گے۔

ملفوظ ۳۳۴: وساوس کو دفع کرنیکی طرف متوجہ ہونا مضر ہے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ وساوس کے دفع کی طرف اگر متوجہ رہے اس میں کوئی ضرر تو نہیں فرمایا وسوسہ سے قلب کو خالی کرنے کی طرف متوجہ ہونا یہ خود ایک مستقل وسوسہ ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ مضر ہے۔ اسلئے کہ پہلے جو وساوس قلب میں آرہے تھے وہ تو محل تفصیل ہیں کہ آیا اختیار سے آرہے ہیں یا بدوں اختیار کئے اور اس کی طرف دفع کیلئے متوجہ ہونا قصد سے ہے گو دفع ہی کا قصد ہو مگر تو بہ بقصد تو ہوئی اس لئے ضرر رساں ہوا اس کی مثال بجلی کے تار کی سی ہے کہ اگر دفع کی نیت سے بھی ہاتھ لگائے گا تب بھی وہ لپٹے گا۔ اس فکر ہی میں نہ پڑنا چاہیے۔

مثلاً کسی کے قلب میں کفر کا وسوسہ آئے اور وہ اس کے دفع کی فکر کرے یہ تدبیر نافع نہ ہوگی۔ بلکہ اس وقت توجہ الی اللہ کی تجدید کر دے یا توجہ الی القرآن کر لے یا توجہ الی الشیخ کر لے یہ تدبیر انشاء اللہ نافع ہوگی۔

ملفوظ ۳۴۵: اپنی خواہش کے مطابق اپنی حالت کی طلب عبدیت کے خلاف ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ جو آجکل ہر شخص چاہتا ہے کہ جیسی میں چاہوں ویسی میری حالت ہو۔ یہ طلب شان عبدیت کے خلاف ہے۔ بلکہ یہ ہونا چاہیے کہ جیسا خدا چاہیں (یعنی مشیت تشریعیہ ورضا) ویسا ہوں اسی میں بندہ کے لئے رحمت اور حکمت ہے۔ اب رہی یہ بات کہ وہ بندہ کا کیسا ہونا چاہتے ہیں سو خدا کا چاہنا حضور ﷺ کے طریقہ سے معلوم ہوتا ہے اور حضور ﷺ کا طریقہ صحابہ کرام سے معلوم ہوتا ہے اور صحابہ کرام کا طریقہ ائمہ مجتہدین سے معلوم ہوتا ہے اور ائمہ مجتہدین کا طریقہ علماء وقت سے معلوم ہوتا ہے بس اس کا اتباع خدا کے چاہنے کی موافقت ہے اور اس موافقت کے بعد اگر کوئی حالت طبعاً اس کو پسند نہ ہو مگر اس موافقت کے تحت میں ہو تو اس کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ حالت مبارک حالت ہے کہ اپنے کو پسند نہ ہو خدا کو پسند ہو اور وہ حالت غیر مبارک ہے کہ اپنے کو پسند ہو۔ خدا کو پسند نہ ہو۔ حاصل یہ ہے کہ حالت وہی پسندیدہ اور مطلوب ہے جو حق تعالیٰ کو پسند ہو اسی میں بندہ کیلئے مصلحت اور حکمت ہے اور وہی بہتر بھی ہے۔ حضرت یہاں قیل وقال یا تجویز سے کام نہیں چلتا تسلیم ورضا درکار ہے فرماتے ہیں

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ ☆ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

﴿عقل کو تیز کرنا راہ سلوک نہیں ہے۔ حق تعالیٰ کا فضل اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو شکستگی اختیار کرتا ہے﴾۔

اور فرماتے ہیں

آزمودم عقل دوراندیش را ☆ بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

﴿میں عقل دوراندیش کو آزمانے کے بعد دیوانہ حق بنا ہوں﴾۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ شعر تو اس موقع پر خوب ہی چسپاں ہوئے بطور مزاح فرمایا کہ شیر کا چسپاں ہونا غضب ہے زخمی ہی کر دیتا ہے (یعنی زخمی عشق)۔

ملفوظ ۳۳۶: کیفیات لذیذ ہیں مگر مقصود نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں کہا کرتا ہوں کہ کیفیات اور ذوق گو لذیذ ہیں مگر مقصود نہیں البتہ مقصود کے معین ہیں اور مقصود میں لذت ضرور نہیں جیسے حکیم اجمل خان صاحب کے نسخہ میں کسی کو وجد نہیں ہوتا مگر نافع ہے۔ اسی طرح مقصود جو سیدھی سیدھی بات ہوتی ہے اس میں یہ کیفیات نہیں ہوتے اور جہاں یہ کیفیات اور شورش ہیں وہ باوجود محمود ہونے کے نفسانی حظ ہے روحانی نہیں اور مقصود میں روحانی حظ ہوتا ہے مگر لوگ بڑی قدر کرتے ہیں چیخ و پکار کی کود پھاند کی ان کی محمود ہونے میں شبہ نہیں مقصود ہونے میں کلام ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں سکون اور اطمینان کی کیفیت راسخ تھی شورش کا غلبہ نہ تھا اس لئے اس کو سنت نہ کہیں گے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ حضور ﷺ سے کسی امر کا منقول ہونا سنت ہونے کیلئے کافی نہیں بلکہ جو عادت غالبہ ہو وہ سنت ہے اور جو کسی عارض کی وجہ سے صادر ہو گیا ہو وہ سنت نہیں۔ ان کیفیات کی یہ حقیقت ہے کہ ایک شخص کو نماز میں تیس برس تک کیفیت رہی وہ شباب کا وقت تھا ضعیفی میں وہ کیفیت جاتی رہی۔ تب وہ شخص سمجھے کہ حرارت عزیزیہ کے سبب وہ کیفیت ذوق وشوق کی تھی نماز کی ہوتی تو اب بھی ہوتی اب فرمایئے تیس برس تک اس کو نماز کی کیفیت سمجھتے رہے اسی لئے اس طریق میں شیخ کامل کی ضرورت ہے تنہا ٹکریں مارنے سے کیا ہوتا ہے اور نفسانی اور روحانی کے معیار کے متعلق یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ افعال اکثر روح کی طرف سے ہوتے ہیں اور انفعالات نفس کی طرف سے۔

ملفوظ ۳۳۷: کیفیات کو قرب میں دخل نہ ہونے کی مثال

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ انفعالات کو قرب میں دخل نہیں جیسے اگر نماز میں کوئی کیفیت نہ ہو نہ وجد ی ہو نہ استغراق تو نماز میں کیا نقص ہے؟ نماز کامل ہے۔ ان انفعالات کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص حسین ہو اور سرکاری دفتر میں ملازم ہو تو اس

کو حسن کی وجہ سے تنخواہ تھوڑا ہی مل رہی ہے اور نہ حسن کی وجہ سے تنخواہ میں ترقی ہوئی وہ تو جو کچھ بھی ہے کام کی بدولت ہے وہاں دفتر میں کوئی نمائش تھوڑا ہی ہے بلکہ نمائش کی ممانعت ہے۔

ملفوظ ۳۴۸: ایک نو وارد مولوی صاحب پر مؤاخذہ

ایک نو وارد مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپ کو زیادہ بولنے کا مرض معلوم ہوتا ہے بدوں اظہار علم کے نہ بیٹھا رہا گیا آخر کیا دنیا سے فہم رخصت ہی ہو گیا آپ کو بولنے کی کس نے اجازت دی اور کیا آپ کو یاد نہیں رہا کہ آنے کی اجازت کے خط میں یہ شرط ہے کہ بشرطیکہ یہاں پر زمانۂ قیام میں مکاتبت مخاطبت نہ کی جائے مجلس میں خاموش بیٹھے رہو۔ اس شرط کے ساتھ آنے کی اجازت تھی اس کے خلاف آپ نے اول ہی دن کیا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اول ہی روز سے مخالفت شروع کر دی آخر میں کہاں تک آپ لوگوں کے اقوال و افعال میں تاویل کروں کیا تکلیف دینے کے لیے یہ سفر آپ نے کیا تھا اور جو سوال آپ نے کیا ہے اگر اس کے متعلق آپ کو تحقیق ہو بھی گئی تو آپ کا کیا نفع اور صاحب ایسی علمی تحقیقات تو اس کا حق ہے جو بے تکلف ہو۔ ایک دن کا آنے والا اس کے برابر کیسے ہو سکتا ہے۔

آپ نے فضول اور عبث سوال کر کے طبیعت منقبض کر دی کیا آپ یہاں پر تحقیق علوم کے لیے تشریف لائے ہیں اگر آپ کا مقصود تحقیق علوم ہے تو میں صاف ظاہر کیے دیتا ہوں کہ یہ سفر آپ کا بیکار رہا۔ اس کے لیے تو آپ کو دیوبند یا سہارنپور کے مدارس کا سفر کرنا چاہیے تھا۔ وہاں پر یہ کام بحمد اللہ بہت ہی نظم کے ساتھ ہو رہا ہے میں آپ کو خیر خواہی سے مشورہ دیتا ہوں کہ فضول سوالات کرنے سے ہمیشہ بچنا چاہیے خصوص ایسے شخص سے جس سے اصلاح کا تعلق ہو ایسی باتوں سے انقباض و تکدر ہوتا ہے اور انقباض و تکدر اس طریق میں مہلک چیز ہے اسلئے کہ نفع کا مدار بشاشت قلب پر ہے یہی وجہ ہے کہ میں آنے والوں کے ساتھ یہ شرط کرتا ہوں کہ یہاں پر زمانہ قیام میں مکاتبت مخاطبت نہ کی جائے میری اس میں کوئی مصلحت نہیں آنے والوں ہی کی مصلحت ہے آپ کے اس وقت کے فضول سوال سے طبیعت منقبض ہو گئی آئندہ احتیاط رکھیے گا۔

عرض کیا کہ غلطی ہوئی حضرت سے معافی چاہتا ہوں فرمایا کہ معاف ہے خدانخواستہ انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں آپ تو سمجھدار ہیں آپ سے ایسی بات ہو تعجب ہے۔ یہ یاد رکھیئے کہ زیادہ بولنا یہ بھی ایک مرض ہے پھر دوسروں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ جو سوال مولوی صاحب نے کیا ہے ایک غیر اختیاری امر کے متعلق سو ایسے امر میں کسی کو کیا دخل ہمیں تو یہ کرنا چاہیئے کہ جو حکم ہے اس کے ادا کرنے کی فکر میں لگے رہیں اور ان ہی چیزوں کی طلب کرنا چاہیئے جو اختیاری ہیں اور مامور بہ ہیں اور جو مامور بہ نہیں ان کی فکر ہی عبث ہے ایسی چیز کے ملنے نہ ملنے کی مصلحت کس کو معلوم اس کو تو حق تعالٰے ہی جانتے ہیں کہ کس کے لئے کیا مفید ہے اور کس کے لیے کیا مضر ہے جو عطا فرمائیں۔ وہی اس کے لیے مفید ہے حق تعالٰے نے ہر چیز کے اندر حکمت اور مصلحت رکھ دی ہے خواہ عطاء ہو یا منع ہو۔ اسی لیے فرماتے ہیں۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ

یہ مسئلہ قرآن پاک نے طے فرما دیا ہے یعنی تم ایسے کسی امر کی تمنا مت کرو۔ جس میں اللہ تعالٰے نے بعضوں کو بعضوں پر (وہبی طور) پر فوقیت بخشی ہے آگے فرماتے ہیں لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ یعنی مردوں کے لیے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور عورتوں کے لیے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے پس جب موہوب میں دخل نہیں تو کیوں پیچھے پڑے اور فرماتے ہیں وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ یعنی اللہ تعالٰے سے اس کے فضل کی درخواست کیا کرو۔ یہ فرما کر تعب سے بچایا ہے کہ اگر ایسی چیز کو جی ہی چاہے تو مانگ لو تحصیل کے درپے مت ہو اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا یعنی بلاشبہ اللہ تعالٰے ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔ دیکھئے جذبات کو روکا نہیں یہ بھی گوارا نہ فرمایا کہ جذبات کو روکا جائے کیا ٹھکانہ ہے حق تعالٰے کی اس رحمت کا یعنی اگر جی چاہے مانگ لو۔ اگر مناسب ہوگا دیدیں گے ورنہ خیر! تو دیکھئے تعب سے کیسا بچالیا۔

ملفوظ ۳۳۹: عارفین کی نظر

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عارفین کا مذاق ہی جدا ہوتا ہے دوسروں کی نظر وہاں تک کام نہیں کرتی حضرت علی رضی اللہ عنہ، سے کسی نے پوچھا کہ آپ کونا بالغی کی حالت میں مر جانا پسند ہے جس میں کوئی حساب کتاب نہیں گناہوں سے پاک صاف جنت نصیب ہو یا حالت بلوغ میں کو پہنچنا کہ اس کے بعد بڑے خطرات اور مواخذات میں پڑ جائیں فرمایا یہ ہی حالت پسند ہے کہ بلوغ کے بعد خطرہ میں پڑیں۔ اسلئے کہ عدم بلوغ میں حق تعالیٰ کی معرفت نہ تھی جو عین مطلوب ہے کیا ٹھکانہ ہے ان عارفین کی وسعت نظر اور تعلق مع اللہ کا۔ بات یہ ہے کہ ایسے ہی لوگوں سے وعدہ ہے حق تعالےٰ کا کیونکہ استقامت اور پوری اطاعت معرفت ہی سے ہو سکتی ہے پس فرماتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ. نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ. ﴿جن لوگوں نے دل سے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر مستقیم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو نہ رنج کرو اور تم جنت کے ملنے پر خوش رہو جس کا تم سے پیغمبروں کی معرفت وعدہ کیا جایا کرتا تھا اور ہم تمہارے رفیق تھے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے لیے اس جنت میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لیے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔﴾

اور فرماتے ہیں:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ ﴿اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں﴾

پھر دوسری آیت کا شان نزول فرمایا کہ ابورافع ایک صحابی ہیں ان کو ایک بار یہ غم ہوا کہ یہاں تو جب چاہتے ہیں حضور اقدس ﷺ کے دیدار سے مشرف ہو جاتے ہیں مگر جنت میں آپ بڑے درجہ میں ہوں گے اور ہم چھوٹے درجہ میں جہاں ہماری رسائی بھی نہ ہوگی وہاں کس طرح دیدار میسر ہوگا اور اس خیال سے ان کو بے حد قلق ہوا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جب انہوں نے یہ سنا تو بے حد خوش ہوئے کہ الحمد للہ جنت میں بھی حضور ﷺ کی زیارت کیا کریں گے اسی طرح دوسرے دوستوں سے جن کا ذکر صدیقین و شہداء و صالحین میں ہے ملا کریں گے۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس صورت میں تو کم درجہ والے بڑے درجوں میں پہنچ جائیں گے فرمایا کہ پہنچ جائیں گے تو حرج اور نقص کیا واقع ہوا یہاں پر بھی تو ایسا ہوتا ہے کہ کم درجہ والے بڑے درجوں والوں کے پاس ملنے کے لیے پہنچ جاتے ہیں۔ یہاں پر معیت کے وہ معنی نہیں جو آپ سمجھے کہ اس درجہ پر مستقلاً پہنچ جائیں گے۔ اب فرمایئے کیا شبہ ہے عرض کیا کہ اب کوئی شبہ نہیں رہا۔ عرض کیا کہ جنت میں پہنچ کر حسرت ہوگی اور جی چاہے گا کہ ہم بھی بڑے درجوں میں ہوتے فرمایا کہ جی ہی نہیں چاہے گا جو جس کے لیے تجویز ہوگی اس پر دل سے راضی رہے گا۔

ملفوظ ۴۴۳: تفویض کی حقیقت اور دعا کا وجوب

مبتدی اور منتہی حالتوں میں مشابہت

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تفویض کے یہ معنی نہیں کہ مانگے نہیں تفویض کے معنی یہ ہیں کہ یہ عزم رکھے کہ اگر مانگنے پر بھی نہ ملا اس پر بھی رہوں گا تفویض کی حقیقت اگر نہ مانگنا ہوتا تو مانگنے کا امر نہ فرمایا جاتا یہ کوئی بہت باریک مسئلہ نہیں ہے۔ مانگنے کے لیے نص موجود ہے البتہ عین دعاء کے وقت بھی اس کا استحضار رہے کہ اگر مانگنے پر بھی نہ ملا تو بس اس پر دل سے راضی رہوں گا۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ بڑے بڑے فضلاء کو شبہ ہو گیا کہ دعاء اور تفویض کیسے جمع ہوں گے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ خوب مانگے اور خوب الحاح وزاری کرے مانگنا ہرگز تفویض کے منافی نہیں مانگنے کو کون منع کرتا ہے اپنے بزرگوں کا بھی یہی معمول رہا ہے جو میں اس وقت

بیان کر رہا ہوں اور ایک کام کی بات بیان کرتا ہوں جو یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ اس میں عبدیت زیادہ ہے کہ یہ سمجھ کر مانگے کہ یہ چیز ضرور ہم کو ملے گی اور ضرور ہی دیں گے۔ یہ بھی شان عبدیت کے لیے ایک لازم چیز ہے اور مانگنے کے آداب میں سے ہے آگے انکو اختیار ہے کہ اگر بندہ کے لیے وہ مصلحت اور حکمت دیکھیں گے عطا فرما دیں گے ایک اور بات بیان کرتا ہوں مانگنے کے متعلق جب حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے تو خود اس کو بھی مقصود سمجھو تو مقصود دو ہوئے ایک وہ چیز جو مانگ رہے ہو دوسرے خود مانگنا بھی بلکہ نہ مانگنے پر اندیشہ ہے اسلئے کہ حکم مانگنے کا تھا اس میں استغناً سے کام لیا۔ بعض لوگ خود دعا کو مقصود سمجھتے ہیں اور حاجت کو مقصود نہیں سمجھتے غلطی ہے خود حضور ﷺ بعد طعام کے دعا میں یہ اضافہ فرمایا کرتے تھے غیر مودع ولا مستغنی عنہ ربنا یعنی ہم اس کھانے کو رخصت نہیں کرتے اس سے مستغنی نہیں اور صدہا حدیث ہیں جن میں حضورؐ سے حاجتیں مانگنا ثابت ہے تو ایسی چیز تفویض کے خلاف کیسے ہو سکتی ہے مانگنے کو تفویض کے خلاف سمجھنا سخت غلطی ہے گو اجتہادی ہے جس کا سبب غلبہ حال ہے انہیں بعضے اہل دعاء کی نسبت حافظ کا یہ شعر پڑھ دیتے ہیں

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں ہائل ☆ کجا دانند حال ما سبک ساراں ساحل ہا

﴿اندھیری رات ہے موج کا خوف ہے اور ایک ہولناک گرداب ہے (ان حالات میں ہم دریا کا سفر کر رہے ہیں تو) جو لوگ آرام سے کنارۂ دریا پر کھڑے ہیں ان کو ہماری حالت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے ۱۲﴾ مگر خوب سمجھ لو کہ محققین اہلِ دعا جس ساحل پر ہیں وہ ادھر کا ساحل مراد ہے جو عبور دریا کے بعد ملا ہے ادھر کا نہیں جو خوض فی البحر سے پہلے ملتا ہے اس کو تو وہ طے کر چکا ہے وہ کجا دانند میں نہیں آسکتا اگر اس طرف والے کا حال کھل جائے تو خود معترض یہ کہنے لگے

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد ☆ کم کسے زابدال حق آگاہ شد

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر ☆ ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

﴿تمام عالم عارفین کو نہ پہچاننے کی وجہ سے ہی گمراہ ہوا۔ (کہ انہوں نے ان حضرات

کی صرف ظاہری حالت پر نظر کر کے کہہ دیا کہ) یہ بھی بشر ہیں اور ہم بھی بشر ہیں اور یہ بھی خواب و خور کے اسی طرح محتاج ہیں جیسے ہم۔ (مگر ان حضرات کے باطنی حالات کو نہ سمجھ سکے) ۱۲

تو خواص کی بعض انتہائی حالتیں مبتدی کی ابتدائی حالتوں کے مشابہ ہوتی ہیں اس بنا پر یہ سب مل کر تین ہی حالتیں ہوتی ہیں۔

اس کی مثال ہانڈی کی مثال ہے کہ اول جب اس کو چولہے پر رکھا جاتا ہے تو بالکل سکون ہوتا ہے اور جب پکنا شروع ہو جاتی ہے تو جوش و خروش ہوتا ہے اور جب پک کر تیار ہو جاتی ہے تو پھر وہی سکون عود کر آتا ہے۔ ایک مبتدی کی مثال ہے ایک منتہی کی ایک بیچ والے کی۔ منتہی کی حرکات سکنات بالکل مشابہ مبتدی کے ہوتے ہیں مگر زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

مبتدی بھی بیوی سے ہمبستر ہوتا ہے اس کو صرف حظ نفس مقصود ہوتا ہے اور بیچ والا غلبۂ حال سے اس طرف کم ملتفت ہوتا ہے اور منتہی کو حظ نفس بھی ہوتا ہے مگر غالب نیت یہ ہوتی ہے کہ اس کا حکم ہے سو ظاہری اشتغال سے اس کی حالت مبتدی جیسی معلوم ہوتی ہے مگر زمین آسمان کا فرق ہے مگر خفی اور یہ سب باتیں سمجھنا کام کرنے پر موقوف ہے ورنہ محض باتیں بنانے سے یا لمبی چوڑی تحقیقات بیان کرنے سے یا نیت کے دعوے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی نابالغ کہے کہ میں نیت کرتا ہوں بالغ ہونے کی تو کیا وہ بالغ ہو جائے گا؟

ملفوظ ۳۴۱: اشغال ومجاہدات صوفیہ بدعت نہیں

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل بعض خشک علماء بھی طریق اصلاح کے بعض اجزاء کو بدعت کہتے ہیں جیسے بعض ریاضات یا بعض اشغال فرمایا کہ بدعت کی حقیقت تو یہ ہے کہ اس کو دین سمجھ کر اختیار کرے اگر معالجہ سمجھ کر اختیار کرے تو بدعت کیسے ہو سکتا ہے پس ایک احداث للدین (دین حاصل کرنے کے لیے کوئی جدید بات پیدا کرنا ۱۲) ہے اور ایک احداث فی الدین (دین کے اندر کوئی نئی بات پیدا کرنا ۱۲) ہے۔ احداث للدین معنی سنت ہے اور احداث فی الدین بدعت ہے۔ اس پر بحمد اللہ کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا یہ زیادہ تر جہلاء صوفیہ کی

بدولت بدنام ہوا ہے محض گدی نشین ہونا ان کے یہاں مقصود طریق ہے حالانکہ گدھی نشین ہیں گھوڑی نشینی انکو کہاں نصیب۔

ملفوظ ۳۴۲: حق تعالیٰ حاکم بھی ہیں حکیم بھی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ کو ہر وقت اختیار ہے کہ اگر وہ چاہیں تو دوزخیوں کو جنت میں اور جنتیوں کو دوزخ میں بدل دیں ان کے اختیار میں ہے اور اگر وہ ایسا کریں تو وہی حکمت ہو یہی نہیں کہ فقط ضابطہ کی وجہ سے مان لیا جائے کہ وہ حاکم ہیں یہ تو بہت گھٹا ہوا عقیدہ ہے یہ عقیدہ بھی ہونا چاہیئے کہ حکیم بھی ہیں پھر کبھی کوئی اعتراض ہی قلب میں پیدا نہیں ہوسکتا اور اس پر بھی قادر ہیں کہ اگر چاہیں تو دوزخیوں کو جنت میں بھیج کر تکلیف دیں اور جنتیوں کو دوزخ میں بھیج کر راحت دیں۔ اختیار اور حکمت کو یوں سمجھ لیجئے گا کہ جیسے کسی کے یہاں الماری ہے اوپر کے درجہ میں کپڑے رکھے ہیں اور نیچے کے درجہ میں برتن۔ اب وہ کسی مصلحت کی وجہ سے کپڑوں کو اٹھا کر نیچے کے درجہ میں رکھ دے اور برتنوں کو اوپر کے درجہ میں رکھ دے تو اس کو اختیار بھی ہے اور حکمت بھی ہوگی ایسے ہی اللہ میاں کی دو الماریاں ہیں ایک جنت اور ایک دوزخ وہ جب چاہیں اور جس کے لیے چاہیں بدل دیں اس میں کسی کو مزاحمت کا کیا حق۔ اگر اس میں کوئی مزاحمت کرے تو وہ الماری کی مزاحمت اللہ ماری ہے۔

۲۰ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ

ملفوظ ۳۴۳: اس راہ میں مٹ کر ہی کچھ ملتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے فلاں مولوی صاحب کو لکھا تھا کہ اس طریق میں افعال مقصود ہیں انفعالات مقصود نہیں میں نے ان دو ہی جملوں میں تمام تصوف کی حقیقت اور روح بتلا دی تھی اور بیان کردی تھی مگر ان مولوی صاحب نے کوئی قدر نہ کی۔ تعجب ہے کہ صاحب علم ہو کر بھی نہ سمجھے۔ بات وہی ہے جو میں کہا کرتا ہوں کہ ہر شخص چاہتا یہ ہے کہ کام کچھ نہ کرنا پڑے بزرگ اپنے سینوں میں سے دیدیں پہلے یہ تو معلوم کرلو کہ خود ان کو یہ چیز کیسے ملی ہے تم کو گھر بیٹھے

بھلائے کہ کچھ کرنا دھرنا نہ پڑے کیسے مل جائے گی۔ کسی کی جوتیاں سیدھی کرو ناک رگڑو اس پر بھی اگر مل جائے تو بسا غنیمت ہے اس راہ میں تو مٹ کر فنا ہو کر کچھ ملتا ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

قال را بگذار، مردِ حال شو ☆ پیش مردے کاملے پامال شو

ملفوظ ۳۴۴: استعداد کتنے دنوں میں پیدا ہوتی ہے

ایک مولوی صاحب نے سوال کیا کہ حضرت استعداد کتنے دنوں میں پیدا ہو سکتی ہے فرمایا قد مختلف ہوتے ہیں بچپن میں قد پستہ ہوتا ہے رفتہ رفتہ بڑھتا ہے کیا کوئی یہ بتلا سکتا ہے کہ اس قدر قد کتنے دنوں میں ہو جائے گا نہیں بتلا سکتا۔ اس فکر ہی میں آدمی کیوں پڑے اور فی کل وادٍ یھیمون ﴿وہ شاعر لوگ خیالی مضامین کے ہر میدان میں حیران پھر رہے ہیں ۱۲﴾ کا مصداق کیوں بنے میں دعوے سے نہیں کہتا مگر اللہ نے ایسے اصول دل میں ڈال دیے ہیں کہ بڑی سے بڑی بات آسان اور سہل ہو جاتی ہے اور اس ہی لیے کہا کرتا ہوں کہ اگر بڑی سے بڑی سلطنت بھی محققین کے ہاتھوں میں ہو تو اس کا انتظام ہو سکتا ہے اور کوئی بدنظمی بحمد اللہ نہ ہو۔

ملفوظ ۳۴۵: وجد کی تعریف اور رونا نہ آنے پر افسوس ہونا رونا ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حالت محمودہ غیر اختیاریہ کو وجد کہتے ہیں جو محمود ہے مگر مامور بہ نہیں انہوں نے عرض کیا یبکون ویزیدھم خشوعا ﴿اور یہ قرآن ان کا خشوع بڑھا دیتا ہے﴾ فرمایا گیا ہے کیا یہاں پر قصد سے رونا مراد ہے فرمایا کہ اس میں صرف فضیلت بکاء کی مذکور ہے اس کا امر نہیں اس لئے قصد سے رونا مراد نہیں۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ جس کو رونا نہیں آتا فرمایا اس کو بھی آتا ہے عرض کیا کہ کہاں آتا ہے فرمایا کہ رونا نہ آنے پر افسوس ہونا یہ بھی رونا ہی ہے بعض کو فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا ﴿تھوڑے دنوں میں دنیا میں ہنس لیں اور بہت دنوں آخرت میں روتے رہیں﴾ سے بکاء کے مامور بہ ہونے کا اندیشہ ہو گیا ہے مگر وہ صورۃً امر ہے مگر معنیً خبر ہے قیامت میں کفار کے وقوع بکاء کی خبر دے رہے ہیں۔

ملفوظ ۳۴۶: جاہل صوفیہ اور کوڑ مغزی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل جاہل صوفیوں کے نہایت لچر استدلالات ہوتے ہیں وہ فن کو ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر جاہل ہیں ثابت کرنے پر قادر نہیں۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو یہ کہتے ہیں کہ مغز ہمارے پاس ہے فرمایا کہ جی ہاں مگر کون سا مغز ایک قسم مغز کی کوڑ مغزی بھی ہے۔

ملفوظ ۳۴۷: روزہ میں اگر بتی کی خوشبو سونگھنا

ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت اگر کی بتی قصداً مسجد میں ایام رمضان المبارک میں دن کو جلادی جاتی ہے اس سے روزہ میں تو فرق نہیں آتا فرمایا کہ قصداً تو اس کو نہیں سونگھتے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ روزہ میں تو خرابی نہیں آتی مگر اچھا نہیں شب کو جلالیا جائے۔

ملفوظ ۳۴۸: آج کل کے مصنفین

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل تو ہر شخص مصنف بنا ہوا ہے۔ بعض بعض مصنفین میرے پاس رسائل بغرض تنقید بھیجتے ہیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کیوں اس شخص نے تکلیف اٹھائی اور وقت بیکار کھویا نام تک رکھنے کا تو سلیقہ ہوتا نہیں۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ سنا تھا کہ سب سے پہلے کتاب کا نام دیکھو اگر اس کا نام موضوع کے مناسب ہو تو کتاب ورنہ کیوں وقت بھی ضائع کیا۔ واقعی کام کی بات فرمائی۔ یہ حضرات مبصر ہیں ان کی نظر حقیقت پر پہنچتی ہے ان کی معمولی معمولی باتوں میں علوم ہوتے ہیں۔

ملفوظ ۳۴۹: سہو ونسیان اور حسد وعیب جوئی

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس کا کون دعوے کر سکتا ہے کہ میری تصنیف میں کوئی لغزش یا کوتاہی نہیں بشریت ہے سہو نسیان ساتھ لگا ہوا ہے لیکن اسی کے ساتھ

مدعی نسیان کے متعلق یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ واقعی نسیان ہے یا قصد سے ایسا دعوے کیا گیا ہے سو اگر کوئی محض حسد کی راہ سے کسی پر اعتراض ہی کرنا چاہے وہ بھی معلوم ہو جاتا ہے اور اس کا کسی کے پاس کوئی علاج نہیں۔ بہت سے لوگوں کا یہی مشغلہ ہے کہ عیب جوئی میں لگے رہتے ہیں۔

عیب چین کی مثال ایسی ہے جیسے باغ میں کوئی پھول سونگھنے کی غرض سے کوئی پھل کھانے کی غرض سے۔ کوئی سیر و تفریح کی وجہ سے جاتا ہے اور سور جو جاتا ہے سونگھتے سونگھتے جہاں پاخانہ ہوگا وہیں پہنچ جائے گا۔ اسی طرح حاسد کی کسی خوبی پر نظر نہیں پڑتی۔ اگر چہ کتنی ہی خوبیاں ہوں ہمیشہ عیب ہی کی جستجو میں رہتا ہے۔

ملفوظ ۳۵۰: ایک شخص کے جواب کے لئے دھمکی

فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ بواپسی ڈاک اس عریضہ کا جواب دو اور اگر نہ دیا تو حشر میں دامن گیر ہونگا اور اس میں جواب کے لئے ٹکٹ بھی نہ تھے فرمایا کہ ٹکٹ نہ رکھنے پر اس شخص کا یہ خیال نہ ہوا کہ کہیں میں دامن گیر نہ ہوں کہ خواہ مخواہ کی اذیت دی۔

ملفوظ ۳۵۱: اصلاحِ طالب سے چشم پوشی خیانت ہے

ایک خط کے سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت اگر میں طالبین کی غلطیوں کی تاویلیں کرلیا کروں تو اصلاح اور تربیت ہی نہیں ہوسکتی۔ ان کے امراض سے اگر چشم پوشی کی جائے تو اعلیٰ درجہ کی خیانت ہے برا ماننے والوں میں حس نہیں۔ رہا چشم پوشی کی فرمائش کرنے والے مجھ پر ایک قسم کا دباؤ ڈالنا چاہتے ہیں مگر مجھ کو دبنے کی کیا ضرورت ہے کیا کوئی میرا کام ہے یا کوئی میری غرض ہے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایسا تو کوئی نہیں سمجھتا فرمایا کہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں۔ کہ اس کا قصد تو نہیں ہوتا۔ مگر آخر عنوان بھی ایسا کیوں اختیار کیا جائے۔ جس سے اس قسم کا شبہ پیدا ہوسکتا ہے۔ اصل میں ان باتوں کا تعلق فہم سے ہے فہم بڑی دولت ہے اللہ تعالیٰ کی جس کو عطا فرمادیں۔ میں مشقت سے نہیں گھبراتا جس قدر چاہے خدمت لی جائے ہاں بد سلیقگی اور بے اصولی سے گھبراتا ہوں کہ میں تو اس کی اصلاح کرنا چاہوں اور اس سے لوگ گھبرائیں پھر

یہ کہ میں دوسرے کو بدوں اس کی طلب کے کبھی کوئی تعلیم نہیں کرتا۔تو تعلیم کی درخواست کے بعد اس سے گھبرانا کیا۔معنی حاصل یہ کہ میں تعلیم کے متعلق کسی کو خطاب خاص نہیں کرتا البتہ طلب پر خطاب خاص کرتا ہوں اور یوں تو بحمد اللہ ہر وقت ہی عام اصلاحی تعلیم میرے یہاں ہوتی رہتی ہے جس پر بھی لوگوں سے لڑائی ہو جاتی ہے میں تو چاہتا ہوں کہ بندوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے صحیح رہے اور لوگ اس کا احساس نہیں کرتے۔

ملفوظ ۳۵۲: مصائب کے وقت بڑے گناہ کو سوچنا ایک لطیفہ

فرمایا کہ ایک خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ میں بہت سوچتا ہوں کہ ایسا کون سا گناہ مجھ سے ہوا کہ جو اس قدر مصائب میں مبتلا ہوں جواب میں فرمایا کہ جب پریشانی نہ تھی اس وقت نہ سوچا کہ میرا ایسا کون سا عمل صالح تھا جس کی وجہ سے خوش عیش بنا رہا۔اعمال حسنہ کو تو سب کو مقبول ہی سمجھتا رہا اور خوش عیشی میں موثر سمجھتا رہا وہاں نہ سوچا کہ کون سا عمل اس کا سبب ہو گیا تھا اور گناہوں میں امتیاز ڈھونڈتا ہے کہ کون سا گناہ سبب مصائب کا ہوا۔لوگ گناہ صغیرہ کی تو کوئی اصل ہی نہیں سمجھتے حالانکہ وہ صغیرہ کبیرہ کے مقابلے میں صغیرہ ہے اپنی ذات میں تو صغیرہ نہیں مثال سے سمجھ لیجئے جیسے چنگاری اس میں کیا چھوٹی کیا بڑی چھپر پھونک دینے کے لیے تو چھوٹی بھی بہت ہے۔

(لطیفہ) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کا خط آیا ہے عجیب نام ہے قیاس گل۔پھر فرمایا کہ گل بھی دو ہیں ایک پھول اور ایک حقہ کا گل۔ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! ایک چراغ گل بھی تو ہے فرمایا ہاں صحیح ہے پھر اسی پر مبنی کر کے فرمایا کہ ان مولوی صاحب نے جو عرف کے اتباع میں مجھ سے باتیں پوچھی ہیں ان میں مجھ کو دوسروں پر قیاس کر کے قیاس کو گل کیا ہے۔

ملفوظ ۳۵۳: ایک عورت کے عاشق کے خط کا جواب

فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایک عورت کو اپنا کرنا چاہتا ہوں اس کے لیے کوئی وظیفہ براہ نوا جش (نوازش) رحمانی بتلا دو تا کہ میری (سرسبزی) نکل آئے جواب میں فرمایا کہ نوا جش (نوازش) یہ ہی ہے کہ توبہ کرو سر بجی (سرسبزی) ہی اسی میں ہے۔ایک صاحب نے عرض

کیا کہ توبہ کس بات سے فرمایا کہ عورتوں کے مسخر کرنے سے (اسی سلسلہ (حرف ژ کو حرف ج سے بدلنے کے بارہ میں) فرمایا کہ کبھی کبھی طبیعت میں طالب علمی کی شوخی آجاتی ہے مگر وہ ایسی ہے کہ جیسے کسی نے کہا ہے کہ

وقت پیری شباب کی باتیں ☆ ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

ملفوظ ۳۵۴: رخصتوں پر عمل

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک معترض نے مجھ پر اعتراض کیا ہے کہ رخص (شرعی سہولتوں پر ۱۲) پر عمل کرتا ہے مگر ہم رخص کو تو تمام عمر انشاءاللہ تعالیٰ نباہ دیں گے اور دعوے سے عزائم پر عمل کرنے والوں کی چار دن کی چاندنی ہے اور بھائی صاف صاف بات یہ ہے کہ عزیمت میں محنت ہے اور محنت ہوتی نہیں اور کبھی کی بھی نہیں۔ بس عملی حصہ تو بہت ہی کم ہے۔ رہا علم تو یہ بھی خدا تعالیٰ کی عنایت ہے کہ دو چار باتیں آگئیں دوسروں کو بتلا دیتا ہوں کمال اس میں بھی نہیں۔

ملفوظ ۳۵۵: واعظ کے لیے باعمل ہونا شرط نہیں

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ واعظ کے لیے باعمل ہونا شرط نہیں ہے بے عمل پر بھی واعظ ہونا واجب ہے جیسے طبیب کا پرہیز گار ہونا شرط نہیں بد پرہیز پر بھی واجب ہے کہ مریضوں کا علاج کرے۔

ملفوظ ۳۵۶: ایک مولوی صاحب کے بے اصول سوال پر گرفت

ایک مولوی صاحب کے ایک بے اصول سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ اصطلاحات آپ کو مبارک ہوں یہ ہی چیزیں تو اس طریق میں سدراہ ہیں آپ نے اس وقت ایک بیکار اور فضول سوال کر کے طبیعت کو منقبض کر دیا اب اگر متنبہ کرتا ہوں تو بدخلق مشہور ہوتا ہوں نہ متنبہ کروں تو اصلاح کیسے ہو۔ آخر کیوں آپ کو بیٹھے بٹھلائے ایسی بات سوجھی جس کے سر نہ پیر بے جوڑ ہانک دی۔ معلوم بھی ہے کہ اصطلاحات کا نام علم نہیں حقائق کا نام علم ہے۔ مولوی صاحب میں آپ کو ہمیشہ کے لیے متنبہ کرتا ہوں کہ کبھی ایسا فضول اور لغو سوال نہ کیا کیجئے ایسی باتوں سے طبیعت مکدر

ہو جاتی ہے اور پھر نفع خاک بھی نہیں ہوتا ایسا شخص جیسا آتا ہے ویسا ہی کورا لوٹ جاتا ہے۔

ملفوظ ۳۵۷: حضرت نانوتویؒ حضرت حاجی صاحبؒ کی زبان تھے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے بزرگوں میں بحمد اللہ ہمیشہ حقائق ہی رہے مخالفین کو بھی اس کا اقرار ہے ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے حقائق کو مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بکثرت ظاہر فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ہر ایک بزرگ کو ایک خاص لسان دی جاتی ہے میری لسان مولوی محمد قاسم صاحبؒ ہیں۔

ملفوظ ۳۵۸: ایک شخص کی ادھوری بات پر مؤاخذہ

ایک دیہاتی شخص نے آ کر تعویذ مانگا اور یہ نہیں بتلایا کہ کس چیز کا تعویذ حضرت والا نے فرمایا کہ میں سمجھا نہیں اس نے ذرا بلند آواز سے فرمایا کہ تعویذ کو آیا ہوں فرمایا کہ میں بہرا نہیں ہوں سن لیا مگر سمجھا نہیں ذرا باریک بات کو کم سمجھتا ہوں (یہ مزاح سے فرمایا) اس پر بھی اس نے یہ نہیں بتلایا کہ کس چیز کا تعویذ چاہیے فرمایا کہ جاؤ باہر سہ دری سے اور کسی معلوم کر کے آؤ کہ یہ میری بات پوری ہے یا ادھوری وہ شخص گیا اور دریافت کر کے آیا اور کہا کہ ستاؤ (یعنی آسیب) کا تعویذ دیدو فرمایا کہ اب بتلاؤ کہ میں بدوں بتلائے ہوئے کس چیز کا تعویذ لکھتا۔ تھی بھی ادھوری بات۔ اب تو کبھی ادھوری بات کہیں کسی کے پاس جا کر نہیں کہو گے کہا کہ نہیں۔

پھر حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ ایک کو تو جن ستا رہا ہے اس کے لیے تعویذ کی ضرورت ہے اور تو مجھے ستا رہا ہے ایک تعویذ میں اپنے لیے کروں تیرے ستاؤ سے بچنے کے لیے فرمایا کہ اس وقت جاؤ اور ایک گھنٹہ کے بعد آ کر پوری پوری بات کہنا کیونکہ پریشانی میں تعویذ لکھنے کو دل نہیں چاہتا اور مؤثر بھی نہیں ہوتا اس کے بعد فرمایا کہ یاد آ گیا آج جمعہ ہے تعویذ نہیں ملے گا۔ کل ظہر کے بعد آنا اور آ کر پوری بات کہہ دینا۔ آج کے واقعہ کے بھروسہ نہ رہنا مجھ کو آج کی بات یاد نہ رہے گی۔ وہ شخص چلا گیا۔ فرمایا کہ اس وقت ذرا سی گڑ بڑ تو ہوئی مگر اس شخص کو سبق مل

گیا۔ اب کبھی ادھوری بات نہ کہے گا یہاں پر تو جو آتا ہے بحمد اللہ خالی نہیں جاتا کچھ لے کر جاتا ہے تعویذ بلا تعلیم مل گئی یہ سب کچھ خرابیاں رسمی اخلاق کی بدولت ہو رہی ہیں مجھ میں یہ رسمی اخلاق ہیں نہیں اسی لیے میں بدنام ہوں خیر بدنام ہی کر لیں اصول کو کیسے چھوڑ دیا جائے۔

آج کل لوگ اہلِ وصول سے خوش ہیں اور اہلِ اصول سے خفا۔ اچھا ہے ایسے بدفہم اور کوڑ مغزوں کا خفا ہونا ہی اچھا ہے نجات تو مل جاتی ہے ورنہ سوائے ستانے کے ایسے شخصوں سے اور کیا امید ہو سکتی ہے۔

ملفوظ ۳۵۹: بے روزگاری کے لیے وظیفہ

ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت میں بے روزگار ہوں ایک تعویذ دید یجئے فرمایا کہ ابھی ایک واقعہ تمہارے سامنے ہو چکا ہے جس سے تم کو معلوم ہو گیا کہ جمعہ کے روز تعویذ نہیں دیا جاتا پھر بھی تم کو سبق نہ ملا خیر روزگار کے لیے تعویذ نہیں ہوتا میں پڑھنے کے لیے بتاتا ہوں وہ پڑھ لیا کرو یَا بَاسِطُ دو او پر ستر مرتبہ پانچوں نمازوں کے بعد پڑھ لیا کرو انشاء اللہ تعالیٰ بہتر ہوگا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ آجکل لوگ وظائف کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور اصل چیز یعنی دعا کو اختیار نہیں کرتے جو روح اور مغز ہے تمام عبادات کی اور ایک کام کی بات بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ وظائف پڑھنے سے قلب میں ایک دعوے کی شان پیدا ہوتی ہے کہ ہم ایک تدبیر کر رہے ہیں بس ثمرہ گویا ہمارے قابو میں ہے اور دعاء سے شان عبدیت کا غلبہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں وہ چاہیں گے تو دیں گے۔ بس دعا بڑی چیز ہے

بس ہے اپنا ایک بھی نالہ اگر پہنچے وہاں ☆ گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالۂ و فریاد ہم

ملفوظ ۳۶۰: عطاءِ خداوندی کے لیے طلب شرط ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان کی رحمت کی کیا ٹھکانہ ہے وہ تو ہر وقت اپنے بندوں پر رحمت فائض فرمانے کو تیار ہیں حتیٰ کہ مایوسین کی بھی امیدیں اور مرادیں بر لاتے ہیں فرماتے ہیں وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ﴿اور وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جو

لوگوں کے ناامید ہو جانیکے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے ۱۲﴾ وہاں کیا دیر ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ دیکھتے ہیں کہ یہ بھی کچھ کرتا ہے وہاں پر عطاء کے لیے قاعدہ سے طلب شرط ہے عدم طلب کے متعلق فرماتے ہیں اَنُلْزِمُکُمُوْھَا وَاَنْتُمْ لَھَا کٰرِھُوْنَ ۔ اور اس طلب کی استعداد تام پیدا ہوتی ہے کسی کامل کی جوتیاں سیدھی کرنے سے اس راہ میں راہزن بہت ہیں بدون راہبر کے بہت سے خطرات ہیں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جان تک جاتی رہتی ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے شیخ اس خطرہ سے نکال کر منزل مقصود پر پہنچانے کی تدابیر کرتا ہے اور دعا کرتا ہے اور اس دشوار گذار گھاٹی سے نکال کر لے جاتا ہے بدون رہبر کے ایک قدم رکھنا بھی نہایت خطرناک بات ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

یار باید راہ را تنہا مرو ☆ بے قلاؤ زاندریں صحرا مرو

﴿راستہ کے لیے ساتھی چاہیئے تنہا مت چلو ۔ بغیر رہبر کے اس جنگل میں مت جاؤ ۔﴾

ملفوظ ۳۶۱: کلام الٰہی کی عظمت وجلال

آیت مَاکُنْتَ تَدْرِیْ مَاالْکِتٰبُ وَلَاالْاِیْمَانُ الآیۃ ﴿آپکو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب اللہ کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کا انتہاءِ کمال کیا ہے ۱۲﴾ کے متعلق ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں یہ تو ٹھیک ہے کہ حضور ﷺ کے متعلق یہ فرمانا کہ ایمان کی بھی خبر نہ تھی اس سے بڑا اندیشہ اس غلط فہمی کا ہوسکتا ہے کہ ایمان کوئی مہتم بالشان چیز نہیں جب نبی بھی اس سے ایک زمانہ میں بے خبر رہ چکے ہیں مگر چونکہ خدا کا کلام ہے بے دھڑک فرماتے ہیں کہ کوئی ہمارا کیا ۔ ۔ ۔ کرے گا ۔ پھر اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ جانتے ہیں اگر کوئی گڑبڑ ہوگی تو ہم خود سنبھال لیں گے ۔

ملفوظ ۳۶۲: امراض باطنی سے بچنے کی بڑی تدبیر

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بڑی تدبیر معاصی اور امراض

باطنی سے بچنے کی بھی یہ ہے کہ کسی کامل کی طرف رجوع کرلے اس کی بتلائی ہوئی تدابیر پر استقامت کے ساتھ عمل کرے اس تدبیر سے انشاء اللہ تعالیٰ چند روز میں تمام رذائل سے پاک ہوجائے گا اور اعمال صالحہ کی توفیق ہوجائے گی ۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد ☆ اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

﴿ایسا کون ہے جو عاشق ہوا ہو اور محبوب نے اس کے حال پر عنایت نہ فرمائی ہو۔ میاں درد ہی نہیں ہے ورنہ طبیب تو موجود ہے ۱۲﴾

اور فرماتے ہیں ؎

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق ☆ گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

﴿حق تعالیٰ کی اور خاصان خدا کی عنایت کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہو تو اس کا بھی نامۂ اعمال سیاہ ہو ۱۲﴾

۲۱ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

ملفوظ ۳۶۳: علماء کو عوام کا تابع نہیں بننا چاہیئے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء کو عوام اور جہلاء کا تابع بن کر نہیں رہنا چاہیئے اس سے دین کی عظمت و احترام ان لوگوں کے قلوب سے نکل جانے کا اندیشہ ہے آج جو عوام کی ہمت اور جرأت بڑھ گئی کہ وہ اہل علم کو حقیر سمجھتے ہیں اس کا سبب یہ اہلِ علم ہی ہوئے ہیں مجھے جو عوام کی حرکت یا ان کے کسی فعل پر اس قدر جلد تغیر ہوجاتا ہے اس کا سبب زیادہ تر وہ فعل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا منشا اس کا سبب ہوتا ہے یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اہل دنیا جو مال کی وجہ سے بڑے ہیں یا حکام جو جاہ کی وجہ سے بڑے ہیں یہ عوام ان کے ساتھ یہ بے فکری کا برتاؤ کیوں نہیں کرتے جو اہلِ علم سے کرتے ہیں ان کے سامنے جا کر کیوں بھیگی بلی بن جاتے ہیں۔

یہ سب علماء کے ڈھیلے پن کی بدولت ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ نہ تو ڈھیلے بنو اور نہ ڈھلے (کلوخ) ہو جس سے دوسرے کے چوٹ لگے توسط کے درجہ میں رہو نہ تو اس قدر کڑوے بنو کہ کوئی تھوک دے اور نہ اس قدر میٹھے کہ دوسرا نگل ہی جائے آجکل تو یہاں تک نوبت آگئی ہے کہ بعض علماء مسائل کے جواب میں عوام کے مذاق کی رعایت کرنے لگے مجھ کو تو اس طرز پر بے حد افسوس ہے یہ اہلِ علم کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ مسائل کے جواب کے وقت اہلِ علم کی یہ شان ہونی چاہیے جیسے حاکم کے اجلاس پر ہونے کے وقت شان ہوتی ہے۔

فرمایا کہ اس پر یاد آیا کہ کانپور میں ایک کوتوال صاحب نے ایک معمولی مولوی صاحب سے جو ان کے بچوں کی تعلیم پر ان کے ملازم تھے سوال کیا کہ نبی میں اور ساحر میں فرق کیسے معلوم ہو۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ آپ کوتوال ہیں جس وقت کسی معاملہ کی تحقیق کے لیے اپنے علاقہ میں جاتے ہیں تو ان لوگوں کے اطمینان کا کیا ذریعہ ہے کہ آپ کوتوال ہیں ممکن ہے بھروپیہ یا ڈاکو ہو اور اس وردی میں چلا آیا ہو۔ اب کوتوال صاحب چپ ہیں کچھ نہیں بولتے۔ واقعی ان متکبروں کا دماغ اسی طرح سیدھا کرنا چاہیے۔ ایسے جاہلوں کے سامنے دب کر جواب دینا مفید نہیں ہوسکتا۔ یہ مولوی صاحب تھے بڑے جری نہ کسی انگریز سے ڈرے نہ ہندوستانی سے۔

ایک مرتبہ یہی حضرت ایک انگریز لفٹنٹ گورنر کے پاس پہنچے اور جا کر کہا کہ کیا کچھ تمہاری حکومت میں علماء کا حق نہیں رہا کیا یہ تمہاری رعایا میں نہیں اس نے جواب میں کہا کہ ضرور ہے فرمائیے کہ آپ چاہتے کیا ہیں کہ روزگار چاہیے اس انگریز نے جواب دیا کہ روزگار بہت! مگر آپ کے علم کی شان کے خلاف ہے اس کے لیے تو یہی زیبا ہے کہ آپ کسی مسجد میں بیٹھ کر درس و تدریس کا کام کریں جس سے خدا کے دین کی خدمت ہو اور خدا تمہاری ضروریات کا کفیل ہوگا انہوں نے جواب میں کہا کہ میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں۔ آپ نے مجھ کو نیک مشورہ دیا اور اس انگریز نے خدمت گار کو اشارہ کیا کہ وہ فوراً ایک کشتی میں پچاس لاکھ روپیہ رکھ کر لایا اس انگریز نے خود اپنے ہاتھ میں کشتی لے کر ان کے سامنے پیش کئے کہ یہ آپ کی نذر ہے انہوں نے کہا

کہ میں آپ کی نصیحت پر یہیں سے عمل شروع کرتا ہوں۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ کے لیتے اس نے یہ بھی تو کہا تھا کہ خدا کفیل ہوگا تو یہ خدا ہی نے تو پیش کرائے تھے اور مسجد ہی کے بیٹھنے کی نیت کا ثمرہ تھا۔

ایک بزرگ خلوت نشین تھے لفٹنٹ گورنر ملاقات کو گئے جا کر سلام کیا جب رخصت ہونے لگے عرض کیا کہ حضور کی زندگی کا کیا ذریعہ ہے بزرگ نے فرمایا کہ کل جواب دونگا۔ اگلے روز لفٹنٹ گورنر پھر بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک ہزار روپیہ کی تھیلی ہمراہ لے گئے اور پیش کی اور عرض کیا کہ حضور آج جا رہا ہوں اور کل کے جواب کا انتظار ہے بزرگ نے فرمایا یہ کل کا جواب ہے تم میرے مرید نہیں حتیٰ کہ مسلمان بھی نہیں میرا تم سے تعلق کیا پھر کیوں دیتے ہو حق تعالیٰ اسی طرح عطا فرماتے ہیں گذر ہوتی ہے تو جس طرح ان بزرگ نے خدا کا عطیہ سمجھ کر لے لیا تھا۔ اسی طرح مولوی صاحب کو بھی خدا کی عطا سمجھ کر لے لینا تھا۔

ملفوظ ۳۶۴: ہدیہ اور حضرت حاجی صاحبؒ کا معمول

ایک مہمان پنجاب سے حاضر ہوئے ان کا حضرت والا سے بیعت کا تعلق تھا۔ بعد مصافحہ کرنے کے عرض کیا کہ کچھ پکی ہوئی مچھلی اور روغنی روٹی بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت والا نے دیکھ کر فرمایا اس قدر زائد لانے کی کیا ضرورت تھی تھوڑی لے آتے عرض کیا کہ حضرت یہ تو تھوڑی ہی ہے بطور مزاح فرمایا کہ اب یہ اعتراض ہے کہ تھوڑی کیوں لائے زائد کیوں نہیں لائے یہاں پر تو دونوں شقوں پر اعتراض ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت والا نے فرمایا کہ ایسے ہدایا میں سے ضرور کھانا چاہیئے اس میں ایک نور ہوتا ہے۔

ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ایسی چیز میں سے ضرور کچھ تھوڑا بہت کھا لیتے تھے حضرت کا رنگ تو عجیب تھا یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ حضرت لذائذ سے بچے ہوئے ہیں آپ کھاتے تھے اور بہت قلیل یہ بڑی مشکل بات ہے کہ کھائے اور کم کھائے اس سے یہ آسان ہے کہ بالکل نہ کھائے مگر حضرت کا یہ معمول تھا کہ کیسی ہی کوئی چیز آ گئی مثلاً انگور وغیرہ بس

ایک دانہ اٹھا کر نوش فرما لیا اور باقی کو تقسیم کرا دیا۔ یہ بہت ہی دقیق زُہد تھا۔

حضرت حاجی صاحبؒ ایسی چیزوں کی نسبت یوں بھی فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز حب فی اللہ کی وجہ سے آئے اسے ضرور کھائے اس میں نور ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ دوسرے بزرگ کی ملاقات کو چلے راستہ میں خیال آیا کہ بزرگ کی خدمت میں جا رہا ہوں کچھ ضرور چاہیے پاس کچھ نہ تھا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ درختوں کی پتلی پتلی کچھ شاخیں خشک ہو کر نیچے زمین پر خود بخود گر جاتی ہیں ان بزرگ نے خیال کیا کہ یہی لے چلو۔ حضرت کے یہاں ایک وقت روٹی ہی پک جائے گی لکڑیاں جمع کر اور سر پر رکھ کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت یہ کچھ لکڑیاں لایا ہوں فرمایا بہت اچھا۔ اب ان بزرگ کی قدر دانی کو ملاحظہ فرمایئے خادم کو بلایا اور فرمایا کہ یہ لکڑیاں لے کر حفاظت سے رکھو اور جب ہم مر جائیں ان لکڑیوں سے ہمارے غسل کا پانی گرم کیا جائے اس کی وجہ سے ہمیں امید اپنی نجات کی ہے ان کی برکت سے انشاء اللہ ہماری بخشش ہو جائے گی غرض ایسی چیز میں نور ہوتا ہے جو حب فی اللہ کی وجہ سے آتی ہے واقعی دنیا کی راحت بھی اہل اللہ ہی کو میسر ہے کیونکہ جب اس خیال سے اس کا استعمال رغبت سے کریں گے راحت ہی راحت ہے میں تو بطور اشارہ کے ایک تاویل یہ بھی کیا کرتا ہوں وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ہر وقت ڈرتا رہتا ہے اس کے لیے جنت میں دو باغ ہوں گے﴾ کی کہ ایک آخرت میں جنت اور ایک دنیا میں جنت۔ یہاں کی جنت راحت ہے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہاں کیسی جنت۔ فرمایا کہ ہاں میرا مطلب یہ ہے کہ دنیا دار جو تصنع اور جاہ کی وجہ سے تشویش میں پڑتے ہیں یہ حضرات اس سے بری ہیں خلاصہ یہ ہے کہ فضولیات میں پڑنے سے جو دنیا داروں کو گرانی ہوتی ہے وہ ان حضرات کو نہیں ہوتی یہ ہے جنت۔

ملفوظ ۳۶۵: میر منصب علی کا شیعہ سے سنی ہونا

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کسی شخص پر حق کا واضح ہو جانا خدا ہی کے قبضہ میں ہے انسان کی قدرت سے باہر ہے فرمایا کہ ہاں حق تعالیٰ حق کو قلب پر وارد اور واضح کر دیتے ہیں عادت اللہ یہی ہے پھر یہ شخص بے تکلف رد کر دیتا ہے۔

فرمایا کہ حق واضح ہونے پر یاد آیا کہ یہاں ایک شخص میر منصب علی تھے ان کا گھرانا کٹر شیعی تھا یہ بھی شیعی تھے پھر سنی ہو گئے تھے مجھ سے خود کہتے تھے کہ ان میں بعضے لوگ ایسی شرارتیں کرتے ہیں کہ بچپن میں ہم سے کہا گیا تھا کہ خلفاء ثلثہ کے نام سڑک پر لکھا کرو تا کہ لوگ اس پر سے راستہ چلیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت روشنائی سے فرمایا نہیں انگلی سے ریت میں یا مٹی پر اور کہتے تھے کہ ہم لکھتے پھرا کرتے تھے۔

حق واضح ہونے کا قصہ اس طرح بیان کرتے تھے کہ ایک بار انکو شبہ ہوا اپنے مذہب میں اور یہ حالت ہوئی کہ کبھی سنیوں کے طریقہ پر نماز پڑھتے اور کبھی شیعوں کے طریقہ پر۔ عجب کشمکش کی حالت میں تھے اسی تغیر میں ایک مرتبہ پیران کلیر جانا ہوا وہاں پر حضرت مخدوم علاؤالدین صابرؒ کا مزار ہے وہاں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ مقبولین میں سے ہیں میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ دعا فرمائیں کہ مجھ پر حق واضح ہو جائے اگر ایسا نہ ہوا تو قیامت کے روز آپ کو پیش کر کے الگ ہو جاؤں گا کہ ان سے عرض کیا تھا انہوں نے توجہ نہ کی یہ کہہ کر چل دیئے پھر خیال ہوا کہ شاید خواب وغیرہ میں کوئی بات معلوم ہو جائے گی اس کے یہ قائل نہ تھے لوٹ کر پھر مزار پر آئے اور عرض کیا حضرت خواب میں اگر کوئی بات نظر آئی میں نہیں مانوں گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ بلا کسی سبب ظاہر کے قلب مطمئن ہو جائے اور سکون و اطمینان میسر ہو جائے وہاں سے جو لوٹے ہیں قلب میں یہی واضح ہوا کہ مذہب سنی حق ہے اپنے سنی ہونے کا اعلان کر دیا۔ ایک صاحب نے یہ خبر نا تو تہ ان کی والدہ کو پہنچائی کہ تمہارے بیٹے سنی ہو گئے وہ ایسی سخت تھی کہ اول تو اس کو یقین نہیں آیا اور کہا کہ میرا بیٹا ایسا نہیں کہ وہ سنی ہو جائے اس شخص نے کہا کہ تم بیٹھی یہی کہے جانا وہ سنی ہو چکے ان کی والدہ نے اپنے اطمینان کی غرض سے سفر کیا اور تحقیق کے لیے یہاں آئیں بیٹے کو بلوایا اور کہا کہ مجھ کو ایک بات معلوم کرنا ہے اوپر کوٹھے پر الگ چلو آگے ان کو کیا اور پیچھے خود ہوئی کہ کبھی بھاگ نہ جائیں برداشت نہ کر سکی زینہ ہی میں سوال کر بیٹھی کہ میں نے سنا ہے کہ تم سنی ہو گئے انہوں نے کہا کہ یہ بات صحیح ہے میں سنی ہو چکا۔

یہ سن کر اس عورت کو اس قدر صدمہ اور رنج ہوا کہ زینہ ہی میں بیہوش ہو کر گر گئی اور لڑھکتی ہوئی نیچے آ کر پڑی جب ہوش آیا بولی کمبخت میں دودھ نہ بخشوں گی ایسا کہنے کی عورتوں کو عادت ہوتی ہے انہوں نے جواب میں کہا کہ تو کیا دودھ نہ بخشے گی میں ہی نہیں بخشوں گا مجھ کو ایسا ناپاک دودھ پلایا کہ اس کے اثر سے میں اتنے زمانہ تک گمراہ رہا۔ ماں نے کہا کہ تو مجھ سے مر گیا میں تجھ سے مر گئی انہوں نے کہا میں بھی سب سے مر گیا اور مجھ سے سب مر گئے حق کو نہیں چھوڑ سکتا تمام عمر ان کی ماں نے صورت نہیں دیکھی۔

دیکھو! ان میر صاحب نے بھی دعا کی تھی کہ بلا کسی تدبیر کے حق واضح ہو جائے حضرت ساری تدبیریں ایک طرف اور خدا سے تعلق اور دعا کرنا ایک طرف اس کو لوگوں نے بالکل چھوڑ ہی دیا مگر دعا خشوع کے ساتھ ہونا چاہیے اس کے لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ دعا میں کسی خاص دعا کی تعیین نہ کرے اس سے خشوع جاتا رہتا ہے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ اب غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم تعیین میں بڑی حکمتیں ہیں فرمایا جی ہاں صوفیہ اور فقہاء یہ دونوں جماعتیں حکماء ہیں دین کو جس قدر انہوں نے سمجھا ہے اور کسی نے نہیں سمجھا۔ اصل محققین صوفیہ اور فقہاء ہی ہیں۔ ایک مرتبہ مجھ کو خیال ہوا باوجود ان کے حکماء اور محقق ہونے کے پھر ان میں لڑائی کیوں ہوتی ہے۔ میں نے تو یہی فیصلہ کیا کہ غیر محققین میں لڑائی ہوتی ہے اور دونوں جماعتوں کے محققین میں کبھی لڑائی نہیں ہوتی یہ تو جامع ہوتے ہیں تو کیا کوئی اپنے سے بھی لڑا کرتا ہے۔

ملفوظ ۳۶۶: بزرگوں کے یہاں لذائذ کا استعمال

فرمایا کہ خاصانِ حق کی ہر بات میں حکمتیں ہوتی ہیں چنانچہ بزرگوں سے جو لذیذ کھانے ثابت ہیں ان میں مختلف حکمتیں ہوتی ہیں حسب استعداد ناظرین کے کبھی معلوم ہو جاتی ہیں۔ امام مستغفری نے ایک حکایت لکھی ہے کہ حضرت غوث اعظم کی خدمت میں ایک عورت اپنے لڑکے کو سپرد کر گئی کچھ روز کے بعد آ کر دیکھا کہ لڑکا نہایت لاغر اور دبلا ہو رہا ہے اس کو بے حد

رنج ہوا وہ حضرت کی خدمت میں اس کے متعلق کچھ عرض کرنے آئی کیا دیکھتی ہے کہ حضرت مرغ کا گوشت کھا رہے ہیں اور بھی جل بھن گئی۔ عرض کیا کہ حضرت آپ تو مرغ کھائیں اور میرے بچے کو سکھا دیا۔ آپ نے یہ سن کر جو ہڈیاں کھائی ہوئی مرغ کی آپ کے سامنے رکھی تھیں ان کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ قم باذن اللہ وہ مرغ بن کر چل دیا۔ اس وقت حضرت نے اس عورت سے فرمایا کہ جس وقت تیرا بیٹا اس قابل ہو جائے گا اس کو بھی مرغ کھلایا جائے گا۔ یہاں سائل کی استعداد ناقص تھی اس کو اس کے فہم کے موافق جواب دیا۔

دوسرا واقعہ حضرت غوث پاک کا اور ہے ایک سوداگر خلیفۂ وقت کے پاس بہت قیمتی کپڑا لایا جس کو خلیفہ نہ خرید سکا۔ یہ سوداگر خلیفۂ وقت کے جواب دیدینے پر بہت مایوس ہوا اور خلیفہ وقت کے پاس سے حضرت کی زیارت کو خانقاہ میں حاضر ہوا۔ حضرت نے سوداگر سے آنے کی وجہ دریافت کی اس نے بیان کیا کہ اس لئے آیا تھا مگر ناکامیاب رہا۔ حضرت نے اسکی مایوسی دیکھ کر فرمایا کہ ہم خریدیں گے خادم کو حکم دیا کہ اس کی قیمت دیدی جائے اور اس میں ہمارا چوغہ تیار کراؤ وہ کپڑا خرید لیا گیا اس کی اطلاع خلیفہ وقت کو ہوئی اس کو سخت ناگوار ہوا کہ اس فقیر نے ہمیں بھی ذلیل کیا یہ سوداگر جہاں جائے گا کہتا پھریگا کہ خلیفۂ وقت میرا کپڑا نہ خرید سکا اور ایک فقیر نے خرید لیا وزیر سے کہا کہ ان سے باز پرس کرو وزیر دانش مند تھا عرض کیا کہ جلدی نہ کیجئے۔ میں جا کر پہلے دیکھتا ہوں اس کے بعد دیکھا جائے گا وزیر خانقاہ میں حاضر ہوا دیکھا کہ حضرت اس کپڑے کا چوغہ پہنے بیٹھے ہیں وزیر کو بھی ناگوار ہوا کہ واقعی خلیفۂ وقت کی بھی رعایت نہ کی اس میں خلیفۂ وقت کی بڑی اہانت ہوئی مگر وزیر کی پھر جو نظر پڑی دیکھا کہ ایک دامن میں اس چوغہ کے ٹاٹ یا کمبل کا ٹکڑا بھی لگا ہوا ہے۔ وزیر نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت یہ کیا فرمایا کہ قطع کرتے کے وقت کپڑے میں کمی رہ گئی تھی۔ میں نے کہا کہ ٹاٹ یا کمبل کا ٹکڑا لگا دو۔ مقصود تو کپڑے سے بدن ڈھانکنا ہے۔ وزیر نے جا کر خلیفۂ وقت سے بیان کیا کہ یہ قصہ ہے جس شخص کی نظر میں وہ کپڑا اور ٹاٹ یا کمبل ایک ہے اس سے تعرض کرنا خدا کے قہر کو خریدنا ہے یہاں تاجر کو نفع پہنچانا ایک

ظاہری حکمت تھی ۔

تیسرا واقعہ حضرت غوث پاک ہی کا اور ہے ایک بادشاہ نے آپ کے پاس بہت قیمتی چینی آئینہ بطور ہدیہ کے بھیجا حضرت اسکو شانہ وغیرہ کرنے کے وقت دیکھا کرتے تھے ۔ ایک روز خادم کو حکم دیا آئینہ لاؤ وہ لیکر چلا اتفاق سے ہاتھ سے چھوٹ گیا گر کر چور چور ہو گیا خادم نے آکر عرض کیا '' از قضا آئینہ چینی شکست '' آپ نے فی الفور جواب میں فرمایا '' خوب شد اسباب خود بینی شکست '' عجیب بات فرمائی یہاں اس کے ساتھ قلب کا تعلق نہ ہونا ظاہر فرمایا کہ یہ بھی ایک سبق ہے اسباب خود بینی شکست فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک گاؤں کا شخص ایک ٹوپی لایا جس پر گوٹ تو سرخ قند کی تھی اور باریک باریک گوٹے کی دھاری لگی ہوئی تھی آپ نے اپنی ٹوپی اتار کر وہ ٹوپی اوڑھ لی جب وہ چلا گیا تب کسی بچہ کو دیدی اور فرمایا کہ یہ خوش ہوگا کہ میری ٹوپی اوڑھ لی ۔ تو یہ حضرات اپنے ہی دل خوش کرنے کو نہیں پہنتے ۔ بلکہ کبھی دوسروں کے دل خوش کرنے کو بھی پہنتے ہیں پس ان حضرات کو خوش پوشاکی اور خوش لباسی صرف اپنے ہی حظ کے لیے نہیں ہوتی حکمتیں ہوتی ہیں ۔

چنانچہ ایک حکمت یہ ہے کہ ان کو یہاں کی نعمتوں میں مشاہدہ ہوتا ہے وہاں کی نعماء کا ۔ ان کے استحضار کے لیے ان کا استعمال کرتے ہیں ۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکتہ بیان فرمایا تھا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ منعم کے مشاہدہ کے لیے استعمال کرتے ہیں عجب نہیں حضرت کا مقصود اصلی یہی مراقبہ ہو کیونکہ حضرت پر توحید کا بہت زیادہ غلبہ تھا وحدۃ الوجود تو حضرت کے سامنے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مشاہد ہے عینی ہے ایک مرتبہ سورۃ طٰہٰ سنتے رہے اس آیت پر پہنچ کر اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی حضرت پر اس کا غلبہ ہو گیا بطور تفسیر کے فرمایا کہ پہلے جملہ پر سوال وارد ہوا کہ جب سوا اللہ کے کوئی نہیں تو یہ حوادث کیا ہیں جواب ارشاد ہوا لہ الاسماء الحسنی یعنی سب اسی اسماء وصفات کے مظاہر ہیں اسی کو کسی نے کہا ہے

ہر چہ بینم در جہاں غیر تو نیست ٭ یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو

کسی کا قول ہے ؎

گلستان میں جا کر ہر اک گل کو دیکھا ☆ نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بُو ہے

ماموں صاحب نے جن پر توحید وجودی غالب تھی اس پر فرمایا کہ شاعر ظاہر بین تھا اگر عارف ہوتا تو یوں کہتا ؎

گلستان میں جا کر ہر ایک گل کو دیکھا ☆ تیری ہی سی رنگت تیری ہی سی بُو ہے

ملفوظ ۳۶۷: طریق اور مقصود میں فرق ملحوظ رکھنا

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ لوگ طرق کو مقاصد سمجھ گئے یہ بڑی غلطی ہے اور فرمایا اس پر ایک حکایت یاد آ گئی جو ایک عزیز سے سنی تھی کہ ایک شخص تھے ان کو اس میں کمال تھا کہ وہ آنکھ میں سرمہ تلوار سے ڈال دیتے تھے ایک مجمع میں اپنے لڑکے کو کھڑا کیا کہ اس کی آنکھ میں تلوار سے سرمہ ڈالوں گا اس شخص نے تلوار کی دھار پر سرمہ لگایا اور پینترے بدلتا ہوا آیا اور اس صفائی سے ہاتھ آنکھوں پر چلایا کہ دونوں آنکھوں میں سرمہ لگ گیا اور تلوار پر سرمہ نہیں رہا وہ لڑکا بھی ذرا نہیں جھجکا وہ بھی مشاق معلوم ہوتا تھا لیکن ظاہر ہے کہ اصل مقصود سرمہ لگانا ہے اور یہ خاص ہیئت محض ایک طریق ہے اگر کوئی اسی کو مقصود سمجھنے لگے تو عجب نہیں کہ کبھی دھوکہ کھائے اسی طرح بعضے ناواقف تلوار سے سرمہ ڈالتے ہیں جس میں خطرہ بھی ہے اور میں سلائی سے ڈالتا ہوں جس میں کوئی خطرہ نہیں۔

دیکھئے اگر یہ طرق مقاصد میں داخل ہوتے تو سلف زیادہ مستحق تھے کہ وہ ان پر عمل کرتے اور دوسروں کو تعلیم فرماتے مگر اس کا کہیں بھی پتہ نہیں۔ میں ایک اور مثال عرض کرتا ہوں اگر کوئی شخص لندن جانا چاہے تو ہوائی جہاز کی ضرورت ہے اور کوئی جلال آباد جانا چاہے جو یہاں سے دو یا ڈھائی میل جگہ ہے تو کیا اس کو بھی ہوائی جہاز کی ضرورت ہے نہیں وہ چھکڑے سے بھی جا سکتا ہے مقصود اس سے بھی حاصل ہو سکتا ہے اور بلا خطر۔ بلکہ موٹر ہوا ریل ہوئی یہ سب خطرہ کی چیزیں ہیں اسپیشل جو جاتا ہے تو وہ دھائیں دھائیں کرتا چلا جاتا ہے اگر خدانہ کرے ٹکرا جائے تو پھر

خبر نہیں اور اکثر ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں اسلئے چھکڑا ہی رحمت ہے دوسری بات یہ ہے کہ ہوائی جہاز موٹر اسپیشل یہ تو بعید منزل کے لیے ہیں اور میں جس منزل کے طے کرانے کے لیے عرض کر رہا ہوں وہ تو جلال آباد سے بھی قریب ہے اور ایسی قریب ہے کہ اس سے زیادہ قرب کسی چیز کو بھی نہیں حق تعالٰی فرماتے ہیں وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ. ﴿ اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اسکی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں ۱۲﴾

ملفوظ ۳۶۸: ایک شاہ صاحب کا جنت سے استغناء ظاہر کرنا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جاہل فقراء بھی عجیب وغریب پڑیں ہانکتے ہیں کچھ خبر نہیں ہوتی کہ ہم کیا منہ سے نکالتے ہیں یہ کلمہ کفر ہے یا شرک ہے جو منہ میں آیا کہہ دیا۔ ایک شاہ صاحب کانپور میں میرے پاس آئے اور مجھ سے دس روپیہ کی ضرورت ظاہر کی اور ایک سلسلہ گفتگو میں فرماتے کیا ہیں کہ ہمیں کیا پرواہ ہے جنت کی۔ میں نے کہا کہ شاہ صاحب توبہ کرو دس روپیہ پر تو رال ٹپکی جاتی ہے اور جنت سے استغناء ذرا دس روپیہ ہی سے استغناء فرما کر دکھا دیجئے گا اور میں نے کہا کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ دس روپیہ تو آپ نے دیکھے ہیں اور جنت دیکھی نہیں اگر جنت کی ادنٰی سے ادنٰی چیز بھی نظر آ جائے بیہوش ہو کر گر جاؤ مر جاؤ کیا جنت سے استغناء ظاہر کرتے پھرتے ہو شاہ صاحب چپکے چپکے سنتے رہے کچھ بولے نہیں یہ حالت ہے جہل کی۔

ملفوظ ۳۶۹: دل سے سارے خطرات کو نکالنے کی کوشش کی ایک عجیب مثال

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر سارے جہاں کے خطرات ہمارے قلب میں رہیں مگر ان کے اقتضاء پر عمل نہ ہو نیز وہ ہمارے لائے ہوئے نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ اور یہ غیر محقق صوفی تو نظام حیدر آباد بننا چاہتے ہیں جیسے جس وقت نظام حیدر آباد کی سواری چلتی ہے تو وہ تمام سڑک روک دی جاتی ہے جس پر سے ان کا موٹر گذرتا ہے۔

میں ایک مرتبہ حیدر آباد ہی تھا معلوم ہوا کہ فلاں سڑک سے موٹر گذرنے والا ہے وہ سڑک پہلے سے بند تھی۔ اسی طرح یہ صوفی چاہتے ہیں کہ تمام سڑکیں صاف ہو جائیں جب ہم چلیں،

باقی ہم غریب لوگ تو غریب آدمی بھنگی چماروں سب میں ملے جلے جا رہے ہیں مگر گاڑی کے وقت انشاء اللہ اسٹیشن پر سب ایک ہی جگہ ہوں گے غریب آدمیوں کے ساتھ گذرنے کے مناسب یاد آ گیا کہ میں ریل کے تیسرے درجہ میں سوار ہونے کو ترجیح دیتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تیسرے درجہ میں بے تکلف سفر ہوتا ہے نہ اس درجہ میں خصوصیت کے ساتھ کوئی ایسا شخص ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے تکلف کیا جائے بلکہ ہر قسم کے ہر مذاق کے لوگ ہوتے ہیں کوئی کوٹ پتلون والے بھی دھوتی بند بھی پاجامہ والے بھی کوئی ہنس رہا ہے کوئی رو رہا ہے کوئی گا رہا ہے کوئی بجا رہا ہے ایک عجیب وغریب منظر ہوتا ہے بخلاف فرسٹ کلاس سکینڈ کلاس انٹر کلاس کے کہ سب منہ چڑھائے بیٹھے رہتے ہیں ایک سے ایک کلام نہیں کر سکتا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تیسرے درجہ میں بعض گنوار ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ننگے ہوتے ہیں گھٹنے اور زانو کھلے ہوتے ہیں فرمایا پھر کیا ہوا اگر بلا قصد نظر پڑ بھی جائے تو ہم کو کوئی گناہ تھوڑا ہی ہوتا ہے خود اس ننگے کو ننگ آنا چاہیئے۔

ایک مرتبہ میرے بھائی اکبر علی مرحوم نے مجھ سے کہا کہ اب تمہاری ہستی ایسی نہیں کہ تم ریل کے تیسرے درجہ میں سفر کرو میں نے کہا کہ فلاں وزیراعظم انگریز سے کسی نے سوال کیا تھا کہ آپ تیسرے درجہ میں کیوں سفر کیا کرتے ہیں کیا عجیب جواب دیا بڑے دماغ کا آدمی تھا دنیا کے کاموں میں ایک خاص ملکہ رکھتا تھا کہتا ہے کہ چونکہ چوتھا درجہ نہیں ہے اسلئے تیسرے درجہ میں سفر کرتا ہوں اسکے بعد تجربات کی بناء پر بھائی صاحب کی رائے بھی بدل گئی تھی اور وہ خود بھی تیسرے درجہ میں سفر کرنے لگے تھے ایک بات یہ ہے کہ تیسرے درجہ میں وہ لوگ ہوتے ہیں جو ہماری رعایت کرتے ہیں اور سکینڈ فرسٹ میں وہ ہوتے ہیں جن کی ہمیں رعایت کرنی پڑتی ہے بڑی ہی کلفت ہوتی ہے جیسے کوئی قید کر دیتا ہے تو ان صوفیوں کے اور ہمارے سفر میں بس فرق یہ ہے کہ ہمارا سفر بے تکلف اور بانمک بامزہ اور ان کا سفر باتکلف اور بے نمک بے مزہ۔

ملفوظ ۴۷۰: فرسٹ کلاس میں سفر کرتے ہوئے ایک صاحب کا واقعہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فرسٹ کلاس سکنڈ کلاس کے درجوں میں بعض اوقات

بڑے بڑے شریر لوگ سفر کرتے ہیں ایک صاحب مجھ سے اپنا واقعہ بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں کسی بڑے درجہ میں لکھنؤ جا رہا تھا ایک انگریز بھی اس میں سوار ہوا جس وقت اسٹیشن سے گاڑی چھوٹ لی چلتی چلتی گاڑی میں مجھے آ چپٹا اور گھوسم گھوسا ہونے لگا یہ شخص بھی تنومند تھے کہتے تھے کہ کبھی وہ اوپر اور میں نیچے اور کبھی میں اوپر اور وہ نیچے اور اس قدر چالاک اور شریر کہ جہاں اسٹیشن آیا چپکے سے سیدھا ایک طرف جا بیٹھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ کچھ نہیں جانتا اور جہاں اسٹیشن سے گاڑی چلی اور پھر آ چپٹا اور پھر گھوسم گھوسا ہونے لگا شاید اس روز سے ان درجوں میں بیٹھنے سے میں نے توبہ کر لی ہوگی۔

ملفوظ ۳۷۱: ایک انگریز کے ساتھ سفر کا واقعہ

فرمایا کہ مجھ کو بھی بعض اوقات اتفاق سفر میں ہوا ہے انگریزوں کے ساتھ سفر کرنے کا۔ مگر کبھی کوئی شریر نہیں ملا۔ ایک مرتبہ میں کلکتہ سے ایک دوست کے اصرار سے سکنڈ میں سوار ہوا ایک انگریز آیا جو ریلوے کا افسر تھا اسکو اوپر کا تختہ ملا کہنے لگا کہ ہم کو نیچے کے تختہ پر تھوڑی سی جگہ کھڑکی کی طرف آپ دیدیں ہم کو بار بار ریلوے کے انتظام کے لیے باہر جانا آنا پڑتا ہے میں نے کہا کہ بہت اچھا ہمارا کوئی حرج نہیں آپ بیٹھ جائیں وہ بیٹھ گیا۔ جب کھانے کا وقت آیا میں نے اس دوست کے ذریعہ سے دریافت کیا کہ آپ کھانا کھائیں گے کہا کہ مجھ کو کیا عذر ہے۔ ہم نے کھانا بازار سے خریدا تھا اس میں کچھ کھانا پتوں پر بھی تھا ہم نے اس کو برتن تو دیئے نہیں کہ کون دھوتا پھرے گا پتوں پر ہی رکھ کر دیدیا اس نے بڑی خوشی سے لیکر کھالیا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت برتن میں کھانا کیوں نہیں دیا فرمایا حق جوار ادا کیا۔ پڑوسی تھا حق احترام ادا نہیں کیا اسلئے کہ اسلام سے محروم تھا اسٹیشن بردوان پر آ کر اتر گیا بہت ہی شکریہ ادا کیا کہ آپ کو بہت تکلیف ہوا ہماری وجہ سے اور ہم کو آپ کی وجہ سے بہت آرام ملا۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ اگر حضرت برتن میں کھانا دیدیتے تو اور زیادہ شکریہ ادا کرتا فرمایا کہ یہ بھی تو ممکن تھا کہ نہ کرتا۔ برتن میں کھانا دینے سے اپنے کو بڑا سمجھ جاتا کہ ہمارا احترام کیا گیا پھر شکریہ کی ضرورت ہی کیا محسوس ہوتی۔

اس پر حضرت والا نے بطور مزاح کے فرمایا کہ آپ ڈاکٹر ہیں انگریزوں کے بھی دانت بناتے ہیں آپ پیالیوں میں چائے پلایا کرتے ہیں کیونکہ منع تو ہے نہیں۔ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو کیا خبر میں ایسا کرتا ہوں فرمایا کہ میں بھی تو اسی عالم میں ہوں عالم برزخ میں تو نہیں۔

ملفوظ ۳۷۲: غیر مسلموں کی نہ تحقیر نہ احترام

فرمایا کہ میں غیر مسلم قوموں کی نہ تحقیر کرتا ہوں اور نہ احترام جی یوں چاہا کرتا ہے کہ ہر چیز اور ہر کام ہر بات اپنی اپنی حد پر رہے اس اصل پر جو عین موقع پر جی میں آتا ہے وہی برتاؤ کرتا ہوں اور وہی مناسب ہوتا ہے۔

ملفوظ ۳۷۳: ٹکسال دکھانے پر ایک انگریز کا شکریہ

فرمایا کہ میں حیدر آباد گیا تھا قریب چودہ روز کے وہاں پر قیام رہا چند وعظ بھی ہوئے ایک صاحب وہاں پر ہیں جو ارکان سلطنت میں سے ہیں بڑے عہدے پر ممتاز ہیں انہوں نے مجھ سے کہا کہ دارالضرب (ٹکسال) کی بھی سیر کر لیجئے میں گیا وہاں ایک انگریز نے تمام جگہ کی سیر کرائی جب میں واپس ہونے لگا تو اس انگریز کا میں نے ان لفظوں میں شکریہ ادا کیا کہ آپ کے اخلاق سے بہت جی خوش ہوا آپ کے اخلاق تو ایسے ہیں جیسے مسلمانوں کے ہوتے ہیں۔میں نے اس سے یہ ظاہر کر دیا کہ یہ سب تم نے ہمارے ہی گھر سے لیا ہے یہ کوئی تمہارا کمال نہیں نہ تمہاری قوم کا یہ بھی مسلمانوں ہی کا صدقہ ہے مسلمانوں جیسے اخلاق کوئی پیدا کر لے حقیقی اخلاق مسلمانوں ہی کے ہیں کیونکہ مسلمانوں کے اخلاق عرف کے تابع نہیں حقیقت کے تابع ہیں اور حقیقت بدلتی نہیں اسلئے اسلامی اخلاق حقیقی اخلاق ہیں۔

ملفوظ ۳۷۴: بلاضرورت اوپر کے درجہ میں سفر نہ کرنا چاہیئے

ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا فرسٹ کلاس سکنڈ کلاس اور انٹر کلاس میں سفر

نہ کرنا چاہیئے فرمایا کہ بلاضرورت کیا ضرورت ہے تیسرے درجہ میں سفر کرنا مناسب ہے البتہ ضرورت کے وقت سفر کیا جاوے تو کوئی حرج نہیں۔

ملفوظ ۴۷۵: تقویۃ الایمان کی ایک عبارت

مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب نے ایک رسالہ لکھا ہے اس میں لکھا ہے کہ تقویۃ الایمان مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نہیں اور وہ مصنف یہ بھی کہتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کے مضامین صحیح ہیں لیکن عنوان سخت ہے۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ بھائی عنوان تم بدل دو ہم تمہارے ساتھ متفق ہو جائیں گے جیسے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ نے شاہ جہان پور میں ابطال الوہیت مسیح پر یہ کہا تھا کہ وہ خدا کیسے ہو جس کو کھانے کی ضرورت ہو ہگنے موتنے کا محتاج ہو۔ اس پر پادری نے اعتراض کیا کہ گوہ موت کہنا بے ادبی ہے۔ مولانا نے فرمایا گوہ موت نہ سہی بول و براز سہی بات ایک ہی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ بھی علیٰ سبیل التنزل میں عرض کرتا ہوں۔ ورنہ عنوان بھی کوئی سخت نہیں حقیقت میں غور نہ کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے چنانچہ مثال کے طور پر کہتا ہوں۔

تقویۃ الایمان میں ایک مقام پر اس عنوان کی عبارت ہے کہ اگر خدا چاہے تو محمد جیسے سیکڑوں بنا ڈالے۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت اس میں حضور ﷺ کی تحقیر ہے کہ بنا ڈالے یہ محاورہ میں تحقیر پر دال ہے مولانا نے جواب میں فرمایا کہ صحیح ہے مگر یہ فعل کی تحقیر ہے مفعول کی تحقیر نہیں یعنی بنانا سہل ہے کہنے لگے کہ حضرت یہ تو تاویل ہے فرمایا بہت اچھا تاویل ہے تو رہنے دیجئے یہ پرانے حضرات زیادہ ردوکد کو پسند نہ فرماتے تھے۔

عجیب اتفاق ہوا کہ ایک روز یہی معترض صاحب مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرنے لگے کہ حضرت آپ کے مطبع میں مشکوٰۃ شریف بھی چھپ چکی ترمذی شریف بھی چھپ چکی اب تو بیضاوی شریف بھی چھاپ ڈالئے اس وقت حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہ وہی

ڈالنا ہے جس پر مولانا شہیدؒ کی تکفیر کی جاتی ہے اب اس سے تم نے بیضاوی شریف کی تحقیر کی اور اس میں آیات کلام اللہ بھی ہیں اور کل کی تحقیر مستلزم ہے جزو کی تحقیر کو اور قرآن پاک کی تحقیر کفر ہے۔

اس وقت ان مولوی صاحب کی آنکھیں کھلیں اور عرض کیا کہ حضرت واقعی اس کا مطلب تو خود میرے ہی ذہن میں یہی تھا کہ چھپوا دینا آسان ہے تحقیر ہرگز مقصود نہ تھی۔ معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود بھی تحقیر نہیں یہ ایک بہت بڑا سخت عنوان ہے جس پر اعتراض ہے اور اس کی یہ حقیقت ہے جو حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کے جواب سے واضح ہوئی۔

ملفوظ ۳۷۶: (حضرت مولانا) اشرف علی ''خان''

فرمایا کہ ایک خط آیا تھا پتہ پر لکھا تھا اشرف علی خاں۔ بعض خطوط پر میرے نام کے ساتھ خاں لکھا ہوا آتا ہے اور واقع میں مزاج بھی میرا پٹھانوں ہی کا سا ہے۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ مزاج تو پٹھانوں جیسا نہیں ہاں ہمت پٹھانوں جیسی ہے فرمایا کہ ہمت ہی سہی اور ہمت تابع مزاج کے تب بھی مزاج پٹھانوں جیسا رہا فرمایا ایسے مزاج کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مجذوب صاحب کی دعاء سے پیدا ہوا ہوں ان ہی کی روحانی توجہ سے وہی رنگ میرے مزاج کا بھی ہو گیا۔ اور اتفاقی بات کہ انہوں نے اول میرا نام اشرف علی خاں ہی رکھا تھا بطور پیشین گوئی کے یہ فرمایا تھا کہ دو لڑکے پیدا ہوں گے ایک کا نام اشرف علی خاں اور دوسرے کا نام اکبر علی خاں رکھنا ایک میرا ہوگا وہ مولوی حافظ ہوگا اور دوسرا تمہارا۔ مجذوب صاحب سے عرض کیا گیا کہ اشرف علی خان آپ نے نام تجویز کیا وہ پٹھان ہوگا ہنس کر فرمایا نہیں نہیں اشرف علی اکبر علی۔

ملفوظ ۳۷۷: ہندوستان میں شیعوں کا اثر

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! علی کے نام پر ہندوستان میں بہت نام رکھے جاتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ میرے ایک دوست مولوی صاحب اس کی وجہ یہ فرماتے تھے کہ ہندوستان پر شیعوں کا اثر زیادہ ہے اس وجہ سے علی پر نام زیادہ رکھے جاتے ہیں واللہ اعلم۔

فرمایا ایک اور بات بھی ایسی ہی ہے مثلاً امام حسین علیہ السلام امام حسن علیہ السلام امام جعفر صادق علیہ السلام کہتے ہیں مگر یہ کوئی نہیں کہتا کہ امام ابوبکر صدیق علیہ السلام امام عمر فاروق علیہ السلام حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ بھی امام کا لقب نہیں استعمال کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرات اہل بیت کے ساتھ اس کو مخصوص سمجھتے ہیں اور حضرت علیؓ اس میں دوسرے صحابہ کے شریک رہے اس شرکت پر ایک قصہ یاد آ گیا کہ ایک جاہل شیعی نے مسجد کے محراب پر لکھا دیکھا۔

چراغ و مسجد و محراب و ممبر ☆ ابوبکر و عمر و عثمان و حیدر

غصہ میں آ کر کہا کہ ہم تو تمہاری وجہ سے لڑتے پھرتے ہیں اور تم کو جب دیکھتے ہیں ان ہی کے ساتھ بیٹھا دیکھتے ہیں یہ کہہ کہ غصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کو چھری سے چھیل ڈالا۔

ملفوظ ۳۷۸: حضرت علیؓ کے ساتھ کرم اللہ وجہہٗ لکھنے کی وجہ

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کیوں مخصوص ہے فرمایا کہ عمر بن عبدالعزیز نے جو عمر ثانی سے ملقب ہیں یہ صیغہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کے نام کے ساتھ شائع کرایا تھا اسلئے کہ خوارج آپ کے نام کے ساتھ سود اللہ وجہہٗ کہا کرتے تھے یہ میں نے بعض اہل علم سے سنا ہے۔

۲۱ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ ۳۷۹: حسین بن منصور حلاج پر غلبۂ حال

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت غلام احمد قادیانی کو نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے ذرا بھی تو خیال نہیں ہوا کہ میری عاقبت خراب ہوگی خدا کو کیا منہ دکھلاؤں گا فرمایا کہ آپ تو نبوت کے دعوے پر اس قدر تعجب کر رہے ہیں لوگوں نے خدائی کے دعوے کئے ہیں مگر حسین بن منصور پر شبہ نہ کیا جائے کہ انہوں نے انا الحق میں خدائی کا دعوے کیا کیونکہ ان پر ایک حالت تھی ورنہ وہ عبدیت کے بھی معترف تھے چنانچہ وہ نماز بھی پڑھتے تھے کسی نے پوچھا کہ جب تم خدا ہو نماز کس کی پڑھتے ہو؟ جواب دیا کہ میری دو حیثیتیں ہیں ایک ظاہر اور ایک باطن۔ میرا ظاہر میرے باطن کو سجدہ کرتا ہے یہ بھی رمز غامض ہے۔

ملفوظ ۳۸۰: حلاّج کی وجہ تسمیہ

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حسین بن منصور حلاج جو ایک مشہور بزرگ تھے ان کے حلاج کہنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کی ایک نداف سے دوستی تھی اس کے یہاں کپڑے بھرائی کے واسطے بہت زیادہ آگئے روئی زیادہ جمع ہو جانے کی وجہ سے یہ پریشان تھا اتفاق سے یہ بزرگ تشریف لے آئے دریافت فرمایا کہ پریشان کیوں ہو عرض کیا کہ حضرت کپڑے بھرائی کے لیے بہت آگئے ہیں روئی اس قدر دھنکنا مشکل ہے اس وجہ سے پریشان ہوں یہ سن کر آپ نے ایک نظر اس روئی کے ڈھیر کی طرف کی تمام روئی دھنکی گئی اس وجہ سے حلاج مشہور ہو گئے۔

ملفوظ ۳۸۱: حقیقت تصوف کا اظہار اور مسئلہ وحدۃ الوجود

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت پنجاب میں ایک بہت بڑے پیر ہیں ان سے کسی نے کہا کہ آجکل تصوف کی خدمت کہیں بھی نہیں ہو رہی مگر باوجود مسلک اور مشرب کے اختلاف کے ان پیر صاحب نے حضرت والا کا نام لیکر فرمایا کہ وہاں کافی خدمت تصوف کی ہو رہی ہے فرمایا کہ یہ ان کی حق پسندی کی بات ہے میں بے چارہ کیا تصوف کی خدمت کر سکتا ہوں ہاں اس کے نام سے جہلاء صوفیہ نے جو مخلوق کو گمراہ کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے اس کو اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت سے اور حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے اصل صورت میں مخلوق کے سامنے پیش کر دیا بڑی ہی گمراہی اس کی وجہ سے پھیلی تھی ان جہلاء نے بری طرح تصوف کو عوام کے پیش کیا۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر خشک روٹی بگڑے تو گرم کر کے کام لا سکتا ہے کھا بھی سکتا ہے اور لطیف غذا اگر خراب ہو تو محلّہ بھر کو پاس نہ آنے دے روٹی تو زائد سے زائد سوکھ ہی جائیگی اور لطیف غذا بدوں کیڑے پڑے رہ نہیں سکتی۔ اب ایک مسئلہ وحدۃ الوجود ہی کا ہے اس کی وہ گت بنائی ہے الامان الحفیظ۔ مکہ معظمہ میں ایک عالم صاحب تھے ان سے مسئلہ وحدہ الوجود پر گفتگو ہوئی وہ کہنے لگے کہ جناب وحدۃ الوجود کا مسئلہ ایسا ہے کہ اس کے ماننے سے ایمان سلامت نہیں رہ سکتا میں نے کہا حقیقت سے بے خبر ہو اگر معلوم ہو جائے کہ وحدۃ الوجود یہ ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے تو یہ کہو گے کہ بدوں وحدۃ الوجود کے تسلیم کئے ہوئے ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔

کہنے لگے میں اس کے متعلق گفتگو سننے کو تیار ہوں اس گفتگو کے لیے جمعہ کا دن تجویز ہوا۔ میں نے اول فن تصوف کے مطابق اصطلاحی الفاظ میں وحدۃ الوجود پر ایک جامع تقریر کی اور ان سے میں نے کہہ دیا تھا کہ میری تقریر کو اچھی طرح آپ سن کر ذہن نشین کرتے رہیں پھر اجازت ہے کہ دل کھول کر آپ کے ذہن میں جو اشکال آویں کریں وہ سنبھل کر بیٹھے اور غور سے سننا شروع کیا بعد ختم اشکالات کیئے مگر اسی تقریر کے اجزاء سے سب اشکال ختم ہو گئے اور تمام شبہات رفع ہو گئے کہنے لگے کہ واقعی میں وحدۃ الوجود کی حقیقت ہی سے بے خبر تھا آج اللہ تعالٰی نے تمہاری بدولت اس کی حقیقت کو منکشف کرا دیا۔ اب کہتا ہوں کہ اسکے بدون ایمان کی تکمیل ہی مشکل ہے۔ فرمایا کہ لوگ بے سوچے سمجھے جو جی میں آتا ہے اعتراض کر بیٹھتے ہیں پہلے اس چیز کی حقیقت سمجھلو اگر خود سمجھ میں نہ آئے دوسرے سے سمجھ لو لیکن پھر بھی اگر وہ چیز قالی نہ ہو بلکہ حالی ہو تو کیا علاج۔ ایک حافظ صاحب کی حکایت ہے گو فحش ہے مگر توضیح کے لیے کافی مثال ہے وہ یہ ہے کہ شاگردوں نے کہا کہ حافظ جی نکاح میں بڑا مزہ ہے۔ حافظ جی نے کوشش کر کے ایک عورت سے نکاح کر لیا شب کو حافظ جی پہنچے اور روٹی لگا لگا کر کھاتے رہے بھلا کیا خاک مزا آتا صبح کو خفا ہوتے ہوئے آئے کہ سسرے کہتے تھے کہ نکاح میں بڑا مزہ ہے ہمیں تو کچھ بھی مزہ نہ آیا۔ لڑکے بڑے شریر ہوتے ہیں۔ کہنے لگے اجی حافظ جی یوں مزہ نہیں آیا کرتا مارا کرتے ہیں تب مزہ آتا ہے۔ اگلے دن حافظ جی نے بیچاری کو خوب ہی زدوکوب کی مارے جوتوں کے بیچاری کا برا حال کر دیا۔ غل مچنے پر اہل محلہ نے حافظ جی کو بہت برا بھلا کہا بڑی رسوائی ہوئی صبح کو پہلے دن سے بھی زیادہ خفا ہوتے آئے۔ اور شاگردوں سے شکایت کی انہوں نے کہا کہ حافظ جی مارنے کے یہ معنی ہیں اسکے موافق عمل کیا تب حافظ جی کو معلوم ہوا کہ واقعی مزہ ہے۔ حقیقت سے بے خبری کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔

ملفوظ ۳۸۴: بیعت کو تعلیم پر ترجیح دینا کم فہمی ہے

ایک صاحب نے شرائط بیعت کا پرچہ مانگا اس پر ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ

حضرت میں بھی پرچہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت والا نے دونوں صاحبوں کو پرچے دیکر فرمایا کہ یہ سب کام کرنے کی تدابیر ہیں اس پرچہ کی بدولت ہلکا پھلکا رہتا ہوں پرچہ کو دیکھ کر اکثر لوگ بیعت تو مجھ سے چاہتے ہیں اور تعلیم دوسروں سے۔ جن کو میں تعلیم کے لیے تجویز کردوں سو بیعت کو اس قدر مقصود بالذات سمجھتے ہیں کہ تعلیم پر ترجیح دیتے ہیں اور بیعت کو تعلیم پر ترجیح دینا یہ مستلزم ہے کم فہمی کو۔ تو اس کی بدولت ایسے کم فہموں سے نجات ہو جاتی ہے ورنہ سوائے پریشان کرنے کے کوئی نتیجہ نہ تھا کیونکہ یہ بھی خبر نہ ہو کہ اصل چیز ہے آگے ان سے کیا امید کہ یہ فہم سے کام لیں گے اسلیئے میں خوش ہوتا ہوں کہ خوب جان بچی۔

ملفوظ ۳۸۳: نفع عام یا نفع تام

فرمایا کہ بعض احباب رحم دل ہیں منجملہ ان کے ایک مولوی صاحب بھی ہیں ہر شخص کی سفارش اور معافی دلوانے کی سعی کرتے رہتے ہیں بات یہ ہے کہ نفع کی دو قسمیں ہیں۔ نفع عام اور نفع تام۔ احباب نفع عام چاہتے ہیں اور میں نفع تام چاہتا ہوں۔ حضرت مولانا شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طرز میں یہی فرق تھا کہ حضرت شاہ صاحب کے یہاں کھلم کھلا روک ٹوک کم تھی اور حضرت شہید صاحبؒ کے یہاں روک ٹوک تھی تو یہاں پر لوگ بہت کم ٹھہرتے تھے مگر جو رہ جاتے وہ ہوتے تھے پکے پختہ تو وہاں نفع عام تھا اور یہاں نفع تام۔

ملفوظ ۳۸۴: کون سا مزاح ممنوع ہے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کتب اخلاق میں یہ لکھا ہے کہ لسان کی مزاح سے بھی حفاظت کرو فرمایا ٹھیک تو ہے مگر وہ مزاح مراد ہے کہ جس میں انہماک کا درجہ ہو یا کسی کی تحقیر ہو۔

ملفوظ ۳۸۵: تمسخر اور استہزاء برابر ہیں

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تمسخر اور استہزاء میں کیا فرق ہے فرمایا کہ بظاہر تو کوئی ایسا فرق نہیں معلوم ہوتا۔

ملفوظ ۳۸۶: "اللہ کر کے" کا مفہوم حضرت گنگوہیؒ سے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار مولانا محمد یحیٰی صاحب سے فرمایا کہ یہ جولڑکی کوس رہی ہے اللہ کر کے اس کا بھائی مرے اس میں کر کے کا کیا مطلب ہے پھر خود ہی فرمایا اللہ منادیٰ ہے اور کر دعا کا صیغہ اور کے بیانیہ اس کو بڑھا کر کے کر دیا آگے اس دعا کا بیان ہے یعنی اے اللہ! تو یہ کر کے اس کا بھائی مرے فرمایا کہ چھوٹی بات بھی بڑوں کے پاس جا کر بڑی بن جاتی ہے۔

ملفوظ ۳۸۷: ایک ابن الوقت شخص کی شاگردی

فرمایا کہ مولوی رضی الحسن صاحب کاندھلوی نے مجھ سے کہا کہ فلاں شخص نے مولوی محمد یحیٰی صاحب مرحوم سے پڑھا تھا بہت دنوں تک یہ شخص گنگوہ رہا ہے میں نے خود دیکھا ہے اب اپنے بزرگوں کے مسلک کے بالکل خلاف طرز اختیار کر رکھا ہے دنیا کمانے میں اس شخص کو خاص ملکہ ہے دین رہے یا جائے اس کی کچھ پرواہ نہیں ابن الوقت ہے جدھر کی ہوا دیکھتا ہے اسی طرف ہو جاتا ہے اگر ہندوؤں کے ساتھ مل کر نفع کی امید دیکھتا ہے ان کے ساتھ ہو جاتا ہے انگریزوں کے ساتھ دیکھتا ہے ان کے ساتھ ہو جاتا ہے کہنے لگے کہ اس نے مجھ سے بھی پڑھا ہے۔ میں نے بطور مزاح کے کہا کہ آہا آپ ان کے بھی استاد ہیں۔ بہت محجوب ہوئے کچھ بولے نہیں حالانکہ ان کے پاس جواب تھا کہ اس سے یہ تو لازم نہیں آیا۔ بلکہ یہ لازم آیا کہ آپ بھی ان کے استاد ہیں۔

ملفوظ ۳۸۸: رفاعی اور مداری کی نسبت

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عرب میں ایک قوم ہے رفاعی وہ لوگ سانپ کو کھاتے ہیں فرمایا کہ جی ہاں یہ لوگ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں بگڑ گئے ہیں جیسے مداری لوگ بگڑ گئے یہ بھی حضرت شاہ بدیع الدینؒ مدار کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں یہ بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں مدار ایک لقب ہے جیسے قطب غوث وغیرہ

حضرت شاہ بدیع الدینؒ شامی ہیں ہندوستان تشریف لے آئے تھے ان کے چہرے پر نقاب رہتا تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ جو شخص ان کا چہرہ دیکھتا اس کی آنکھوں کی روشنی مسلوب ہو جاتی تھی مشہور یہ ہے کہ ان پر تجلی موسوی تھی مگر یہ سنا ہی ہے کسی کتاب میں نہیں دیکھا واللہ اعلم۔

حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے متعلق بھی ایک بزرگ سے سنا ہے کہ ان کی نسبت موسوی تھی مگر خود ان کو اپنی نسبت کا علم نہ تھا ان کے کسی معاصر بزرگ کے پاس ان کے ایک مرید زیارت کے لیے جا رہے تھے آپ نے چلتے وقت فرمایا کہ ان حضرت سے میرا بھی سلام عرض کرنا مرید نے جا کر پیر کا سلام پہنچایا انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اپنے یہودی پیر سے ہمارا بھی سلام کہنا ان مرید صاحب کو بے حد نا گوار ہوا کہ پیر صاحب نے تو یہ احترام کیا کہ سلام بھیجا اور انہوں نے یہ قدر کی کیسی بری طرح یاد کیا جب واپس پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے پیر نے دریافت کیا کہ میرا سلام بھی پہنچایا تھا عرض کیا کہ پہنچایا تھا پھر کیا جواب ملا عرض کیا کہ عرض کرنے کے قابل نہیں بہت ہی ثقیل کلمہ تھا اعادہ نہیں کر سکتا فرمایا کہ تم کہو جو کچھ فرمایا عرض کیا کہ یہ فرمایا ہے کہ اپنے یہودی پیر سے ہمارا بھی سلام کہہ دینا یہ سن کر حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ پر وجد طاری ہو گیا اور فرمایا کہ الحمد للہ مجھے اپنی نسبت معلوم ہو گئی کہ موسوی ہے اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ کسی کو حق نہیں کسی کی نسبت کچھ اعتراض کرنے کا۔ کیونکہ بعض اوقات ایسی نسبت والے سے بعض ایسے اقوال صادر ہو جاتے ہیں کہ جو یہودیت کے موہم ہوتے ہیں مثلاً مرتے وقت لاالہ الااللہ موسیٰ کلیم اللہ پڑھنے لگتا ہے اور در حقیقت وہ معنی محمد رسول اللہ کی ایک تعبیر ہوتی ہے کیونکہ یہ نسبتیں موسوی و عیسوی وغیرھا سب حضور ﷺ ہی کی نسبتیں ہیں حضور جامع ہیں۔ حضور میں شان موسوی بھی ہے اور شان عیسوی بھی ہے پس یہ سب القاب حکماً حضور ہی کے ہیں یعنی موسیٰ کلیم اللہ بھی آپ کا لقب ہے عیسیٰ روح اللہ بھی آپ کا لقب ہے ابراہیم خلیل اللہ بھی آپ کا لقب ہے پس جو شخص محمدی موسیٰ کلیم اللہ کہتا ہے وہ آپ کی اس خاص شان کے اعتبار سے آپکو اس لقب سے ذکر کرتا ہے پس یہ سب شانیں آپ ہی کی شان جامعیت کے مظاہر اور شعبے ہیں۔ جیسے سو کا عدد ہے تو اٹھانوے بھی اسی کا جزء ہے اور ستانوے بھی اسی کا جزء ہے آخر تک سب اس کے ہی اجزاء ہیں۔

ملفوظ ۳۸۹: حق کی حمایت سے جان چرانا

ایک مولوی صاحب نے ایک پرچہ پیش کر کے حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت "مباہلہ" اخبار کے ایڈیٹر نے دعا کے لیے لکھا ہے فرمایا دل سے دعا کرتا ہوں دریافت فرمایا کہ اب کیا حالت ہے بے چاروں کی جان وغیرہ کا تو خطرہ نہیں عرض کیا کہ بہت زیادہ خطرہ ہے فرمایا کہ آجکل اگر کوئی دین کی خدمت کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے تو اس کا کوئی ساتھ نہیں دیتا۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ کہا تھا کس نے؟ کہ تم ایسا کرنا۔ یہ تعلق لوگوں کو دین سے رہ گیا ہے ایسی باتیں سن کر بے حد دل دکھتا ہے حق کی نصرت پر کوئی آمادہ نہیں ہوتا۔ ویسے شور وغل کرنے کو فتنہ فساد پھیلانے کو سب تیار ہیں خالص حق کی حمایت سے جان چراتے نظر آتے ہیں جو کام کرنے کے ہیں ان کے لیے کوئی بھی آمادہ نہیں وہاں تو یہ کہنا بالکل حسب حال ہوتا ہے کہ آمادہ۔

ملفوظ ۳۹۰: مسلمانوں کی دنیوی ترقی سے بھی خوشی ہونا

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج صبح جو ذکر تھا کہ تیسرے درجہ میں سفر کرنا مناسب ہے تو ڈاکٹر صاحب آج بجائے سکنڈ کلاس کے انٹر کلاس ہی میں سوار ہوئے فرمایا چلو کچھ تو نفع ہوا یہ تو سکنڈ کلاس میں سفر کرتے تھے اس پر فرمایا کہ ایسے مسلمانوں کی بھی ضرورت ہے تا کہ کفار کو یہ تو معلوم ہو کہ مسلمانوں میں بھی ایسے موجود ہیں۔ میں نے محض مسلمانوں کی عظمت دیکھنے کے لیے حیدر آباد دکن کا پہلا سفر اسی نیت سے کیا تھا یہاں تو جس عالی شان عمارت کو دیکھو اور پوچھو کس کا ہے کسی چند کا کسی داس کا۔ وہاں پر پہنچ کر یہ تو کانوں میں پڑ گیا کہ یہ محل فلاں جنگ کا یہ عمارت فلاں دولہ کی یہ بڑے لوگوں کے وہاں پر لقب ہیں گو دنیا کو میں مسلمانوں کے لیے پسند نہیں کرتا اور نہ اچھا سمجھتا ہوں لیکن کفار کے مقابلہ میں جی چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس ان سے بھی زائد ہو اور مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ ہوں ان کے مقابلہ کی وجہ سے پسند کرتا ہوں بشرطیکہ حدود میں رہیں۔

ملفوظ ۳۹۱: ہبوطِ آدم سے متعلق کچھ تفسیری نکات

ایک مولوی صاحب کے کسی سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر بالفرض آدم علیہ السلام

سے بھی لغزش نہ ہوتی تب بھی چونکہ مادہ تو ایسی لغزش کا ان میں تھا ہی جس سے بلزوم عادی ان کی اولاد میں سے جنت میں کوئی نہ کوئی گڑ بڑ کرتا اور اس کو نکالا جاتا اس وقت وہ کسی کا بیٹا ہوتا کسی کا پوتا کسی کا بھتیجا کسی کا بھانجا کسی کا بھائی۔ تو روزانہ جنت میں کہرام مچا رہتا۔ اس وجہ سے باپ ہی آ گئے۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جنت میں رنج کیسے ہوتا فرمایا کیوں شبہ کیا ہے آخر آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جنت سے نکلو اس وقت آدم علیہ السلام کو رنج ہوا ہوگا یا نہیں گو وہ رنج طبعی سہی عقلی نہ سہی اس وقت وہ دنیا میں تھے یا جنت میں عرض کیا کہ جنت میں فرمایا پس ثابت ہو گیا کہ جنت میں بھی رنج ہو سکتا ہے۔ اور یہ تو پیشتر ہی حق تعالیٰ نے فرشتوں سے ظاہر فرما دیا تھا کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً اس سے بھی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ یہ ارض میں خلیفہ ہوں گے جنت سے نکل جانا آدم علیہ السلام کا۔ اسی وقت فرشتوں کو معلوم ہو چکا تھا اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا کی تفسیر جو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی عجیب و غریب ہے بہت سی تفسیریں دیکھیں مگر وہاں تک کسی مصنف کی رسائی نہیں ہوئی۔ وہ یہ کہ یہ امر فطری ہے کہ اپنی بنی ہوئی چیز کے بگڑنے سے رنج ہوتا ہے اور خلافت کے لیے تصرف لازم ہوگا اور تصرف کا حاصل یہی تحلیل و ترکیب ہے اور تحلیل یہی توڑ پھوڑ ہے پس فساد سے یہی تحلیل مراد ہے فساد بمعنی معصیت مراد ہونا ضروری نہیں اس طرح سفک دماء ﴿خون بہانا﴾ سے سفک محرم ﴿حرام طریقہ سے خون بہانا۔۱۲﴾ مراد ہونا ضروری نہیں چونکہ فرشتوں کا کام تھا پرورش کرنا شجر کو مویشی وغیرہ کو اور یہ آدمی کسی درخت کو کاٹے کسی میں کڑیاں بنائے گا کسی میں تختے جانوروں میں کسی پر سواری کریگا کسی سے کھیتی کا کام لے گا کسی کو ذبح کریگا فرشتوں کو یہ گراں ہوا۔ اب یہ شبہ بھی نہ رہا کہ فرشتوں نے بنی آدم کی طرف معصیت کو کیسے منسوب کر دیا عجیب تحقیق ہے۔

یہ ہیں علوم اور حقائق و معارف یہ حضرات ہیں (محقق) پھر باوجود ان کمالات کے نہ دعوے ہے نہ ناز ہے نہایت مسکین لہجہ نہایت نرم سیدھے سادھے الفاظ اور خود بھی نہایت سادی وضع میں رہنے والے۔ مگر بات وہ کہتے ہیں کہ ہر شخص نہ کہہ سکے۔ پیدا تو بعد میں ہوئے مگر ان میں روح پہلوں کی تھی۔

ملفوظ ۳۹۲: علماءِ دیوبند کی شان

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں کم عمری میں جب دیوبند پہلی مرتبہ گیا تو میں نے ان حضرات کو دیکھا اور یہ سمجھا کہ یہ کیا علماء ہونگے محض پڑھنے پڑھانے کے ہونگے اسلئے کہ چھوٹے چھوٹے قد معمولی لباس نہ چوغہ ہے نہ عمامہ۔ ہر طرح پر سادگی یہ خیال اس وجہ سے ہوا تھا کہ میں نے یہاں پر مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا جو بہت قد آور اور وجیہ بزرگ تھے مگر پھر رہنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرات کیا چیز تھے کیا ٹھکانہ تھا ان کے علوم ظاہرہ اور علوم باطنہ کا۔ بحمد اللہ ایسے بزرگوں کی خدمت میسر ہوگئی یہ اللہ کا فضل اور والد صاحب کا احسان ہے اول تو انہوں نے مجھ کو عربی کے لیے تجویز کیا اور پھر اس پر یہ احسان کہ دیوبند تعلیم کا سلسلہ رکھا ورنہ میرٹھ میں بھی ممکن تھا کیونکہ وہاں پر والد صاحب کا قیام بھی تھا اور ایک مرتبہ میرٹھ ہی میں مجھ کو ایک مدرسہ میں داخل کرنے کے لئے بھی گئے تھے شہر میں ایک مدرسہ بھی تھا مگر نہ معلوم کیا اسباب وہاں پر ہوئے داخل نہیں فرمایا اور پھر دیوبند ہی کو تجویز فرمایا۔ والد صاحب مرحوم کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے۔

ملفوظ ۳۹۳: تعویذ یا دم کے لیے مریض کو لانا فضول ہے

ایک شخص شیر خوار لڑکی کو گود میں لیکر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت اس پر دم کر دیجئے فرمایا کہ بندۂ خدا! جہاں جایا کرتے ہیں پہلے وہاں کا قانون تو معلوم کر لیا کرتے ہیں مریض کے لانیکی یہاں پر ضرورت نہیں۔ میں کوئی طبیب تھوڑا ہی ہوں کہ نبض دیکھ کر نسخہ لکھوں گا تعویذ لکھ دوں گا۔ پانی لے آنا وہ پڑھ دونگا بچوں کے لانے میں ایک بہت بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر پیشاب کر دے یہ تو لیکر چلتے ہونگے اور مصیبت ہم کو پڑے گی تمام فرش اٹھاؤ سامان اٹھاؤ سب چیزیں پاک کرتے پھرو۔ کوئی معمولی کپڑا وغیرہ ہو تب بھی۔ خیر! بڑا فرش ہے اب اس کو کون پاک کرتا پھر دریافت فرمایا کہ اس کو لایا تھا کیوں۔ عرض کیا گیا کہ لوگ بہکا دیں ہیں کہ لے کر جاؤ۔ فرمایا کہ لوگ بھکا دیں ہیں اور ہم بھگا دیں ہیں۔ جاؤ اس کو گھر پہنچا کر پھر تعویذ لے جاؤ۔

ملفوظ ۳۹۴: ایک صاحب کا عجیب بیہودہ سوال

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے عجیب بیہودہ سوال کیا ہے لکھتے ہیں کہ میرے لیے

میری اصلاح بہتر ہے یا میرے اہل وعیال کی ۔ میں نے لکھ دیا کہ کلیات لکھ کر سوال کرنا خلاف اصول ہے جزئیات ظاہر کر کے اپنی پوری حالت لکھو اور پھر رائے معلوم کرو ۔

ملفوظ ۲۹۵: ایک صاحب کے نامناسب طرز عمل پر مواخذہ

قبل از نماز مغرب حضرت والا نے وضوء فرمایا اور بعد اذان مغرب روزہ افطار فرما کر حوض کے کنارے پر کلی فرما رہے تھے ۔ ایک صاحب ایسی ہیئت سے جا کر حضرت والا کے پاس کھڑے ہوئے جس سے حضرت والا کو یہ محسوس ہوا کہ یہ میرے ہٹ جانے کے انتظار میں ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی حضرت کو شبہ ہوا کہ یہ میرے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو بطور تبرک استعمال کریں گے اس سے حضرت والا کے قلب پر بار اور گرانی ہوئی اور لوٹے کے پانی کو گرا دیا (اسلیے کہ ایک تو بعض اوقات اپنے سامنے ایسا اظہار عقیدت کرنا حضرت والا کو ناگوار ہوتا ہے ۔ دوسرے اس موقع پر خصوصیت سے انتظار کی صورت بنا کر کھڑا ہونا حضرت والا کو موجب اذیت ہوا اس شخص نے محض حصول تبرک کی دھن میں ایذاء کا خیال نہ کیا اسلئے حضرت والا تبرکات وغیرہ میں ایسے شغف کو ناپسند فرمایا کرتے ہیں ۔ چنانچہ یہی خیال سبب ہوا لوٹے کے پانی گرانے کا ۱۲ جامع) حضرت والا فارغ ہو کر حوض پر سے تشریف لے آئے تو یہ صاحب اس جگہ پر پہنچے اور پہنچ کر لوٹے کو جھانکا حضرت والا انکی اس حرکت کو برابر ملاحظہ فرماتے رہے اور یہ شبہ جو احتمال کے درجہ میں تھا لوٹے کے جھانکنے پر یقین کے درجہ میں ہو گیا ۔

اس پر حضرت والا نے مواخذہ فرمایا کہ مجھ کو تمہاری اس حرکت سے اذیت پہنچی تم کیوں وہاں پر کھڑے تھے اور بعد میرے چلے آنے کے لوٹے کو کیوں جھانکا اس پر یہ صاحب خاموش رہے اور بولے بھی تو نہایت آہستہ سے کوئی صاف جواب نہیں دیا جواب میں تاخیر حضرت والا کے زیادہ تکدر کا سبب ہوا دو تین مرتبہ کے مطالبہ کے بعد عرض کیا کہ پانی لینا مقصود نہ تھا بلکہ کلی کرنا مقصود تھا فرمایا کہ بلا پانی کے کلی ہوا کرتی ہے عرض کیا کہ کلی کے لیے پہلے سے منہ میں پانی تھا فرمایا تو پھر لوٹے کو کیوں جھانکا تھا عرض کیا کہ لوٹے کو تو نہیں جھانکا فرمایا کہ مجھ کو اندھا بناتے ہو میں نے

خود جھانکتے ہوئے دیکھا جھوٹ بھی بولتے ہو اس پر اور حضرت والا کے لہجے میں تغیر ہو گیا پھر فرمایا کہ کلی کرنے کو وہی جگہ رہ گئی تھی اور جگہ نہ رہی تھی اتنا بڑا مدرسہ اور خانقاہ ہے جہاں پر میں کھڑا تھا وہی ایک جگہ تھی۔ عرض کیا کہ مجھ کو کلی کرنا تھی۔

فرمایا بندۂ خدا اپنی ہی ہانکے چلے جاتے ہو دوسرے کی سن کر سمجھ کر تو جواب دینا چاہئے آخر مجھ کو تو تمہاری اس حرکت سے اذیت پہنچی بار ہوا گرانی ہوئی آخر تم کو کیا حق تھا مجھ کو اذیت پہنچانے کا چھنٹ چھنٹ کر تمام احمق میرے ہی حصہ میں آ گئے ہیں دنیا کے بے وقوف میرے پاس آتے ہیں فہم کا نام نہیں ہوتا کھڑا ہے بت کی طرح! جواب کیوں نہیں دیتا کیوں مجھ کو ستایا کیا اپنی غلطی کا اقرار کرنا جرم ہے کیا تو نے لوٹوں کو جھانکا نہیں۔ عرض کیا کہ جھانکا تھا فرمایا کیا اس انتظار میں نہیں کھڑا تھا کہ یہ ہٹے تو میں اس جگہ پر کلی وغیرہ کروں عرض کیا جی! فرمایا کہ اب اقرار کرتا ہے اپنی غلطی کا جب مجھے اچھی طرح پریشان کر چکا بدتمیز بدتہذیب پھر فرمایا کہ خاموش کھڑا ہے خوب تاویلیں سوچ لے اور اپنے ارمان نکال لے۔ اس پر بھی یہ صاحب خاموش رہے فرمایا بندۂ خدا معافی تو چاہ لی ہوتی؟ عرض کیا میں حضور سے معافی چاہتا ہوں فرمایا کہ کہنے ہی سے تو چاہی خود تو معافی چاہنے کی توفیق نہ ہوئی فرمایا کہ بلا کہے معافی کیوں نہیں چاہی اس میں کیا مصلحت تھی عرض کیا کہ ڈر کی وجہ سے فرمایا معافی چاہنے میں تو ڈر تھا اور نہ چاہنے میں ڈر نہ ہو جو بات بھی ہو ہر بات بدتمیزی کی کوئی بات بھی تو عقل کی نہیں بلا وجہ مجھ کو اذیت پہنچائی کیا ہوا تم لوگوں کو کیا ہاتھ میں تسبیح لینا اور تہمد باندھنا ہی آتا ہے آخر انسان میں اور جانور میں کوئی فرق بھی ہونا چاہئے یا نہیں فرمایا چپ کیوں ہے نالائق جواب دے نماز کو دیر ہوئی جاتی ہے منہ کھول کر صاف بات کہو اس پر یہ صاحب کچھ بولے جس کو حضرت والا سمجھ نہ سکے فرمایا کہ یہ شخص نامعلوم کیا انگریزی سی بولتا ہے عرض کیا کہ قصور ہوا فرمایا اب کہتا ہے قصور ہوا قصور! جب اچھی طرح ستا لیا کہ جب سے زبان سل گئی تھی فرمایا کہ میں اپنی ضرورت سے کھڑا تھا یہ شخص برابر کھڑا رہا۔ مجھ پر اس قدر بار ہوا اور اذیت پہنچی کہ میں پریشان ہو گیا اسی وجہ سے میں نے لوٹے کا پانی پھینک دیا کہ

شاید اس لالچ میں کھڑا ہے اب تو ٹلے گا مگر ٹلا نہیں اس پر یہ کیا کہ لوٹے کو جھانکا اب تاویلیں کرتا ہے اور اگر مان ہی لیا جائے کہ سب تاویلیں صحیح ہیں تو ایہام کا اس کے پاس کیا جواب ہے ایسے ایسے آتے ہیں ستانے کو عین نماز کے وقت میرے قلب کو پریشان کیا یہ فرماتے ہوئے حضرت والا نماز مغرب پڑھانے کے لیے مصلے پر تشریف لے گئے۔

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

ملفوظ ۳۹۶: اپنے مؤاخذہ اور انکی حرکت پر اظہارِ رنج

فرمایا کہ کل مغرب کے وقت ان صاحب نے ایک چھوٹی سی بات پر کس قدر ستایا اور پریشان کیا مجھے اپنے پر بھی تعجب ہے کہ میں نے کیوں ذرا سی بات پر ان سے اس قدر مؤاخذہ کیا اور ان پر بھی ہے کہ ذرا سے مقصود کے لیے اس درجہ مجھ کو اذیت پہنچائی جب مجھے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت میرے انتظار میں کھڑے ہیں تو کیا اس پر مجھ کو کلفت اذیت نہ ہوتی اور خیر یہ بے چارے تو نئے آدمی ہیں ان سے ایسا ہو جاتا کوئی زیادہ تعجب نہیں پرانے بھی ستاتے ہیں اور بعد میں یہ معلوم کر کے کہ طالب علم نہیں ہیں اور بھی رنج ہوا اس لئے اگر طالب علموں کو کچھ کہہ لوں تو ان پر تو میں اپنا ایک قسم کا حق سمجھتا ہوں اور غیر طالب علم پر ناخوش ہونے سے دل کڑھتا ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ان کو اس کا رنج ہو رہا ہے کہ میری وجہ سے حضرت کو تکلیف ہوئی اور اذیت پہنچی حضرت مجھ سے خفا ہو گئے فرمایا کہ واقعہ ختم ہونے کے ساتھ ہی بحمد اللہ میرا قلب صاف ہو جاتا ہے میں خفا نہیں ہوں نیز میں خفا تو جب ہوتا کہ اس سے میری کوئی مصلحت فوت ہوتی مگر اس میں کچھ میری مصلحت تھوڑا ہی ہوتی ہے۔ طالب ہی کی مصلحت سے ایسا کرتا ہوں تا کہ آئندہ کو کان ہوں پھر ایسی نالائقی کی حرکت نہ کریں جس سے دوسرے کو اذیت ہو۔ اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ عین غصہ کی حالت میں بھی میرے قلب میں اس کی محبت ہوتی ہے اسی وجہ سے اکثر درگذر کر جاتا ہوں اس کی بناء محبت ہی ہوتی ہے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ ڈاکٹر صاحب نے بڑی اچھی بات کہی وہ یہ کہ

جب حضرت کی طرف سے کسی کو ذرا تکلیف نہیں پہنچتی تو پھر لوگ کیوں تکلیف پہنچاتے ہیں فرمایا بالکل ٹھیک کہا میں اگر دوسرے کی راحت کی رعایت نہ کرتا تو مجھ کو دوسروں کی عدم رعایت کی بھی بالکل شکایت نہ ہوتی لیکن جب میں ہر طریق اور ہر صورت سے اس کا اہتمام کرتا ہوں کہ میری ذات سے کسی پر ذرہ برابر گرانی اور بار نہ ہو ایسی حالت میں میرا یہ بھی مطالبہ ہوتا ہے اور حق ہوتا ہے کہ مجھ کو بھی کوئی مت ستائے۔ پھر فرمایا کہ یہ اس قسم کی حرکتیں اور گڑ بڑیں خود رائی سے ہوتی ہیں خودرائی بہت ہی بری اور مذموم چیز ہے گورائی ہی کے برابر ہو۔ صوفیہ کے یہاں اس کے مٹانے اور فنا کرنے کا بڑا اہتمام ہے یہ سب خرابیوں کی جڑ ہے اسی سے تمام امراض روحانی کا نشوونما ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ باب تو بالکل مسدود بلکہ مفقود ہی ہو گیا کہ اپنے سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے میں اپنے ہی لیے نہیں کہتا کہ مجھ کو تکلیف نہ پہنچاؤ مجھ کو اذیت نہ پہنچاؤ سب کے لیے کہتا ہوں کسی کو بھی کسی قسم کی تکلیف کسی سے نہ پہنچے اس کا بڑا اہتمام رکھنا چاہیئے نہ معلوم اس کو دین کی فہرست سے کیوں نکال دیا گیا اس کا اہتمام ہی نہیں اس کو کسی نے لیا ہی نہیں کہ کسی کو تکلیف نہ ہو نہ قول سے نہ فعل سے نہ رفتار سے نہ گفتار سے نہ نشست سے نہ برخاست سے بطور مزاح کے حضرت والا نے فرمایا کہ یہ کلی (مضمضہ) کی ایسی جزئی ہوئی کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ صاحب معتکف ہیں شاید اس وجہ سے آگے نہ بڑھے ہوں فرمایا کہ یہ سب کچھ سہی اگر ایسا تھا تو ان کو اس طریق سے کھڑا ہونا چاہیئے تھا جس سے مجھے شبہ نہ ہوتا کہ یہ میرے انتظار میں کھڑے ہیں میرا گمان یہ ہوا اور یہ میرا گمان قرین قیاس تھا کہ یہ تبرک کے انتظار میں کھڑے ہیں مجھے ایسی باتوں سے گرانی ہوتی ہے میں پیر پرستی کرانا نہیں چاہتا خدا پرستی کرانا چاہتا ہوں پیر پرستی اگر کرنی ہے تو ایسے پیر دنیا میں بکثرت ہیں وہاں جائیں ان کے یہاں نہ تعلیم ہے نہ روک ٹوک ہے نہ محاسبہ ہے نہ مواخذہ ہے صرف چوما چاٹی ہے۔ میں نے نہ اپنے بزرگوں کو ایسی باتیں پسند فرماتے ہوئے دیکھا نہ مجھ کو پسند ہے آج صبح یہ معلوم کر کے کہ طالب علم نہیں ہیں اور بھی رنج ہوا بے چارے کسی دفتر میں ملازم ہیں بطور مزاح کے فرمایا کہ

اسی واسطے آواز صاف نہ تھی منہ میں پانی تھا وف تر ہو گیا تھا۔ دیکھئے ایک ذرا سی بات خود بھی اتنے پریشان ہوئے کہ اتنی دیر تک منہ میں پانی لئے کھڑے رہے اور مجھ کو بھی پریشان کیا۔

ملفوظ ۳۹۷: گانے بجانے والوں کا حضرت پر غصہ

فرمایا کہ دف تر ہونے یاد آیا ایک گروہ ہے عورتوں کا یعنی ڈومنیاں ان کا پیشہ ہی گانے بجانے کا ہے یہ دف بجاتی ہیں آگ پر سکھا کر بجاتی ہیں یہ بھی ایک عجیب گروہ ہے یہاں پر بحمد اللہ اب اس قسم کی رسومات کا بہت کچھ انسداد ہو گیا ہے میں نے سنا ہے کہ یہ گروہ گانے بجانے والی عورتوں کا مجھ کو کوستا ہے کہ جس طرح گانے بجانے سے منع کر کے ہماری جائیداد کھودی اسی طرح ان کی بھی جائداد جاتی رہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ان کے کوسنے کا کوئی اثر ہوتا ہے فرمایا جی نہیں کیا خاک اثر ہوتا کون سا نیک کام تھا کہ جس کی وجہ سے حق تعالیٰ مواخذہ فرمائیں کہ کیوں ان پر ظلم کیا گیا۔

ملفوظ ۳۹۸: حضرت کے چھوٹے بھائی کی شادی کا حال

فرمایا کہ میاں محمد مظہر (سب سے چھوٹے بھائی) کی شادی بالکل سادی ہوئی تھی صرف ایک بہلی تھی اس میں ایک میں ایک مظہر ایک مولوی شبیر علی جو اس وقت بچے تھے ان کو اس لئے ساتھ لے لیا تھا کہ شاید گھر میں آنے جانے یا کسی بات کے کہلانے کی ضرورت ہو۔ وہاں پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہاں بھی کوئی گڑ بڑ نہیں صرف خاص خاص عزیزوں کو دعوت ہے جن کی تعداد چھ سات سے زائد نہ تھی اور یہ لوگ بھی وہ تھے جو خاندان میں شمار تھے مگر یہ لوگ بھی خفا تھے محض اس وجہ سے کہ رسوم کیوں نہیں کی گئیں مجھ کو جب یہ معلوم ہوا میں نے لڑکی والوں سے کہا کہ صاف کہہ دو اگر جی چاہے شریک ہو جائیں ورنہ اپنے گھر بیٹھے رہیں ہمیں ضرورت نہیں شریک کرنے کی ان لوگوں نے دعوت ہی قبول نہ کی تھی مگر میرا یہ صفائی کا جواب سن کر سیدھے ہو گئے اور سب ہاتھ دھو دھو کر دستر خوان پر آ بیٹھے بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکی کی ماں اس اختصار سے بڑی ہی شکر گزار ہوئیں اور کہنے لگیں کہ اگر زیادہ بکھیڑا ہوتا تو ایک سونے کا ہار تھا میرے پاس وہ بھی جاتا اور قرض لینا پڑتا۔

اس پر حضرت والا نے ہار کی مناسبت سے مزاحا فرمایا۔ گلوگیر بھی ہوتا اور برادری کی جیت ہوتی اور انکی ہار۔ یہ لڑکی کی ماں میرے بڑے گھر میں کی حقیقی خالہ ہوگئی تھیں اسلئے میں بھی ان کو عرفا خالہ ہی کہتا تھا میں نے ان سے پوچھا کہ لڑکی کو رخصت کس وقت کرو گی کہنے لگیں بھائی صبح کو جلدی تو رخصت نہیں ہوسکتی اسلئے کہ جلدی میں نہ کچھ کھاؤ گے اور نہ کچھ ٹھیرو گے میں نے کہا کہ کھانا پکا کر ساتھ کر دو جہاں بھوک لگے گی کھالیں گے اور ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب انہوں نے پھر اپنی رائے کا اعادہ کیا تب میں نے کہا بہت اچھا جب تم رخصت کرو گی ہم اسی وقت چلے جائیں گے لیکن یہ بات یاد رکھو کہ اگر دیر سے رخصت کیا تو نماز ظہر کا وقت راستہ میں ہوگا اس لئے کہ نو کوس جگہ ہے اور میں اپنے اہتمام میں لڑکی کی نماز قضا ہونے نہ دوں گا اور بلا عذر کے بہلی میں نماز ہو نہیں سکتی تو لڑکی کو بہلی سے اترنا پڑے گا اور یہ بھی تم سمجھتی ہو کہ لڑکی نئی نویلی ہوگی پہنے اوڑھے ہوگی عطر تیل خوشبو وغیرہ بھی لگا ہوگا اور یہ مشہور ہے کہ کیکر وغیرہ کے درخت پر بھتنی وغیرہ رہا کرتی ہیں سو اگر کوئی بھتنی چپٹ گئی تو میں ذمہ دار نہیں چونکہ عورتوں کے مذاق کے موافق گفتگو تھی سمجھ میں آ گئی کہنے لگیں نہ بھائی میں نہیں روکتی جب تمہارا جی چاہے جاسکتے ہو۔ میں نے کہا کہ بعد نماز فجر فوراً ہی سوار کردو انہوں نے قبول کرلیا۔ اب جب صبح ہوئی چلنے کا وقت ہوا تو ایک رسم ہے بکھیر کی دلہن کی رخصت کے وقت بستی کے اندر کچھ روپیہ پیسہ کی بکھیر کی جاتی ہے میں نے یہ کیا کہ کچھ روپیہ مساکین کو تقسیم کردیا اور کچھ مساجد میں دیا محض اس وجہ سے کہ لوگ بخل و دناءت کا شبہ نہ کریں۔ اس سادگی کے متعلق یہ روایت سنی گئی کہ لوگ کہتے ہیں کہ شادی اس کو کہتے ہیں قلب کے اندر تازگی شگفتگی انشراح معلوم ہوتا ہے یہ دنیا داروں نے کہا واقعی شریعت پر عمل کرنے سے ایک نور پیدا ہوتا ہے۔

اب ولیمہ کا قصہ سنیے میں نے کسی کی دعوت نہیں کی کھانا پکوا کر گھروں پر بھیج دیا ایک بی بی نے کھانا واپس کردیا کہ یہ کیسا ولیمہ؟ میں نے کہا نہیں قبول کرتی ان کی قسمت جانے دو ان کا خیال یہ تھا یہ منائیں گے خوشامد کریں گے مگر ہمیں ضرورت ہی کیا تھی گھر سے کھلائیں اور الٹی خوشامد

کریں صبح کو وہی بی بی آئیں کہنے لگیں کہ رات کا کھانا لاؤ میں نے کہا کہ وہ تو رات ہی ختم ہو گیا یہ
سن کر بڑی ہی دلگیر ہوئیں کہ میری ایسی قسمت کہاں تھی کہ ایسی برکت کا کھانا نصیب ہوتا ان
دنیاداروں کا دماغ یونہی درست ہوتا ہے اہل دین کو قدرے استغناء برتنا چاہئے ان کو جتنا چمٹو یہ
زیادہ اینٹھ مروڑ کرتے ہیں۔

ملفوظ ۳۹۹: حضرت کا اپنی علاتی ہمشیرہ کی شادی میں شرکت نہ کرنا

فرمایا کہ میری علاتی ہمشیرہ کی جو شادی ہوئی تھی اس میں سب رسوم مروجہ ہوئیں تھیں
اس کا قصہ یہ ہے کہ اس کی والدہ کو عورتوں نے بہکایا اور یہ سمجھایا کہ تمہاری ایک ہی تو بچی ہے دل
کھول کر شادی کرو۔ باقی اگر یہ اندیشہ ہے کہ وہ (یعنی میں) شرکت نہ کریگا تو نکاح میں تو شرکت
ہو ہی جائیگی اور جن رسموں کو برا کہتے ہیں اس میں شرکت نہ کریں گے نکاح تو سنت ہے اس میں
تو ضرور ہی شریک ہوں گے والدہ بیچاری بہکائے میں آگئیں۔ برات آنے کا دن جمعہ کا تھا میں
نے بھینسانی (ایک گاؤں ہے) والوں سے کہلا بھیجا کہ جب جمعہ پڑھنے آؤ ایک بہلی لیتے آنا او
قصبہ سے باہر کھڑی کر دینا۔ میں بعد جمعہ تمہارے یہاں آؤں گا وہ لوگ جمعہ کی نماز کو آتے ہی
تو ایک بہلی ہمراہ لیتے آئے میں نے نماز جمعہ کی جامع مسجد میں پڑھی اور باہر ہی باہر بہلی میں بیٹھ
بھینسانی پہنچ گیا یہاں پر کسی سے ذکر نہیں کیا حتیٰ کہ گھر والوں تک کو بھی خبر نہ کی۔ برات آ گئی دن
ہوا یہی خیال رہا سب کو کہ ہوگا یہیں مسجد وغیرہ میں جب مغرب کا بعد ہو گیا تب نکاح پڑھا
کے لیے تلاش ہوئی۔ میں نہ ملا تو بھائی صاحب نے مختلف اطراف میں آدمی بھیجے ایک آ
بھینسانی بھی آیا میں عشاء کی نماز پڑھ کر لیٹ گیا تھا۔ جس مقام پر میں ٹھہرا ہوا تھا ایک آنے وا
کی آہٹ معلوم ہوئی میں نے کہا کہ غالباً تھانہ بھون کا آدمی آیا اسلئے کہ خیال تو تھا ہی وہ آدمی آیا
سے ملا۔ میں نے کہا وہاں جا کر کہہ دینا کہ میں زندہ ہوں اطمینان رکھو اور اگر اوروں پر اختیار نہ
اپنے نفس پر تو اختیار تھا خود اپنے کو بچا لیا اور میں صبح کو آ جاؤں گا۔ انشاء اللہ تعالے شب کو وہیں
صبح کو بھی دیر کر کے چلا اس خیال سے کہ ایک براتی کی بھی صورت نہ دیکھوں پھر تو میری شرک

کرنے کی وجہ سے سارے خاندان نے توبہ کی کہ بڑی واہیات ہوئی اب آئندہ کبھی ایسا نہ کریں گے جب سے اللہ کا فضل ہے خاندان میں کبھی کوئی رسم نہیں ہوتی۔ گاؤں والوں کا خیال سنیئے یہاں سے بھینسانی دوسو روپیہ گھی خرید نے کے لیے بھیجے گئے تھے وہ لوگ کہتے تھے کہ ہم لوگوں کو خیال ہوا تھا جب مولویوں کے گھر دوسو روپیہ کا گھی ایک گاؤں سے جا رہا ہے اور دوسری جگہ سے بھی ضرور آیا ہوگا جب گھی کا اتنا صرفہ ہے اور اجناس میں نہ معلوم کس قدر صرفہ ہوگا تو اب ہم بھی دل کھول کر شادیاں کیا کریں گے۔ چاہے گھر کی جائدادیں فروخت ہو جائیں سو اگر اس وقت آپ یہاں نہ آتے تو ہمارے یہاں بھی شادیوں میں ایسا ہی ہوتا جس کا انجام گھر کی بربادی ہوتی آپ نے یہاں آ کر ہمارا گاؤں بچالیا اور ایسا ہوگیا جیسے اپنے پاس سے گاؤں ہم کو دیا ہو۔

واقعی اگر میں وہاں نہ جاتا اور یہاں پر رہتا گو شریک نہ ہوتا مگر کس کو معلوم ہوتا کہ شرکت کی یا نہیں کی۔ عوام پر بہت برا اثر ہوتا۔ اب یہاں پر قصبہ میں یہ حالت ہے کہ کسی کو ان رسوم کی پابندی نہیں رہی۔ اب اگر کوئی صرف بھی زائد کرے تو اس کا نام نہیں نہ کرے کچھ ملامت نہیں اور رسوم مباحہ کے متعلق یہی درجہ مقصود ہے۔

ملفوظ ۴۰۰: ایک رئیس کے لڑکے ختنہ کی تقریب میں حضرت کی عدم شرکت

فرمایا کہ قصبہ رامپور میں ایک رئیس مولوی صاحب کے لڑکے کی ختنہ تھی اپنے سب حضرات بھی اس میں مدعو تھے مجھ کو بھی بلایا گیا تھا میں بھی چلا گیا اصلاح الرسوم اس سے پہلے لکھ چکا تھا میں نے پہلے سے طے کرلیا تھا کہ میں قاضی انعام الحق صاحب کے مکان پھر ٹھہروں گا اور وجہ میں نے یہ بیان کی تھی کہ مجمع میں بعضے بڑے ہونگے میں ان کے ادب میں رہوں گا اور بعضے چھوٹے ہونگے وہ میرے ادب میں رہیں گے نہ مجھ کو راحت ملے گی نہ ان کو اور اس تقریب میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے تھے قاضی انعام الحق صاحب کے مکان پر ٹھہرا عشاء کے وقت میں نے دیکھا کہ نائی عام بلاوا دیتا پھرتا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ بلاوا کیسا ہے اس نے کہا کہ تمام برادری کی

دعوت ہے میں کھٹک گیا کہ گڑ بڑ معاملہ ہے اور ظاہر تفاخر ہے ساتھ ہی اس کے یہ خیال ہوا کہ تو اصلاح الرسوم لکھ چکا ہے اگر شرکت کی تو کتاب کا خاک اثر نہ رہیگا میں نے قاضی انعام الحق صاحب سے مشورہ کیا کہ یہ معاملہ کی صورت ہے اس میں کیا کرنا چاہئے انہوں نے جواب دیا کہ برادری کا معاملہ ہے میں اس میں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا مجھ پر سب الزام آپڑے گا۔ میں نے خود سوچ کر تجویز کیا کہ میں آپ کے باغ میں جاتا ہوں وہاں کسی کا خیال بھی نہ جائے گا اور میں شریک ہونے سے بچ جاؤنگا نہ ہونگا نہ شریک ہونگا گو اس میں مجھ کو بعض کلفتیں ہونگی مگر کچھ بھی ہو شرکت مناسب نہیں میں اس زمانہ میں تصانیف کا کام کر رہا تھا سفر میں سامان تصنیف کا بھی ساتھ رکھتا تھا اس وقت بھی ضروری سامان ساتھ تھا اس کو لیکر اخیر شب میں مشروط باغ میں پہنچ گیا۔

یہ باغ قصبہ سے قدرے فاصلے پر ہے بڑی فضا کی جگہ ہے نہر بھی اس کے قریب ہے ایک کنواں بھی اس میں ہے۔ غرضکہ بڑی ہی تفریح کی جگہ ہے وہاں بیٹھا ہوا لکھتا رہا (یہ باغ (عہدۂ) قضاء کی وجہ سے شاہی عطیہ تھا اصل میں اس کا نام تھا مشروط بالقضاء اب صرف مشروط رہ گیا) اب صبح کو میری تلاش ہوئی قاضی انعام الحق صاحب سے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے انہوں نے جواب دیا مجھ کو معلوم ہے مگر بتلانے کی اجازت نہیں ان پر بے حد زور دیا کہ بتلاؤ انہوں نے کہا کہ اس سے میرا تعلق دین کا ہے بتلا نہیں سکتا چاہے کچھ بھی ہو لیکن یہ اطمینان رکھیے کہ میری شرکت مشورہ وغیرہ کی کچھ نہیں۔ لوگ کہنے لگے کہ گھر میں ہے انہوں نے کہا کہ میں پردہ کرائے دیتا ہوں آپ خود دیکھ لیں مگر وہ مکان میں نہیں ہے خواہ مخواہ خود بھی تکلیف اٹھاؤ گے اور مجھے بھی تکلیف دو گے مختلف سڑکوں پر بھی ڈھونڈا گیا مگر میں کہاں ملتا جھلا کر رہ گئے۔ میں ریل کے وقت باغ ہی سے باہر اسٹیشن پر پہنچ گیا اسٹیشن پر مولوی معین الدین صاحب نانوتوی ملے وہ بھی اس ہی تقریب کی شرکت کے لیے آئے تھے کہنے لگے کہ میں تو تم سے لڑنے آیا تھا۔ یہ انہوں نے اس وجہ سے کہا کہ انہوں نے بھی ایک مرتبہ ایک تقریب میں مدعو کیا تھا۔ میں نے انکار کر دیا تھا کہنے لگے کہ یہ سوچ کر چلا تھا یہ کہوں گا کہ غریب آدمیوں کے یہاں شرکت سے انکار کرتے ہو اور امیروں

کے یہاں شرکت کرتے ہو مگر جب تم کو نہ پایا اب لڑائی کی گنجائش نہ رہی اور کہنے لگے کہ اب میں بھی شریک نہ ہونگا جب تم ہی شریک نہ ہوئے۔ غرضکہ گاڑی آ گئی میں تو اس میں بیٹھ کر یہاں پر آ گیا وہاں پر بڑی گڑبڑ ہوئی اسلیئے کہ ایک جماعت وہاں بدعتیوں کی بھی ہے (یہ سنا ہے کہ جہاں جہاں حضرت سید صاحب کے قدم پہنچ گئے وہاں پر بدعت کا زور نہیں رہا اور جہاں پر نہیں پہنچے وہاں پر بدعت کا زور ہے واللہ اعلم) یہاں پر تھانہ بھون میں بھی حضرت سید صاحب تشریف لائے ہیں بحمد اللہ یہاں پر کوئی جماعت بدعتیوں کی نہیں ہے ویسے ہی لوگ کچھ معمولی طریق پر اس خیال کے ہیں باقی کوئی خاص جماعت نہیں قصبہ رامپور میں بدعت کا قدرے زور ہے سو بدعتیوں نے ایک مضمون تیار کیا اس مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ مصنف اصلاح الرسوم نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا ہے اور رسوم میں شرکت کی ہے اور مشورہ یہ ہوا کہ اس کی دستی نقلیں کر کے کوچہ و برزن میں جا بجا چسپاں کر دو۔ بوڑھوں نے منع کیا بوڑھوں میں عقل ہوتی ہے تجربہ ہوتا ہے کہ جلدی مت کرو رات درمیان میں ہے صبح کو دیکھ لو کہ شرکت کرتے ہیں یا نہیں کبھی قبل از وقت کوئی کام کر گذرو پھر ذلت اٹھانی پڑے صبح کو دیکھا جائے گا صبح کو ان کو یہ معلوم ہوا کہ اس نے شرکت نہیں کی کہنے لگے کہ بات رکھ لی (یعنی میں نے) یہاں کے بھی بعض حضرات تقریب میں شریک تھے انہوں نے بھی میرے متعلق بڑے بڑے لیکچر دیئے یہاں ایک لطیفہ ہوا۔ میں قرآن شریف سورۂ نمل پڑھ رہا تھا۔ اس میں ہد ہد کا قصہ آیا۔ میں نے ایک دوست کو بلا کر کہا کہ دیکھو قرآن شریف میں میرے اس واقعہ کی نظیر اور تائید موجود ہے ان آیات میں

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِيْنَ. لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْلَاَاذْبَحَنَّهٗ اَوْلَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ. فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ. اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ. وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ۔ اور ایک

بار یہ قصہ ہوا کہ سلیمانؑ نے پرندوں کی حاضری لی تو ہد ہد کو نہ دیکھا فرمانے لگے کہ یہ کیا بات ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھتا کیا کہیں غائب ہو گیا۔ میں اس کو غیر حاضری پر سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالونگا یا وہ کوئی صاف حجت اور عذر غیر حاضری کا میرے سامنے پیش کرے۔ سو تھوڑی دیر میں وہ آ گیا اور سلیمانؑ سے کہنے لگا کہ میں ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی اور اجمالی بیان اس کا یہ ہے کہ میں آپ کے پاس قبیلۂ سبا کی ایک تحقیق خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اس کو سلطنت کے لوازم میں سے ہر قسم کا سامان میسر ہے اور اس کے پاس ایک بڑا اور قیمتی تخت ہے میں نے اسکو اور اس عورت کی قوم کو دیکھا کہ وہ خدا کی عبادت کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے ان اعمال کفریہ کو ان کی نظر میں مرغوب کر رکھا ہے اور ان کو راہ حق سے روک رکھا ہے سو وہ راہ حق پر نہیں چلتے ۱۲) ہد ہد سلیمان علیہ السلام کے لشکر سے غائب ہوا میں بھی اس مجمع تقریب سے غائب ہو گیا تھا اس کی سزا **لاعذبنه او لاذبحنه** تجویز کی گئی تھی مجھ کو بھی برا بھلا کہا گیا ملامت کی گئی کہ یہ بھی ذبح نفس ہے ہد ہد نے ایک ایسی چیز کی خبر دی جس کا علم حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہ تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی واقعہ جزئیہ کا علم اگر ناقص کو ہو کامل کو نہ ہو ممکن ہے اسی طرح مفاسد عوام کی مجھ کو خبر ہو اور اکابر کو نہ ہو تو مستبعد نہیں اور جیسے وہاں بلقیس عورت کی سلطنت تھی ایسے ہی یہاں پر بھی عورتوں کی حکومت تھی۔ جس کی وجہ سے یہ رسوم ہوئیں اور جزئیات میں کسی کے علم کا زائد ہونا یہ کوئی کمال نہیں واقعات جزئیہ میں ممکن ہے کہ چھوٹوں کا علم بڑوں سے بڑھا ہوا ہو۔ جیسے ایک جانور ہد ہد کا علم ایک نبی سے جزئی خاص میں بڑھا ہوا تھا۔ سو جیسے اس علم سے سلیمان علیہ السلام پر ہد ہد کو فضیلت نہیں ہو سکتی ایسی ہی مجھ کو بھی اپنے اکابر پر فضیلت نہیں ہو سکتی۔ البتہ ہمارے حضرات علوم مقصودہ میں بڑھے ہوئے ہیں اور یہ علوم مقصودہ میں سے نہ تھا۔

ایک مولوی صاحب محض اصلاح الرسوم کے متعلق گفتگو کرنے کے لیے تشریف لائے بڑے جوش میں تھے کہنے لگے مجھ کو اصلاح الرسوم کے بعض مقامات پر شبہات ہیں ان میں گفتگو

کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ بڑی خوشی سے مگر معاف کیجئے گا میری بے ادبی اور بے تہذیبی آپ کو تین باتوں پر قسم کھانا ہوگی۔ ایک تو یہ کہ واقعی میرے دل میں شبہ ہے محض تصنیف نہیں کیا گیا دوسرے یہ کہ اس شبہ کا جواب میرے ذہن میں نہیں تیسرے یہ کہ صرف تحقیق مقصود ہے اپنے کسی بڑے کی نصرت مقصود نہیں ان تینوں باتوں پر قسم کھا لیجئے گا پھر جو شبہ ہو فرمایئے۔ حضرت اس سے سب شبہات ختم ہو گئے سمجھے کہ یہ قسم بڑی ٹھیڑی کھیر ہے اپنی ہی جماعت کے ایک بزرگ نے بذریعہ خط مشورہ دیا کہ آپ اصلاح الرسوم پر نظر ثانی فرمائیں میں نے جواب لکھا کہ میں نظر ثانی نظر ثالث نظر رابع سب کر چکا ہر نظر کا وہی نتیجہ نکلا جو نظر اول کا تھا اب آپ اصلاح فرمائیں میں اسکو شائع کر دوں گا لیکن اگر اس سے لوگوں کو ان رسوم میں ابتلاء ہو گیا تو آپ ذمہ دار ہوں گے پھر ان بزرگ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے تو اس تقریب میں شرکت فرمائی اور فلاں شخص نے (یعنی میں نے) شرکت نہیں کی یہ کیا بات ہے جواب میں فرمایا کہ بھائی ہم نے فتوے پر عمل کیا اس نے تقوے پر عمل کیا یہ تو تواضع کا جواب تھا مگر اسی طرح کا ایک صاحب نے حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ سے سوال کیا حضرت نے محققانہ جواب دیا کہ عوام الناس کے مفاسد کی جیسی اس کو خبر ہے ہم کو خبر نہیں۔ حضرت نے حقیقت ہی کو ظاہر فرما دیا۔ ایک صاحب نے آ کر مجھ سے بھی کہا کہ فلاں صاحب نے تمہاری نسبت ایسے ویسے الفاظ بھی کہے اگر آپ چاہیں تو میں نام بھی بتلا سکتا ہوں۔ میں نے کہا کہ نہیں بھائی! مجھ کو کیوں لوگوں سے بدگمان کرتے ہو اور ایسے موقع پر اکثر یہ شعر پڑھ دیا کرتا ہوں۔

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق ☆ ہے برا وہی کہ جو تجھ کو برا جانتا ہے

اور اگر تو ہی برا تو وہ سچ کہتا ہے ☆ پھر برا کہنے سے کیوں اس کے برا مانتا ہے

اور ایسے موقع پر یہ شعر بھی پڑھا کرتا ہوں۔

دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلہ ☆ کیا قیامت ہے مجھ کو سب برا کہنے کو ہیں

اور فرمایا کہ میری تو یہ حالت ہے ۔

خود گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سن غیروں کی بات ☆ ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

یعنی جب میں خود اپنی رذی حالت کو لوگوں پر کھولتا رہتا ہوں اور کسی بات کو مخفی نہیں رکھتا تو دوسروں کو کہنے سننے کی تکلیف اٹھانے کی کون سی ضرورت ہے یہ تو عیب گوئی کے متعلق میرا مذاق ہے باقی عیب شوئی اور جواب دہی کے متعلق یہ مذاق ہے کہ میں تو اپنے دوستوں سے بھی اپنی نصرت کا خواہاں نہیں یہ سب غیر ضروری چیزیں ہیں ان سے بچ کر آدمی ضروری کام میں لگے ۔

۲۳ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

ملفوظ ۴۰۱: ریت سے حروف خشک کرنا

فرمایا کہ ریت سے حروف خشک کرنیکی پرانی رسم ہے اور مجھ کو بھی یہی پسند ہے اس سے حروف پھیکے نہیں پڑتے جاذب سے حروف پھیکے پڑ جاتے ہیں اور بھی کھاتے اب تک بھی ریت ہی سے خشک کئے جاتے ہیں اس سے حروف کی حفاظت رہتی ہے ۔

ملفوظ ۴۰۲: دوسروں کی گرانی کی رعایت فرمانا

حضرت والا کو کسی دوسری جگہ اپنے ایک عزیز کے یہاں کچھ سامان بھیجنا تھا وہ سامان ایک چھوٹی سی گٹھڑی کی شکل میں بندھا ہوا تھا اتفاق سے ایک صاحب اس مقام پر جانے والے تھے حضرت والا نے اپنے خادم نیاز سے فرمایا کہ یہ صاحب تشریف لے جا رہے ہیں آپ کے وہ سامان سپرد کر دیا جائے بوقت سپرد کرنے کے حضرت والا نے فرمایا کہ اگر آپ پر ذرہ برابر بھی گرانی ہو تو آدمی پہلے سے تجویز کر لیا گیا ہے وہ اس سامان کو لے کر چلا جائے گا ۔ ان صاحب نے نہایت لجاجت کے لہجے میں عرض کیا کہ مجھ پر کوئی گرانی نہ ہوگی اور وہ صاحب سامان اٹھا کر اسٹیشن کے ارادہ سے چل دیئے ۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اسٹیشن تک اس سامان کو پہنچانے کے لیے نیاز جائیں گے یہی کیا تھوڑا ہے کہ وہاں جانے سے یہ بچے اور کفایت بھی ہوئی ان صاحب نے اس

پر اصرار کیا کہ میں خود ہی اسٹیشن تک اس سامان کو لے جاؤں گا کوئی زیادہ وزن نہیں حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کو وزن نہیں معلوم ہوتا میرے قلب سے اس وقت پوچھئے کہ اس میں کتنا وزن ہے اور ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اسٹیشن پر بھی آپ ہی لے جائیں ریل سے آگے تو آپ ہی لے جائیں گے مجبوری ہے مگر یہاں تو کوئی مجبوری نہیں وہ صاحب خاموش ہو گئے اور نیاز جا کر اسٹیشن پر وہ سامان پہنچا آئے۔

ملفوظ ۴۰۳: حضرت گنگوہیؒ کی اپنے بارے میں قسم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں قسم کھا کر لکھا ہے کہ میں کچھ نہیں اس پر بعضے مخالف کہتے ہیں کہ ہم تو حضرت کو سچا سمجھتے ہیں ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ وہ کچھ نہ تھے (استغفر اللہ)۔

ایک مولوی صاحب اپنے ہی مجمع کے اور حضرت گنگوہیؒ کے جانثاروں میں سے ان کو ایک شبہ ہو گیا اعتقاد تو نہیں گیا مگر یہ کہنے لگے کہ ہمارے اعتقاد میں اور حضرت کے فرمانے میں تعارض ہے اگر حضرت کے ارشاد کو صحیح سمجھیں تو ہمارا معتقد ہونا باطل ہے اور اگر معتقد رہتے ہیں تو حضرت کی طرف خلاف واقع کی نسبت لازم آتی ہے۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب ایسی بات آپ جیسے شخص سے تعجب ہے۔ میں اس کی حقیقت آپ سے عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ کمالات کی دو قسمیں ہیں ایک کمالات واقعہ اور ایک کمالات متوقعہ! سو ہم حضرت کے جن کمالات کے معتقد ہیں وہ کمالات واقعہ ہیں اور حضرت جن کمالات کی نفی فرماتے ہیں وہ کمالات متوقعہ ہیں۔

ملفوظ ۴۰۴: اپنے بزرگوں کے متوسلین

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اپنے بزرگوں کے متوسلین میں جس قدر اتباع سنت اور احکام کی پابندی دیکھی یہ بات کسی اور بزرگوں کے متوسلین میں دیکھنے میں نہیں آئی فرمایا کہ اپنے بزرگوں کے متوسلین میں بھی ان ہی میں یہ بات دیکھی جاتی ہے جن کو صحبت میسر ہو گئی ورنہ بہت کم یہ بات پیدا ہوتی ہے یہ ایک رنگ ہے بدوں صحبت کے یہ رنگ ہو نہیں سکتا جیسے مشہور

ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے یہ مقولہ بالکل صحیح ہے دیکھ کر بھی رنگ بدل جاتا ہے۔

ملفوظ ۴۰۵: حضرت حاجی صاحبؒ کی شانِ تحقیق

فرمایا کہ جو شان تحقیق کی حضرت حاجی صاحبؒ میں دیکھی وہ کسی میں نہیں دیکھی۔ مولوی شاہ بہاؤالدین صاحب امروہی نے طائف میں چلہ کھینچا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ کوئی نفع نہیں ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ناراض ہیں فرمایا کہ اگر ہم ناراض ہوتے تو تمہیں چلہ ہی کی توفیق نہ ہوتی اس میں حضرت نے یہ مسئلہ بتلا دیا کہ شیخ کی کدورت موجب خذلان ہوتی ہے۔

ایک صاحب ذاکر شاغل تھے اپنے حالات پیش کر کے حضرت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ یہ حضرت ہی کا فیض ہے فرمایا نہ بھائی! میں کچھ نہیں دیتا یہ سب تمہارے ہی اندر ہے اسی کا ظہور ہو جاتا ہے اور اس پر مثال فرمائی کہ جیسے نائی کے سر پر خوان ہوتا ہے اور اس میں ہر چیز ہوتی ہے جس کے پاس وہ خوان ہوتا ہے وہ اس سے کوئی چیز اٹھا کر نائی کو دیدیتا ہے تو وہ اپنے پاس سے دیتا تھوڑا ہی ہے بلکہ سب کچھ اس کے ہی پاس تھا اس کو خبر نہ تھی اب خبر ہو گئی۔

حضرت کی یہ شان تو تھی عرفان کی۔ اب شان شیخت سنئے کہ اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا مگر تم ایسا نہ سمجھنا ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت سے کہا کہ اللہ اللہ کرنے سے کوئی نفع نہیں ہوا فرمایا کہ یہ کیا تھوڑا نفع ہے کہ اللہ اللہ کرتے ہو۔ عجیب بات فرمائی۔

اسی سلسلہ میں صاحب ملفوظات نے فرمایا کہ ایک شخص اپنی بیوی سے کہا کرتا تھا کہ تو بہت نماز پڑھتی ہے نماز پڑھنے سے تجھ کو ملا مجھ سے اگر کہتا تو میں جوب میں کہتا کہ نماز ملتی ہے۔ سو وہ بڑا گستاخ تھا اپنی بیوی سے کہا کرتا کہ تم نماز پڑھتی ہو کیا ملے گا وہ کہتی کہ جنت ملے گی اس پر کہتا کہ اچھا وہاں بھی ان ہی مُلّانوں کے اور موذنوں کے غریبوں ہی کے ساتھ رہے گی دیکھ ہم دوزخ میں جائیں گے وہاں پر بڑے بڑے رئیس ہونگے بڑے بڑے لوگ ہونگے شداد نمرود فرعون، قارون ہم ان کے ساتھ ہونگے مسخرہ پن تھا کوئی عقیدہ تھوڑا ہی تھا مگر ایسا تمسخر بھی سخت بیہودگی ہے۔

ایک مولوی صاحب نے کسی بات پر عرض کیا کہ حضرت کفر کا اندیشہ ہے اس پر فرمایا کہ کفر بڑی مشکل سے آتا ہے ہاں اندیشہ کفر ہیں میں بھی متفق ہوں باقی کفر کو تو کوئی ہاتھ جوڑ جوڑ کر بلائے تب بھی مشکل ہی سے آتا ہے۔

ملفوظ ۴۰۶: حضرت حاجی صاحبؒ کی تعلیم و تسلی

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق اس قدر محققانہ اور مربیانہ ہے کہ کبھی کسی کو پریشانی ہو ہی نہیں سکتی حضرت اس فن کے مجدد تھے امام تھے کیسی پاکیزہ اور تسلی بخش تعلیم ہے جو اوپر کے ملفوظ میں گذری ہے کہ کیا یہ نفع نہیں ہے کہ اللہ تعالٰی کا نام لیتے ہو۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ یہ سوال کہ اللہ کا نام لینے سے کیا نفع ہوا جب کرو جب کہ ذکر اللہ مقصود بالغیر ہو۔ اب بتلایئے کہ جو شخص ذکر کو مقصود سمجھے گا اس کو کیا پریشانی ہوگی اس لئے کہ پریشانی تو مقصود حاصل نہ ہونے پر ہوا کرتی ہے۔

ملفوظ ۴۰۷: جاہل صوفیوں کا جنت سے استغناء

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل جاہل صوفی کہا کرتے ہیں کہ نہ ہم کو جنت کی خواہش نہ دوزخ سے ڈر فرمایا کہ حقیقت سے بے خبری اس کا سبب ہے اور صریح مخالفت ہے نصوص کے احکام کی یہ یہیں باتیں بگھارتے ہیں مر جانے کے بعد اگر جنت نہ ملے تب حقیقت معلوم ہوگی باقی مغلوبین کے کلام میں اگر ایسا مضمون پایا جائے اس کا منشاء دوسرا ہے۔

ملفوظ ۴۰۸: جنت کی طلب مامور بہ ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جنت سے استغناء نہیں ہو سکتا اس کی تمنا بھی جائز اسکی طلب بھی جائز۔ بلکہ مامور بہ۔

ملفوظ ۴۰۹: ''منظوم مناجات'' میری بار کیوں دیر اتنی کرے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک مناجات منظوم ہے چھپی ہوئی جس میں جگہ جگہ یہ مصرعہ ہے کہ میری بار کیوں دیر اتنی کرے فرمایا کہ جی ہاں! سنا ہے نہایت گستاخی کا طرز ہے

اور جناب اس کا تو کوئی جاہل مصنف معلوم ہوتا ہے بعض کو اہل علم ہونے کا دعوے ہے ان کی تصانیف میں ایسی خرافات ہیں جن کو دیکھنے اور پڑھنے سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے۔ اور ایسے مضامین اکثر فضائل نبویہ میں بیان کئے جاتے ہیں جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تنقیص کے موہم ہو جاتے ہیں۔ اور حضور کو اور انبیاء پر فضیلت دینے میں اکثر عنوان نہایت گستاخانہ ہو جاتا ہے بات یہ ہے کہ انبیاء میں اور حضور میں کامل اور اکمل بلکہ اکمل اور اکمل الکاملین کا تفاوت ہے۔ کامل اور ناقص کا تفاوت نہیں بات یہ ہے کہ ایک فضائل تو ہیں منصوص ان کے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ایک ہیں مستنبط اس میں سخت احتیاط کی حاجت ہے انبیاء علیہم السلام کے تفاضل کا مسئلہ نہایت ہی نازک ہے اور مصنفین اسی کو بڑے زور سے قیاس کی بناء پر بگھارتے ہیں۔ میں اس کے متعلق ایک معیار بیان کیا کرتا ہوں کہ اگر فرضاً تمام انبیاء علیہم السلام مع حضور علیہ السلام کے سب ایک جگہ جمع ہوں تم یہ سوچو کہ وہ اپنے مضامین تفاضل کے متعلق اس مجلس میں بھی سب حضرات کے سامنے پڑھ سکتے ہو یا کہہ سکتے ہو۔ اس معیار کو مستحضر کر کے وہی کلام منہ سے نکالو جس کو سب کے سامنے بلکہ حساب کے روز حق تعالیٰ کے سامنے بھی عرض کر سکو یہ ایک مراقبہ ہے یہ میں نہیں کہتا کہ نیت بھی تنقیص کی ہے مگر دیکھ لیجئے کہ اس کا مدلول کیا ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک چشتی اور ایک قادری میں جھگڑا ہوا کہ حضرت غوث پاک کا مرتبہ افضل ہے یا خواجہ اجمیری صاحب کا حضرت نے فیصلہ فرمایا کہ بھائی یہ جھگڑے کی بات نہیں قادریوں کے تو حضرت غوث پاک باپ ہیں اور خواجہ صاحب چچا۔ اور چشتیوں کے حضرت خواجہ صاحب باپ ہیں اور حضرت غوث صاحب چچا تعلق خواہ باپ سے زیادہ ہو مگر تنقیص چچا کی بھی جائز نہیں۔ ان قادری صاحب نے کہا کہ جب حضرت غوث پاک نے فرمایا قدمی ھذہ علیٰ رقاب اولیاء اللہ ﴿میرا یہ قدم اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے﴾ تو حضرت خواجہ صاحب نے گردن جھکا دی اور فرمایا بل علیٰ رأسی وعینی ﴿بلکہ میرے سر آنکھوں پر ۱۲﴾ تو اس میں خود خواجہ صاحب نے اقرار

فرمایا ان کی فضیلت کا۔

حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اس سے تو اس کے عکس پر بھی استدلال ہو سکتا ہے کہ ان کا عروج بڑھا ہوا تھا اور ان کا نزول اور طریق میں اور نزول افضل ہے عروج سے پھر فرمایا (یعنی صاحب ملفوظ نے) کہ اگر ان بزرگوں میں کسی وجہ سے لڑائی بھی ہو تو ایسا ہے جیسے دو شیر لڑتے ہیں اور گیدڑ صاحب فیصلہ کے لیے بیچ میں کود یں۔ اسی تفاضل کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک شخص حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مرید تھے اور حضرت حاجی صاحب کی مجلس میں حاضر تھے ان کے دل میں خطرہ ہوا کہ معلوم نہیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں سے بڑا کون ہے اللہ کے نزدیک حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس خطرہ پر مطلع ہوئے فرمایا کہ میاں ایسا خیال بہت بری بات ہے تمہیں سیراب کرنے کے لیے تو دونوں کافی ہیں تمہیں اس کی کیا ضرورت ہے کون بادل بڑا ہے اور کس میں پانی زیادہ ہے۔

ملفوظ ۴۱۰: ایک مصیبت پر تین شکر

فرمایا کہ آج ایک جگہ سے افطار کی دعوت آئی ہے مگر میں معذور ہوں کہیں آنے جانے سے اس آنت کی تکلیف کیوجہ سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو بڑی تکلیف ہے فرمایا اس سے زائد نہیں یہی محل شکر ہے۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جب مجھ پر کوئی مصیبت آتی ہے تو تین وجہ سے شکر واجب سمجھتا ہوں ایک تو یہ کہ اس سے زائد نہ ہوئی دوسرے یہ کہ دین پر کوئی آفت نہ آئی تیسرے یہ کہ جزع فزع نہ کیا اللہ تعالیٰ نے صبر عطا فرمایا۔ سبحان اللہ! بالکل صحیح ہے۔

ملفوظ ۴۱۱: سب مسلمان ولی ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا مذہب یہ ہے کہ سب مسلمان بزرگ ہیں اور ولی ہیں اللّٰہ ولی الذین امنوا سے تمام اہل ایمان کی ولایت عامہ ثابت ہوتی ہے اور بڑا گروہ یہی ہے ان کا نور ایمان اگر ذرہ برابر بھی متمثل ہو جائے تو چاند اور سورج ایک دم اس کے سامنے ماند ہو جائیں۔

ملفوظ ۳۱۲: ہر مسلمان میں نور ایمان ہے

ایک مولوی صاحب کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہر مسلمان میں نور ایمان ہے گو اس کے آثار پورے طور پر ظاہر نہ ہوں اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی حسین اپنے چہرہ کو سیاہی مَل لے اور اس کا حسن مستور ہو جائے مگر جس وقت صابن سے دھوئے گا چاند سا مکھڑا نکل آئے گا ایسے ہی بعض مسلمانوں کا نور ایمان بوجہ معصیت کے مستور ہے مگر جس وقت توبہ کرے گا اور کثرت استغفار کریگا انشاءَ اللہ تعالیٰ قلب منور نظر آنے لگے گا۔

ملفوظ ۳۱۳: وسوسوں کی مثال آئینہ پر مکھی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ وسوسے آتے ہیں قلب میں، میں نے کہا کہ وہ اندر نہیں ہوتے باہر ہوتے ہیں کیونکہ اندر تو صرف عقائد ہوتے ہیں اور میں نے یہ مثال بیان کی کہ جیسے آئینہ پر مکھی بیٹھے تو بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اندر ہے مگر حقیقت میں وہ اندر نہیں ہوتی باہر ہوتی ہے مگر جو حقیقت سے بے خبر ہے وہ یہی سمجھے گا کہ اندر ہے باقی تکلیف میں خیال کو بہت بڑا دخل ہے مگر خیالی ایذاؤں کا علاج خیال ہی سے ہوتا ہے خیال کو بدل دینے سے بڑی تکلیف سے نجات مل جائیگی بس یہ خیال کرو کہ وساوس قلب کے اندر نہیں باہر ہیں اور اگر اندر ہی فرض کر لیا جائے تو یہ مت سمجھو کہ وساوس باہر سے اندر آرہے ہیں۔ بلکہ یہ سمجھو کہ اندر سے باہر نکل رہے ہیں اسلئے کہ نکلنے کیوقت بھی تو گھر کے دروازہ پر ہجوم نظر آتا ہے اور اصل علاج تو یہ ہے کہ چاہے آرہے ہوں یا جارہے ہوں ان کی طرف التفات ہی نہ کرو نہ جلیا نہ سلبیا۔ اکثر لوگ خطوط میں وساوس کی شکایت لکھتے ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اختیار سے آتے ہیں یا بدوں اختیار اور ان کو برا سمجھتے ہو یا اچھا وہ لکھتے ہیں بدوں اختیار کے آتے ہیں اور ہم برا سمجھتے ہیں۔ میں لکھ دیتا ہوں کہ بس بے فکر رہو۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بار وضوء کے بعد یہ وسوسہ ہوا کہ تو موزوں کا مسح کرنا بھول گیا حضرت نے دوبارہ مسح کر لیا۔ اگلے وقت پھر وہی وسوسہ

اب ایک بلا پیچھے لگ گئی اس پر حضرت فرماتے تھے کہ ایک بار میں مصلے پر وہی وسوسہ ہوا خیال ہوا کہ یقینا یہ شیطانی وسوسہ ہے، آج اس پر عمل نہ کرنا چاہئیے۔ شیطان سے مکالمہ شروع ہو گیا وہ کہتا ہے کہ مسح نہیں ہوا کرلو۔ مولانا فرماتے ہیں نہیں ہوا نہ سہی کہتا ہے جب مسح نہیں ہوا تو وضو نہ ہوا مولانا کہتے ہیں وضو نہیں ہوا نہ سہی کہتا ہے کہ جب وضو نہ ہوا تو نماز نہ ہوگی مولانا کہتے ہیں کہ نماز نہ ہوگی نہ سہی کہتا ہے کہ گنہگار ہو گے۔ مولانا کہتے ہیں کہ میں آپ کی خیر خواہی سے باز آیا جہاں اور بہت سے گناہ ہوتے ہیں ایک یہ بھی سہی بس تر کی ختم پھر کبھی وہ وسوسہ نہ آیا تو ایسی صورت میں یہی مناسب ہے بعض مرتبہ رکعت کی تعداد میں نماز پڑھتے ہوئے گڑبڑ کر دیتا ہے اس کی طرف التفات نہ کرنا چاہئیے ورنہ ہمیشہ کے لیے ایک مرض لگ جائیگا۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ ایسا کرنا حضرات فقہاء کی تفصیل کے خلاف ہوگا۔ فرمایا کہ فقہاء فرماتے ہیں ان لوگوں کے متعلق جو وساوس کے مریض نہیں اور صوفیا ان کے متعلق تجویز کرتے ہیں جو وساوس کے مریض ہیں اس میں کوئی تعارض نہیں اور نہ کوئی شبہ وارد ہوتا ہے۔ بلکہ خود روایات فقہیہ حضرت مولانا کے عملدرآمد کے موافق پائی جاتی ہیں فی الدار المختار شک ھل کبر للافتتاح اولا او احدث اولا او مسح راسہ اولا استقبل ان کان اول مرۃ والا لا فی رد المختار عن الذخیرۃ فی آخر العبارۃ ان کان ذالک اول مرۃ استقبل الصلاۃ والاجاز لہ المضی ولا یلزمہ الوضوء وھو اول شک غسل ماشک فیہ وان وقع لہ کثیرا لم یلتفت الیہ وھذ اذا شک فی خلال وضوئہ فلو بعد الفراغ منہ لم یلتفت الیہ اھ آخر باب سجود السہو۔

اسی سلسلہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم کا قصہ بیان فرمایا کہ اس کو اس قدر وہم تھا کہ غسل خانہ میں پاجامہ اتار کر استنجا پاک کیا کرتا تھا حضرت اس سے مزاحا فرمایا کرتے تھے کہ

سگ بہ دریائے ہفتگانہ بشوئے ☆ چوں کہ تر شد پلید تر باشد

دوسرا یہ واقعہ بھی دیوبند ہی کا ہے۔ مدرسہ کے ایک فارغ التحصیل کو وہم ہو گیا تھا کہ میرے سر نہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سن کر پہنچے اور دریافت فرمایا کہ تمہارے سر نہیں عرض کیا کہ حضرت نہیں حضرت نے جوتا نکال کر سر پر مارنا شروع کیا اس نے واویلا مچایا کہ حضرت مر گیا چوٹ لگتی ہے فرمایا کہ کہاں چوٹ لگتی ہے عرض کیا کہ حضرت سر میں فرمایا کہ سر تو ہے ہی نہیں چوٹ کے کیا معنی عرض کیا کہ حضرت سر ہے فرمایا کہ اب تو کبھی نہ کہو گے کہ سر نہیں عرض کیا کہ نہیں چھوڑ دیا وہ وہم جاتا رہا اور ساری عمر بھر بھی کبھی یہ مرض وہم کا نہ ہوا یہ حضرت حکیم تھے حقیقت کو سمجھتے تھے حضرت مولانا غصیارے مشہور ہیں مگر نہایت ہنس مکھ اور نہایت خوش اخلاق تھے۔

۲۳ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ملفوظ ۴۱۴: ایک صاحب کی حضرتؒ سے کتابوں کی فرمائش

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے اس میں میرے نام کتابوں کی فرمائش لکھی ہے ایسے بیہودہ لوگ ہیں اور جواب کے لیے کارڈ بھی نہیں یہ سمجھے ہونگے کہ جب کتابیں منگا رہا ہوں تو جوابی کارڈ کی کیا ضرورت ہے بندۂ خدا نے یہ خیال نہیں کیا کہ کیا انہوں نے میرے نام کا کوئی اشتہار دیکھا تھا کہ جو میرے نام کتابوں کی فرمائش بھیجی کچھ نہیں نہ کوئی اصول ہے نہ کوئی قاعدہ جو جی میں آتا ہے کرتے ہیں مجھ کو اس کا بھی قلق ہے کہ یہ تین پیسے ان کے فضول ہی خراب گئے۔

ملفوظ ۴۱۵: طلب صادق

فرمایا کہ ایک وکیل صاحب ہیں ان کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میرا ۱۱ ہزار روپیہ بنک میں ہے اب یہ تحقیق ہوا کہ ناجائز ہے دین کا خسارا ناقابل برداشت ہے دنیا کا خسارہ گوارا کرلوں گا فرمایا کہ جب دین کا خیال ہوتا ہے انسان سب کچھ کر لیتا ہے مگر لوگوں کی کچھ عادت ہوگئی ہے کہ بلا تحقیق کام کر بیٹھتے ہیں پھر مشکل ہوتی ہے بعض طبیعتیں بکھیڑا پسند ہوتی ہیں۔ صفائی طبیعتوں میں بہت کم

رہ گئی ہے خواہ مخواہ لوگ جھگڑے مول لیتے ہیں اور بعض تو ایسی طبیعت کے لوگ ہیں کہ دوسروں کے کاموں میں گھستے پھرتے ہیں یہی صاحب جن کا خط آیا ہے ان کی بھی یہی حالت ہے ایسی باتوں سے بعض اوقات دین برباد ہو جاتا ہے ایسے شخص کو ضرورت ہے کہ تھوڑے دنوں کے لیے تو بالکل بیکار ہو کر کسی مصلح کے پاس رہ لے۔ لوگ دونوں کندھے ہاتھ رکھنا چاہتے ہیں مگر کیسے ہو سکتا ہے مولانا اسی کو فرماتے ہیں

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں ☆ ایں خیال است و محال است و جنوں

﴿تم حق تعالیٰ کا قرب (بدرجۂ کمال جسقدر بندہ کی قدرت میں ہے) بھی چاہتے ہو۔ اور دنیا کو بھی (بدرجۂ کمال) حاصل کرنا چاہتے ہو تو یہ محض خیال اور جنون ہے ۱۲﴾

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو اس تصور سے وحشت ہوتی ہے کہ پھر نوکری پر چلے جائیں گے وہاں جا کر پھر وہی بکھیڑا سر پڑے گا فرمایا کہ جو چیز غیر اختیاری ہے یا ضرورت کی ہے وہاں تو بندہ مجبور ہے اور اس سے دین پر بھی کوئی اثر نہیں پڑتا اور جو اختیار میں ہے اور ضروری بھی نہیں اس سے تو بچنا چاہیئے۔ کام کرنے والوں کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ ایک وزیر تھا بادشاہ کا وہ کسی بزرگ کی زیارت کو حاضر ہوا۔ بزرگ نے وزیر سے بادشاہ کا مزاج دریافت کیا وزیر نے عرض کیا کہ حضرت بادشاہ کا مزاج معلوم کرتے کرتے تو عمر گذر گئی یہاں پر تو آیا تھا اپنا مزاج معلوم کرنے مگر یہاں پر بھی بادشاہ ہی کے مزاج کی پرسش ہوئی بزرگ صاحب نے فرمایا کہ میں نے تمہاری دل جوئی کی غرض سے پوچھ لیا تھا پھر کبھی ایسا نہیں ہوا اور وزیر کی اصلاح و تربیت شروع فرمادی۔ دیکھئے وزیر کو طلب صادق تھی کیسی خوش فہمی کی بات کہی۔

ملفوظ ۴۱۶: التقصیر فی التفسیر کی تسہیل

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت التقصیر فی التفسیر کی تسہیل اگر ہو جائے تو بہت نافع ہو فرمایا کہ نافع تو سب کچھ ہے مگر آجکل تو وہ گڑ بڑ مچی ہوئی ہے کہ کس کس چیز کی اکیلا انسان اصلاح کرلے بہت ہی مشکل ہے اس کے لیے تو ایک خاص اور مستقل محکمہ کی ضرورت ہے۔

ملفوظ ۴۱۷: مسان کے تعویذ کیلئے عامل کا پتہ بتلانا

ایک صاحب نے حضرت والا کی خدمت میں پرچہ پیش کیا حضرت والا نے ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ مسان کا تعویذ مجھے نہیں آتا اگر کہو تو ایک اور مولوی صاحب ہیں جو مسان کا تعویذ جانتے ہیں ان کا پتہ لکھ دوں بذریعہ خط ان سے تعویذ منگا لینا۔ عرض کیا کہ حضرت پتہ لکھ دیں حضرت والا نے پتہ لکھ دیا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ یہ کام عاملوں کا ہے مجھے ان چیزوں سے مناسبت نہیں اور تعویذ سے تو میں گھبراتا ہوں ویسے کوئی آجاتا ہے لکھ دیتا ہوں مگر اس باب میں عوام کو بڑا غلو ہو گیا ہے اور یہ عاملوں کی بدولت کہاں تک کسی کی اصلاح کی جائے اور کس کس چیز کی اصلاح کی جائے اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی کروں سر سے پیر تک ایک سے ہو گئے وظائف وعملیات کی یہ ہی حالت ہے اس سے تو لوگوں کے عقائد تک خراب ہو گئے اثر نہ ہونے پر سمجھتے ہیں کہ اللہ کے کلام میں بھی اثر نہیں اور ان باتوں پر اگر روک ٹوک کی جائے تو بدنام کرتے ہیں مگر کریں بدنام حق کو کیسے مخفی رکھا جا سکتا ہے۔

ملفوظ ۴۱۸: ہندوؤں کی خباثت اور مسلم لیڈروں کی حماقت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کشمیر کے مسلمانوں کو تو خود ہندوؤں نے مشتعل کیا ہے وہ بیچارے تو امن وامان سے بیٹھے تھے اب انصاف ملاحظہ ہو کہ تمام ہندو اخبارات مسلمانوں ہی کے سر الزامات تھوپ رہے ہیں مسلمانوں کا سوائے خدا کی ذات کے اور کوئی حامی اور مددگار نہیں اور ان کو اور کسی کی ضرورت بھی نہیں۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اگر مسلمانوں میں نظم ہو اور دین ہو تو تمام دنیا کی غیر مسلم اقوام اس ضعف کی حالت میں بھی انکا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں لیکن مسلمان ویسے تو بہت کچھ گڑبڑ کرتے ہیں مگر جو اصل تدبیر ہے اور کام کی تدبیر ہے جس سے پہلوں کو کامیابی میسر ہو چکی ہے وہ نہیں کرتے وہ تدبیر یہ ہے کہ اپنے خدا کو راضی کرنے کی فکر کریں اب تو بڑی تدابیر ان کی مشرکوں کی تعلیم پر عمل کرنا ہے ان کو لوگ عاقل سمجھتے ہیں بھلا ایسا شخص کیا عاقل ہوگا

جس کو انجام کی خبر نہیں اگر ایسے لوگ عاقل ہوتے تو آخرت کی فکر کرتے پہلے ایمان لاتے ہاں آکل ہیں روپیہ اور ملک کی فکر ہے۔ سو ایسے پہلے بھی بڑے بڑے گذر چکے جو خدائی تک کا دعوٰے کر گئے شداد نمرود فرعون قارون وہ کون چیز ہے جو نہ تھی جس کے نہ ہونے سے بدعقل اور بدفہم کہلائے بس یہی دین نہ تھا تو ان لوگوں کو تو دنیا میں بھی اتنی ثروت اور جاہ نصیب نہیں جیسے پہلوں کو نصیب ہو چکی کَمَا قَالَ تَعَالٰی وَلَقَدْ مَکَّنّٰھُمْ فِیْمَا اِنْ مَّکَّنّٰکُمْ الآیۃ ﴿اور ہم نے ان لوگوں کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں دی﴾ مگر ان کا جو انجام ہوا خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ وہ اظہر من الشمس ہے اور ایسے لوگوں کی طرف جو کچھ بھی مسلمانوں کو میلان ہوا ہے یہ سب بددین لیڈروں کی بدولت اور وہی اس کے ذمہ دار ہیں ہزارہا مسلمانوں کے ایمان کو خراب اور برباد کر دیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ملفوظ ۴۱۹: کسب حلال کے سلسلہ میں فتوے اور تقویٰ

فرمایا فیروز پور چھاؤنی سے ایک وکیل صاحب کا خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ وکالت جائز ہے یا نہیں میں نے جواب میں لکھا ہے کہ کیا آپ کے پاس کوئی اور ذریعہ معاش ہے اب دیکھئے کیا جواب آتا ہے جیسا وہاں سے جواب آئے گا ویسا یہاں سے جواب جائیگا۔ کسب حلال کے سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت احمد بن حنبل سے ایک عورت نے مسئلہ پوچھا کہ حضرت ایک روز گھر میں تیل نہ تھا ایک رئیس کی سواری شب کو مکان کے سامنے سے گذری سلسلہ دراز تھا میں نے اپنے دروازہ میں بیٹھ کر اسی روشنی میں چرخہ چلایا نہ معلوم وہ تیل حلال تھا یا حرام اس سوت سے نفع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں۔ دریافت فرمایا کہ تم کون ہو عرض کیا کہ میں بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی بہن ہوں فرمایا کہ اگر کوئی اور ہوتا تو اجازت دیدیتا بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی بہن کو اجازت نہیں دے سکتا۔

ملفوظ ۴۲۰: واجد علی شاہ کی ظرافت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ واجد علی شاہ اودھ عیش ونشاط میں پڑ کر واجد علی نہ رہا تھا فاقد علی ہو گیا تھا۔ مگر بعضے باتیں اس کی بڑی ظرافت میں ہوتی تھیں بعض انگریزوں نے اس سے

پوچھا کہ تم اپنی حیات تک وظیفہ چاہتے ہو یا بعد مرنے کے بھی پسماندوں کے لیے وظیفہ چاہتے ہو کہا کہ صرف اپنی حیات تک ورثہ نے کہا یہ کیا کہا کہ سب میرا مرنا تکتے اب سب دعاء کریں گے کہ یہ جیتا رہے میں نے دعا گو مفت کے حاصل کر لیے عجیب ظرافت ہے اور انہیں کی حکایت ہے کہ کتب خانہ پر تو ایک کہار کو ملازم رکھا اور باورچی خانہ پر ایک مولوی صاحب کو۔ کسی نے پوچھا یہ کیا کیا کہ کہار کو علم سے کیا نسبت وہ جاہل ہے کتابیں نہ چرائے گا اور مولوی ایماندار ہیں اسلئے باورچی خانہ پر ان کی ضرورت ہے کہ کوئی زہر وغیرہ کھانے میں نہ دیدے وہاں ایماندار ہی کی ضرورت ہے۔

ملفوظ ۴۲۱: حضرتؒ پر ٹال مٹول کا الزام

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں بہت دنوں سے حضرت والا سے بیعت کی درخواست کر رہا ہوں مگر حضور ہمیشہ حیلہ حوالہ کرتے رہے ہیں میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ ایسے مکار و بے رحم پیر سے تعلق رکھنا ہی بیکار ہے فرمایا ایسے لکھنے سے انکی اصلاح مقصود ہے تاکہ آئندہ ایسے الفاظ لکھنے سے باز رہیں اگر تاویلات سے کام لوں تو اصلاح ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ اگر طبیب بیٹھا ہوا مریضوں کے امراض میں تاویلات کیا کرے تو لکھ چکا نسخہ! اور ہوا یہ علاج۔

ملفوظ ۴۲۲: فرضی صورتوں کے بارے میں تجویز کرنا

فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ پچھلے دنوں تخفیف کی خبر تھی آپ نے دعا فرمادی تھی رہ گیا تھا۔ اب پھر تخفیف کی خبر ہے پھر دعا کردو اور اگر میں تخفیف میں آ گیا تو تھانہ بھون کی اجازت دو وہاں آ کر رہوں میں نے لکھ دیا کہ دعا تو کرتا ہوں باقی یہاں آنے کے متعلق جو لکھا ہے تو فرضیات پر تجویزیں کرنے کی ایسی مثال ہے کہ اگر لڑکا ہوگا اس کا کیا نام ہوگا اور کس حافظ کے سپرد ہوگا کہاں شادی ہوگی اور لڑکی کے متعلق بھی ایسی ہی شقیں نکل سکتی ہیں ابھی سے کس فکر میں پڑے میاں جو ہوگا ہو رہے گا خواہ مخواہ پہلے سے پہلے ہی خیالی پلاؤ پکانا اس کی ضرورت ہی کیا ہے نیز یہ فرض ایسا ہے جیسے ایک لڑکی کی شادی ہوئی ماں نے رخصت کے وقت وصیت کردی کہ بیٹی

ساس کے گھر جا کر بولنا مت۔ اب بہو ہے کہ بولتی ہی نہیں ساس نے کہا کہ بہو بولتی کیوں نہیں کہا کہ میری ماں نے منع کر دیا تھا کہ ساس کے گھر بولنا مت۔ ساس نے کہا کہ ماں تیری بے وقوف ہے تو بول کہا کہ بولوں! ساس نے کہا کہ ضرور بول کہا کہ میں پوچھتی ہوں کہ اگر تمہارا بیٹا مر گیا اور میں بیوہ ہوگئی تو مجھ کو یونہی بٹھلائے رکھو گی یا کہیں نکاح بھی کر دو گی۔ ساس نے کہا کہ تیری ماں نے سچ کہا تھا تو تو خاموش رہ۔ تو صورتیں فرض کر کے حساب کتاب لگانا محض ایک وہم پرستی ہے۔

ملفوظ ۴۲۳: حضرت حاجی صاحبؒ کی مقبولیت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت اس قدر اظہر من الشمس ہے کہ موافق اور مخالف سب ہی حضرت کے کمالات کے معترف ہیں اور حضرت کی مقبولیت کے ساتھ حضرت کی طرف نسبت رکھنے والی چیزوں کی بھی مقبولیت کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ بھائی اکبر علی مرحوم کے مکان کے اندر حضرت حاجی صاحبؒ کے مکان کا حصہ جزو ہو کر آ گیا ہے مگر عجیب بات ہے کہ وہ جس ہیئت پر تھا جزو ہو کر بھی اسی پر رہا حالانکہ قبل سے اس کا نقشہ آزادی سے بنوایا گیا تھا۔ بلکہ اس وقت اس کی خبر بھی نہ تھی کہ یہ قطعہ حضرت کا مسکن تھا یہ بعد میں معلوم ہوا۔ اسی طرح حضرت کی طرف اور بھی بعض عمارت منسوب ہیں وہ بھی اسی طرح اپنی ہیئت پر باقی ہیں۔ میں تو یہ شعر پڑھا کرتا ہوں۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد ☆ چراغ مقبلاں ہرگز نہ میرد

﴿اگر ساری زمین میں آندھیاں جنیں مقبلانِ الٰہی کا چراغ ہرگز نہیں بجھ سکتا ۱۲﴾

ملفوظ ۴۲۴: اہلِ نجد میں وجد کی کمی اور شاہ سعود کا عذر

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ اہل نجد کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے میں نے کہا کہ رائے یہ ہے کہ وہ نجدی ہیں وجدی نہیں صرف یہی ایک کسر ہے نجدی ہونے کے ساتھ اگر وجدی بھی ہوتے تو اچھا ہوتا اس وقت ان کے پاس سے آنیوالوں سے میں یوں کہا کرتا۔

باز گو از نجد واز یاران نجد ☆ تادر و دیوار را آری بوجد

﴿نجد اور یاران نجد کا قصہ بیان کرو۔ تا کہ در و دیوار کو وجد میں لے آؤ۔۱۲﴾

فرمایا کہ ابن سعود اپنی ذات سے بہت غنیمت ہیں اگر کوئی شکایت لوگوں کو ہے تو انکی قوم کی ہے مگر یہ شکایت کرنے والے ہی کون سے پاک صاف ہیں یہ بھی وہاں جا کر گڑبڑ کرتے ہیں وہ انکی حرکات کو تشدد سے روکتے ہیں یہی ناگواری کا سبب ہے۔

ملفوظ ۴۲۵: تبرکات میں عوام کا غلو

حضرت والا جلال آباد میں جو جبہ شریف مشہور ہے اس کے متعلق بیان فرما رہے تھے کہ عوام کے غلو کا اندیشہ ہے اس لئے ضرورت ہے کہ عوام کے دین کا تحفظ کیا جائے اس پر ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ نعل شریف کا نقشہ یا حلیہ ٹھیک ہے؟ فرمایا کہ کیا آپ کو بولنا ہی زیادہ آتا ہے اس وقت یہ سوال ہی آپ کا بے جوڑ ہے اب ہندی کی چندی کہاں تک کرو جبکہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ عوام بڑھ نہ جائیں ان کے دین کی حفاظت کی ضرورت ہے اس میں سب کا جواب آ گیا۔

خلاصہ میرے بیان کا یہ ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ یہ دیکھنا چاہیے کہ حضور نے زیادہ کس چیز کا اہتمام کیا اسی کا ہم کو بھی اہتمام چاہیے۔ یہ سوال تو اس وقت کرنا چاہیے تھا کہ میں نہی میں غلو کی قید نہ لگاتا تو نفی کا موہم ہوسکتا تھا باقی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضور کی ہر چیز ایسی ہے کہ اس پر جان قربان کر دی جائے مگر عوام کے دین کی حفاظت بھی تو فرض ہے کہ وہ حدود سے نہ نکل جائیں ایک طرف تو لوگوں کی نظر ہوتی ہے اور دوسری طرف کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

ملفوظ ۴۲۶: تصوف کا ہر راز آشکارا کر دیا گیا

تصوف کے متعلق ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اجی حضرت کس کا راز اور کس کا اخفاء فن کو تو علی الاعلان پکار پکار کر ببانگ دہل ظاہر کرنا اور شائع کرنا چاہیے اس کی ہر بات صاف ہے میں تو فروع اور اصول سب کھلم کھلا ظاہر کر دیتا ہوں اس کی ضرورت ہے

اور سخت ضرورت ہے ہزاروں لاکھوں قسم کی گمراہیوں اور تلبیسوں میں لوگ مبتلا ہو رہے ہیں اور لاکھوں راہ زن اس راہ پر لگے ہوئے ہیں اسلئے اظہارِ حقیقت کر کے ان کے مصنوعی مسودوں کو خاک میں ملا دینے کی ضرورت ہے انہوں نے گمراہ کیا ہے اللہ کی مخلوق کو۔

۲۴ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۴۲۷: دورِ حاضر کے بڑے بڑے القاب وآداب

ایک سلسلہ گفتگو میں بعض مخترع القاب کے متعلق فرمایا خبر نہیں لوگ کس عبث اور فضولیات میں مبتلا ہیں اس سے ان لوگوں کے مذاق کا پتہ چلتا ہے کوئی شیخ الحدیث ہیں کوئی استاد الحدیث کوئی شیخ التفسیر کوئی شیخ الجامعہ۔ یہ اس قسم کے جھگڑے ابھی شروع ہوئے ہیں ہمارے بزرگوں میں تو ان چیزوں کا نام ونشان بھی نہ تھا یہ سب جاہ طلبی ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب کوئی شیخ الہند کہتا ہے تو میرے دل پر ایک تیر سا لگتا ہے اسلئے کہ شیخ العالم کو اور شیخ الاسلام کو شیخ الہند کہتے ہیں بہت ہی برا معلوم ہوتا ہے اس میں حضرت کی تنقیص معلوم ہوتی ہے ان مدعیانِ محبت نے حضرت کی شان ہی کو نہیں پہچانا ہند کوئی سلطنت اسلامیہ ہے کہ جس کی وجہ سے شیخ الہند کہنے پر فخر ہے اور سب سے زیادہ اچھی اور خوبی کی بات تو وہی ہے جو پہلے اپنے بزرگوں میں تھی سادگی اسی میں برکت ہے ان چیزوں میں برکت کہاں یہ سب نئی روشنی کا اثر ہے۔

ملفوظ ۴۲۸: شیخ الاسلام کا لقب معروف ہے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جو کتبہ ہے اس پر شیخ الاسلام لکھا ہے فرمایا کہ ہاں یہ لقب ایسا ہے کہ پہلے سے اہلِ اسلام میں چلا آرہا ہے مضائقہ نہیں مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ حضرت کے مزار پر ایسا کتبہ ہے میں نے آج ہی سنا ہے۔

ملفوظ ۴۲۹: معتقدین کی افسانہ طرازیاں

فرمایا کہ آج کل تو وہ زمانہ ہے کہ مردہ بزرگوں کو بھی اپنی بیہودگی سے بدنام کرتے ہیں اور یہ ساری بدنامی معتقدین کی بدولت ہوتی ہے مولانا محمد نعیم صاحب لکھنوی نہایت متبع سنت سادہ صاحب نسبت صاحب برکت تھے خودغرض لوگوں نے ان کی قبر کے متعلق مشہور کر دیا کہ یہاں پر بھوت پریت جن اترتے ہیں اب ان کی قبر پر خوب مٹھائی پھول بتاشے چڑھتے ہیں۔ جیسے کچھوچھہ میں یہ ڈھنگ اچھا نہیں معلوم ہوتا سیدھا سادھا رہنا چاہیے ایسی باتوں میں پڑ کر آدمی مقصود سے رہ جاتا ہے اور وہ مقصود ہے تعلق مع اللہ!

ملفوظ ۴۳۰: حضرت شیخ الہندؒ کی تواضع اور حضرتؒ کی فنائیت

فرمایا کہ تصنع تو بڑی چیز ہے اس کو تو کیا اختیار کرتے ہمارے حضرات تو تواضع کا بھی پتہ نہ چلنے دیتے تھے ہنس کر ٹال دیا کرتے تھے ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں مرادآباد کے جلسہ میں گیا تھا۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے گئے تھے واپسی میں اسٹیشن پر سیوہارہ والوں نے حضرت سے درخواست کی کہ ایک وقت کی دعوت حضرت قبول فرمالیں حضرت نے قبول فرمالی پھر سیوہارہ والوں نے مجھ سے بھی درخواست کی میں نے عذر کر دیا کہ میری طبیعت اچھی نہیں ہے اسلئے میں معذور ہوں لوگ یہ سمجھے کہ وعظ کی وجہ سے کہہ رہا ہے طبیعت جو اچھی نہیں وعظ نہیں کہہ سکتا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم وعظ نہ کہلائیں گے۔ میں نے کہا کہ جہاں وعظ نہ ہو وہاں کی توروٹیاں کھاتے ہوئے بھی شرم معلوم ہوتی ہے تو حضرت مولانا کیا فرماتے ہیں کہ ہاں بھائی ایسے بے شرم تو ہم ہی ہیں مفت کی روٹیاں کھاتے ہیں۔ بس حضرت میں تو پانی پانی ہو گیا اور اس قدر شرم دامن گیر ہوئی کہ معافی کی بھی درخواست نہ کر سکا اور یہی خیال کیا کہ خاموشی ہی بہتر ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تو جواب دے سکتے تھے فرمایا کہ بقاء کا ظہور تو برابر والوں کے ساتھ ہوتا ہے بڑوں کے ساتھ تو فنا ہی میں خیر ہے اور یہی ادب ہے۔

ملفوظ ۴۳۱: اپنے بارے میں کسی خاص معمول کا پابند نہ ہونا

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میرے یہ معمولات جو اپنے

متعلق ہیں ان میں تو میں بہت ڈھیلا ہوں کوئی پابندی نہیں اور یہ جو انتظام کی صورت نظر آتی ہے۔ یہ ان امور میں ہے کہ جن کا تعلق دوسروں سے ہے باقی اپنے متعلق تو یہ ہے کہ جہاں دونوں شقیں مباح ہوں کبھی اس پر عمل کر لیا کبھی اس پر عمل کر لیا۔ حاصل یہ ہے کہ کبھی کر لیا کبھی نہیں۔ ہاں اس کی ضرور کوشش کرتا ہوں کہ مباح کی حد تک عمل رہے شریعت کے خلاف نہ ہو اور میں اپنی حالت صاف صاف اسلئے بتلا دیتا ہوں کہ کسی کو دھوکہ نہ ہو۔

ملفوظ ۴۳۲: عمل میں سہولت پسندی اور فضول تدقیقات سے تنفر

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت استغفار میں جو سب سے سہل صیغہ ہے وہ کون ہے فرمایا کہ میرا تو یہ معمول ہے اللّٰھُمَّ اغفِرلِی پڑھ لیتا ہوں اور کبھی اللّٰھُمَّ ار حَمنِی ملا لیتا ہوں اور اس میں اپنی کھانسی اور ضعف سب کی نیت کر لیتا ہوں۔ عرض کیا کہ یہاں تو بڑی ہی رحمت ہے بڑی سہولت ہے فرمایا جی ہاں! طبیعت سہولت کو پسند کرتی ہے کہ کام کم اور مقصود سب حاصل! عرض کیا کہ اگر یہ پڑھ لیا جایا کرے رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ۔ فرمایا بالکل مناسب ہے ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ جس عرضی کا مضمون حاکم خود بتلائے اس کی منظوری میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ تو جو صیغے منصوص ہیں ان پر عمل کرنے میں عدم قبول کا احتمال ہی نہیں وہ بتلائے ہی گئے ہیں قبول کے لئے! ایک مولوی صاحب نے اس پر کوئی اشکال پیش کیا اس پر فرمایا کہ اجی کام کرنا چاہئے ان تدقیقات میں کیا رکھا ہے کیوں وقت ضائع کیا جائے۔ بعضے علماء ان تحقیقات اور تدقیقات ہی میں اپنی ساری عمر دے بیٹھتے ہیں اور جب نتیجہ کا وقت آتا ہے اس وقت خالی رہ جاتے ہیں اس وقت ان سے وہ عامل اچھا نظر آتا ہے جو عالم نہیں مگر اپنے کام میں لگا ہوا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس کے علم نے کیا نفع پہنچایا جب عمل ہی نہیں کیا اور ان تحقیقات ہی میں عمر گزار دی اگر محض تحقیقات ہی مقصود ہوتیں تو حضور ﷺ مسئلہ قدر میں گفتگو کرنے کو کیوں صحابہ کو منع فرما دیتے حضور ﷺ جیسے سمجھانے والے اور صحابہ جیسے سمجھنے والے وہ سمجھا سکتے تھے وہ

سمجھ سکتے تھے مقصود اس سے تعلیم تھی صحابہ کو۔ کہ غیر ضروری چیزوں کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہیئے کام میں لگنا چاہیئے۔

آج کل کی تحقیقات کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے میں نے سنا ہے کہ دہلی کی جامع مسجد میں جو حوض ہے یہ ایک ہی پتھر کا ہے اس میں دوسرے پتھروں کو جوڑ کر نہیں بنایا گیا۔ بلکہ ایک ہی پتھر کو کھودا گیا ہے تو اب ایک شخص اس کی تحقیقات شروع کرے کہ اس وقت ریل نہ تھی تو اتنا بھاری پتھر جو پور اور بیکانیر سے کس طرح آیا ہوگا۔ یہ تحقیقات یہیں رہ جائیں گی اور یہ حضرت ختم ہو جائیں گے کام میں لگنا چاہیئے فضولیات کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ ہاں کام میں لگ جانے کے بعد یہ سب چیزیں بھی انشاء اللہ تعالے بقدر کافی منکشف ہو جائیں گی۔ گو مقصود اس وقت بھی نہ ہوں گی۔ کہاں کی تحقیقات اور تدقیقات یہ کوئی چیز نہیں کام کرنا چاہیئے بڑی چیز کام ہے فرماتے ہیں ؎

کار کن کار بگذار از گفتار ☆ اندریں راہ کار باید کار

﴿باتیں چھوڑ کر کام میں لگو کہ راہ حق میں عمل ہی کام آتا ہے۔۱۲﴾

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

قدم باید اندر طریقت نہ دم ☆ کہ اصلے ندارد دم بے قدم

﴿طریقت میں عمل کی ضرورت ہے باتوں کی ضرورت نہیں کہ بے عمل کے باتوں کی کوئی وقعت نہیں ۱۲﴾

ملفوظ ۴۴۳: مؤکلات کو مسخر کرنے کی خواہش اور حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ کا جواب

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بات فرمائی تھی دل میں گڑ گئی از دل خیزد بر دل ریزد کا مصداق ہے۔ حالانکہ وہ زمانہ بچپن کا تھا کچھ زیادہ ایسی باتوں کا ہوش نہ تھا۔ میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت کوئی ایسا بھی عمل ہے کہ جس سے مؤکلات مسخر ہو جائیں فرمایا ہاں ہے اور آسان بھی ہے کر بھی سکتے ہو۔ میں بتلا بھی سکتا ہوں مگر تم پہلے یہ بتلاؤ کہ تم

خدا بننے کو پیدا ہوئے یا بندہ بننے کو۔ مجھ کو اسی وقت سے ان باتوں سے نفرت ہوگئی اب جو کوئی تعویذ وغیرہ کو آتا ہے لکھ تو دیتا ہوں اور وہ بھی اسلئے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی تعویذ وغیرہ کو آیا کرے لکھ دیا کرنا۔ لیکن ان چیزوں سے مجھ کو مناسبت قطعاً نہیں مثلاً کسی کو مسخر کرنا کسی کو تابع بنانا کسی پر زور چلانا حکومت کرنا کیا یہ عبدیت ہے عبدیت تو اسی میں ہے کہ فنا کر دے۔ عاجزی انکساری اختیار کرے حق تعالٰی کے یہاں اسی کی قدر ہے حق تعالٰی کی ذات تو بڑی ہی رحیم اور کریم ہے مخلوق بھی عاجزی ہی کو پسند کرتی ہے۔ اس پر ایک حکایت یاد آئی۔ ایک مہاجن کی لڑکی پر ایک جن عاشق تھا بڑے بڑے عامل آئے مگر ناکامیاب رہے بعض جن بڑا ہی سرکش اور قوی ہوتا ہے جو عامل جاتا صحیح سلامت واپس نہ ہوتا اکثر یہ حرکت کرتا کہ ہاتھ پکڑ کر چھت ابھار کر اس میں دبا دیتا۔ اب بیچارہ عامل ہے کہ لٹکا ہوا ہے ایسا ظالم تھا کسی نے اس مہاجن سے ویسے ہی بطور تمسخر کے کہہ دیا کہ فلاں مسجد میں جو مؤذن ہیں بہت بڑے ہی عامل ہیں وہ مہاجن ان بے چاروں کو جا لپٹا یہ ہر چند قسم کھاتا ہے مگر مہاجن ہے کہ پیروں پر گرا پڑتا ہے خوشامد کر رہا ہے جب یہ عاجز ہوگیا اس نے کہا کہ اچھا میں چلتا ہوں۔ یہ بتلاؤ کیا دو گے مہاجن نے کہا کہ جو کہو کہا کہ پانچ سو روپیہ اس نے کہا کہ منظور! یہ سمجھا کہ دو ہی باتیں ہیں یا تو کام بن گیا اور پانچ سو روپیہ مل گیا تو بڑی راحت اور عیش سے گذر یگی اور اگر مار دیگا تو اس مصیبت سے اور پریشانی وناداری کی زندگی سے مرجانا ہی بہتر ہے بے چارہ غریب تھا بسم اللہ پڑھ کر مہاجن کے ساتھ ہولیا اس کے مکان پر پہنچا اس جن نے نہایت زور سے ڈانٹا کہ کیسے آیا ہے ہاتھ جوڑ کر قدموں میں گر گیا کہ حضور کی رعیت کا جولاہا ہوں حضور نہ میں عامل ہوں نہ عمل چلانے آیا ہوں ایک جاہل اور غریب آدمی ہوں یہ مہاجن جا کر سر ہوگیا ہر چند عذر کیا نہ مانا اس لئے مجبوری کو چلا آیا حضور کی بڑی پرورش ہوگی اگر حضور پانچ منٹ کے لیے اس لڑکی سے جدا ہو جائیں مجھ کو پانچ سو روپیہ مل جائے گا میں غریب آدمی ہوں میرا بھلا ہو جائیگا اور حضور کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ پھر اگر دل چاہے آ جایئے۔

یہ سن کر جن بڑے زور سے قہقہہ مار کر ہنسا اور یہ کہا کہ ہم تیری خاطر سے ہمیشہ کے لیے جاتے ہیں۔ حضرت اس مؤذن کی شہرت ہوگئی کہ بہت بڑا عامل ہے عمر بھر کی روٹیاں سیدھی ہو گئیں۔ اور عوام کے اعتقاد کا۔ یہی قاعدہ ہے کہ ایک مرتبہ رجسٹری ہو جائے کسی کے کمال کی پھر تو عقد فسخ ہوتا ہی نہیں یہ بات کا ہے کی بدولت نصیب ہوئی صرف عاجزی کی بدولت! عاجزی بہت ہی عجیب چیز ہے۔

ملفوظ ۴۴۴: حضرت کے ماہِ رمضان کے معمولات معلوم کرنے کی خواہش

کسی نے یہاں کے ایک مقیم بزرگ کو خط بھیجا تھا کہ مولانا کے معمولات مجھ کو لکھ بھیجو اس اطلاع پر یہ فرمایا کہ معمولات بزرگوں کے ہوتے ہیں میرے کیا معمولات ہوتے نہ میرا کوئی معمول نہ مجھ میں کوئی کمال۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے اس کو خواہ کمال کہیے فضیلت کہیے کرامت کہیے وہ یہ کہ اللہ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ معلوم ہے اور بتلا بھی سکتا ہوں۔ بس اور مجھے کچھ نہیں آتا نہ کچھ کرتا ہوں رہے معمولات۔ سو معمولات یہ ہیں کہ کچھ معمولات نہیں البتہ ایک معمول زائد ہے وہ یہ کہ آجکل کھانسی کی تکلیف ہے ساری رات اسی خیال میں گذر جاتی ہے کہ اب نیند آجائے رات ختم ہو جاتی ہے باقی میرے رمضان المبارک کے معمولات سو وہی معمولات ہیں جو غیر رمضان میں تھے۔

بعض حضرات کے یہاں روزہ کی افطاری میں خاص معمولات ہیں کہ کھجور سے یا زمزم سے روزہ افطار کرنے کا اہتمام ہے میرا اس کے متعلق یہ معمول ہے کہ جو چیز روزی افطاری کے وقت قریب ہو چاہے وہ کھجور ہو زمزم ہو گرم پانی ہو امرود ہو اس سے روزہ افطار کر لیتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ اگر میں جھوٹ کہہ دوں کہ میں تمام شب جاگتا ہوں اور تہجد میں پانچ پارہ پڑھتا ہوں اس میرے کہنے کا کوئی مکذب بھی نہ ہوگا۔ مگر اس سے کیا وہ معمولات ہو جائیں گے۔ سو ایسی حالت میں خود صاحب معمولات پوچھنا محض بے معنی ہے اور اصل یہ ہے کہ کسی کے معمولات پوچھنا ہی غیر مفید ہے اس کی ایک مثال ہے کہ ایک آم کا درخت ہے اس پر نہایت

خوشنما اور خوش ذائقہ آم آ رہے لوگ کھا رہے ہیں اور ایک شخص ہے وہ یہ تحقیق کرتا ہے کہ وہ درخت کس قدر اونچا ہے کے فٹ لمبا ہے۔ شاخیں اس میں کس قدر ہیں رنگ اس آم کا کیسا ہے موٹائی کتنی ہے کس تاریخ اور ماہ و سنہ میں لگایا گیا۔ آپ ہی بتلائیں ان میں عاقل کون ہے جو تحقیقات میں مصروف یا جو کھا رہا ہے۔ ظاہر ہے تو کام لگنا چاہئے ان فضولیات میں کیا رکھا ہے۔

ملفوظ ۴۳۵: حضرتؒ کا اپنے معمولات کے بارے میں خیال

فرمایا کہ ایک شخص نے ایک جانماز میرے پاس بھیجی کہ اس پر چالیس روز تہجد پڑھ کر واپس فرمادیں۔ میں نے جواب بھیجا کہ اول تو یہ معلوم کر لیتے کہ مجھ کو دوام و استمرار کی بھی توفیق ہوتی ہے اور معلوم کرنے کا اچھا ذریعہ یہ ہے کہ میرے معمولات فلاں شخص سے (ایک شخص کا نام جو خوش اعتقادی کے بعد بد اعتقاد ہو گیا تھا) پوچھ لیے جائیں وہ صحیح بتلا دیگا وہ بتلا دے گا کہ میرا عمل عزائم پر نہیں رخص پر ہے۔ نفلیں کم پڑھتا ہوں کبھی نوافل بیٹھ کر پڑھ لیتا ہوں۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جیسے معمولات تو دوسروں کو نصیب بھی نہیں فرمایا اجی حضرت یہ توجیہات ہیں مجھ کو ہی اپنی حالت خوب معلوم ہے۔

ملفوظ ۴۳۶: حضرتؒ کی اپنے بارے میں تواضع

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تراویح کے وقت جو مصلے بچھاتے ہیں اس میں سجدہ کی جگہ مصلّے سے خالی رہتی ہے پیچھے کو نکلا ہوا رہتا ہے فرمایا کہ نہ معلوم آپ اس پر کیا کیا حاشیہ چڑھائیں گے۔ میں اس کی حقیقت بیان کئے دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ پیچھے کی جانب چٹائیوں کے درمیان جگہ کھلی ہوتی ہے میں رضائی اوڑھ کر کھڑا ہوتا ہوں اس خیال سے مصلّے پیچھے ہٹا کر بچھاتا ہوں کہ پیچھے جو حصہ رضائی کا گرے اس پر مٹی نہ لگے یہ حکمت تھی اس میں آپ نہ معلوم کیا خیال کر رہے ہوں گے عرض کیا کہ واقعی میں تو قسم قسم کے خیال کر رہا تھا (مثلاً یہ نکتہ گڑھا ہوگا کہ سجدہ زمین پر ہو فرش پر نہ ہو) فرمایا کہ حقیقت کے بے خبر ہونے سے ایسا ہی ہوتا ہے پھر امتحان و تحقیق کے بعد قلعی کھل جاتی ہے اس پر حضرت والا نے ایک حکایت فرمائی کہ ایک بادشاہ نے چار سمت کی

عورتوں کے جمع کرنے کا اہتمام کیا تھا تا کہ انکے سلیقہ کا امتحان کرے۔شب بھران کے پاس بسر کی صبح کو سب سے دریافت کیا کہ یہ بتاؤ اب شب کتنی باقی ہے اس پر تو سب کا اتفاق ہوا کہ صبح ہوگئی مگر وجہ مختلف بیان کی چنانچہ ایک بولی نتھ کے موتی ٹھنڈے معلوم ہوتے ہیں یہ اس نے اسلئے کہا کہ صبح صادق کے ساتھ ایک ہوا چلتی ہے اس کی خاصیت ہے کہ ہر چیز میں ٹھنڈ پیدا کر دیتی ہے وہ عجیب وغریب ہوا ہوتی ہے اس سے بڑی فرحت ہوتی ہے۔دوسری نے کہا کہ پان کا مزا بدل گیا۔تیسری نے کہا کہ شمع پھیکی پڑ گئی چوتھی نے کہا کہ گوہ آرہا ہے تو ہم تو اس میں سے ہیں کہ گوہ آرہا ہے تو حضرت کپڑے کی حفاظت مقصود تھی نہ کوئی راز تھا نہ حکمت۔

ملفوظ ۴۳۷: اپنے پیر سے مناسبت اور اس پر اعتقاد

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس سے کچھ حاصل کرنا ہو یہ دیکھ لے کہ میرے کام کا بھی ہے یا نہیں وہ چاہے کامل نہ ہو میرے ایک ماموں صاحب نے اپنے ایک شیخ کی حکایت بیان کی جو کامل تو نہ تھے مگر صادق تھے یعنی دکاندار نہ تھے اور لوگوں میں ان کے متعلق طرح طرح کی بدگمانیاں تھیں بعض کا خیال ان بزرگ کے متعلق یہ تھا کہ ان کے پاس روپیہ بہت آتا ہے حجرہ میں مدفون ہوگا اسی بنا پر ان کے انتقال کے بعد ان کا حجرہ کھودا گیا کہ شاید روپیہ جمع ہو۔بعض کا خیال تھا کہ ان کے پاس رات کو رنڈیاں آتی ہیں غرضکہ اس قسم کے خیالات ان کے متعلق لوگوں کو تھے۔

ایک شخص نے ماموں صاحب سے جو کہ ان کے مرید تھے کہا کہ پیر کے متعلق کچھ خبر بھی ہے پوچھا کیا کہا کہ شب کو ان کے پاس رنڈیاں آتی ہیں انہوں نے کہا کہ خدا تم کو جزائے خیر دے بڑی عجیب بات سنائی مجھ کو پیر صاحب کے متعلق بہت عرصہ سے ایک شبہ تھا وہ آج آپ کی وجہ سے جاتا رہا وہ شبہ یہ تھا کہ پیر صاحب نے کسی وجہ سے نکاح نہ کیا تھا اس سے میں یہ سمجھتا تھا کہ شاید یہ بزرگ عنین ہوں اور حالت یہ ہے کہ یہ حضرات وارث ہوتے ہیں انبیاء کے اور انبیاء ہر پہلو سے کامل ہوتے ہیں ان کمالات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مرد ہو۔سو نکاح نہ ہونے سے جو شبہ تھا

عنین ہونے کا جو کہ نقص ہے آج آپ نے اس شبہ کو رفع کر دیا۔ معلوم ہوا کہ پیر کامل ہیں۔ اب رہا یہ کہ رنڈیاں آتی ہیں یہ ایک گناہ ہے تو اس گناہ سے توبہ کر کے پاک صاف ہو جائیں گے۔ جہاں اس طرف اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کہا اس طرف صاف ہوئے وہ معترض بے چارہ تو اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ وہ تو یہ سمجھے ہوئے تھا کہ پیر کی ایسی بات سن کو پیر سے الگ ہو جائیں گے۔

اس حکایت سے میرا یہ مقصود نہیں کہ جو پیر افعال شنیعہ کا مرتکب ہوتے ہوں ان سے دین کا تعلق رکھو اس کا لحاظ تو شرط اعظم ہے طریق کی اور اس حکایت میں جو جواب منقول ہے وہ محض تبکیت (خاموش کرنا) ہے معترض کے۔ ورنہ سیدھا جواب تو یہ تھا کہ اس تہمت کا کیا ثبوت پھر اصل مقصود یہ ہے کہ مصلح کے خفیف افعال پر بشرطیکہ وہ مباح کے درجہ تک ہوں یا احیاناً کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہ آئے اس سے بداعتقاد نہ ہو جائے بلکہ اپنے فہم اور عقل کا قصور سمجھ کر خاموش ہو جائے خصوص جس شخص کی نظر چہار طرف ہو اور معترض کی نظر ایک ہی چیز پر ہے اسلیئے اس کے اقوال وافعال کو سمجھنا بڑے ہی دانش مند کا کام ہے۔

ملفوظ ۴۳۸: معمولات براہِ راست مجھ سے پوچھیں

معمولات پوچھنے والے کے متعلق سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ان پوچھنے والے کو لکھ دیجئے کہ اس سے معمولات کے سوالات کا ذکر کیا تھا اس نے کہا کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے بلاواسطہ پوچھو اور خود ذکر کرنیکی وجہ وہی لکھ دیجئے گا جو واقعی ہے یعنی ذکر کرنیکی وجہ یہ ہوئی کہ بعض معمولات تو مجھ کو معلوم تھے اور بعض کی مجھ کو خبر نہ تھی خود اسی سے پوچھنے سے معلوم ہو سکتے تھے اسلئے ذکر کیا گیا۔ اس سے انکو یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ اس کو علم ہو گیا اور ناگوار ہوا اور اب وہ ناگوار ہو گیا (مراد سانپ ہے) میرے معاملہ کو مجھ ہی سے معلوم کرنا چاہیے دوسروں کو کیا خبر! میں اپنی حالت کو خود جس طرح بتلا سکتا ہوں یا ادا کر سکتا ہوں دوسرا بے چارہ کیا بتا سکتا ہے اور کیا ادا کر سکتا ہے اس کو معلوم کب ہے۔ پھر فرمایا میرے معمولات ہی کیا جلوت کا حال تو سب کو معلوم ہے کہ لوگوں سے لڑتا بھڑتا رہتا ہوں اور خلوت میں میں رہتا ہی نہیں بس یہ معمولات ہیں۔

۲۴ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۴۳۹: ماہوار رسالہ کے نام رکھنے کا مشورہ

ایک مولوی صاحب نے (جن کا خیال غالباً کوئی ماہواری رسالہ جاری کرنیکا تھا) عرض کیا کہ حضرت رسالہ ماہواری کا نام تجویز فرمائیں جس میں حضرت کے ملفوظات اور وہ تصنیفات شائع ہوا کریں جو کم یاب ہوگئیں ہیں۔ فرمایا کہ اکثر پہلے سے آج تک یہ معمول رہا ہے کہ رسالوں کے نام اپنے بزرگوں کے نام پر رکھے گئے ہیں مثلاً القاسم، النور، الامداد، الرشید، الہادی، سو اس کا نام المعین مناسب معلوم ہوتا ہے یا معین الدین اس میں حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی بھی رعایت ہے اور ہے بھی بامعنی۔ دین کا معین۔ عرض کیا کہ حضرت کے نام سے اگر جاری کیا جائے فرمایا کہ میرا نام رسالہ کے اعتبار سے بامعنی نہیں۔ اگر بامعنی کہا جائے تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ سب سے افضل واشرف رسالہ اور یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے مضامین کو سب مؤلفات پر ترجیح دی جائے اور پھر میں ہی خود تجویز بھی کروں اس سے تو زبان میں گدگدی سی اٹھے گی یہ ہی المعین یا معین الدین نام مناسب ہے، بہت پاکیزہ نام ہے اور بامعنی ہے عرض کیا کہ المعین اور معین الدین ان دونوں میں سے کون سا بہتر ہے فرمایا کہ جو مناسب خیال فرمایا جائے اچھا تو مفرد ہی معلوم ہوتا ہے جیسے ''النور'' ''الامداد'' ایسے ہی المعین اور اس نام میں ایک قسم کی تواضع بھی معلوم ہوتی ہے کوئی دعوے نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ اعانت تو ایک خدمت ہے کوئی کمال نہیں۔

دوسرا نکتہ اسمیں یہ ہے کہ اوپر کی طرف بڑھنا چاہئے الامداد، النور، الہادی، المعین، یہ سب اوپر ہی کی طرف کو سلسلہ ہے عروج ہی مناسب ہے۔ غرض یہ نام جامع اور بامعنی ہے اور اس کو ظاہر بھی کر دیا جائے کہ اس نام سے حضرت کے نام کی برکت لینا بھی مقصود ہے تاکہ لوگوں کو اس نام کی وجہ بھی معلوم ہو جائے۔ عرض کیا گیا کہ اپنے نام پر حضرت تجویز نہ فرمائیں خود ہی حضرت

کا نام تجویز کر لیا جائے گا فرمایا کہ میں تو المعین ہی کے نام سے ذکر کیا کرونگا یا میرے لیے کچھ اور تجویز کر دیا جائے کہ وہ نام لیا کروں۔

ملفوظ ۴۴۰: حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی عظمت

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ چشتیوں کے بادشاہ ہیں چشتیت تو ہند میں وہیں سے جاری ہوئی فرمایا کہ ہندوستان میں تو سلطنت ہی چشتیوں کی حضرت کی وجہ سے ہے ایک انگریز نے ہندوستان سے انگلستان میں جا کر کہا تھا کہ ہندوستان کے تمام سفر میں ایک بات عجائبات میں سے دیکھی کہ ایک مردہ اجمیر کی سرزمین میں پڑا ہوا تمام ہندوستان پر حکومت کر رہا ہے فرمایا کہ لوگوں کے قلوب میں حضرت خواجہ صاحب کی بڑی عظمت ہے حتی کہ ہندوؤں تک کے قلوب میں عظمت ہے اجمیر میں تو اکثر ہندو حضرت کے نام کی قسم کھاتے ہیں۔ سلاطینِ اسلام کے قلوب میں عظمت کا یہی حال تھا اکبر بادشاہ نے کئی بار دارالخلافہ سے اجمیر تک پیدل سفر کیا ہے۔ یہ عظمت نہ تھی تو اور کیا تھی اور یہ جو اکبر بادشاہ کے بد دینی کی باتیں مشہور ہیں یہ سب اس کی پالیسی کی باتیں تھیں ورنہ اس کے قلب میں اہل علم اور اہل دین کی عظمت اور محبت ضرور تھی اور مرنے کے وقت تو اہل علم کو بلا کر توبہ کی ہے اگر توبہ کے بعد بضرورت پھر کوئی دنیا کے متعلق بات کی تو دوبارہ علماء کو بلا کر توبہ کی اس کو بھی پسند نہ کیا کہ دنیا کی بات پر جان دوں۔ ذکر اللہ میں مشغول ہو کر جان دی ہے کیا خبر ہے، کسی کو کوئی کیسا ہے اسلئے میری ہمیشہ سے رائے ہے کہ سلاطین اسلام کی شان میں گستاخی نہیں کرنی چاہئے۔

ملفوظ ۴۴۱: شاہانِ اسلام کو مورخین نے بدنام کیا ہے

فرمایا کہ بعض مورخین نے جھوٹی جھوٹی تواریخ لکھ کر شاہانِ اسلام کو بدنام کیا ہے۔ محض اپنے مصالح کی غرض سے ورنہ شاہانِ اسلام کی مراعات عدل آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت عالمگیر کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جیسے بہت ہی بڑے بزرگ کا نام لیا کرتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت شاہ جہان کے زیادہ معتقد تھے فرمایا کرتے تھے شاہ جہاں سلطنت کے زیادہ مناسب تھے۔ ایک صاحب کو حضرت عالمگیرؒ پر کچھ تاریخی شبہات تھے وہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش کیے مولانا نے سب شبہات کا جواب دیا اور فرمایا کہ حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو بارہ ہزار احادیث کے متن یاد تھے۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی نسبت فرمایا کہ انکو چھ ہزار متن یاد تھے۔ ایک صاحب تھے متولی عبدالرحمن صاحب انہوں نے مولانا سے عرض کیا کہ حضرت کو کس قدر یاد ہیں فرمایا پھر جواب دونگا یہ مزید احتیاط کی بناء پر فرمایا ایک ماہ کے بعد فرمایا کہ مجھ کو تین ہزار حدیث کے متن یاد ہیں اس سے عالمگیر کے کمال کا اندازہ کر لیجئے۔

ملفوظ ۴۴۲: کتابوں کا زبانی یاد کر لینا

ایک صاحب نے اس گذشتہ ملفوظ پر عرض کیا کہ اتنی حدیثیں زبانی یاد تھیں فرمایا اور کیا کتاب میں دیکھ کر آپ بھی عجیب ہیں۔ عرض کیا کہ قرآن شریف کے متعلق تو یہ خیال تھا کہ زبانی یاد ہو جاتا ہے مگر حدیث شریف کے متعلق یہ خیال نہ تھا فرمایا کیوں؟ عرض کیا کہ پھر قرآن شریف کی یاد میں کیا امتیاز رہا فرمایا یہی امتیاز ہے کہ بچوں تک کو یاد ہو جاتا ہے اس میں زیادہ فہم اور حافظہ کی ضرورت نہیں یہ اس کی ممتاز برکت ہے اور یہ کہاں لکھا ہے کہ علاوہ قرآن شریف کے اور کوئی چیز یاد نہیں ہو سکتی یہ تو محض آپ اپنا خیال ظاہر فرما رہے ہیں یہ کوئی بات نہیں۔ حضرت سلطان جی نے مقامات حریری حفظ یاد کر لی تھی یہ عالم بھی تھے مقامات حفظ کرنے کے بعد فرمایا کہ یوں ہی عمر برباد کی پھر اس کے کفارہ میں مشارق الانوار حفظ یاد فرمالی اس پر حضرت والا نے ظرافت سے فرمایا کہ دونوں طرح صاحب مقامات تھے۔ پھر اپنی نسبت فرمایا میں نے بھی سراجی یاد کی تھی اس خیال سے کہ سخت ضرورت کی چیز ہے اور درس میں ایک ہی کتاب ہے مگر ایسی یاد ہوئی تھی کہ مدرسہ سے چھتہ والی مسجد تک پہنچنے میں تو سبق حفظ پڑھ لیتا تھا مگر جہاں فجر کی نماز پڑھی سب غائب۔

ملفوظ ۴۴۳: بزرگ شاعر بھی ہو سکتے ہیں

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا شاعر بھی بزرگ ہو سکتے ہیں فرمایا کہ عنوان کو

بدلیئے یوں کہیئے کہ کیا بزرگ بھی شاعر ہو سکتے ہیں فرق یہ ہے کہ پہلے جملہ کے معنٰی یہ ہیں کہ جس پر شاعری کا غلبہ ہو گیا وہ بزرگ ہو سکتا ہے سو اس کا جواب خود سوال سے ظاہر ہے کہ نفی میں ہے دوسرے جملہ کے معنٰی یہ ہیں کہ جس کی اصلی صفت بزرگی ہو گیا اس سے شاعری کا صدور ہو سکتا ہے سو ظاہر ہے کہ یہاں کوئی امر مانع نہیں یہ تفاوت ایسا ہے کہ جیسے ایک طالب علم نے مدرسہ کانپور میں دوسرے طالب علم کی کتابیں کپڑے چوری کر کے نکال لیے پولیس میں اطلاع کر دی سب انسپکٹر آ پہنچے اور مجھ سے کہنے لگے کہ طالب علم بھی چوری کرتے ہیں میں نے کہا ہرگز نہیں کہنے لگے کہ یہاں تو مشاہد ہے میں نے کہا کہ مشاہدہ تو صحیح ہے لیکن حقیقت اس کی آپ نہیں سمجھے۔ کہنے لگے وہ کیا میں نے کہا حقیقت اس کی یہ ہے کہ چور بھی طالب علمی کرنے لگتے ہیں۔

حاصل یہ کہ جو اصل میں طالب علم ہوگا وہ چوری نہیں کریگا البتہ چور طالب علم بن سکتا ہے تا کہ مدرسہ میں چوری آسانی سے کر سکے اسلئے یہ کہنا غلط ہے کہ طالب علم چوری کرنے لگے۔ ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا ہنس کر کہنے لگے کہ صاحب مولویوں کے گھر کی بات ہے جس طرح چاہیں بنا سکتے ہیں۔ اسی طرح شاعر تو بزرگ نہیں ہو سکتے ہاں بزرگ شاعر ہو سکتے ہیں۔

ملفوظ ۴۴۴: غیر نبی کا فعل حجت نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عالم ہو کر اتنی موٹی بات نہ سمجھ سکے کہ غیر نبی کا قول حجت ہے جب شرائط پائے جائیں مگر فعل حجت نہیں حالانکہ یہ مسلمات سے ہے۔

ملفوظ ۴۴۵: اپنے معمولات میں دوسروں کی راحت کی تدابیر

فرمایا کہ میں نے تو اپنے معمولات میں راحت کی تدابیر اختیار کر رکھی ہیں یہی میرا اصل مذاق ہے کہ دنیا کی بھی راحت اور آخرت کی بھی اور صرف اپنی ہی راحت مقصود نہیں دوسرونکی راحت کا بھی خیال رکھتا ہوں اس سے زیادہ دوسروں کی راحت کا کیا خیال ہوگا کہ راستہ چلنے میں بھی اس کی رعایت رکھتا ہوں کہ اگر پشت کی جانب سے کسی آنے والے کی آہٹ معلوم ہوتی ہے تو میں سڑک کے کنارہ ہو جاتا ہوں تا کہ اس آنیوالے کو راستہ کی کوئی تنگی نہ ہو۔ آزادی سے چلا جائے

حالانکہ بعض مرتبہ وہ آنیوالا بھنگی ہوتا ہے چمار ہوتا ہے مگر میں اس کا انتظار نہیں کرتا کہ وہ بچ کر نکل جائے گا۔ بلکہ خود ہی بچ جاتا ہوں۔ میں بحمد اللہ ہر امر میں لحاظ رکھتا ہوں کہ میری وجہ سے کسی پر ذرہ برابر گرانی نہ ہو۔ پھر جب میں خود دوسروں کا اس قدر خیال رکھتا ہوں تو دوسرے میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں کرتے ہیں کہ جس سے مجھ کو گرانی ہو یا تکلیف پہنچے پھر فرمایا کہ بعضے بزرگ بھولے پن کے سبب دوسرے کی تکلیف وراحت کی رعایت نہیں کرتے وہ معذور ہیں مگر دوسروں کو تو ضرر پہنچتا ہے اس پر ایک حکایت فرمائی۔ کہ دیوبند میں ایک بزرگ بہلی میں سوار ہو کر چلے ایک معتقد بھی ساتھ بیٹھے اتفاق سے راستے میں بہلی الٹ گئی اور نقشہ یہ ہوا کہ وہ معتقد صاحب جس طرف بیٹھے تھے اس طرف کو بہلی لوٹی وہ نیچے اور بزرگ صاحب اس کے اوپر۔ بزرگ ہیں کہ معتقد کی کمر پر بیٹھے اس نے عرض کیا کہ حضرت ہٹیئے میں تو مرا جاتا ہوں وہ فرماتے ہیں نہیں مرو گے نہیں ہم جوتہ پہن لیں ہمارا جوتہ لاؤ اس نے کہا کہ حضرت اتنے جوتہ آئے گا میرا تو خاتمہ ہو جائیگا فرمایا کہ نہیں ہم ننگے پیر زمین پر نہیں رکھتے مٹی لگ جائیگی ہمیں عادت نہیں ننگے پیر زمین پر رکھنے کی۔

اس بے چارے کی کمر سے نہیں اترے جب گاڑی بان نے جوتہ دیا تب پہن کر اترے مگر اس شخص کے چوٹ بالکل نہیں آئی خیر یہ تو بھولے بزرگوں کی باتیں ہیں۔ باقی بعضے تو مرید کو اپنی مِلک سمجھتے ہیں۔ الحمدللہ! مجھ کو تو حق تعالیٰ نے اس کی توفیق دی ہے جس کی برکت سے مریدوں کے ساتھ تو ایسا برتاؤ کیا کرتا اور حق بھی کیا ہے مجھ کو ایسا کرنے کا جن کے ساتھ اس قسم کا حق بھی ہے اور وہ محکوم بھی ہیں اور محبت کی وجہ سے کسی خدمت پر گرانی کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا اور ایسے لوگ گھر والے ہیں میرا تو ان کے ساتھ بھی یہی معمول ہے کہ مثلاً کھانا کھا کر کبھی گھر والوں سے یہ نہیں کہتا کہ برتن اٹھالو اس وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ ممکن ہے اپنے کسی کام میں مصروف ہوں اور محض میری وجہ سے ان کو اپنا کام چھوڑ کر اس کام کو کرنا پڑے بلکہ یہ کہتا ہوں کہ اٹھوالو۔ اب آگے ان کا کام ہے کہ وہ خود اٹھائیں یا کسی نوکرنی وغیرہ سے اٹھوائیں میں اپنی طرف سے ان پر اتنا بار بھی نہیں ڈالتا۔ غرضکہ اپنی راحت اور دوسروں کی راحت یہ میرا معمول ہے۔ اسی وجہ سے مجھ کو دوسرے کی بے فکری سے

ناگواری ہوتی ہے مزاحاً فرمایا پھر ناگوار ہو جاتا ہوں (مراد سانپ ہے) کہ جب میں اتنی رعایتیں دوسروں کی کرتا ہوں تو میں بھی ان سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم بھی مجھ کو مت ستاؤ۔

ملفوظ ۴۴۶: راستہ میں ساتھ ہو جانا

فرمایا کہ ایک اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے بعضے لوگ جو راستہ میں ساتھ ہو جاتے ہیں آزادی بالکل برباد ہو جاتی ہے۔ بعض مرتبہ استنجے کی ضرورت ہوتی ہے یا آنت اتر جاتی ہے تو اب ان حضرات کے ساتھ ہونے کی وجہ سے چلنے میں رعایت کرنی پڑتی ہے کہ جب تک بات پوری نہ ہو جائے دروازہ پر کھڑا رہنا پڑتا ہے۔ ایک یہ کہ چلتے وقت طبعاً اس کا خیال رہتا ہے کہ یہ اچھی جگہ میں چلیں ان کو کوئی تکلیف نہ ہو اس وجہ سے میں خود ایک طرف ہو کر چلتا ہوں غرضکہ سخت کلفت ہوتی ہے اور ایسے واقعات کلفت کے مختلف پیش آتے ہیں جزئیات کا احاطہ مشکل ہے مسلمان کا مذہب تو یہ ہونا چاہئے

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد ☆ کسے را با کسے کارے نباشد

یہ سب آزادی ان مجذوب صاحب کی نظر روحانی کی برکت ہے جن کی دعا سے میں پیدا ہوا ہوں یہی خدا کا فضل ہے کہ حواس گم نہیں ہوئے مگر آزادی ضرور مجبوب ہے۔

ملفوظ ۴۴۷: ایک صاحب کی عرض کا لطیف جواب

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے جو اس وقت تقریر فرمائی ہے اس سے یہ سمجھ میں آیا کہ حضرت کو تو اللہ تعالیٰ نے ایسا لطیف المزاج بنایا پھر ہم جیسے گدھوں سے واسطہ پڑا پھر کیا ہو فرمایا کہ جواب عرض کرنے کی ضرورت نہیں آپ نے جو کچھ فرمایا اس کو آپ سمجھتے ہیں کہ میں اس کو غلط سمجھتا ہوں یعنی گدھے کی تشبیہ کو۔ پس اس کے لیے آپ کا علم ہی کافی جواب ہے۔

ملفوظ ۴۴۸: فکر و اہتمام نظر آئے تو ناگواری نہیں ہوتی

فرمایا کہ اگر مجھ کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کو اہتمام ہے راحت پہنچانے کا اور پھر اس سے کوئی فرو گذاشت ہو جائے اس پر ناگواری نہیں ہوتی۔ ہاں اگر راحت پہنچانے کا اور فکر ہی نہ ہو

تو بے شک ناگواری ہوتی ہے اس پر میں مؤاخذہ کرتا ہوں کہ یہ حرکت کیوں ہوئی پھر لوگوں نے ایک آسان سبق نکال رکھا ہے جواب میں کہتے ہیں کہ غلطی ہوئی اس پر میں یہ پوچھتا ہوں کہ سبب اس غلطی کا کیا ہے آیا بے فکری سبب ہے بعضے تو کہتے ہیں کہ بدفہمی اور یہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اگر یہ کہا کہ سبب اس کا بے فکری ہے تو مؤاخذہ بڑھ جائیگا کہ بے فکری کیوں اختیار کی۔ ایسی چیز کا نام لو کہ جو غیر اختیاری ہے اسلیئے بدفہمی کا عذر پیش کرتے ہیں مگر میں اس پر کہتا ہوں کہ اگر بدفہمی اس کا سبب ہے تو مجھ کو اپنے تعلق سے معاف کرو کیونکہ بدفہم آدمی سے مناسبت ہونا اور اس کی اصلاح ہونا اور زیادہ مشکل ہے اسلئے کہ بدفہمی ایک غیر اختیاری چیز ہے۔ جو تمہارے اختیار سے بھی باہر اور میرے اختیار سے بھی۔ بس تعلق ہی ختم کرو اور اگر کہے کہ سبب اس کا بے فکری ہے تو میں کہتا ہوں کہ اچھا اب مجھے یہ شکایت ہے کہ بے فکری کیوں اختیار کی۔ مگر پھر بھی یہ ایسی چیز ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس سے بچ سکتا ہے اسلئے کہ حکما اختیاری ہے تو اس وقت معافی چاہ لے اور آئندہ کے لیے عزم کر لے کہ اب ایسا نہ کرونگا چھٹی ہوئی گو یہ ضرور ہے کہ اس وقت اس عذر پر مؤاخذہ میں بظاہر سختی ہوگی کہ اختیار سے کوتاہی کی مگر انجام کے اعتبار سے چونکہ اختیاری چیز ہے امید ہے کہ آئندہ اگر چاہے گا تو ایسی غلطی نہ کریگا اور اصلاح کی بھی امید ہے اور مجھ کو خدانخواستہ کینہ تھوڑا ہی ہے ہاں! یہ ضرور چاہتا ہوں کہ آدمیت پیدا ہو حیوانیت اور جانورپن دور ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر قرائن حالات سے یہ معلوم ہو جائے کہ دوسروں کو تکلیف نہ دینے کا اہتمام ہے اور راحت کا قصد ہے پھر اگر گڑبڑ بھی ہو جائے تو ایسے کی گڑبڑ بھی ذرہ برابر بھی گرانی نہیں ہوتی۔ گو بغرض اصلاح روک ٹوک اس وقت بھی کی جائے مگر اس وقت کی اصلاح کا طریق جدا ہوگا۔

ملفوظ ۴۴۹: شرع کی جگہ شرح

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ امام صاحب سید ہیں مگر حالات یہ ہے کہ سر پر انگریزی بال ڈاڑھی خلاف شرع مگر شرع کو شرح لکھا ہے اس پر فرمایا کہ متن تو ہے مگر شرح نہیں۔

ملفوظ ۴۵۰: اپنے متکبر ہونے کا خیال

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر کسی شخص کو اپنی نسبت یہ خیال ہو کہ میں متکبر ہوں تو کیا کرے فرمایا کہ مصلح سے رجوع کرے وہ آثار سے معلوم کر کے بتلا دیگا کہ تکبر ہے یا نہیں باقی اجمالی جواب یہ ہے کہ یہ چیزیں تو تکبر وغیرہ تو بلانے سے آتی ہیں خود نہیں چمٹتی پھرتیں۔ یہ تردد خود دلیل ہے متواضع ہونے کی اور اس کی کہ وہ متکبر نہیں مگر یہ دلیل اکثری ہے۔

ملفوظ ۴۵۱: انجام کا کسی کو علم نہیں

اسی سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خدا کے یہاں اس کا پسندیدہ ہونا ضروری نہیں جو بندں کو پسندیدہ ہے کسی کو کیا خبر ہے کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے پھر فرمایا کہ اگر کسی کے دل میں یہ امر احتمال کے درجہ میں بھی ہو کہ شاید اس کا انجام میرے انجام سے بہتر ہو تو تکبر اور بڑائی کے علاج کے لیے کافی ہے اور ظاہر ہے کہ اتنا خیال رکھنا اختیاری ہے اور واقع بھی ایسا ہوگا کہ جن کو یہاں پر لوگ بے وقوف سمجھتے ہیں وہاں ان کو وہ چیزیں ملیں گی کہا عقلاء منہ تکتے ہی رہ جائیں گے عجیب دربار ہے کسی کی سمجھ میں ان کی حکمتیں آ نہیں سکتیں۔

ملفوظ ۴۵۲: کلیات سے سوال کافی نہیں

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا یہ بھی تواضع ہے کہ سب سے اخلاق سے ملنا چاہیے فرمایا کہ گول سوال ہے جزئیات کا سوال کیجئے کلیات کا سوال کر کے کیا رسالہ تصنیف کرنا ہے جب بہت سی جزءیات کا علم ہو جائیگا کلیات خود سمجھ میں آ جائیں گی اور کلیات تو آپ کو معلوم ہیں ہی جس کی بیٹھے بیٹھے کلیاں کر رہے ہو۔

ملفوظ ۴۵۳: بیعت نہ کرنے پر خودکشی کی دھمکی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر ایک شخص نے خودکشی کر لی تھی ایک میرے عزیز مجھ کو الگ بلا کر لے گئے اور کہنے لگے کہ اب تو بیعت سے انکار نہ کرو گے۔ میں نے کہا کہ یہ سبق

اس واقعہ سے آپ نے غلط سمجھا اول تو اس واقعہ کا یہ سبب نہیں ہوا۔ یہ تو ایک بزرگ سے بیعت تھا دوسرے اگر یہی سبب ہوتا تب تو اس دروازہ کو اور تنگ کر دینا چاہیئے ورنہ لوگوں کو اچھی دھمکی ہاتھ آجائے گی کہ خودکشی کرلوں گا۔ میں ایسی باتوں سے ڈرنے والا نہیں کام قاعدہ ہی سے ہوتا ہے۔

ملفوظ ۴۵۴: حضرت کی حالتِ شکر و رضا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے دوستوں کے ہجوم اور محبت کی وجہ سے ممکن تھا کہ عجب پیدا ہو جاتا۔ مگر اس کا علاج غیب سے یہ ہوا کہ کھانسنے کی تکلیف ہو گئی کھانستے کھانستے وقت گذر جاتا ہے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو بہت تکلیف ہے کھانسی کی اور اس کی وجہ سے آنت کی تکلیف بڑھ گئی حضرت والا نے تبسم فرما کر مزاحاً فرمایا کہ کمائی موجود ہے اللہ نے قوت دی ہے چڑھانے کی پھر کیا تکلیف اس پر ایک حکایت فرمائی۔

کہ عرب میں ایک کرایہ کے گھر میں ایک سخی رہتا تھا بڑا ہی مخیّر تھا ہزاروں سائل آتے تھے سب کو دیتا تھا وہ جگہ مشہور ہو گئی۔ اتفاق سے وہ سخی تو مکان چھوڑ کر اور کہیں چلا گیا اور صاحب آ کر رہے وہ بخیل تھے مگر سائل عادت کے موافق برابر آتے تھے اور یہ شخص جواب میں اللہ کریم کہہ دیتا۔ عرب میں اب تک دستور ہے کہ سائل کے جواب میں جہاں اللہ کریم کہا سائل لوٹ جاتا ہے۔ ایک روز گھر میں بیٹھ کر کہنے لگا کہ کیا ٹھکانہ ہے اس مکان پر کتنے سائل آتے ہیں اس شخص کی لڑکی نے کہا کہ گھبرانے کی کیا بات ہے جب تک اللہ کریم یاد ہے کیا فکر ہے تو حضرت جب تک کمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو قوت چڑھانیکی دی ہے تب تک کیا فکر۔ اور کوئی تکلیف نہیں اللہ نے راحت کا سامان عطا فرمایا احباب دل بستگی کو دیئے جو بڑی نعمت ہے کچھ کرنا نہیں پڑتا مزدوری کرنی نہیں پڑتی۔ بیٹھے بٹھائے کھانے کو دیتے ہیں خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ان اعمال باطنی کو کوئی نہیں دیکھتا مزاحاً فرمایا کہ بطنی کو تو دیکھتے ہیں آنت بطن ہی سے اترتی ہے۔

ملفوظ ۴۵۵: ایک غیر مقلّد کے خط کا جواب

فرمایا کہ ایک غیر مقلد کا خط آیا لکھا ہے کہ میں مذہباً تو اہلحدیث ہوں مگر آپ سے تلقین

چاہتا ہوں کچھ ایسے کلمات بتلا دیجئے جس سے خدا تعالیٰ کی محبت ہو اور نماز وغیرہ میں ذوق پیدا ہو۔ میں نے جواب لکھا ہے کہ کلمات کو اس میں دخل نہیں اس کے کچھ اور طرق ہیں جن کو تدابیر سمجھنا چاہئے۔ اور میں نے اس سے یہ بھی پوچھا ہے کہ کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں آئی فرمایا کہ یہ معلوم کر کر کے آگے چلونگا پہلے ٹول تو لوں کبھی آگے چل کر جھگڑا پڑے۔

۲۵ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

ملفوظ ۴۵۶: دوسرے کے معمولات کی جستجو مناسب نہیں

فرمایا کہ کل جو ایک مولوی صاحب کا خط آیا تھا جس میں میرے معمولات کو دریافت کیا تھا کل سمجھ میں نہیں آیا تھا اس کے بعد خیال ہوا کہ کل کہوں گا وہ یہ کہ طالبین کی حالت جدا ہوتی ہے تو سب ایک ہی عمل کیسے کر سکتے ہیں۔ اسلئے اتباع کی غرض سے تو معمولات کا ضبط کرنا غیر مفید ٹھہرا اور اس قسم کی تحقیق کی دو ہی غرض ہو سکتی ہیں ایک تو اتباع اس کا حال تو معلوم ہو گیا اور ایک یہ کہ محض مشتہر ہی کرنا ہو یہ بھی محض غیر مفید پہلی غرض کے متعلق مثال عرض کرتا ہوں مثلاً ایک شخص بیمار ہے اس نے تمام عمر بیٹھ کر نماز پڑھی اگر مرید کہے کہ میں بھی بیٹھ کر نماز پڑھوں تو یہ کیسے پڑھ سکتا ہے جب نہیں پڑھ سکتا۔ تو شیخ کا معمول معلوم کرنا بیکار ہی تو ہوا۔ ایک اور بات یاد آئی نئی بات ہے قرآن شریف میں ہے لَا تَجَسَّسُوا۔ اور یہ بھی ایک قسم کا تجسس تو اس تعلیم قرآنی کے بھی خلاف ہوا اگر کہا جائے کہ یہ عیوب کے باب میں ہے تو سمجھو کہ علت اس کی کیا ہے محض ناگواری۔ اگر کسی کو اطلاع علی الاعمال ہی مکروہ معلوم ہوتا ہے تو یہ لَا تَجَسَّسُوا۔ کی نہی میں داخل ہوگا۔ عیب ہی کے ساتھ خاص نہیں جو بھی اس کی ناگواری کا سبب ہو وہاں یہ علت پائی جائے گی اور بھی بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ اس پر مطلع ہونے میں ناگواری ہوتی ہے یا مطلع کرنا نہیں چاہتا۔

دیکھئے مالدار ہونا عیب کی بات نہیں مگر مجمع میں مجھ ہی سے کوئی پوچھے کہ تمہارے پاس کس قدر مال ہے میں بتلانے کو تیار نہیں اگر عموم لفظ سے بھی داخل نہ ہو مگر اشتراک علت سے داخل ہو سکتا ہے نیز کبھی کذب بھی لازم ہوگا مثلاً کسی کا ایک معمول ہے اکثریت کے ساتھ دائمی نہیں اور کسی نے اس کو دائمی لکھ دیا تو یہ کذب ہوگا۔

ملفوظ ۴۵۷: تجدید تصوف وسلوک

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تصوف کو جاہل صوفیوں نے بدنام کیا ہے ورنہ تصوف تو وہ چیز ہے کہ بدوں اس کے نجات ہی مشکل معلوم ہوتی ہے جس کے ایک جزو میں تو یہ حکم ظاہر ہے یعنی اعمال مقصودہ ایک میں شبہ ہوسکتا ہے یعنی مجاہدات غیر مقصودہ سو حقیقت میں ایسے مجاہدات عبادات نہیں بلکہ معالجہ ہے اور ظاہر ہے کہ عادۃً بدون معالجہ بدنی کے جیسے ظاہری زندگی مشکل ہے ایسے ہی باطنی زندگی بدوں باطنی معالجہ کے دشوار ہے معالجہ کے جس قدر طرق ہیں وہ سب تدابیر کا درجہ رکھتے ہیں خود قربات نہیں ان تدابیر سے داعی الی الشر کو منکسر کرنا اور مطیع بنانا ہے۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو اب بتلایئے ان کے متعلق کیا اعتراض رہا کیا جو چیزیں داعی الی الشر نہیں ان کے توڑنے اور کم کرنے کی ضرورت نہیں ان تدابیر کو خود بلا واسطہ قرب میں دخل نہیں ہاں بواسطہ قرب کے اسباب ہیں سو ان کو عبادت مقصودہ سمجھنا بے شک بدعت ہے اور جو معالجہ سمجھ کر کرے وہ بدعت کیسے ہوسکتا ہے اس کی مثال مسہل کی مثال ہے دیکھو اس میں طبیب چلنے پھرنے بولنے سونے کھانے پینے کی ممانعت کردیتا ہے تو کیا ان تدابیر طبیہ کو کوئی بدعت کہہ سکتا ہے ایسے ہی طریق میں بھی ان مجاہدات کا درجہ تدابیر ہی کا ہے مثلاً تقلیل الطعام تقلیل الکلام تقلیل المنام تدابیر طبیہ میں اور ان مجاہدات میں فرق کیا ہے۔ اگر ایک شخص نے مجاہدہ کر کے ملکات کو راسخ کرلیا کیا حرج ہوا۔

یہی تدابیر جاننا فن ہے جس سے اہل فن اور غیر اہل فن میں فرق ہوجاتا ہے اہل فن کی مثال فن داں کشتی گیر کی ہے جو ذرا سے پیچ میں گرا دیتا ہے اس طرح فن داں نفس اور شیطان کا مقابلہ داؤ سے کرتا ہے اور دوسرا شخص جو فن داں نہیں وہ گھونسوں سے دھکوں سے گراتا ہے جس میں مشقت ہوتی ہے تو اس صورت میں فن داں پر اعتراض ہی کیا ہے اور میں توسع کر کے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ صاحب مجاہدہ کو جو تدابیر ہی کے درجہ میں لگا ہوا ہے گو وہ تدابیر فی نفسہٖ موجب اجر نہیں لیکن اس کی نیت پر وہی عبادت کا ثواب عطا فرمائیں گے اسلیے کہ گو وہ عبادت نہیں مگر عبادت کا مقدمہ تو

ہے اور وہ عبادت کے کامل کرنے کی نیت سے اس میں لگا ہوا ہے تو عبادت لغیرہ تو ہوئیں اور اس پر بھی ثواب ملنا معلوم ہے۔ حضرت اعتراض کر دینا تو آسان ہے کہ مجاہدات غیر منقول ہیں اسلیئے بدعت ہیں مگر ذرا ان کو کر کے دیکھو انشاء اللہ آنکھیں کھل جائیں گی کہ ان سے دین میں سہولت کتنی ہوتی ہے اور بدوں ان کے عادۃً کامیابی نہیں ہوتی لیکن ان میں بھی خود رائی نہ کی جائے کسی کا اتباع ضروری ہے مولانا رحمۃ اللہ اسی کو فرماتے ہیں ؎

چند خوانی حکمت یونانیاں ☆ حکمت ایمانیاں راہم بخواں

صحت ایں حس بجوئید از طبیب ☆ صحت آں حس بجوئید از حبیب

صحت ایں حس ز معموری تن ☆ صحت آں حس ز تخریب بدن

﴿یونانیوں کی حکمت کب تک پڑھتے رہو گے ایمان والوں کی حکمت بھی پڑھو۔ بدن کی صحت تو طبیب کے پاس تلاش کرو اور باطن کی صحت محبوب سے حاصل کرو۔ ظاہری صحت تو بدن کی تیاری اور فربہی سے حاصل ہوتی ہے اور باطن کی صحت ظاہری بدن کو خراب کرنے سے حاصل ہوتی ہے﴾

صاحبو! اس میں ہرگز شک وشبہ نہ کرو۔ آزمانے ہی کے طریق پر چند روز کر کے دیکھ لو۔ اسی امتحان کو فرماتے ہیں ؎

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ ☆ خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

سالہا تو سنگ بودی دل خراش ☆ آزموں رایک زمانے خاک باش

﴿موسم بہار میں پتھر کب سرسبز ہوتا ہے خاک بن جا۔ تا کہ رنگ برنگ کے پھول کھلیں۔ برسوں سے تو دلخراش پتھر تھا آزمائش کے لیے کچھ روز کے لیے خاک ہو جا۔۱۲﴾

آجکل کام کرنے کی طرف تو توجہ ہے نہیں محض بیٹھے ہوئے اعتراضات گھڑا کرتے ہیں مگر جن پر تم اعتراض کرتے ہو وہ تو کچھ کرتے بھی ہیں اور تم سے تو یہ بھی نہ ہو سکا کس منہ سے اعتراض کرتے ہو کسی نے خوب کہا ہے اور ایسوں کی حالت کا فوٹو کھینچا ہے کہتے ہیں ؎

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن ☆ بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز ☆ اے رُو سیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

مگر اس کے حصول کا طریق صرف یہی ہے کہ اپنی عقلوں کو بالائے طاق رکھ کر کسی کے اتباع میں عمل کر کے دیکھو معلوم ہو جائیگا کہ قابل اعتراض کون تھا اسی کو مولانا فرماتے ہیں

آزمودم عقل دور اندیش را ☆ بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

﴿میں نے عقل دوراندیش کو آزمانے کے بعد اپنے کو دیوانہ بنایا ہے ۱۲﴾

آج کل تو بڑی دوڑ یہ ہے کہ رسوائی سے بچنے کے لیے پانچ وقت کی نماز پڑھ لی اور رمضان شریف کے روزے رکھ لیے اگرچہ باطنی حالت یہی ہو جیسا کہا گیا ہے

از بروں چوں گور کافر پر حلل ☆ واندروں قہر خدائے عزو جل
از بروں طعنہ زنی بر بایزید ☆ وز درونت ننگ میدارد یزید

﴿ظاہر میں تو کافر کی قبر کی طرح خوب بنے سنورے ہو اور اندر قہر الٰہی بھرا ہوا ہے۔ ظاہری حالت تو ایسی ہے کہ بایزیدؒ پر بھی طعن کرتے ہو اور تیرے باطنی حالات سے یزید کو بھی شرم آتی ہے ۱۲﴾

اب رہی یہ بات کہ ان تدابیر کو ان امراض کے ازالہ میں دخل کیوں ہے اور اس کی لم کیا ہے۔ یہ سوال ہی لغو ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ موثر بالکیفیت نہ ہو بلکہ اس میں بالخاصہ یہ اثر ہو جیسے مقناطیس میں لوہے کو جذب کر لینے کا اثر ہوتا ہے اور یہ سوال تو ایسا ہے کہ کوئی مریض طبیب سے یہ سوال کرے کہ اس تدبیر خاص کو مرض کے ازالہ میں کیا دخل۔ میں نے ابھی جو اوپر تفصیل بیان کی ہے اس کے عدم استحضار سے بعض بڑے لوگوں کو شبہات پیدا ہو گئے۔

چنانچہ ابن تیمیہ نے اللہ اللہ کرنے کو بنا بر عدم نقل بدعت کہہ دیا ہے لیکن اگر میں اس وقت ہوتا یا وہ اس زمانہ میں ہوتے تو میں ان سے عرض کرتا اور وہ انشاءاللہ تسلیم کرتے کہ ایک شخص قرآن شریف حفظ کرتا ہے اور ایک لفظ کا بار بار اعادہ کرتا ہے مثلاً اذا السماء انفطرت کو اس طرح یاد کرتا ہے کہ اذا السماء اُن اذا لسماء اُن کو سو سو مرتبہ کہا اور فطرت فطرت کو سو مرتبہ

کہا پھر ملا کر کہا تو میں ابن تیمیہ سے پوچھتا ہوں کہ یہ جائز ہے یا محض اسلئے کہ منقول نہیں نا جائز ہے ابن تیمیہ کے پاس سوائے تعلیم جواز کے کوئی جواب نہ ہوتا۔ کیونکہ حقیقت اس کی صرف یہ ہے کہ مذکور کو حافظہ میں راسخ کرتا ہے اب جس ہیئت سے ہو اور گو وہ ہیئت منقول بھی نہ ہو پس اسی طرح ذاکر کا مقصود قلب میں توجہ الی اللہ کو راسخ کرنا ہے پس مقصود کو قلب میں راسخ کرنے کو کون منع کر سکتا ہے نیز رسوخ اور سہولت کے اثر کا ایک اور راز ہے وہ یہ کہ تجربہ سے اس طریق کا لذت بخش ہونا مشاہد ہے اور الفاظ میں جس قدر لذت ہوگی اسی قدر جلد اور سہولت سے اس کو مدلول کے متمکن ہونے میں کامیاب ہوگا لفظ اللہ کے تکرار میں بڑی لذت ہوتی ہے۔

توکل شاہ صاحب کا واقعہ ہے قسم کھا کر کہا کرتے تھے پنجابی زبان میں کہ ذکر کے وقت میرا منہ میٹھا ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ ویسی بات نہ سمجھنا بلکہ ایسا میٹھا ہو جاتا ہے جیسے مٹھائی کھا لینے سے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شریعت تو مدون ہے اس کے لیے تو سو سال کے بعد مجدد کی ضرورت ہے اور تصوف کے لیے تو پچاس برس کے بعد ہی ضرورت پڑے گی کیونکہ مدون نہیں اسلیئے اس میں تغیر جلد ہو سکتا ہے اسلئے جلدی مجدد کی ضرورت واقع ہوگی۔ فرمایا کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ بھی مدون ہو گیا۔ اب صدیوں کے لیے یہ طریق زندہ ہو گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ طریق اصلاح مردہ ہو چکا تھا اب از سر نو زندہ ہوا ہے مگر غیر مجتہد اس کو انجام نہیں دے سکتا تھا۔

حضرت حاجی صاحبؒ اس فن کے مجتہد تھے ان کے علوم سے اس کی حسب ضرورت تدوین ہوگئی پھر فرمایا کہ یہ جو اسرار پر کتابیں لکھ گئے ہیں ان سے زیادہ گڑ بڑ پھیلی ان حضرات کو کیا خبر تھی کہ ایسے بدفہموں کا بھی زمانہ آنے والا ہے۔ سو واقع میں اہل اسرار کی کتابیں اہل اسرار کے لیے ہیں اشرار کے لیے نہیں۔ فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ یہ فن بالکل صاف ہو گیا لوگوں نے ہوا بنا رکھا تھا حالانکہ آدم ہے اور اس اشاعت کے بعد خواہ تعبیر بھی نہ کر سکے مگر مقصود حاصل ہے کیونکہ مقصود حقائق کا ذہن میں اتر جانا ہے اگر کوئی شخص اصلاح معدہ کی دوا کھا کر بھول گیا تو بلا سے یاد نہ

رہے لیکن عمر کو بھر دو وقت دس روٹیاں کھلانے کا اثر کر گئی۔ بلکہ میں تو اس یاد نہ رہنے کو حق تعالیٰ کی رحمت سمجھتا ہوں اگر یہ علوم یاد رہتے تو مقصود پر نظر نہ رہتی جیسے نحو کی ضرورت پڑتی ہے مگر عبارت پڑھتے وقت اگر اس کا استحضار کریگا تو عبارت غلط پڑھنا شروع کر دیگا۔

ملفوظ ۴۵۸: گورنمنٹ اور صوفیہ کی نگرانی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک عیسائی نے لکھا تھا گورنمنٹ کو کہ سب کی نگرانی کی جاتی ہے خصوص علماء کی مگر ان صوفیوں کی کوئی نگرانی نہیں ہوتی حالانکہ یہ زیادہ نگرانی کے قابل ہیں کیونکہ نہ معلوم چپکے چپکے کیا تعلیم کرتے ہیں وہ یہ سمجھا ہوگا کہ جہاد کی تعلیم کرتے ہونگے جس سے گھبراتے ہیں۔ اس غریب کو یہی خبر نہیں کہ تعلیم کے خفیہ ہونے کی کیا مصلحت ہے۔

ملفوظ ۴۵۹: علماء بھی کم مجاہدہ نہیں کرتے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے زمانہ نوعمری میں ماموں امداد علی صاحب سے عرض کیا کہ کیا بات ہے طریق میں علماء کو مجاہدہ کم کرنا پڑتا ہے فرمایا نہیں بھائی وہ جو آنکھیں سینکتے ہیں برسوں اور دھواں کھاتے ہیں اس کو ملا کر دیکھو یہ سب مجاہدہ ہی تو ہے تو بے مجاہدہ کسی کو کچھ نہیں ملتا واقعی صحیح فرمایا۔

۲۵ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

ملفوظ ۴۶۰: فن تصوف کا مجتہد

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والا نے صبح کی مجلس میں فرمایا تھا کہ اس فن میں مجتہد کی ضرورت ہے بدوں اس کے اصلاح طالبین کا کام نہیں چل سکتا تو پہلے وہ مجتہد ہو کر اس کام کو کرے یا کام کو شروع کر دے پھر مجتہد ہو جائے گا فرمایا کہ پہلے مجتہد ہو چکے اب اس کو شروع کرے۔ البتہ خود مجتہد ہونے کی شرط یہ ہے کہ اپنی اصلاح بانقیاد شیخ شروع کر دے کبھی اس سے اجتہاد کا درجہ بھی میسر ہو جاتا ہے لیکن شرط علت نہیں کیونکہ اس سے اجتہاد میسر ہونا ضروری نہیں۔

ملفوظ ۴۶۱: آج کل اجازتِ شیخ کی حیثیت

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ جو اجازت شیخ کی طرف سے ہوتی ہے یہ کس وقت ہوتی ہے فرمایا کہ جیسے ایک سند تو جب دی جاتی ہے طالب علم کو جب پوری مہارت ہو جائے۔ حدیث میں۔ اور ایک توقع پر دی جاتی ہے کہ اگر آئندہ خیال رکھا اور مطالعہ کیا تو مہارت ہو جائیگی۔ اس طرح اجازت شیخ میں دونوں طریق ہیں آجکل اکثر دوسرا طریق مستعمل ہے مگر ضروری مناسبت ہر حال میں شرط ہے۔

ملفوظ ۴۶۲: محبت اور مناسبت میں فرق

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت محبت اور مناسبت میں تو کوئی فرق نہیں ہوتا فرمایا کہ فرق ہے بعض کو محبت ہوتی ہے مناسبت نہیں ہوتی۔ مناسبت سے مراد ہے کہ جانبین سے ایسا تعلق ہو کہ ہر بات ایک دوسرے کے مذاق کے موافق ہو۔

ملفوظ ۴۶۳: عامل کی ناقدری نہ کرنا

فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایک تعویذ کی ضرورت ہے جن کا اثر ہے میں نے لکھ دیا ہے کہ میں عامل نہیں ہوں اگر چاہو گے تو عامل کا پتہ لکھ دوں گا خود پتہ اسلئے نہیں لکھا کہ عامل کی بے قدری نہ ہو۔ پوچھنے کے بعد بتلانے میں قدر ہو گی۔

ملفوظ ۴۶۴: ھدایا کی واپسی اور شانِ توکل

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں پانچ روپیہ بھیجنا چاہتا ہوں اور آنے کی اجازت چاہتا ہوں اب ملاحظہ ہو کہ ناگواری ہو یا نہ ہو دونوں کو جمع کیا ہے اصل میں ہم لوگوں کو طماع اور حریص سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے ان حرکات کی۔ میں بھی ایسا جواب دونگا انشاء اللہ کہ طبیعت خوش ہو جائے گی۔

اسی طرح ایک صاحب ہیں کسی مقام میں ایک سال کچھ روپیہ مدرسہ میں بھیجا میں نے

وصول کر لیا غالباً دوسو روپیہ تھا۔ اگلے سال لکھتے ہیں کہ معمول کے موافق روپیہ بھیجتا ہوں اگر سال گذشتہ کی طرح امسال بھی رسید نہ آئی تو آئندہ روپیہ بھیجنا بند کر دوں گا۔ میں نے منی آرڈر وصول نہیں کیا انکار لکھ دیا اور لکھ دیا کہ تم آئندہ سال بند کرو گے ہم امسال ہی بند کرتے ہیں۔ رسید یہاں سے نہیں روانہ کی جائیگی پھر فرمایا کہ رسید تو وہ بھیجے جو تحریک کرے یا مانگے یہاں پر تو محض توکل پر معاملہ ہے۔ اگر کسی کو ہم پر اعتماد ہو بھیجو ورنہ مانگنے کون جاتا ہے۔ رہا یہ خیال کہ پھر مدرسہ ایسے چلے گا جیسے اب تک چل رہا ہے اور زائد سے زائد یہ ہوگا کہ نہ چلے گا آمدنی نہ ہوگی بند کر دیں گے کوئی فرض و واجب تو ہے ہی نہیں اور بہت سے دین کے کام ہیں اور بہت سی دین کی خدمتیں ہیں ان میں لگ جائیں گے حساب کتاب آمد و صرف کا انتظام باقاعدہ ہے مگر دوسروں کو کیا حق ہے کہ وہ مطالبہ کریں اگر ہم پر اعتماد نہیں نہ بھیجیں اور رسید ہی سے کیا ہوتا ہے جو کھانے والے ہیں اور گڑ بڑ کرنے والے ہیں وہ حساب ہی میں خوب کھاتے اور گڑ بڑ کرتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ میں طامع بھی ہوں حریص بھی ہوں مگر جن کو محبت کا دعوے ہے ان کو تو ایسا نہیں سمجھنا چاہیے اگر میں عیب دار ہوں تو ان کو عیب دار نہ سمجھنا چاہیے۔

ملفوظ ۴۶۵: عقلی محبت کی زیادہ ضرورت ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ زیادہ تر عقلی محبت ہی کی ضرورت ہے اس میں دوام ہے ثبات ہے اختیاری ہے عجیب چیز ہے عقلی محبت اور عقلی اور طبعی محبت دونوں بھی جمع ہو سکتی ہیں مگر غلبہ عقلی ہی کو ہونا چاہیے محبت طبعیہ کے غلبہ میں حدود محفوظ نہیں رہتے خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ حضرت نے یہ فرمایا تھا کہ طبیعت کو عقل پر غالب نہ آنے دے اور عقل کو شریعت پر غالب نہ آنے دے فرمایا کہ بالکل صحیح ہے ساری دنیا کے عقلاء حقیقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے تو ڈوب ہی رہے ہیں اس بے خبری میں انہوں نے عقل کو دین پر غالب کر دیا البتہ عقل کو طبیعت پر غالب رکھنا ضروری ہے پس ہمیشہ رہنے کی چیز تو صرف عقل ایمان ہی ہیں باقی سب میں آمد و رفت رہتی ہے۔

ملفوظ ۴۶۶: رمضان میں بیعت نہ فرمانا

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب لوہاری سے آئے ہیں بیعت کے لیے درخواست کرتے ہیں فرمایا کہ رمضان شریف میں اتنی فرصت نہیں کہ اس کے متعلق گفتگو بھی کر سکوں بعد رمضان المبارک کے آئیں میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کے متعلق گفتگو کرونگا ان سے پوچھیئے کہ سمجھ بھی گئے یا نہیں عرض کیا کہ سمجھ گئے اس پر فرمایا کہ رمضان شریف میں تو پہلی ہی بیعت رہ جائے تو غنیمت ہے اس کے ہی حقوق ادا نہیں ہوتے ۔

ملفوظ ۴۶۷: اللہ کا واسطہ دیکر حقیر سوال

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک جگہ ایسا ہوا کہ سائل نے اللہ کا واسطہ دیکر دو پیسے مانگے فرمایا کہ بے وقوف تھا بیس روپے نہ مانگے ۔

ملفوظ ۴۶۸: اس طریق کا ادب اپنی رائے کا فنا کرنا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان اپنی تمنا کو اپنی تجویز کو بالکل فنا کر دے یہ ہے ادب اس طریق کا ۔

ملفوظ ۴۶۹: فیض شیخ کی کیفیت بیان میں نہیں آسکتی

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فیض شیخ سے جو کیفیت ہوتی ہے اس کو کوئی بیان میں نہیں لاسکتا ۔

ملفوظ ۴۷۰: عشق کے لئے ادب لازمی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طرق العشق کلہا آداب ۔ اگر آداب نہیں تو وہ طریق عشق ہی نہیں ۔

ملفوظ ۴۷۱: اوّل ہی میں تمام مراحل طے کروادینا

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک خط آیا تھا لکھا تھا کہ مجھ کو بیعت کرلو اور خدمت میں

حاضری کی اجازت دیدو۔ خوانخواہ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ چپڑی اور دو دو یعنی خود ہی اپنی مصلحتیں اور پھر دو دو تجویز کرلیں اور بجائے درخواست کے فرمائش کا صیغہ جیسے ایک پیر جی کی حکایت ہے ایک گاؤں میں مرید کے گھر گئے مرید نے کہا پیر جی شکرانہ پکانے کا ارادہ ہے دودھ سے کھاؤ گے یا گھی سے۔ پیر جی نے کہا کہ میاں بے سوادوں کا کیا سواد۔ اوّل گھی لگالیں گے اوپر سے دودھ ڈال کر کھالیں گے۔ میں نے جواب میں لکھ دیا تھا کہ کیا بیعت ضروری چیز ہے اور کیا بدوں بیعت کے نفع نہیں ہوسکتا اور یہاں پر آنے کی غرض لکھو۔ میں اول ہی میں تمام مراحل طے کرلیتا ہوں تاکہ کوئی بات مبہم نہ رہے پھر ساری عمر پریشانی پاس نہیں آتی اسلئے کہ مقصود معلوم ہوجاتا ہے گو وقت صرف ہوتا ہے اور بعض اوقات ٹکٹ وغیرہ میں تھوڑا سا خرچ بھی ہوتا ہے اور قبل تحقیق ایک گونہ ناگواری بھی ہوتی ہے مگر وہ ناگواری ایسی ہی ہے جس کو فرماتے ہیں۔

طفل می لرزد نیش احتجام ☆ مادر مشفق ازاں غم شاد کام

﴿بچہ انجکشن لگنے سے کانپتا ہے۔ اور ماں اس تکلیف سے خوش ہے (کہ یہ تکلیف موجب صحت ہوگی)﴾

پھر اس کو برداشت کرلینے کے بعد تو یہ حالت ہوتی ہے جیسا فرماتے ہیں۔

کوئے نومیدی مرو کامید ہاست ☆ سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست

﴿ناامیدی کے کوچہ میں مت جاؤ کہ بہت زیادہ امیدیں ہیں اور تاریکی کی طرف مت جاؤ کہ بہت روشنیاں ہیں ۱۲﴾

ملفوظ ۴۷۲: چھوٹی چھوٹی باتوں میں احتیاط

پختہ گڑھی سے ایک مخلص نے کچھ پکی ہوئی اشیاء حضرت والا کی خدمت میں بطور ہدیہ ایک شخص کے ہاتھ بھیجیں حضرت والا نے اپنے خادم سلیمان سے فرمایا کہ دیکھو بڑے گھر ان چیزوں کو پہنچادو اور یہ کہہ دینا کہ یہ بنی ہوئی نہیں ہیں اور جن برتنوں میں یہ چیزیں ہیں لانے والے کے سامنے گن کر اور دکھلا کر لے جانا اور واپس لاکر پھر گنوا دینا۔ تاکہ گڑبڑ نہ ہو۔ پھر حضرت

والا نے دریافت فرمایا کہ گن لیا عرض کیا جی گن لیا۔ چار برتن ہیں مزاحاً فرمایا کہ اچھی طرح پھر دیکھ لو ورنہ کبھی تمہارا اچار بنے فرمایا کہ میں ایسی چیزوں میں ضرور مداخلت کرتا ہوں اور وہ اسلئے کہ لوگوں کے مزاج میں احتیاط نہیں۔ اسلئے ہر شخص پر اعتماد نہیں ہوتا۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں فاتح فارس ہیں جب غلام کو کھانا پکانے کے لیے اشیاء دیتے تو سب کا وزن فرما کر اور گوشت کی بوٹیاں گن کر دیتے تھے وجہ معلوم کرنے پر فرمایا کہ میں کسی مسلمان کی طرف سے کیوں بدگمانی کروں اسلئے گن کر دیتا ہوں اور گن کر لیتا ہوں۔ ورنہ یہ وسوسہ ہو سکتا ہے کہ نہ معلوم کس قدر رکھایا اور کس قدر رلایا۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ ہے مغز تصوف اور یہ ہیں علوم دقیقہ یہ علوم تو ہم کو نصیب بھی نہیں کہاں تک ان حضرات کی نظر پہنچتی تھی کیسی دقیق بات ہے یہ ہیں اعمال باطنہ کیوں نہ ہو صاحب! آخر صحبت کس کی تھی اگر ان حضرات کے ایسے علوم نہ ہوتے تو اور کس کے ہوتے۔

عجیب حضرات تھے دینی حدود کی حفاظت میں اس کی بھی پرواہ نہ تھی کہ لوگ کیا کہیں گے لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم پر عمل کر کے دکھلا دیا۔ سبحان اللہ فرمایا ان ہی چیزوں کے لیے شیخ کی ضرورت ہے اور شیخ بھی کامل جو جامع بین الاضداد ہو علماء ظاہر محض اعمال ظاہرہ کی اصلاح کرتے ہیں اور شیخ کامل ظاہر اور باطن دونوں کی اصلاح کرتا ہے اور ویسے تو کتابوں میں سب ہی کچھ ہے مگر ایسا ہی جیسے کتابوں میں تو نسخے بھی ہیں پھر خود کیوں نہیں علاج کر لیتے بس جو ضرورت طبیب کی ہے وہی ضرورت شیخ کی ہے۔

ملفوظ ۴۷۳: سہل علاج کی درخواست پر حضرت کا جواب

فرمایا کہ ایک خط آیا ہے کہ کوئی سہل علاج تجویز فرمائیں اس پر فرمایا کہ یہ تو طبیب کی شفقت ہے کہ وہ سہل علاج تجویز کر دے یا ایسی دوا تجویز کر دے کہ وہ تلخ نہ ہو۔ جیسے حکیم محمد مصطفےٰ صاحب نے کُنین کا مزہ بدل دیا ہے لیکن اگر طبیب اس کی رعایت نہ کرے تو مریض کو اس فرمائش کا کیا حق ہے کہ میرے لیے ایسی دوا تجویز کر دے کہ وہ تلخ نہ ہو۔ پھر ضروری مراحل تو انسان

طے کر لے پہلے سے پہلے ہی حکم ہوتا ہے کہ سہل علاج تجویز کر دو۔ ان نالائقوں کے بیگاری ہیں ناحکومت کرتے ہیں۔ ان خر دماغوں کو یہ معلوم کرانے کی ضرورت ہے کہ ملانوں میں بھی اسپ دماغ ہیں۔ آخر اس بیہودہ لکھنے سے تو خاموش ہی رہتے تو اچھا ہوتا ممکن ہے کہ اس پر کوئی یہ شبہ کرے (اسلئے کہ آجکل عقلاء سے زمانہ پُر ہے) کہ اگر نہ لکھتے اور خاموش رہتے تو اصلاح کیسے ہوتی پہلے تو یہ معلوم کرلو کہ شیخ کے ذمہ کون سی اصلاح ہے بہت سی چیزیں تو فطری ہیں ان کی اصلاح کا شیخ ذمہ دار نہیں۔ اب یہاں پر لوگ آتے ہیں۔ میں کسی کوتاہی یا غلطی پر مواخذہ کرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ اصلاح ہی کی غرض سے تو حاضر ہوئے ہیں۔ یہ گویا بڑی ذہانت کا جواب ہے۔ میں جواب میں کہا کرتا ہوں کہ حوض کے کنارے پر پاجامہ کھول کر پاخانہ پھرنے بیٹھ جانا اور باز پرس کرنے پر کہہ دینا کہ اصلاح ہی کی غرض سے تو آئے ہیں۔ سو اس کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں خوب سمجھ لو۔ شیخ ان چیزوں کی اصلاح کا ذمہ دار ہے جو تمہاری سمجھ میں نہ آئیں اور ایسی موٹی باتوں کی تو اصلاح کر کے آنا چاہئے۔

پھر تعلیم سے پہلے شیخ یہ دیکھتا ہے کہ اس میں انقیاد اور طلب بھی ہے یا نہیں اور اس طریق کی حقیقت اس کے ذہن میں کیا ہے ویسے ہی سہل علاج بتے پھرتے ہیں۔ واللہ! مجھ کو تو چاپلوسی کرتے ہوئے یا ایسا عنوان اختیار کرتے ہوئے جس سے چاپلوسی کا شبہ بھی ہو غیرت آتی ہے اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اپنی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ طریق کی بے وقعتی اور بے حرمتی سے غیرت آتی ہے کم بخت دکانداروں نے اس طریق کو بدنام کر دیا اور بے وقعت بنایا اب تو اللہ کا شکر ہے کہ اکثر لوگ حقیقت سے باخبر ہو گئے۔

ملفوظ ۴۷۴: دوسرے کے برتنوں میں کھانا کھانے میں احتیاط

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کہیں سے کھانا آتا ہے تو جن برتنوں میں کھانا آتا ہے ان میں کھانا کھانے کو علی الاطلاق جائز نہیں سمجھتا کیونکہ اس میں فقہی تفصیل ہے وہ یہ کہ گھر ہیں دو طرح کے۔ ایک تو ایسے کہ وہاں برتنوں کی واپسی کا اہتمام آسان ہے یعنی ان کو دوسرے برتن میسر

ہیں اور ایک ایسے گھر ہیں کہ اہتمام واپسی کا آسان نہیں یعنی ان کو میسر نہیں اور بھیجنے والوں کو بھی اس کا علم ہے تو جن گھروں میں بالمعنی المذکور اہتمام واپسی کا ہے ان کو تو آئے ہوئے برتنوں میں کھانا جائز نہیں صرف ایک صورت مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ برتن بدلنے میں کھانے کا لطف جاتا رہے گا اور جن گھروں میں بالمعنی المذکور واپسی کا اہتمام نہیں اور بھیجنے والوں کو علم ہے ان کو جائز ہے کیونکہ دلالۃً اذن ہے اور یہ امور شرعیہ الحمد للہ میرے امور طبعی ہیں اور مجھ کو ان پر امید اجر کی ہے۔

ملفوظ ۴۷۵: جنت کی امید پر نماز پڑھنا

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر اس خیال سے کوئی شخص نماز پڑھے کہ جنت ملے گی تو اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی فرمایا کہ کمی کی کیا وجہ اور میں ایک اور بات بیان کرتا ہوں جو اہلِ اسرار کے اصول پر ہے کہ ہم نے جو اس امید پر نماز پڑھی کہ جنت ملے گی تو وہ جنت یہی نماز تو ہے تو اس شخص نے نماز سے نماز ہی کو تو طلب کیا۔

ملفوظ ۴۷۶: مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولنا رفیع الدینؒ کے کمالات باطنی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو ثقہ راوی سے پہنچا ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت فرمایا تھا اور غالباً ایک صاحب نے اپنی بعض تحریرات میں لکھا بھی ہے کہ وہ کمالات باطنہ میں مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی سے کم نہیں صرف فرق یہ ہے کہ وہ ظاہری عالم بھی ہیں یہ عالم نہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک مرتبہ دیوبند میں مدرسہ کا بہت بڑے پیمانہ پر جلسہ ہونے والا تھا میرا طالب علمی کا زمانہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ نہایت اطمینان سے ٹہل رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ اس طرح پر اطمینان سے ٹہل رہے ہیں اور اتنا بڑا انتظام در پیش ہے فرمایا کہ یہ انتظام تو کون بڑی چیز ہے اگر سلطنت بھی ہمارے سپرد ہو جائے اسی طرح اطمینان سے اس کا انتظام بھی کر سکتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ دہلی میں ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے وعظ فرمایا۔ اس میں ایک انگریز بھی شریک تھا بعد وعظ کے اس انگریز نے عام خطاب کی صورت میں مسلمانوں سے دریافت کیا کہ مسلمانوں کی سلطنت کیوں گئی مسلمانوں نے جواب مختلف دیئے مگر اس کی تسلی نہ ہوئی پھر خود اس انگریز نے کہا کہ جو لوگ سلطنت کے اہل تھے وہ تو حجرہ نشین ہو گئے جیسے یہ شاہ صاحب ہیں اور جنہوں نے اس کو ہاتھ میں لیا وہ اہل نہ تھے۔

۲۶ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۴۷۷: غیر مقلدین اور ہم

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ابن تیمیہ نے بعض مسائل میں بہت ہی تشدد سے کام لیا ہے جیسے توسل وغیرہ کے مسئلہ میں۔ اسی طرح اہل ظاہر نے بھی۔ مثلاً انہوں نے قیاس کو حرام کہا ہے اور ہم پھر بھی ان کے اقوال کی تاویل کرتے ہیں۔ مگر وہ ہمارے اقوال جو ان کے خلاف ہوں۔ بلا تاویل رد کر دیتے ہیں۔ غرض ہم تو ان کی رعایت کرتے ہیں اور وہ ہماری رعایت نہیں کرتے۔ چنانچہ ہم ترک تقلید کو مطلقاً حرام نہیں کہتے اور وہ تقلید کو علی الاطلاق حرام کہتے ہیں اس سے وہ اس درجہ میں آ گئے ہیں تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ۔ ہاں بعض قیاس کو حرام کہا جا سکتا ہے جیسا ابلیس نے کیا تھا یعنی نص کے مقابلہ میں ورنہ قیاس شرعی کو حرام کہنا تمام امت کی تضلیل ہے کیونکہ ائمہ مجتہدین کے تمام فتاوے کو جمع کر کے دیکھئے اس میں زیادہ حصہ قیاسات و اجتہادات ہی کا ہے ان کو گمراہ کہنا تمام امت کو گمراہ کہنا ہے۔

خود صحابہ کو دیکھئے زیادہ تر فتوے قیاس ہی پر مبنی ہیں البتہ وہ قیاس نصوص پر مبنی ہے۔ آجکل تارکین تقلید میں بھی اس رنگ کے لوگ ہیں اور بکثرت دیکھا جاتا ہے کہ ان لوگوں میں بڑی جرأت ہوتی ہے بے دھڑک بدوں سوچے سمجھے جو چاہتے ہیں فتوے دے بیٹھتے ہیں خود ان کے بعضے مقتداؤں کی باوجود تبحر کے یہ حالت ہے کہ جس وقت قلم ہاتھ میں لے کر چلتے ہیں دوسری طرف نہیں دیکھتے۔

سب سے عجیب بات یہ ہے کہ مخالف کے ادلہ کو نقل کرتے ہیں مگر ان کا جواب تک نہیں دیتے۔ بعض کے وسیع النظر ہونے میں شک نہیں مگر نظر میں عمق نہیں۔ ایک ظریف نے بیان کیا تھا ایک مرتبہ کہ تبحر کی دو قسمیں ایک کدو تبحر اور ایک مچھلی تبحر۔ کدو تبحر سارے دریا میں پھرتا ہے مگر اوپر اوپر اور مچھلی عمق میں پہنچتی ہے۔ تو ان لوگوں کا تبحر ایسا ہے جیسے کدو تبحر کہ اوپر اوپر پھرتے ہیں اندر کی کچھ خبر نہیں۔

ملفوظ ۴۷۸: ایک صاحب کی بدفہمی اور وعدہ کی مخالفت کا واقعہ

فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ کسی کو کچھ نہ کہوں اور نہ کوئی ایسی بات ہو جس سے بے لطفی پیدا ہو۔ مگر کیا کیا جائے دوسرے بالکل ہی بے فکر ہیں اسلیے کوئی نہ کوئی واقعہ ناقابل تسامح ہو جاتا ہے۔

ایک صاحب آج صبح ہی آ کر میرے پاس بیٹھ گئے میں اس وقت مشغول تھا۔ میں اپنا کام چھوڑ کر انکی طرف متوجہ ہوا۔ اب پوچھتا ہوں کہ جو کہنا ہو کہہ لیجئے۔ میں تنگی نہیں کرتا کہ اس وقت فرصت نہیں پھر آنا اسلیے کہ ممکن ہے کہ کوئی فوری اور ضروری ضرورت ہو کچھ بولے نہیں۔ آخر چند بار کے دریافت کرنے پر ایک پرچہ نکال کر میرے آگے کر دیا۔ اور زبان سے اب بھی کچھ نہ کہا حالانکہ آگے معلوم ہوگا کہ پرچہ ہی پیش کرنا مخالفت تھی۔ اور تماشا یہ ہے کہ اس کے متعلق دو مخصوص سے مشورہ بھی لیا تھا انہوں نے واقعہ معلوم کر کے منع بھی کیا تھا۔ اب بتلایئے کیا تاویل کروں اور اگر ہر بات میں تاویل ہو سکتی ہے تو پھر اصلاح کیسے ہو۔ اب سوائے اسکے اور کیا کہوں کہ میں ایسے لوگوں کی خدمت سے معذور ہوں ان لوگوں میں نہ رحم نہ انصاف کچھ نہیں۔ ایک یہ شخص دھوکا دینا چاہتے تھے اور ابہام کے ذریعہ سے پرچہ کا جواب حاصل کرنا چاہتے تھے حالانکہ بعد میں معلوم ہوا کہ ان کو پرچہ لکھنے ہی کی اجازت نہ تھی۔ یہ بھانڈا یوں پھوٹا کہ میں نے ان سے یہ سوال کیا کہ کیا تم نے مکاتبت کی اجازت حاصل کر لی ہے۔ یہ خیال اسلیے پیدا ہوا کہ ایسے بدفہم کو مکاتبت کی کیسے اجازت دیدی گئی ہو۔ جو بار بار پوچھنے پر بھی کچھ جواب نہ دے اس پر انہوں نے سب پرچے ایک

جگہ جمع کر کے مجھ کو دیدیئے۔ اتفاق سے ان میں وہ پرچہ بھی تھا جس میں مکاتبت اور مخاطبت کی ممانعت تھی تب بات کھلی۔ اللہ تعالٰی نے معلوم کرادیا۔

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ پرچہ دکھلانے کا بڑا ہی اچھا دستور العمل ہے کہ جس کی وجہ سے چور پکڑا گیا فرمایا کہ جیسے انہوں نے مکاتبت کی ممانعت پر پرچہ دیا۔ اسی طرح بعضے مخاطبت کی مخالفت زبانی شروع کر دیتے ہیں اور یہ یوں سمجھتے ہیں کہ بدوں بولے نفع نہیں ہوسکتا ممانعت پر مخالفت کرنا کس قدر بدفہمی کی بات ہے ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ بعضا بول بول ہوتا ہے جب نکل جاتا ہے بستر وبھی ناپاک، کپڑے بھی ناپاک خود بھی ناپاک، چارپائی ناپاک۔ پھر اس پر یہ حالت ہے کہ لوگوں نے صرف ایک سبق سیکھ لیا ہے یعنی مجھ کو بدنام کرنے کا۔ اور ان لوگوں کی حرکتوں کو کوئی نہیں دیکھتا۔ ظالم کے افعال کی تو تاویلیں کی جاتی ہیں مگر مظلوم کی پرواہ نہیں۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت اس کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ خود طبیعت میں ظلم اور بے انصافی کا مادہ ہے۔

ملفوظ ۴۷۹: حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی کا علمی کمال

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ غیر مقلدوں کے متعلق مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کی رائے اول نرم تھی مگر اس مناظرہ سے جو نواب صدیق حسن خان صاحب سے انکا خود ہوا سخت ہوگئے تھے ورنہ بہت ہی نرم تھے بڑے صاحب کمال تھے عمر تقریباً ۳۸ یا ۴۰ سال کی ہوئی کسی نے جادو کرادیا تھا۔ مولوی صاحب کے سرہانے سے ایک شیشی خون کی دبی ہوئی نکلی تھی اس سے شبہ ہوتا ہے کہ کسی نے سحر کیا۔ اس میں انتقال ہوگیا۔ اس تھوڑی سی عمر میں بہت کام کیا سمجھ میں نہیں آتا۔ وقت میں بہت ہی برکت تھی ہر فن سے مناسبت تھی اور ہر فن کی خدمت کی۔

ملفوظ ۴۸۰: فن تصوف

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والا نے تو اصلاح کے کام کو از سر نو زندہ فرمادیا۔ مدت سے کسی نے اس کی ایسی خدمت نہ کی۔ صدیوں سے فن تصوف مردہ ہو چکا تھا فرمایا کہ میر

نے قاعدہ بغدادی لے لیا ہے جو سب میں چھوٹا کام ہے بڑے بڑے حضرات بڑے بڑے کام کر رہے ہیں اور میں نے سب سے چھوٹی چیز لی ہے جس کو سب چھوٹا سمجھتے ہیں فرمایا کہ لوگ بے وضوء نماز پڑھنا چاہتے تھے۔ میں وضو کروا کر نماز پڑھوانا چاہتا ہوں۔

ملفوظ ۴۸۱: کچھ کرو خالی مت رہو

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو آپ فرمار ہے ہیں یہ تو بڑے لوگوں کی باتیں ہیں ہم نے تو یہ سیکھا ہے کہ بھائی کچھ کرو خالی مت رہو۔ اور جو لوگ کچھ نہ کریں وہ کم از کم سمجھتے رہیں کہ ہم کچھ نہیں کر رہے ہیں یہ بھی ایک درجہ ہے اس پر فرمایا کہ میں نے تو اپنے جیسے کم ہمتوں کے لئے ڈھونڈ ڈھانڈ کر حضرت سعید ابن المسیّب تابعی کا ایک قول نکالا ہے وہ فرماتے ہیں کہ عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے پر شب قدر کی فضیلت میسر ہو جاتی ہے (کذا فی جمع الفوائد بروایۃ مالک) پھر فرمایا کہ صاحب ہم جیسے ضعیفوں کے لیے تو یہ بڑی نعمت ہے پھر قوت وضعف کے تفاوت سے اعمال کی کثرت وقلت کے مناسب یہ واقعہ بیان فرمایا کہ یہ روایت سنی ہے مولوی محمد یٰسین صاحب یعنی مولوی محمد شفیع صاحب کے والد نفل روزے بہت رکھا کرتے تھے اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جا کر افطار کیا کرتے تھے۔ ایک روز مولانا نے فرمایا کہ مولوی صاحب یہ نہ سمجھنا کہ میں روزے رکھتا ہوں اور یہ نہیں رکھتے ہم نے بھی بہت روزے رکھے ہیں۔

ملفوظ ۴۸۲: شیخ سے عقیدت میں کمی پر نفع میں کمی

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ بالکل صحیح ہے شیخ کے ساتھ جس قدر عقیدت کم ہوگی اسی قدر نفع کم ہوگا۔

ملفوظ ۴۸۳: ایک صاحب کی خاموشی پر مؤاخذہ

ایک نووارد شخص سے اس کی غلطی پر حضرت والا نے مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں نے صرف یہی تو پوچھا تھا کہ جو میں نے اس پرچہ میں لکھا ہے وہ تم کو منظور ہے یا نہیں جس پر

جواب ندارد ہے یہ کون سی ایسی باریک بات اور دقیق سوال تھا جس پر آپ خاموش ہیں اور اگر جواب دینا بھی آپ کو کسر شان معلوم ہوتا ہے یا مجھ کو قابل جواب دینے کے نہیں سمجھا جاتا تو یہاں تشریف لانے کی ضرورت ہی کیا تھی گھر بیٹھے رہے ہوتے کوئی بلانے تھوڑا ہی گیا تھا۔ اس پر وہ شخص کچھ بولے مگر نہایت دھیمی آواز سے۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ ارے بھائی! ہاتھ منہ سے ہٹاؤ ایک تو آواز نہیں اور اس پر ہاتھ منہ پر رکھ لیا کم از کم ایسے طریق سے بولو کہ دوسرا سن کر جواب دے سکے اس شخص نے ہاتھ تو منہ سے ہٹا لیا مگر آواز میں کوئی تغیر نہ ہوا۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ اب بتلایئے کہ بار بار کے کہنے پر بھی جب اثر نہیں تو کیا تاویل کروں اور ایسی حرت پر مجھ کو تغیر ہو یا نہ ہو۔ آخر کوئی پتھر کا بت تو ہوں نہیں کہ حس ہی نہ ہو۔ یہ فرما کر حضرت والا نے نہایت بلند آواز اور تیز لہجے میں فرمایا کہ جاؤ خبردار! جو ہمارے پاس آئے ایسے بدفہموں کا یہاں کام نہیں ایسے بولتے ہیں جیسے کوئی نواب صاحب ہیں یا والئ ملک ہیں بدنصیب خود بھی پریشان ہوتے ہیں اور مجھ کو بھی پریشان کرتے ہیں پہلے تو میں ایسے بدفہموں کو ہمیشہ کے لیے جدا کر دیتا تھا زیادتی سن کا اثر ہے کہ ضروری رعایت کرتا ہوں اب جاؤ بذریعۂ خط کے معاملہ طے کرنا اس وقت تم نے بہت ہی ستایا ہے دل دکھایا ہے اس وقت کام نہیں ہوسکتا وہ شخص اٹھ کر چلا گیا فرمایا کہ میں تو عتاب میں بھی مصالح پر نظر رکھتا ہوں۔ اس شخص نے سیدھی اور صاف بات کو کس قدر الجھایا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور مجھے تو ایسے برتاؤ سے شرم آتی ہے مگر ان لوگوں کو قطعاً احساس نہیں۔ میں جو کچھ کرتا ہوں سبب سے! اور یہ کرتے ہیں بلا سبب میں نے اس شخص سے یہی تو پوچھا تھا کہ جو کچھ میں نے اس میں لکھا ہے وہ تم کو منظور ہے یا نہیں۔

اب انصاف سے فرمایئے یہ کونسی غامض بات ہے جس کا جواب نہ دیا گیا اس حالت میں زیادتی کس کی ہے۔ تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ اس کا اہتمام ہی نہیں کہ دوسرے کو اپنے سے اذیت نہ پہنچے میں تو کہا کرتا ہوں کہ پیروں کو تو یوں سمجھتے ہیں کہ یہ بت ہیں اپنے کو فنا کر چکے ان کو کسی بات کا احساس نہیں ہوتا چاہے کوئی ڈنڈوت کرے یا پانچ جوتے نکال کر لگا دے دونوں ان کے نزدیک یکساں ہیں اور یہ سب خرابیاں رسمی پیروں ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں ان کو اصلاح کی

طرف توجہ ہی نہیں ان کے یہاں تو بڑی معراج یہ ہے کہ آ کر مرید ہو جائیں اور چڑھاوے چڑھا جائیں سو اس میں انکا تو بھلا ہو گیا مگر ناس تو ان کم بختوں کا ہوا۔

ایک مرتبہ ڈھاکہ جانا ہوا وہاں پر میں نے پاگیروں کا علاج کیا دستگیروں کا علاج تو کرتا ہی ہوں۔ وہ یہ کہ بنگال میں یہ معمول ہے لوگوں کا کہ دوڑے اور پیر پکڑ لیے میں نے منع کیا کہ پاؤں پکڑنا مناسب نہیں مصافحہ کرنا سنت ہے یہی کافی ہے مگر نہ مانے میں نے یہ کیا کہ جو میرے پیر پکڑتا میں اس کے پیر پکڑتا۔ جب دو چار کے ساتھ یہ معاملہ ہوا تب لوگوں نے چھوڑا۔ میں نے کہا کہ اب آدمی بنے کہنے سے باز نہیں آئے۔ بعض لوگوں کے جب میں نے پیر پکڑے تو کہنے لگے اجی حضرت یہ کیا؟ میں کہتا ہوں کہ اجی حضرت یہ کیا کہنے لگے کہ آپ تو بزرگ ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ میں تم کو بزرگ نہیں سمجھتا۔ بڑے گھبرائے کہتے ہوئے کہ کوئی دیہاتی ہے۔

ملفوظ ۴۸۴: غیر مقلدوں کا تشدد اور فساد

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے غیر مقلدوں میں تشدد بہت ہوتا ہے طبیعت میں شر ہوتا ہے اور مجھے تو الا ماشاء اللہ ان کی نیت پر بھی شبہ ہے سنت سمجھ کر شاید ہی کوئی عمل کرتے ہوں مشکل ہی سا معلوم ہوتا ہے اسی لیے عمل کچھ ہو مگر جس نیت سے کیا جاتا ہے اس کا اثر دوسرے پر ضرور ہوتا ہے حاضرین میں سے ایک صاحب نے بیان کیا کہ ایک مقام پر آمین بالجہر پر جھگڑا ہوا۔ مقدمہ عدالت میں پہنچا ایک ہندو شہر کوتوال اسکی تحقیقات پر تعینات ہوا آدمی سمجھدار تھا اس نے اپنی رپورٹ میں غیر مقلدین ہی پر فساد کا الزام ثابت کیا اور یہ لکھا کہ یہ جماعت شورش پسند اور مفسد جماعت ہے بلا وجہ ایسی بات کرتے ہیں کہ جس سے لوگوں کو اشتعال ہو۔ آمین بالجہر محض فساد اور شورش پیدا کرنے کے لئے کہتے ہیں اس رپورٹ پر غیر مقلدوں نے بڑا شور کیا۔ اور یہ کہا کہ آمین بالجہر مکہ میں بھی ہوتی ہے اس ہندو کوتوال نے جواب دیا کہ آمین مکہ میں محض اللہ کے یاد کی غرض سے اور سنت سمجھ کر کہی جاتی ہوگی فساد کے لیے نہ ہوتی ہوگی یہاں

پر محض فساد کے لیے ہوتی ہے۔

دوسرا واقعہ خود فرمایا کہ ایسا ہی ایک اور واقعہ ہے ایک نوعمر طالب علم میرا شریک حجرہ بیان کرتا تھا کہ کسی ریاست میں ایک مقام پر آمین بالجہر کے معاملہ کی تحقیقات ایک انگریز نے کی اور آخر میں رپورٹ کے اندر عجیب وغریب تحقیقات بیان کی گویا کہ حقیقت کا فوٹو ہی کھینچ کر رکھ دیا اس نے یہ لکھا کہ آمین کی تین قسمیں ہیں ایک آمین بالجہر جو مسلمانوں میں ایک فرقہ کا مذہب ہے اور حدیثیں اس میں وارد ہیں اور ایک آمین بالسر یہ بھی مسلمانوں کے ایک فرقہ کا مذہب ہے اور یہ بھی حدیثوں سے ثابت ہے اور ایک آمین بالشر یہ مذہب ہے غیر مقلدوں کی لہٰذا اس سے روکا جانا چاہیے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مولوی سلیمان صاحب پھلواری نے ایک حکایت بیان کی تھی ظریف آدمی ہیں کہ ایک غیر مقلد نے کسی شہر میں پہنچ کر آمین بالجہر پڑھی ایک گاؤں کا شخص بھی اس وقت نماز میں شریک تھا اس نے کہا کہ ہمارے یہاں آؤ تو تم کو مزہ چکھادیں۔ یہ غیر مقلد صاحب اس گاؤں میں بھی پہنچے نماز میں آمین بالجہر کا کہنا تھا کہ چہار طرف سے رفع یدین شروع ہو گیا دونوں طرف جہالت تھی۔

اوپر کی حکایت کے سلسلہ میں جس میں ایک انگریز نے تحقیقات کی تھی فرمایا کہ بعضے انگریز بھی سمجھ دار ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک دوسری حکایت ہے کہ بھوپال میں ایک عورت کے مسلمان کر لینے پر ایک شخص پر مقدمہ چلایا گیا حاکم باوجودیکہ مسلمان تھا مگر اس نے اغواء کے الزام میں مسلمان کو حکم سزا کا دیا اس کا اپیل ایک انگریز حاکم کے یہاں کی گئی اس نے عجیب بات فیصلہ میں لکھی کہ جو شخص ارشاد اور اغواء میں فرق نہ کرے گا وہ قابل حکومت نہیں۔ ایک شخص نے اپنے مذہب کو حق سمجھ کر اس کی رغبت دلاتا ہے گویا اچھی بات کی طرف دعوت دیتا ہے سو یہ تو ارشاد ارشاد ہے وہ ہرگز مجرم نہیں اگر کوئی زیور کا قصہ ہوتا یا شہوانی معاملہ ہوتا جو کہ ثابت نہیں وہ اغوا ہوتا تو مسلم کو مسلمان کرنے کے سلسلے میں فرمایا کہ مولوی نے بھوپال میں ایک بھنگن کو مسلمان کر لیا مقدمہ دائر

ہوا۔ حاکم نے خلوت میں بلا کر کہا کہ ثبوت تو کوئی ہے نہیں تم انکار کر دینا کہ میں نے مسلمان نہیں کیا انہوں نے کہا جو مناسب ہوگا جواب دوں گا جب باضابطہ بیان لیا گیا تو انہوں نے کہا کہ مسلمان تو وہ خود ہوئی اس کی درخواست پر میں نے اظہار اسلام کا طریقہ بتلا دیا اور یہ کوئی جرم نہیں حاکم نے کہا مسلمان کرنا قانوناً اس طریقہ اظہار کو کہتے ہیں انہوں نے کہا میں ایسے مہمل قانون ہی کو نہیں مانتا حاکم حیران ہوا اور وزیر ریاست سے پوچھا کہ کیا کیا جائے انہوں نے جواب لکھا کہ جو شخص قانون کی زد میں نہ آئے اس کو زبردستی کیوں لاتے ہو مقدمہ خارج ہو گیا۔ اس پر فرمایا کہ ذہانت بھی خدا کی ایک عجیب نعمت ہے۔

ملفوظ ۴۸۵: حضرتؒ اور حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کی پیشینگوئی

ایک سلسلہ گفتگو میں ایک مولوی صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ میرے پاس نہ حشم ہے نہ خدم ہے نہ علم ہے نہ فضل ہے نہ کمال ہے نہ جمال ہے (اور بطور مزاح کے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ ہاں جلال ہے مگر جلال بھی وہ حلال ہے حدود سے گذر کر نہیں) ہاں محض ایک خدا کا فضل ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جماعت کی معیت میں فرمایا تھا کہ تم جہاں جاؤ گے تم ہی تم ہو گے اس وقت کچھ ایسے وثوق اور دل سے فرمایا تھا کہ یہ احتمال ہی نہ ہوتا تھا کہ مولانا کو اس میں کچھ شبہ ہے۔ یہ سب اسی دعا کی برکت ہے ورنہ میں ایسا ناکارہ ہوں کہ کبھی کوئی کام ہی نہیں کیا۔ ادنیٰ بات یہ ہے کہ جتنا علم بڑھتا گیا نفس اتنی ہی سہولت ڈھونڈتا گیا پہلے نفلیں پڑھتا تھا۔ منیۃ المصلی میں یہ دیکھ کر کہ مستحب کے نہ پڑھنے پر کوئی مواخذہ نہیں وہ بھی چھوٹ گئیں۔ میرے ایک خواب کی تعبیر میں ایک بزرگ نے فرمایا تھا کہ تمہاری روح اور نفس بلا مشقت ہی روشن ہو جائیں گے۔ اب اس کے وقوع کا انتظار ہے کہ وہ نور کب ہوگا۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ بہت سوں کو منور فرما دیا تو نور کے حصول میں کیا شبہ ہے فرمایا کہ کیا اندھا مشعلچی نہیں ہوتا۔

ملفوظ ۴۸۶: حضرت حاجی صاحبؒ کی نظر میں پیری مریدی کا فائدہ

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس دینی تعلق میں دونوں کا فائدہ ہے اگر مرید گڑبڑ میں پھنس گیا تو پیر مدد کریگا اور اگر پیر پھنس گیا تو مرید مدد کریگا۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس تعلق کی مصلحت میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر پیر مرحوم ہوگا تو مرید کو جنت میں لے جائیگا اگر مرید مرحوم ہوگا تو پیر کو جنت میں لے جائیگا اور مغضوب میں یہ احتمال نہیں کہ وہ مرحوم کو لے جائیگا کیونکہ سبقت رحمتی علی غضبی۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت اس بناء پر تو لوگوں کو بیعت خوب کرنا چاہیے فرمایا کہ اس رسمی بیعت سے کیا ہوتا ہے۔ یہ برکات روح بیعت کی ہیں جس کی حقیقت اتباع ہے یہ التزام اتباع بڑی چیز ہے بڑی دولت ہے بڑی نعمت ہے اور اپنی نسبت فرمایا کہ حضرت ایسے شخص کا کیا مرید ہو جسے یہ بھی نہ معلوم ہو کہ یہ شخص مجھ سے مرید ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مجھ سے بیعت ہوتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ کسی اور سے ہیں اور بعض دوسروں سے ہوتے ہیں مجھ سے بیعت کا تعلق نہیں ہوتا مگر میں سمجھتا ہوں کہ مجھ سے ہیں مجھ کو یاد ہی نہیں رہتا مگر یہ مضر نہیں اصل اس طریق میں مناسبت اور تعلق ہے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل تو پیروں کے یہاں باقاعدہ رجسٹر اور دفتر ہیں۔ تبسم فرما کر فرمایا کہ جی ہاں کہیں وہ دفتر علیین ہوتا ہے اور کہیں سجین ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ان جاہل پیروں کی عجیب حالت ہے بمبئی میں ایک پیر نے اپنی مریدنی سے کہا کہ سامنے آؤ اس کو کچھ تامل ہوا تو فرمایا کہ اگر تم سامنے نہ آؤ گی تو میں میدان محشر میں پہچانوں گا کس طرح۔ ایک صاحب نے وہاں ہی جواب دیا کہ میدان محشر میں تو لوگ ننگے ہونگے لہذا ننگے کر کے دیکھنا چاہیے کبھی یہاں پر کپڑے پہنے دیکھ کر وہاں ننگے ہونے کی ہیئت میں نہ پہچان سکو۔ اسی طرح تم بھی ننگے ہو کر اپنے کو دکھلاؤ کبھی وہ کپڑوں میں دیکھ کر وہاں ننگا نہ پہچان سکے۔ کیا واہیات ہے خرافات! استغفر اللہ! وہاں تو معرفت تعلقات روحانی سے ہوگی۔ اس حسی اور بے پردہ دیکھنے دکھلانے سے وہاں کی معرفت کو کیا تعلق وہ عالم ہی دوسرا ہے۔

۲۶ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۴۸۷: فضولیات میں پڑنے سے فہم مسخ ہو جاتا ہے

ایک صاحب نے اپنی غلطی کی معذرت چاہی کہ حضرت کو میری وجہ سے تکلیف پہنچی اور حضرت مجھ سے ناراض ہو گئے فرمایا کیوں ناراض کیا کون سی پیچیدہ بات پوچھی تھی۔ صرف یہی تو پوچھا تھا کہ جو کچھ اس خط میں لکھا ہے یہ آپ کو منظور ہے اتنی موٹی بات کا آپ جواب نہ دے سکے اور نہ سمجھ سکے یوں تو معاف ہے مگر آدمی کو سمجھ سے کام لینا چاہئے اور کام میں لگنا چاہیے۔ فضولیات میں پڑنے سے آدمی کا فہم بھی مسخ ہو جاتا ہے اور ضروری کاموں سے رہ جاتا ہے۔

ملفوظ ۴۸۸: کام میں لگا ہوا دیکھ کر خوش ہونا

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جن صاحب سے غلطی ہو گئی تھی وہ میرے واسطہ سے معافی کی درخواست کرتے ہیں فرمایا کہ جناب ان کا قصور معاف ہونا ذرا مشکل ہے وہ تو بہت ہی بدفہم واقع ہوئے ہیں اور واقع میں معاف ہونا کچھ مشکل بھی نہیں جب ان کو کام میں لگا ہوا دیکھوں گا آپ ہی خوش ہو جاؤں گا۔ میری طبیعت تو اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ کسی کو راہ پر لگے ہوئے دیکھتا ہوں جی خوش ہوتا ہے اور بے راہی پر دیکھ کر رنج ہوتا ہے ان سے کہہ دیجئے کہ وہ کام میں لگیں خوشی ناخوشی کا بعد میں فیصلہ ہوتا رہے گا۔ میں اپنی غرض سے تھوڑا ہی مواخذہ یا روک ٹوک کرتا ہوں انہی لوگوں کی مصلحت سے ایسا کرتا ہوں کہ ان میں آدمیت پیدا ہو۔

ملفوظ ۴۸۹: توجہ کے طالب ایک مولوی صاحب کی درخواست معافی

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مولوی صاحب بہت ہی پریشان ہیں۔ مجھ سے فرماتے تھے کہ میں نے حضرت سے یہ عرض کیا تھا کہ توجہ وغیرہ کا جو بزرگوں میں معمول ہے وہ ہم جیسے ضعفاء کے لیے بہت ہی مناسب ہے حضرت نے اس پر یہ فرمایا کہ اگر آپ کی رائے میں یہ ایسی نافع چیز ہے اور مجھ میں یہ قوت نہیں۔ تو کسی اور جگہ سے حاصل کریں۔

اب مولوی صاحب میرے ذریعے سے معافی کے خواستگار ہیں اور یہ عرض کر
ہیں کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں نے ایسی بات حضرت سے کیوں عرض کی فرمایا آپ نے ہی گ
ماری ہے آپ ہی نکالیں میری طرف سے کہہ دیجئے گا کہ مجھ پر ذرہ برابر ان کے اس کہنے سے گر
نہیں ہوئی انکو مطمئن فرما دیجئے گا کہ اس کا قلب میں وسوسہ بھی نہ لائیں کہ مجھ پر کوئی خلاف کا
ہوا تو بہ توبہ مگر جب ان پر اس کا قدر اثر ہے تو ان کو ایسی بات کہنی ہی نہیں چاہئے تھی اور جب ج
کہی گئی تو جو میرے ذہن میں جواب آیا عرض کر دیا مجھ سے مصالح پرستی تو آتی نہیں۔ بلکہ مص
کے متعلق تو میرا یہ مذہب ہے کہ جس قدر ان کو پیسا جائے ہنڈیا مزے دار ہوگی۔ میں نے تو ا
لئے یہ عرض کر دیا تھا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی جو کچھ میر
پاس ہے دوستوں کے سامنے پیش کر دیتا ہوں اگر کسی کو اس سے زائد کی ضرورت اور طلب
کہیں اور سے حاصل کر لیا جائے۔ میں اپنا بندہ نہیں بناتا ہوں خدا کا بندہ بناتا ہوں اگر کوئی
یہاں سے حاصل نہ ہو کہیں اور سے سہی کام ہونا چاہئے۔

حضرت یہ فرمایا کرتے تھے اس ہی قبیل سے میں نے عرض کر دیا تھا۔ میرے یہا
اس قسم کی باتیں ہیں ہی نہیں آپ کو تو معلوم ہے یہ بھی کہہ دیجئے گا کہ آئندہ ایسی بات سے اح
رکھیں اور میرا مسلک تو کھلا ہے اس میں نہ ابہام ہے نہ اخفاء۔ اس پر اگر کوئی طلب کرے
خدمت کرنے کو تیار ہوں۔

ملفوظ ۴۹۰: حضرت گنگوہیؒ کی ادا خانقاہ تھانہ بھون میں

مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
یہاں حاضر ہوتا تھا وہاں پر جو بات معلوم ہوتی تھی اب حضرت کے یہاں وہ بات میسر ہے فرما
یہ آپ کا حُسنِ ظن ہے ورنہ چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا۔

ملفوظ ۴۹۱: ایک مولوی صاحب کے تعریفی کلمات پر حضرت کا جواب

مولوی صاحب نے عرض کیا کہ اب کی مرتبہ حضرت کے یہاں آ کر اس قدر اطمی

ہوا ہے میں بیان نہیں کرسکتا۔ بہت سے شبہات کا ازالہ ہو گیا اور بہت سے افکار سے نجات ہو گئی حق تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر عطا فرمائیں وہ باتیں معلوم ہوئیں جو سوچنے سے بھی قیامت تک سمجھ میں نہ آتیں فرمایا کہ میری کیا معلومات اور کیا تحقیقات۔ آپ خود اللہ کے فضل سے عالم ہیں مفسر ہیں محدث ہیں فقیہ ہیں۔ مناظر ہیں مجھ کو تو کتابیں تک مستحضر نہیں رہیں اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ میں تو خادم ہوں اور خادم ہی بن کر رہنے کو جی چاہتا ہے اور آپ نے جو کچھ فرمایا یہ سب آپ کی محبت کا اقتضاء ہے۔

ملفوظ ۴۹۲: حق میں اطمینانِ قلب ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق میں اطمینان ہی اطمینان ہے اہلِ باطل اس دولت سے قیامت تک کے لیے محروم ہیں یہ تو اللہ نے حق ہی میں خاصیت رکھی ہے کہ اس میں اطمینان اور سکون حاصل ہو جاتا ہے۔

ملفوظ ۴۹۳: راہِ سلوک میں دو چیزیں نعمت اور دو چیزیں راہزن ہیں

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حزن خود ایک نعمت ہے حزن سے جس قدر جلد سلوک کے مراتب طے ہوتے ہیں اتنی جلد دوسرے مجاہدہ سے نہیں ہوتے یہ دو چیزیں بڑی ہی زبردست نعمت ہیں ایک فکر دین اور ایک حزن۔ اور اسی طرح اس راہ میں دو چیزیں سخت راہزن ہیں اس کی محققین صوفیہ نے تصریح کی ہے یعنی نامحرم عورتوں اور امارد کے ساتھ اختلاط۔ حتیٰ کہ نرم گفتگو نامحرم عورت کے ساتھ کرنا بھی راہ زن ہے سم قاتل ہے باطن کو برباد کر دینے والی چیز ہے۔

ملفوظ ۴۹۴: رشتہ دار عورتوں سے پردہ

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ اکثر گھروں میں یہ رواج ہے کہ رشتہ دار عورتیں پردہ نہیں کرتیں فرمایا کہ اس طرف کے قصبات میں بکثرت یہی رواج ہے ایک مرتبہ کا واقعہ ہے اس وقت میری عمر تھوڑی ہی تھی۔ میں نے اپنی پھوپھی صاحبہ سے عرض کیا کہ اپنی لڑکیوں کو مجھ سے

پردہ کراؤ میرے سامنے نہ آیا کریں۔ اس میرے کہنے پر پھوپھی صاحبہ خفا ہو گئیں اور فرمایا کہ آیا کہیں کا مولوی قو اوی۔ اس پر خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو مولوی قو لوی کہا فرمایا کہ اول تو میرا اس وقت بچپن تھا اور بچپن نہ بھی ہوتا تب بھی ان کو حق تھا وہ جو چاہیں کہہ سکتی تھیں۔ میں نے بھی تیزی سے جواب دیا۔ جس پر وہ زیادہ بگڑیں۔ اس واقعہ کی خبر والد صاحب کو ہوئی مجھ کو بلا کر فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ یہ میری بہن ہے جو مرتبہ میرا ہے تمہارے اعتبار سے وہی ان کا ہے ان سے معافی چاہو اور ہاتھ جوڑ کر معافی چاہو۔ جناب میں نے ہاتھ جوڑ کر معافی چاہی۔ پھوپھی صاحبہ محبت کی وجہ سے کھڑی ہو گئیں اور سینے سے لگا لیا اور بہت روئیں مگر پردہ لڑکیوں کا قائم رہا۔ اس میں کامیابی ہوئی اس میں انہوں نے خدا کے فضل سے مزاحمت نہیں کی تو یہ امر تو اکثر خاندان والوں کو بہت ہی ناگوار ہوتا ہے پھر اس کے بعد ان لڑکیوں نے مجھ سے اجازت چاہی سامنے آنے کی میری عمر بھی زیادہ ہو گئی تھی اور وہ بھی بڑی عمر کی ہو گئیں تھیں انہوں نے یہ کہا کہ اور ہمارا کون ہے اور اب تو عمر بھی زائد ہو گئی اس وقت میں نے سامنے آنے کی حدود شرعیہ کے اندر اجازت دیدی تھی۔ اگر انسان مضبوط ہو اور مصالح کو سل پر پیس دے اور کسی کے راضی یا ناراض ہونے کا خیال نہ کرے سب کچھ ہو سکتا ہے اور سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور حضرت راضی یا ناراض ہونے کا خیال تو بندہ کو خدا کے ساتھ رکھنا چاہیے۔ دنیا کو کہاں تک راضی رکھ سکتا ہے۔

ملفوظ ۴۹۵: جب خرابی کی ابتداء ہوگی بے پردگی سے ہوگی

فرمایا کہ ایک صاحب مجھ سے فرمانے لگے کہ پردہ کے اندر بھی تو خرابیاں ہوتی ہیں میں نے کہا کہ پردہ کے اندر تو قیامت تک بھی خرابی نہیں ہو سکتی آپ کے ذہن میں پردہ کے معنی ہی غلط ہیں۔ آپ صرف چہار دیواری کے اندر بیٹھ جانے کو پردہ سمجھتے ہیں گو سامنے ہی آیا کرے پس پردہ کا مفہوم ہی آپ کے ذہن میں غلط ہے جب ابتداء خرابی کی ہوگی بے پردگی سے ہوگی پردہ کے ساتھ منکرات جمع ہو ہی نہیں سکتے وہ صاحب سمجھ گئے پھر کچھ نہیں بولے۔

مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے صحیح فرمایا کہ بے پردگی ہی سے خرابی ہوگی

کیونکہ بے پردگی سے سامنا ہوگا اس میں فتنہ ہو ہی گا فرمایا کہ جی ہاں اور پردہ میں جب بُعد ہوگا مفسدہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس بارہ میں لوگوں میں احتیاط بالکل نہیں معمولی بات خیال کرتے ہیں حالانکہ بہت بڑی خطرناک بات ہے دنیا کے اعتبار سے بھی اور دین کے اعتبار سے بھی ہزار ہا واقعات مشاہد ہیں۔

ملفوظ ۴۹۶: ایک بنگالی طالب علم کی تھانہ بھون رہنے کی خواہش

مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک طالب علم بنگالی میرے ساتھ ہے وہ یہ کہتا ہے کہ تھانہ بھون میں آ کر معلوم ہوا کہ تھانہ بھون ہی میں اسلام ہے اور یہ کہتا ہے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر تھانہ بھون آ کر رہوں فرمایا اس کی ضرورت نہیں کہ تھانہ بھون میں آ کر رہا جائے بلکہ زیادہ فضیلت یہ ہے کہ دارالحرب میں رہے اور مسلمان رہے عرض کیا کہ میرا تو اسکی اس بات سے بڑا جی خوش ہوا یہ اس کی سمجھ کی بات ہے کہ اس نے محسوس کیا ورنہ حضرت اکثر بنگالی جو اس طرف آ کر مدارس میں پڑھتے ہیں یہ لوگ وطن واپس جا کر وہاں کا رنگ دیکھ کر اپنے مصالح اور اغراض کی بناء پر ان ہی جیسا برتاؤ شروع کر دیتے ہیں ان کے علم سے لوگوں کو کوئی نفع نہیں ہوتا فرمایا کہ اس کا مطلب خاص یہ ہے وہ یہ کہ جس قدر علوم ظاہری کے حاصل کرنے میں وقت صرف کرتے ہیں اس کا دسواں حصہ بھی اگر اپنی اصلاحِ باطن اور تربیت میں صرف کریں تو کار آمد ہوں بدوں تربیت اور اصلاح کے کچھ نہیں ہو سکتا۔

ملفوظ ۴۹۷: انسان بننا مشکل ہے

فرمایا کہ آدمی زاہد بن سکتا ہے شیخ بن سکتا مگر انسان بننا مشکل ہے کسی نے کہا ہے ۔

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند ☆ ایں جملہ شدی ولے مسلمان نہ شدی

﴿تم زاہد اور شیخ اور عالم سب کچھ ہو گئے ۔ مگر پختہ مسلمان نہ ہوئے ۔۱۲﴾

میں نے اس کو بدل دیا ہے

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند ☆ ایں جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

سب کچھ ہو جاتا ہے لیکن انسان ہونا مشکل ہے۔

ملفوظ ۴۹۸: دعا سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے دنیا کے کام کے واسطے وظیفہ دریافت کیا ہے میں نے لکھ دیا کہ دعا سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ عملیات میں ایک شان دعوے کی ہوتی ہے اور دعاء میں احتیاج اور نیاز مندی کی شان ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ چاہیں گے تو کام ہو جائے گا عملیات میں یہ نیاز وافتقار نہیں ہوتا بلکہ اس پر نظر رہتی ہے کہ ہم جو پڑھ رہے ہیں اس کا خاصہ ہے کہ یہ کام ہو ہی جائے گا مگر باوجود اس کے دعاء کو لوگوں نے بالکل چھوڑ ہی دیا عملیات کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں دعا کرو اللہ تعالیٰ سے کیوں مستغنی ہو گئے۔

ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے اس کی طرف لوگوں کی نظر بہت ہی کم جاتی ہے وہ یہ کہ اوراد و وظائف دنیا کے کام کے واسطے پڑھو گے تو اس پر اجر نہ ہوگا اور دعا اگر دنیا کے واسطے بھی ہو گی وہ بھی عبادت ہو گی اور اجر ملے گا۔

ملفوظ ۴۹۹: مؤاخذہ کے وقت لہجہ سخت مگر دل نرم ہوتا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب میں کسی پر بغرض اصلاح مؤاخذہ کرتا ہوں یا کچھ کہتا ہوں تو گو لہجہ گو سخت ہوتا ہے مگر دل نرم ہوتا ہے مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس کا تو کوئی حرج نہیں کہ حضرت کا لہجہ تیز ہو جائے یا سخت ہو جائے حتی کہ حضرت اگر مار بھی لیں تب بھی گوارا ہے مگر یہ جو اخراج ہے یہ بڑی سخت چیز ہے اور ناقابل برداشت ہے تبسم فرما کر مزاحا فرمایا کہ حضرت اصل ثمرات اور نتائج اخراج کے بعد ہی ہوتے ہیں اگر اخراج نہ ہوتا تو دنیا میں کوئی نتیجہ ہی نہ نکلتا۔

ملفوظ ۵۰۰: خاموش رہنے کی شرط کا فائدہ

فرمایا کہ میں جو نئے آنیوالے لوگوں کے ساتھ شرط لگاتا ہوں کہ تھوڑے دنوں یہاں پر

خاموش رہو نہ مکاتبت کرو نہ مخاطبت اس کا راز یہ ہے کہ پہلے مناسبت پیدا کرو۔ جس کو لوگ ٹالنا سمجھتے ہیں حالانکہ ٹالنا نہیں ہے بلکہ جمانا ہے جمانے کو ٹالنا سمجھیں اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔

ملفوظ ۵۰۱: حضرت کی شفقت و نرمی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ مجھ کو بدنام کرتے ہیں اور سخت مشہور کرتے ہیں آپ ہی بتلایئے کہ صبح آپ دیکھ رہے تھے کہ میں نے ایسی کون سی باریک بات پوچھی تھی جس کا وہ صاحب جواب نہ دے سکے دو لفظوں میں جواب تھا نعم یا لا چھٹی ہوئی! اب اتنی سی بات کا بھی جواب نہ ملے تو مزاج میں تغیر نہ ہوتو اور کیا ہو۔ مولوی صاحب نے عرض کیا واقعی حضرت سچ فرما رہے ہیں یہ صاحب بریلی سے اسی وجہ سے آئے پہلے خط و کتابت ہو چکی طریقہ معلوم ہو گیا اور اسی طریقہ پر بات پوچھی مگر نہ کہہ سکے سوائے رعب کے اور کیا چیز مانع ہو سکتی ہے بطور مزاح کے فرمایا بریلی سے بہ ریل آئے کہ جلد منزل مقصود پر پہنچ جاؤں اور یہاں پر آ کر یہ گڑ بڑ کی کہ معاملہ کی بات پوچھی جاتی ہے بولتے ہی نہیں مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں تو سوچا کرتا ہوں کہ اگر مؤاخذہ ہم لوگوں سے بھی ہو تو جواب نہ دے سکیں فرمایا کہ مواخذہ اور مطالبہ تو بعد میں ہوتا ہے پہلے تو سیدھی بات پوچھی جاتی ہے جب ٹیڑھا جواب ملتا ہے اس وقت میرا لہجہ بدل جاتا ہے۔

عرض کیا کہ حضرت حقیقت یہ ہے کہ حضرت نے جو کچھ فرمایا بالکل صحیح ہے اس کا جواب کچھ نہیں لیکن یہ سب ہمارا بولنا اسی وقت تک ہے جب تک حضرت محبت اور شفقت سے کام فرماتے رہتے ہیں ورنہ ضابطہ سے اگر حضرت مواخذہ فرمائیں تو ہوش گم ہو جائیں اور کوئی جواب نہ بن پڑے اسلئے کہ جب حضرت دوسروں سے مؤاخذہ فرماتے ہیں تو ان سوالوں کا جواب میں خود سوچتا ہوں اس نیت سے اگر مجھ سے یہی مؤاخذہ ہو تو میں کیا جواب عرض کروں مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا فرمایا اجی حضرت آپ تو کبھی اس کا وسوسہ بھی قلب میں نہ لایئے گا میں تو خادم ہوں حضرت والا کے اس فرمانے پر ان مولوی صاحب کے آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور نہایت عاجزانہ لہجہ میں عرض کیا کہ حضرت ہم کیا چیز ہیں ہم تو حضرت کے خادمانِ خادم اور غلامانِ غلام ہیں اور یہ سب حضرت کی بزرگانہ شفقت ہی شفقت ہے۔

ملفوظ ۵۰۲: طریق اصلاح کے استعمال کرنے میں مجبوری

فرمایا کہ میں مجبور ہوں طرق اصلاح کے استعمال میں۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ
قرأت فی الصلوٰۃ کا لہجہ الگ ہوتا ہے اور تبلیغ تکبیر کا الگ امام قرأت پڑھتا ہے نہایت نرم لہجہ میں
اور مبلغ کہتا ہے بلند آواز سے اللہ اکبر۔ تو اس پر کوئی کہے کہ یہ شخص بہت ہی سخت مزاج ہے اتنی زو
سے بولا باوجود اس کے وہ زور سے بھی بولا اور لہجہ بھی سخت ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس کو کوئی سخت
کہے گا کہ ضرورت ہے۔ اسی طرح تادیب کا لہجہ معمولی کلام سے الگ ہوتا ہے جس کی ضرورت
ہے اور وہ ضرورت یہ ہے کہ اگر نرمی سے کہا جائے تو وہ تادیب ہی نہ رہے گی جیسے مکبر نرمی کا لہ
اختیار کرے تو بہت سے مقتدی رکوع ہی سے رہ جائیں۔ اب تادیب کا مضمون ہاتھ جوڑ کر تھوڑا
کہا جاتا ہے وہ تو کہنے ہی کے طریق پر کہا جاتا ہے ایک اور مثال عرض کرتا ہوں بادشاہ کا پاسبا
دربار میں بادشاہ کے سامنے بول بھی نہیں سکتا۔ اور بول ہی کیا سکتا ہے چارے کا وجود ہی کیا ہے
جس وقت شب آتی ہے اس وقت اس کی آواز سنیے کس طرح نکلتی ہے ایک دفعہ کو تو محل میں باد
بھی چونک اٹھے اسلئے کہ اس پر وہ مامور ہے اس کا فرض منصبی ہے بلکہ جس قدر بادشاہ سے قر
ہوگا اسی قدر اس کی آواز بلند ہوگی اور زور سے پکارے گا۔ تاکہ بادشاہ خوش ہو کہ اپنے فرض منصبی
خوب ادا کر رہا ہے اگر اس وقت وہ نرم و پست لہجہ اختیار کریگا مجرم ہوگا۔

ملفوظ ۵۰۳: عین مؤاخذہ کرتے وقت حضرت کی اپنی حالت

فرمایا کہ میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ عین مواخذہ اور تادیب کے وقت بھی یہ اعتقاد قلب
میں مستحضر ہوتا ہے کہ شاید عنداللہ یہ مجھ سے زیادہ مقبول ہو اور یہ دونوں چیزیں یعنی تادیب
استحضار مذکور ایک وقت میں جمع بھی ہو سکتی ہیں۔

اس کی ایک مثال عرض کیا کرتا ہوں وہ یہ کہ مثلاً شہزادے سے کوئی جرم ہوا بادشاہ
بھنگی کو حکم دیا کہ شہزادے کو بید لگاؤ وہ لگائے گا ضرور۔ کیونکہ بادشاہ کا حکم ہے اگر نہ لگائے گا تو
کے لگنے کا خوف ہے مگر عین بید لگانے کے وقت بھی شہزادے سے اپنے کو افضل ہرگز نہ سمجھ

بلکہ اس وقت بھی اس کو یہی مستحضر ہوگا کہ شہزادہ شہزادہ ہی ہے اور میں بھنگی چہ نسبت خاک را باعالم پاک۔ جس سے کسی کو سزا دلوائی جائے یا سیاست کرائی جائے۔ وہ اس سزایاب کو اگر حقیر سمجھے یا اپنے کو افضل اس کا۔ اس کو کوئی حق نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بے وقوف کی بات پر بے وقوف ضرور سمجھے گا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص کام تو کرے بے وقوفی کا اور سمجھا جائے عقلمند۔ مگر اسی وقت یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ ممکن ہے کہ اس کی بے وقوفی کسی عارض سے خدا کے نزدیک پسندیدہ ہو اور تری عقلمندی کسی عارض سے پسندیدہ نہ ہو۔ میں تادیب سے یہ چاہتا ہوں کہ اس میں خدا کی محبت اور خشیت اور تواضع پیدا ہو جائے۔

ملفوظ ۵۰۴: شیخ کو بھی لرزاں و ترساں رہنا چاہئیے

فرمایا کہ کوئی کیا ناز کرسکتا ہے حضرت شیخ آدم رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ شاہ جہاں بادشاہ کے زمانہ میں تھے یہ عالم بھی ہیں۔ ایک شخص مرید ہونے آیا جس کی وضع خلاف شریعت تھی آپ اس پر ناراض ہوئے اور کہا کہ اس وضع پر مرید ہوتے شرم نہیں آتی وہ چلا گیا فوراً الہام ہوا کہ اس کو بلاؤ ورنہ تمہاری خیر نہیں اگر اس کی حالت خلاف شرع تھی اس کو تعلیم کردیتے انکار چہ معنی۔ آپ نے کسی دوسرے مرید کو بلانے بھیجا وہ بھی بگڑ چکا تھا کہا جاؤ ہم نہیں آتے کیا دنیا میں یہی ایک شیخ رہ گئے ہیں اور کوئی نہیں رہا۔ ہم کسی اور سے تعلق کرلیں گے مرید نے آکر واقعہ بیان کیا فرمایا اچھا پھر جاؤ اور اس کے کان میں ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ دو۔ دیکھیں کیسے نہیں آئے گا حضرت شیخ نے یہ اس ناز کی بنا پر کہا جو عین حالت عتاب میں ان کو حاصل تھا بس اس مرید کا جاکر ایک مرتبہ اللہ اکبر کان میں کہنا تھا کہ دھڑ سے زمین پر بے ہوش ہوکر گرا اور جب ہوش آیا کہتا تھا کہ خدا کے لیے شیخ کے پاس پہنچاؤ غرض حاضر ہوا اور بیعت ہوگیا۔ اس واقعہ میں ادھر شیخ کو چشم نمائی کردی گئی ادھر اس طالب کی گوشمالی ہوگئی اور دونوں کو جوڑ دیا۔ پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ کا بڑا دربار ہے وہاں لرزاں اور ترساں رہنا چاہئیے نہ معلوم کس کے ساتھ کیا معاملہ ہو کسی کو کیا خبر وہاں کی کرسی کسی کے نامزد نہیں کہ اپنی اپنی پر استحقاقاً جا بیٹھو اور قطع نظر اس سے کہ بیٹھ جانے کے بعد بھی بدل سکتے

ہیں ہر وقت اختیار ہے قدرت ہے قوت ہے خدا معلوم کس کو کہاں بٹھا دیں اور کس کو کہاں ۔کوئی وَیسرائے کا دربار تو ہے نہیں جو خود بھی ضابطہ کا محکوم ہے کہ کرسیوں پر درباریوں کا نام کندہ ہے جس سے وہ بدلی ہی نہیں جا سکتیں ۔

ملفوظ ۵۰۵: ہدیہ دینے والے اور لینے والے کا ایک واقعہ

فرمایا کہ حیدرآباد دکن سے ایک صاحب نے رومال بطور ہدیہ بھیجا ہے میں نے لکھ دیا ہے کہ قبول کرتا ہوں اور بے حد مسرت ہوئی لیکن اگر ہدیہ روانہ کرنے سے قبل دریافت کر لیا جایا کرے تو زیادہ بہتر ہے اس پر فرمایا کہ بعض چیزیں ایسی آتی ہیں کہ میرے یہاں ان کا کوئی مصرف ہی نہیں ہوتا ۔ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو فرماتے ہیں کہ پہلے دریافت کر لیا کرو اس کا معمول ہی نہیں نہ کسی نے آج تک اس کے متعلق لوگوں کو آگاہ کیا ۔حالانکہ اصولی بات ہے ۔طرفین کی راحت کا سبب ہے اسلیے کہ اس میں خود بھیجنے والے کو بھی تو انتخاب میں تکلیف ہوتی ہے فرمایا کہ جی ہاں دریافت کر لینے میں سب مصالح کی رعایت ہے پھر فرمایا کہ ہدیہ قیمتی ہونا ضرور نہیں اس میں تو خلوص کی ضرورت ہے فلوس کی ضرورت نہیں ۔

ایک بزرگ کسی دوسرے بزرگ کی ملاقات کے لیے چلے پاس کچھ نہ تھا محبت میں خیال ہوا کہ خالی ہاتھ نہ جانا چاہیے کچھ تو لے کر چلنا چاہیے راستہ میں دیکھا کہ درختوں پر سے لکڑیاں سوکھ کر زمین پر پڑی ہیں ان کو جمع کر کے ایک گٹھڑی باندھ ان بزرگ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ حضرت کچھ لکڑیاں لایا ہوں ۔حضرت کے یہاں ایک وقت کی روٹی ہی پک جائے گی ۔بطور جملہ معترضہ کے فرمایا کہ اب تو کوئی ایسا کرے اور اس کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک مہدی الیہ ﴿جس کو ہدیہ پیش کیا گیا ہے ۱۲﴾ بہت بڑا اپنے دل میں فرض کر لیا جائے اور چھوٹے درجہ کا لانے والا لے لیا جائے پھر سوچئے کوئی ایسا کر سکتا ہے اور اگر کوئی کر بھی لے تو لوگوں کی نظر میں اس کی وقعت ہوگی ۔اب سنیے وہ بزرگ اس ہدیہ کی کیسی قدر فرماتے ہیں اور خادم کو حکم دیتے ہیں کہ یہ چیز حُب فی اللہ کی وجہ سے آئی ہے اس کی تحقیر نہ کرنا ۔ویسے ہی مت جلا ڈالنا

بلکہ اس کو محفوظ رکھو ہمارے مرنے کے بعد ہمارے غسل کا پانی ان سے گرم کرنا وہ انشاء اللہ تعالیٰ ہماری نجات کا ذریعہ ہوگا خلوص ہو تو ایسا ہو جیسا ان مہدی ﷺ ہدیہ دینے والے ۔۱۲ ﷺ کو تھا اور قدر ہو تو ایسی ہو جیسی ان مہدی الیہ نے کی۔

ملفوظ ۵۰۶: ہدیہ میں خلوص کی ضرورت ہے فلوس کی نہیں

فرمایا کہ ایک مرتبہ نعمت اللہ خاں صاحب جلال آبادی جو ریاست بھوپال میں اس وقت تحصیل دار تھے پھر ناظم ہو گئے تھے یہاں پر آئے اور بطور ہدیہ پچیس روپیہ میرے سامنے رکھ دیئے میں نے ان میں سے دس روپیہ اٹھا لئے اور یہ کہا کہ پچیس زائد ہیں انہوں نے اصرار بھی کیا مگر دل نے قبول نہیں کیا جب وہ چلے گئے ان کے ایک ہمراہی سے جو رہ گئے تھے معلوم ہوا کہ پہلے انہوں نے ہدیہ کے دس ہی روپیہ تجویز کئے تھے پھر خیال ہوا کہ دس روپیہ تو تھوڑے ہیں میری حیثیت کے اعتبار سے بھی اور اس کی شان کے اعتبار سے بھی اس لئے پندرہ اور بڑھا لئے یہ حقیقت تھی اس پچیس روپے کی۔

اس پر فرمایا کہ ہدیہ میں شان وغیرہ کا خیال کرنا بڑی گڑبڑ کی بات ہے اس میں تو زیادہ تر خلوص کی ضرورت ہے فلوس کی فکر نہ کرنا چاہئے خلوص دل سے چاہے پانچ سات مٹی کے ڈھیلے ہی ہوں کہ وہ استنجے ہی کے کام آئیں گے۔ پھر فرمایا کہ اس واپسی سے نہ معلوم لوگ کیا خیال کرنے لگیں کہ شاید مجھ کو اس کا کشف ہو گیا ہو کہ پہلے انہوں نے دس روپیہ تجویز کئے تھے اس لئے وہی دس لیے یہ بات نہیں اس کی بھی حقیقت سن لیجئے۔ میں نے ایک روز قبل دس روپیہ کی لکڑیاں خریدی تھی اور میری عادت قرض لینے کی نہیں ہے مگر اس وقت بضرورت قرض کیا گیا اس لئے میں نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! دس روپیہ دیدیجئے اگلے ہی روز وہ خان صاحب لے کر آ گئے چونکہ مجھ کو دس ہی کی ضرورت تھی وہی میں نے لے لئے اور اس وجہ سے بھی لیے کہ حق تعالیٰ ناخوش نہ ہوں کہ نامعقول ایک تو مانگتا ہے اگر دیتے ہیں نخرے کرتا ہے یہ حقیقت ہے اس واقعہ کی نہ کشف تھا نہ کرامت تھی۔

ملفوظ ۵۰۷: ہدیہ دینے والے کے بھی شرائط و آداب ہیں

فرمایا کہ میں کہا کرتا ہوں کہ نماز میں شرائط ہیں روزے میں شرائط ہیں زکوۃ میں شرائط

ہیں حج میں شرائط ہیں مگر ہدیہ میں بالکل شرائط نہ ہوں وہ علی الاطلاق جائز ہو یہ کیونکر ہو سکتا ہے اس کے بھی تو کچھ شرائط ہونے چاہئیں سو حدیثوں میں اس کے شرائط مذکور ہیں مگر اب تو سب آداب اور شرائط کی جگہ صرف ایک یہ رہ گیا ہے کہ چمکتا ہوا روپیہ ہو کیونکہ ہدیہ میں اکثر عادت بھی روپیہ چھانٹ کر دینے کی ہے۔ اسی طرح میں کھانے کے متعلق کہا کرتا ہوں کہ آجکل کھانا حلال ہونے کے لیے بس یہ شرط رہ گئی ہے کہ اس میں گھی اچھا ہو مصالح خوب ہوں بس وہ حلال ہے اگر یہ نہیں حرام ہے۔

ملفوظ ۵۰۸: آج کل مولوی طماع کیوں ہونے لگے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل مولوی طماع زیادہ کیوں ہونے لگے فرمایا کہ سب تو نہیں عرض کیا کہ اکثر فرمایا اس کی خاص وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عربی پڑھنے والے زیادہ تر وہی لوگ ہیں جو پہلے سے طماع اور مفلس ہیں بعد پڑھ لینے کے بھی ان کی وہی عادت رہتی ہے طبیعت میں سے وہ بات جاتی نہیں اسی لیے ان کی تبلیغ میں بھی غرض کا شبہ ہو جاتا ہے اگر عالی خاندان لوگ امرأ حکام نواب رئیس اپنے بچوں کو عربی پڑھائیں اور پھر وہ لوگ تبلیغ کریں۔ دیکھئے کیا اثر ہوتا ہے ورنہ واعظ کے افلاس میں یہی شبہ ہوتا ہے کہ چندہ مانگنا تو جانتے ہیں اور دنیا نہیں جانتے۔

میں جس وقت ڈھاکہ گیا تھا تو وہاں کے ایک مدرسہ کے پرنسپل نے مدرسہ میں مدعو کیا۔ میں گیا انہوں نے مجھ سے یہی شبہ پیش کیا کہ اکثر علماء میں یہ مرض ہے میں نے کہا کہ اس کی جڑ انتخاب کی غلطی ہے اکثر غرباء کے بچے علم دین پڑھتے ہیں ان کا حوصلہ ان کا ظرف تو ویسا ہی ہوگا اگر امراء کے بچے علم دین پڑھتے ہیں ان کا حوصلہ ان کا ظرف ویسا ہی ہوگا۔ پرنسپل صاحب نے کہا کہ حضرت آج میرا ایمان محفوظ ہوا ورنہ مجھ کو اندیشہ اپنے ایمان کا ہو گیا تھا۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ علم دین کا تو اثر نہیں میں نے کہا تو بہ کیجئے کیا علم دین ایسی چیز ہے اور اثر کی نسبت میں نے کہا کہ یہ امرأ کے بچے انگریزی کے اثر سے تو بگڑ گئے اگر انگریزی نہ پڑھتے تو ان کے اخلاق اس حالت کی نسبت اچھے رہتے اور غربأ کے بچے علم دین پڑھ کر کسی قدر سنور گئے اگر عربی نہ پڑھتے ان کے اخلاق اس حالت کی نسبت اور زیادہ خراب ہو جاتے۔ مطلب میرا اس کہنے سے یہ تھا کہ

غربأ کے بچے جس قدر خراب ہونے چاہئیں تھے عربی کی بدولت اتنے خراب نہیں رہے اور امرأ کے بچے جس قدر اچھے ہونے چاہئیں تھے انگریزی کی بدولت اتنے اچھے نہیں رہے اور یہ انتخاب کی غلطی مشاہدہ میں آرہی ہے کہ خود ایک ہی شخص کے بچوں میں جو سب میں زیادہ بے وقوف کند ذہن بدفہم کم عقل بدصورت ہو اس کو عربی پڑھانے کے لیے تجویز کیا جاتا ہے اور جو سمجھ دار عقلمند ذہین خوب صورت ہو اس کو انگریزی کے لیے تجویز کیا جاتا ہے۔

اس گفتگو کے بعد اسی مجلسہ میں پرنسپل صاحب کہنے لگے۔ واقعی آپ نے سچ فرمایا۔ اس وقت جو میں ذہن میں مدرسہ کے رجسٹر کی جانچ کرتا ہوں تو قریب ڈھائی سو طلبأ کے ہیں مگر جو عربی پڑھتے ہیں ان میں اکثر گاؤں کے اور کم درجہ کے لوگوں کے بچے ہیں اور انگریزی خواں خاندانی اور امیروں کے بچے ہیں۔ میں نے کہا کہ اب آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ ایسے لوگوں میں بلند حوصلہ ذی لیاقت غیر طماع کیسے پیدا ہو سکتے ہیں۔

ملفوظ ۵۰۹: اب بھی رازیؒ وغزالیؒ پیدا ہو سکتے ہیں

فرمایا کہ اعتراض کر دینا کون مشکل کام ہے زبان ہلانی پڑتی ہے حقیقت کا سمجھنا مشکل ہے ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ نہ معلوم آجکل غزالی اور رازی جیسے کیوں نہیں پیدا ہوتے میں نے کہا کہاں سے پیدا ہوں دنی الطبع کم حوصلہ لوگ تو علم دین پڑھنے لگے اور جو لوگ خاندانی بلند حوصلہ عالی دماغ تھے انہوں نے علم دین پڑھنا چھوڑ دیا۔ انتخاب کا اختیار ہم کو دو۔ انتخاب ہم سے کراؤ پھر دیکھو ہم غزالی اور رازی پیدا کر کے دکھلا دیں۔ ہے تو بے ادبی مگر میں بے ادبی نہیں سمجھتا اسلئے کہ یہ عرفاً بے ادبی سمجھی جاتی ہے۔ حقیقت میں بے ادبی نہیں وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے امام غزالی اور رازی سے افضل اس وقت موجود ہیں دیکھ لیجئے امام غزالی اور رازی کے بھی مصنفات موجود ہیں اور اس وقت بعض بزرگوں کے بھی موجود ہیں موازنہ کر لیا جائے حضرت نبوت ختم ہوئی ہے علم اور ولایت ختم نہیں ہوئی۔

ملفوظ ۵۱۰: آج کل کچھ پیسہ جمع کر کے رکھنا چاہیئے

فرمایا کہ علماء کو تو ان جاہل واعظین نے زیادہ بدنام کیا ہے در بدر مانگتے پھرتے ہیں۔

وعظ میں دوسروں کو خدا پر بھروسہ کی تعلیم دیتے ہیں اور خود خدا پر بھروسہ نہیں کرتے۔ اسی لئے کہا کرتا ہوں کہ آجکل پیسہ کی قدر کرنا چاہیئے۔ اس کے نہ ہونے کی وجہ سے ہی انسان بہت سی آفات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ دین فروشی بھی اسی آفت کی ایک فرد ہے۔

ایک بزرگ کی حکایت ہے انہوں نے خدا سے دعا کی تھی کہ اے اللہ شیطان روزانہ وسوسے ڈالتا ہے کہ کہاں سے کھائے گا مجھ کو اندیشہ ہے اس سے کہ کہیں مجھ کو کسی آفت میں مبتلا نہ کر دے اسلئے چاہتا ہوں کہ عمر بھر کا رزق مجھ کو ایک دم عطا فرما دیجئے۔ تا کہ میں اس کو ایک کوٹھڑی میں بند کر کے اور علی گڑھ کا تالا ڈال کر اطمینان سے بیٹھ جاؤں اور جب شیطان وسوسہ ڈالے کہے کہاں سے کھائے گا میں جواب دیدوں اس کوٹھڑی میں سے کھاؤں گا۔ شیطان غائب میں وسوسہ ڈالتا ہے مشاہد میں نہیں ڈال سکتا۔ کوٹھڑی کا ذخیرہ مشاہد ہوگا اور ذخیرہ منافیٔ توکل تھوڑا ہی ہے توکل کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ

گر توکل میکنی درکار کن ☆ کسب کن پس تکیہ برجبار کن

گفت پیغمبر باآواز بلند ☆ بر توکل زانوئے اُشتر بہ بند

﴿اگر توکل کرتے ہو تو کام میں توکل کرو کہ کماؤ (اور اس پر نتیجہ میں مرتب ہونے میں) حق تعالٰی پر بھروسہ کرو۔ حضور اقدس ﷺ نے صاف فرما دیا ہے کہ اونٹ کو باندھ کر خدا پر بھروسہ کرو (یعنی انسان جو سامان حفاظت کرتا ہے اس کے بعد بھی خدا پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے)﴾

ملفوظ ۵۱۱: دین و دنیا کی مفت خوری۔ حضرت کی تواضع

فرمایا کہ معاند لوگ بزرگوں کو برا بھلا کہتے ہیں بزرگوں پر یہ بھی خدا کی ایک رحمت ہے کہ اس سے عُجب پیدا نہیں ہوتا اور مجھ کو جو برا بھلا کہتے ہیں اس کی ایک خاص وجہ بھی بحمد اللہ میری سمجھ میں آ گئی ہے وہ یہ ہے کہ میری ساری عمر مفت خوری میں کٹی ہے پہلے تو باپ کی کمائی کھائی بس بیچ میں بہت تھوڑے دنوں تنخواہ سے گزر ہوا پھر اس کے بعد سے پھر وہی سلسلہ مفت خوری کا جاری ہے یعنی مدت سے نذرانوں پر گذر ہے نہ کچھ کرنا پڑتا ہے نہ کمانا۔ کھانا کھانے کو دونوں وقت ملتا ہے یہ تو دنیا کا قصہ ہوا چونکہ آخرت کے متعلق بھی کوئی ذخیرہ اعمال کا نہ تھا جس سے آخرت میں کچھ ملتا اس کا ذریعہ یہ ہو گیا کہ لوگ برا بھلا کہیں جس سے ان کے اعمال میں سے کچھ مل جائے گا۔

پس یہاں بھی مفت خوری میں گذری اور وہاں بھی مفت خوری سے کام بنے گا کسی کی نماز مل رہی ہے کسی کی زکوٰۃ بس اس طرح کام چل جائیگا۔

ملفوظ ۵۱۲: غیبت کرے تو اپنی ماں کی کرے

فرمایا کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر غیبت کرے تو اپنی ماں کی کرے خواجہ صاحب نے بہت ہی تعجب آمیز لہجہ میں عرض کیا کہ امام صاحب نے فرمایا کہ ماں کی غیبت کرے فرمایا کہ آپ کو کیوں تعجب ہوا ہاں یہی بات فرماتے ہیں کہ میں اگر غیبت کروں تو اپنی ماں کی کروں تا کہ اگر میری نیکیاں کسی کے پاس جائیں تو ماں ہی کے پاس کیوں نہ جائیں۔ گھر کی نعمت گھر ہی میں رہے کہیں باہر نہ جائے۔ اسلئے یہ فرمادیا تو اس میں تعجب کی کون سے بات ہے۔

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ایک شخص ان کو گالیاں دیا کرتا تھا یہ بزرگ اس کو روپیہ پیسہ دیا کرتے تھے اس نے یہ سمجھ کر کہ محسن ہیں گالیاں دینی چھوڑ دیں ان بزرگ نے روپیہ پیسہ دینا چھوڑ دیا۔ اس شخص نے ان بزرگ سے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا فرمایا بھائی یہ تو لینا دینا ہے تم پہلے کچھ دیا کرتے تھے ہم بھی دیتے تھے تم نے دینا چھوڑ دیا ہم نے بھی چھوڑ دیا۔

ملفوظ ۵۱۳: شب قدر میں تین چیزوں کا اہتمام

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج ستائیسویں شب ہے اس کو شب قدر کہتے ہیں اس میں کیا پڑھنا چاہیئے فرمایا کہ ایسے موقع پر سلف میں تین چیزیں معمول تھیں اب لوگوں نے دو کو حذف کر کے ایک پر اکتفاء کر لیا ہے وہ تین چیزیں یہ تھیں ذکر، تلاوت قرآن، نفل نماز۔ اس میں سے عابدین نے نفل نماز اور تلاوت قرآن کو حذف کر دیا۔ یعنی اس میں مشغولی بہت ہی کم ہے بس زیادہ تر ضربیں ہی لگاتے ہیں اور اتفاق سے مجھ کو یہ تینوں چیزیں ایک آیت میں جمع مل گئی ہیں:۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ۔ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ۔

الحمدللہ حصہ اوّل ''الافاضات الیومیہ'' کا تمام ہوا۔